www.iqbalkalmati.blogspot.com

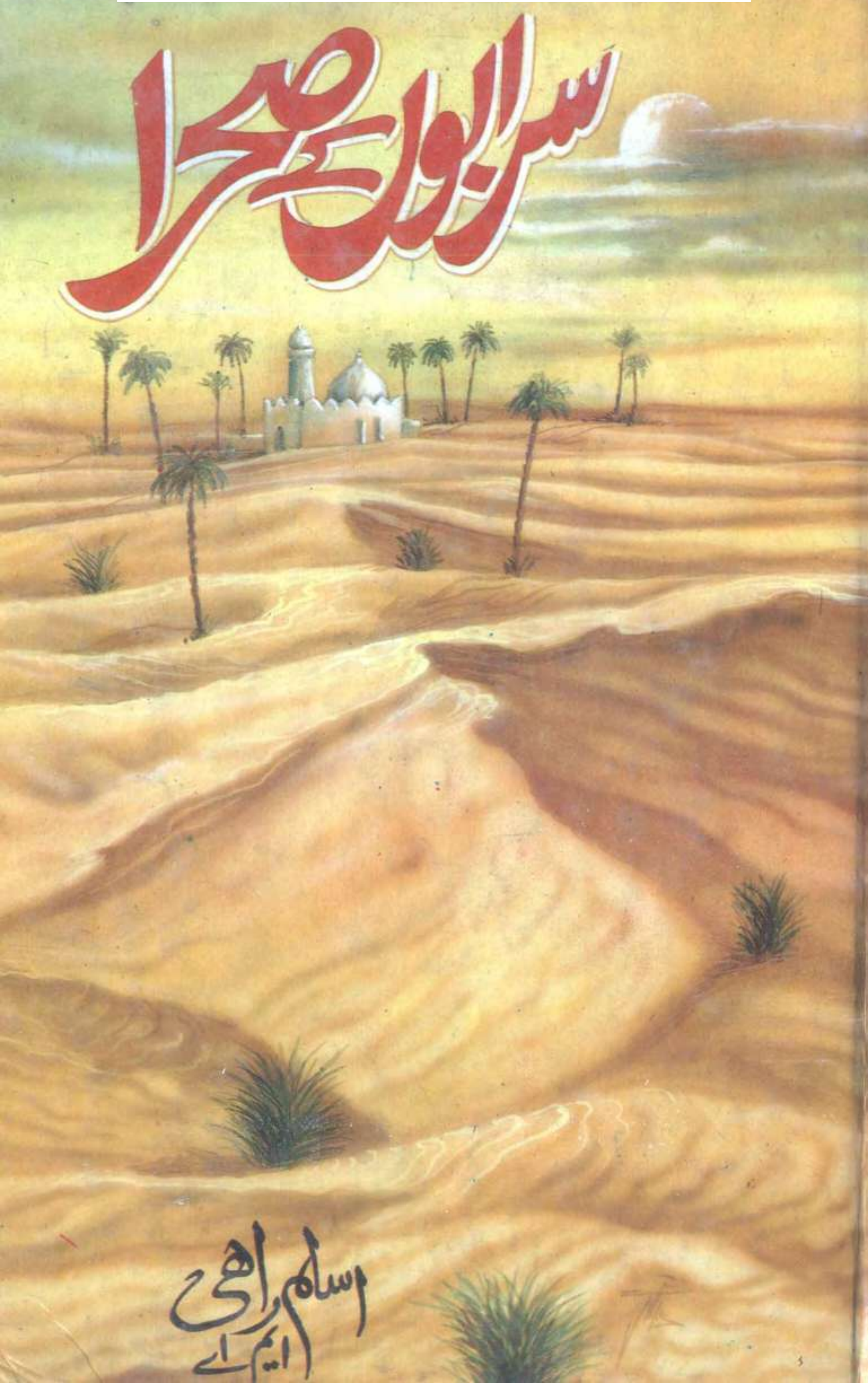

www.iqbalkalmati.blogspot.com

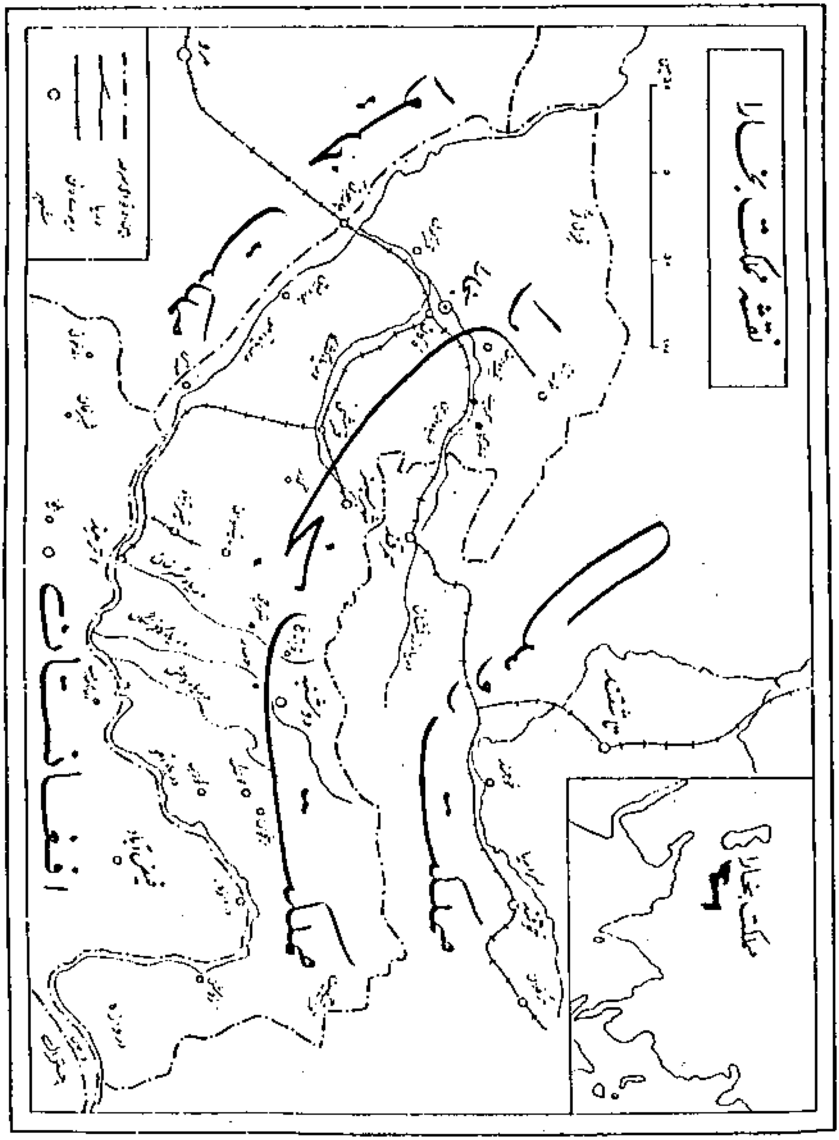

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

دریائے آمو کے معاون دریائے کافرنگان کے کنارے کنارے پوری طرح چمڑے کی چادروں سے ڈھکی ہوئی ایک بگھی شمالی شہر حصار کی طرف بڑھ رہی تھی گذشتہ دو دن سے جاری برفباری ابھی ابھی رکی اور تھمی تھی آسمان پر پھیلے بادل بکھر کراب جگہ جگہ سے پھٹنا شروع ہو گئے تھے تاہم برف باری کے باعث دریائے آمو سے حصار شہر کی طرف جانے والی وہ شاہراہ ابھی تک تھکی تھکی لٹی لٹی اور بجھی بجھی سی دکھائی دے رہی تھی - فضاؤں کے اندر چاروں سمت سکوت کا ایک بیکراں سمندر پھیلا ہوا تھا یوں لگتا تھا جیسے خروش طوفان گرد میں آٹی تعبیروں خواب آثار لمحوں اور چاندنی اوڑھے راستوں کے سناٹوں میں دب کر رہ گیا ہو- ہر چیز اپنی ذات کے گہرے قفس میں کچھ اس طرح چپ اور خاموش تھی- جیسے سخن کے شیش محل ٹوٹ گرے ہوں گفتگو کے ہنر ناکام ہو گیا ہو اور خاموشی نے اپنا کمال حاصل کر لیا ہو حصار شہر کی طرف جاتی وہ شاہراہ اور اس کے ساتھ ساتھ بہنے والے دریائے کافرنگان کے علاوہ بائیں طرف پھیلے ہوئے طویل کوہستانی سلسلے تحیرات کی دھند میں کھو کر اپنی ندرت فکر اور خیال کہنہ کے پیراھن کھو جانے کی علامت بنے ہوئے تھے برفباری کے باعث ہر شے کا رخ دھواں دھواں اور فکر و خیال دھول دھول ہو کر رہ گئے تھے۔

وہ بگھی جو چاروں طرف سے چمڑے کی موٹی موٹی اور سرخ چادروں سے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ڈھکی ہوئی تھی اور جس کے آگے صرف ایک ہی خچر جتا ہوا تھا۔ میانہ روی سے آگے بڑھتی ہوئی جب حصار شہر کے قریب وادئی کوکتاش* کے بیچوں بیچ گزر رہی تھی تو اچانک بائیں طرف کے کوہستانی سلسلے کی طرف سے بھوکے گیدڑوں کا ایک گروہ نکلا اور شاہراہ کو عبور کرتا ہوا دریا کی طرف بڑھنے لگا تھا ان بھوکے گیدڑوں کو دیکھ کر بگھی میں جتا ہوا وہ خچر بری طرح بدک گیا تھا بگھی کو چلانے والے

بوڑھے نے اپنی پوری کوشش کی کہ وہ خچر کو سنبھال کر بگھی کو شاہراہ سے اترنے نہ دے لیکن وہ ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہوا خچر بری طرح بدکتا ہوا بائیں طرف ہٹا تھا جس کے باعث بگھی بری طرح برف میں دھنس گئی تھی خچر بھی ٹھوکر کھا کر برف پر گر گیا تھا جس کی وجہ سے بگھی کا اگلا حصہ زمین پر جا پڑا تھا خچر کو ہانکنے والا بوڑھا بگھی کے بانس سے ہوتا ہوا برف پر آ رہا تھا۔

اچانک بگھی کے اندر سے پردے اتار کر ایک نوجوان اور اس کے ساتھ ایک لڑکی بگھی سے باہر آئے شاید وہ دونوں میاں بیوی تھے جوان کی عمر پچیس چھبیس سال سے کم نہ ہوگی لیکن لڑکی ابھی بالکل نو عمر تھی اور کچے سن کی لگتی تھی وہ جوان بھاگ کر آگے بڑھا زمین پر گرے بوڑھے کو اٹھایا اور بڑی ہمدردی سے اسے مخاطب کر کے وہ پوچھنے لگا۔ چچا گوبسن تمہیں کہیں چوٹ تو نہیں لگی وہ بوڑھا اٹھ کھڑا ہوا اس نے اپنے برف آلود لباس کو جھاڑا پھر اس جوان کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا میں بچ تو گیا ہوں پر یہ تو کہو میری بیٹی ملاوتینا کو چوٹ تو نہیں لگی اس وقت تک وہ لڑکی بھی جسے ملاوتینا کہہ کر پکارا گیا تھا بوڑھے سے لپٹتے ہوئے بڑی ہمدردی اور محبت سے پوچھنے لگی اے میرے باپ آپ کو کہیں چوٹ تو نہیں لگی جواب میں اس بوڑھے نے ملاوتینا کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے جب اس کی پیشانی چومی تو ملاوتینا مطمئن ہو گئی تھی کہ اس کا باپ بگھی کے گرنے سے محفوظ رہا ہے

وہ لڑکی جس کا نام بوڑھے گوبسن نے ملاوتینا پکارا تھا برستی برسات بھیگی

* حصار شہر کے قریب کی وسیع وادیاں

رت مست پھوار اور گنگناتی راہوں جیسی پرکشش کوئل کے گیت، جھینگروں کی ملہار جوان رگوں میں اڑتی امنگوں، احساس کے نگینوں جیسی جاذب نظر کھیت گیہوں کی فصل رسیلے باغ اور قمقموں کی بہار میں ایسی پرجمال ردائے سحر سنہری کرنوں کے لمس کی کہکشاں اور کنواری مٹی کی سج جیسی خوبصورت تھی اس کی آواز ایسی میٹھی ایسی رسیلی اور رسدار تھی جیسے رات کے غیرفانی اور کیف آگیں لمحوں میں صبا کی ہر سانس میں مستی اور سحر کی ہر بوند میں مٹھاس بھر دی گئی ہو۔

تینوں نے اپنے آپ کو سنبھالا گوبسن حرکت میں آیا اور ان دونوں کو وہ مخاطب کر کے کہنے لگا خدا وند کا شکر ہے کہ تم دونوں میاں بیوی بگھی کے یوں گرنے سے محفوظ رہے ہو اب آؤ گرے ہوئے خچر کو اٹھا کر بگھی کو برف سے نکال کر شاہراہ پر لانے کی کوشش کریں اس پر ہوپر جو گوبسن کا داماد تھا فوراً حرکت میں آیا خچر کی باگیں پکڑ کر اس نے سہارا دیکر اسے اٹھایا پھر حسین ملاوتینا بولی اور اپنے باپ گوبسن کو وہ مخاطب کر کے کہنے لگی اے میرے باپ آپ خچر کی باگیں پکڑ کر اسے شاہراہ کی طرف لے جانے کی کوشش کریں میں اور ہوپر بگھی کے پہیے پکڑ کر زور لگاتے ہیں اور بگھی کو شاہراہ پر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

گوبسن نے اپنی بیٹی ملاوتینا کی اس تجویز کو شاید پسند کیا تھا اور آگے بڑھ کر اس نے اس خچر کی دونوں باگیں پکڑ لی تھیں پھر ہوپر اور ملاوتینا دونوں نے بگھی کے بڑے بڑے لکڑی کے پہیوں پر ہاتھ جماتے ہوئے جب بگھی کو برف سے نکالنے کی کوشش کی تو انہیں بری طرح ناکامی ہوئی تھی اس لئے کہ وہ بگھی کو ایک انچ بھی ہلا نہ سکے تھے اس پر بوڑھا گوبسن پھر بولا اور کہنے لگا تم دونوں ذرا دم لے لو پھر میں خچر سے بھی زور لگواتا ہوں اس کے بعد مجھے امید ہے کہ ہم بگھی کو برف سے نکال کر شاہراہ پر ڈالنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

ہوپر اور ملاوتینا دونوں میاں بیوی نے ذرا دم لیا اس کے بعد انہوں نے پھر پہیوں پر زور لگانا شروع کیا ساتھ ہی بوڑھے گوبسن نے بھی خچر کی جبڑے کی

باگوں کو ہلا ہلا کر خچر کو ہانکنے کی کوشش کی لیکن نہ ہی خچر حرکت میں آیا اور نہ ہی وہ بگھی کو نکال سکے تھے اس لئے کہ بگھی اور خچر دونوں ہی تقریباً" تین تین فٹ تک برف میں دھنس چکے تھے جب وہ بگھی کو اس طرح برف سے نکالنے میں ناکام ہوئے تب حسین ملاتینا اپنے باپ گریسن کے پاس آئی اور اسے مخاطب کر کے انتہائی مایوسی اور ناامیدی میں کہنے لگی اے میرے باپ ہم تینوں مل کر پورا زور لگا چکے ہیں کہ بگھی کو برف سے نکالیں لیکن ہم ناکام ہو چکے ہیں اب کیا بنے گا اس پر گریسن مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میری بیٹی شہراب یہاں سے قریب ہی ہے مجھے امید ہے کہ ضرور کوئی نہ کوئی اس شاہراہ سے گزرے گا جس کی مدد سے ہم بگھی کو برف سے نکالنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور اگر ہم ایسا نہ کر سکے تو خچر کو نکال کر پیدل ہی حصار شہر کی طرف چلے جائیں گے اور بگھی کو یہیں چھوڑ جائیں گے بعد میں اسے حصار شہر کی طرف لے جائیں گے حصار شہراب یہاں سے تین میل سے کچھ زیادہ دور نہ ہوگا۔

گریسن شاید اپنی گفتگو جاری رکھتا لیکن اچانک وہ خاموش ہو گیا اس لئے کہ بائیں طرف وادی کو کتاش کے کوہستانی سلسلے کی ایک قدرے کم بلندی والی چوٹی پر سے اذان کی آواز سنائی دی تھی۔ اذان کی آواز سن کر وہ تینوں چونک سے پڑے تھے انہوں نے سنا اس اذان دینے والے کی آواز اور اس کے لفظوں کی ادائیگی میں ایسا انجذاب ایسی کشش تھی کہ لگا تھا وہ آواز غم کے سحاب اور ملگجے رنگ بکھیرتے سورج کی اس سرزمین اور سوچوں کے آہنگ میں چنگاریوں کی طرح سلگ اٹھی ہو۔ بوڑھا گریسن اس آواز کو بڑے انہماک اور غور سے سنتا رہا اور اس کے لبوں پر اس آواز کی وجہ سے ہلکی ہلکی مسکراہٹ بھی نمودار ہو گئی تھی وہ آواز ابھی تک ان کوہستانی سلسلوں اور وادیوں میں گونج کر کچھ اس طرح باز گشت پھیلا رہی تھی جیسے وہ نشرگاہ زیست کے وجود و عدم کو صیقل کا ہنر اور آئینوں کو اجالنے کا فن سکھانے لگی وہ آواز ماضی کی گونج بن کر مصروف بکا پیاسی

روحوں، کرب سے دو چار وجود اور ٹوٹے لمحوں کی صداؤں کے حصار ذات توڑتی ہوئی آئینہ در آئینہ وفا لمحوں کی تزئین بکھیرنے لگی تھی مجموعی طور پر پیغام کی ترسیل کی وہ صدا وقت کے کھردرے کھردرے الفاظ کو ایک نیا جذبہ اور ایک بصیرت عطا کرتی چلی گئی تھی۔

اذان کی وہ آواز جب آنا بند ہو گئی تو حسین ملاتینا نے اپنے باپ کی طرف دیکھا اس لمحے اس کے باپ گریسن کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ اور شادابی پھیلی ہوئی تھی ملاتینا تھوڑی دیر تک اپنے باپ گریسن کو بڑے غور سے دیکھتی رہی پھر اس نے پوچھا اے میرے باپ یہ آواز کیسی تھی جسے سن کر آپ کے چہرے پر خوشی اور شادابی پھیلی ہوئی ہے اس پر گریسن بولا اور کہنے لگا سن میری بیٹی جانتی ہے کہ یہ سرزمین مسلمانوں کی سرزمین ہے اور عبادت سے قبل یہ مسلمان اپنے ساتھیوں کو عبادت کے لئے جمع کرنے کے لئے ایسی صدا دیتے ہیں اس پر ملاتینا تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی یہ آواز تو اس سامنے والی کوہستانی سلسلے کی چوٹی کے اوپر کھڑے اشخاص میں سے ایک کی بلند ہو رہی ہے۔ یہاں میں نہ کوئی عبادت گاہ دیکھتی ہوں نہ کوئی معبد دکھائی دیتا ہے اس پر گریسن فوراً" بولا اور کہنے لگا ان لوگوں کو کسی معبد یا عبادت گاہ کی غیر موجودگی میں بھی کوئی دشواری ہماری طرح پیش نہیں آتی اس لئے کہ یہ ساری زمین ہی کو اپنے خداوند قدوس کی عبادت گاہ خیال کرتے ہیں گریسن کا یہ جواب سن کر ملاتینا تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر اس نے پوچھا۔

اے میرے باپ مسلمانوں کی عبادت کی یہ صدا سن کر آپ کے چہرے پر مسکراہٹ اور شادابی پھیلنے کی کیا وجہ ہے اس پر گریسن کھل کر مسکراتے ہوئے کہنے لگا میرے چہرے پر مسکراہٹ اور شادابی پھیلنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ آواز ابری کی آواز ہے اس پر ملاتینا نے چونک کر پوچھا یہ ابری کون ہے جس سے آپ اس قدر گہرا تعلق ظاہر کر رہے ہیں اس پر گریسن بولا اور کہنے لگا۔

سن میری بیٹی ابری افکار کو عمل کی بصیرت، روحوں کو زندگی کی حرارت،

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کمزور باہوں کو قوت عمل گونگوں کو تاب و طاقت گفتار جوہر فکر و نظر کو جرات اظہار دینے ولا ایک نوجوان ہے تم یوں جانو میری بیٹی یہ ابری سہوستہ طائران قفس کے پر کھولنے زندان کی سنگلاخ فصیلیں توڑنے ، خواب کو بیداری عطا کرنے کے لئے پیدا ہوا ہے یہ ابری جو رو جبر کی چکی میں لب و زلف و رخسار کا پاسدار اور گھونگھٹ میں حسین جوان دلہنوں کی ابھرتی تمناؤں کا محافظ ہے۔ ان سرزمینوں کے حسین شہر اور سیمگوں بستیاں ابری پر اپنی جان نچھاور کرتی ہیں۔

سن میری بیٹی یہ ابری بکھرتی خود سری کی طرح ایک جیالا اور باہمت جوان ہے بنام حیات جب یہ موت کے دست خونیں کی طرح حرکت میں آتا ہے تو موج موج پانی کو زرفشاں اور خشک بنجر زمین کو لہو کی حرارت سے سرسبز و شاداب بناتا چلا جاتا ہے یہ ابری ان وادیوں کی آبرو کا محور اور موت کی ان سرد وادیوں میں نئی زندگی نئے حوصلوں کا ایک سبق ہے یہاں تک کہنے کے بعد گریسن جب خاموش ہوا تو ماوتینا نے بڑی توجہ اور بڑے شوق سے اپنے باپ کو دوبارہ مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

اے میرے باپ آپ اس جوان کی تعریف ہی کئے جائیں گے یا ہمیں یہ بھی بتائیں گے کہ کہ یہ کون ہے آپ سے اس کا کیا تعلق اور واسطہ ہے اور ان سرزمینوں میں اس کی کیا حیثیت اور کیا عزت ہے ماوتینا کے ان سوالات پر گریسن تھوڑی دیر تک دھیمی دھیمی مسکراہٹ میں اپنی بیٹی کی طرف دیکھتا رہا پھر وہ کہنے لگا۔

سن میری بیٹی ابری کا پورا نام تو ابراہیم بیگ ہے پر اس کا باپ اور اس کے چاہنے والے پیار سے اسے ابری کہہ کر ہی پکارتے ہیں گویہ ابھی نو عمر ہی ہے لیکن چٹانوں جیسا مضبوط اور فولاد جیسا ناقابل تسخیر ہے یہ ابری جس کا پورا نام ابراہیم بیگ ہے لقے[1]

[1] لقے ازبکوں کا ایک ذیلی قبیلہ ہے۔

قبائل کے سردار چغربائی کا بیٹا ہے ان سرزمینوں میں لقے قبائل کے علاوہ تنغورات، منغت گینگر ازبک اور تاجک قبائل بھی بستے ہیں اور سب ہی ابری کو اپنا محافظ اپنا رہبر اور اپنا رہنما تسلیم کرتے ہیں یہ ابری ان دنوں ـــــــ

بیچارہ بڑا دکھی اور غمگین ہے اس لئے کہ اس کا ایک بڑا بھائی تھا جس کا نام سعد اللہ تھا اسے کسی نے دو سال پیشتر قتل کر دیا تھا جس کی بناء پر یہ بیچارہ اپنے بھائی کی وجہ سے غمگین اور پریشان رہنے لگا ہے اب میں تمہیں یہ بھی بتادوں کہ یہ سرزمین سلطنت بخارا میں شامل ہے بخارا کی یہ سلطنت کبھی آزاد تھی اور مسلمان خود اس پر حکومت کرتے تھے لیکن اب یہ زار روس کی غلامی میں شامل ہے اس لئے کہ زار روس نے اپنی افواج کو حرکت میں لاتے ہوئے ان سرزمینوں پر زبردستی قبضہ کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا ہے اندرونی طور گو بخارا اور اس کی سلطنت کو آزاد خیال کیا جاتا ہے اس لئے کہ یہاں کے رہنے والے اپنے حکمران کے چناؤ میں آزاد ہیں ان دنوں بخارا کی اس سلطنت کا حکمران امیر عالم خان ہے یہ شخص بظاہر تو بخارا کی سلطنت کا حکمران ہی ہے لیکن مجموعی طور پر یہ روس کی حکومت کا پابند اور غلام ہے اور کوئی بھی قدم یہ روس کی حکومت کی اجازت کے بغیر نہیں اٹھا سکتا ۔ تاہم ابری جیسے نوجوان اب حرکت میں آ رہے ہیں ۔ اور مجھے امید ہے کہ ایک دن بہت جلد ایسا بھی آئیگا کہ جب یہ روس کی غلامی کا جوا اپنی گردنوں سے اتار پھینکیں گے۔ اپنی آزادی اور خود مختاری کا اعلان کر دیں گے ۔ یہاں تک کہنے کے بعد گریسن جب خاموش ہوا تو اس بار گریسن کا داماد ہوپر بولا اور کہنے لگا۔

چچا گریسن! تمہاری باتوں سے مجھے ایک معاملے کی سمجھ نہیں آتی اور وہ یہ کہ جب یہ ابراہیم بیگ جسے تم ابری کہہ کر پکار رہے ہو اور جو لقے قبائل کے سردار چغربائی کا بیٹا ہے اس کے بھائی کو آخر کس نے اور کیوں قتل کیا؟ جب ان سرزمینوں میں قبائل کے سردار کی حیثیت سے چغربائی کی عزت اور وقار ہوگا ۔

پھر کیونکر اس کا بیٹا قتل ہوا۔ اس پر گویسن پھر بولا اور کہنے لگا جہاں تک میرا ذاتی اندازہ ہے اس ابری کے بڑے بھائی سعداللہ کو جدیدیوں کے کہنے پر روسیوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اس پر ہوپر چونک کر بولا اور پوچھنے لگا۔

چچا گویسن! یہ جدیدی کون ہیں۔ ساتھ ہی میں آپ سے یہ بھی گزارش کروں گا ۔ آپ چونکہ گزشتہ پچیس برس سے ان سرزمینوں میں رہتے چلے آرہے ہیں اور کبھی کبھار ہی گھر جاتے رہے ہیں۔ لہٰذا جدیدیوں کے ساتھ ساتھ آپ ہمیں بخارا کی سلطنت اس کے پس منظر محل وقوع اور اس کے باشندوں ، زراعت اور تجارت پر بھی روشنی ڈالیئے۔ ہوپر جب خاموش ہوا تو حسین ملاتینا بھی حرکت میں آئی اور اس نے بھی گویسن سے کہا۔

ہوپر ٹھیک کہتا ہے میرے باپ! آپ یہ ساری باتیں ہمیں تفصیل سے سنائیں تاکہ ہمارے علم میں اضافہ ہو کیونکہ اب ہمیں بھی آپ کے ساتھ ان سرزمینوں میں رہنا ہے ۔ لہٰذا ان سرزمیوں سے متعلق ہمیں پوری اگاہی اور اقفیت ہونی چاہیے گویسن نے اثبات میں سرہلاتے ہوئے ہوپر اور ملاتینا کی اس گفتگو کی تائید کی پھر وہ بولا اور کہنے لگا۔ سنو میرے بچو! جدیدیوں سے متعلق کچھ کہنے سے پہلے میں تمہیں بخارا کی سلطنت سے متعلق تفصیل کے ساتھ بتاتا ہوں جہاں تک بخارا کی سلطنت کے پس منظر کا تعلق ہے مملکت بخارا عرض بلد ستیس درجے شمال سے لیکر تینتالیس درجے شمالی اور طول بلد چالیس درجے مشرقی اور پچھتر درجے مشرقی کے درمیان واقع ہے اور پامیر کے بلند و بالا پہاڑوں میدانوں توران ، دریائے آمو اور ریگستان قزل قم کے درمیان دو لاکھ چوبیس ہزار مربع کلو میٹر رقبے پر پھیلی ہوئی ہے۔

سلطنت بخارا کے شمال میں روسی ترکستان جنوب میں افغانستان و ترکمانستان مشرق میں چین اور مغرب کی طرف مملکت خیوہ واقع ہے مشہور زمانہ شہر بخارا اس سلطنت کا دارالحکومت ہے یہ خوبصورت شہر ریاست کے مغرب میں دریائے

زرفشاں کے کنارے آباد ہے بخارا سمرقند تاشقند ترمیزاور مرو کے ساتھ بذریعہ ریل ملا ہوا ہے بخارا سے تین سو میل دور کوہ آلائی کے دامن میں دریائے کافرنگان کے کنارے مشرقی بخارا کا دارالحکومت دوشنبہ ہے جو حصار شہر سے ذرا آگے شمال میں واقع ہے۔ مملکت بخارا کا مشرقی حصہ بلند و بالا پہاڑی سلسلے پر مشتمل ہے ان میں زیادہ مشہور پامیربازار دریا اور بدخشاں کے پہاڑ ہیں ان میں سے بعض پہاڑوں کی چوٹیاں چوبیس ہزار فٹ سے بھی زیادہ بلند ہیں یہ علاقہ تقریباً سارا سال برف سے ڈھکا رہتا ہے اس کے مغرب میں واقع کوہ آلائی جو چین کی سرحد سے لیکر شہر سبز تک پھیلا ہوا ہے۔ سردیوں میں تو یہ برف سے ڈھکا رہتا ہے لیکن گرمی شروع ہوتے ہی برف پگھل جاتی ہے اس کی بلندی پر خوبصورت چراگاہیں ہیں جہاں موسم گرما میں کرغیز ازبک اور تاجک قبائل کے خانہ بدوش اپنی بھیڑ بکریاں اور گھوڑے چرایا کرتے ہیں اس کوہستانی سلسلے کے نیچے ڈھلانوں پر گھنے جنگلات بھی واقع ہے۔ غربی بخارا زیادہ تر میدانی اس کی زمینیں زیادہ تر دریائے زرفشاں اور دریائے تشکا سے نکالی گئی نہروں سے سیراب کی جاتی ہیں یہ بخارا کے زرخیز ترین علاقے خیال کئے جاتے ہیں جہاں مختلف قسم کے اناج کپاس اور پھلوں کی کاشت ہوتی ہے اس سے مغرب کی طرف قزل قم کا وسیع ریگستان پڑتا ہے ۔ جو شمال میں دریائے سیوں اور مغرب میں میدان توران تک پھیلا ہوا ہے بارش کم ہونے کی وجہ سے عموماً یہ صحرا بے آب و گیارہ ہی رہتا ہے تاہم اس میں جنگلی بوٹیاں اور جھاڑ جھنکار خوب ہوتا ہے اور صرف خانہ بدوش قبائل ہی اس میں سے گزرتے ہیں اور کبھی کبھار اپنے ریوڑ چراتے دکھائی دیتے ہیں۔

مملکت بخارا کا سب سے بڑا دریا آمو ہے جو پامیر کے سربفلک پہاڑوں سے نکلتا اور علاقہ بدخشاں اور دروازے سے گزرتا ہوا ترمز کے قریب میدانی علاقے میں داخل ہوتا ہے پھر دشت قراقرم کی شمالی سرحد کے ساتھ ساتھ بہتا ہوا قراقل

کے میدانی علاقے میں داخل ہوتا ہے جہاں سے یہ مختلف شاخوں میں بٹ کر بحیرہ آرال میں جاگرتا ہے سطح مرتفع پامیر کے مغرب میں تقریباً" ایک ہزار میل تک یہ دریا مملکت بخارا اور افغانستان کے درمیان ایک قدرتی حد فاصل کا کام دیتا ہے۔

دریائے آمو کے علاوہ یہاں کا مشہور دریا زر فشاں ہے جو کوہ آلائی سے نکلتا ہے اور سمرقند بخارا کراکول سے ہوتا ہوا چار جوئے کے قریب دریائے آمو سے جا ملتا ہے دریائے تشکا آلائی کی جنوبی ڈھلانوں سے نکلتا ہے اور شہر سبز، قرشی اور کسان سے ہوتا ہوا بخارا شہر کے قریب دریائے کے زرفشاں میں جاگرتا ہے۔

ان مشہور دریاؤں کے علاوہ مشرقی بخارا کے کوہستانی علاقے من کئی چھوٹے بڑے دریا[1] آتے ہیں جو شمال سے جنوب کی طرف بہتے ہیں اور دریائے آمو میں شامل ہو جاتے ہیں ان دریاؤں میں پانی کا بہاؤ بہت تیز ہے موسم گرما میں برف پگھلنے اور بارشوں کی وجہ سے ان میں طغیانی آجاتی ہے تو آس پاس کے علاقے میں سیلابی کیفیت طاری ہو جاتی ہے لمبائی کے لحاظ سے ان میں سب سے زیادہ طویل دریائے سرخان ہے جہاں تک سلطنت بخارا کے باشندوں کا تعلق ہے تو اس وقت مملکت بخارا کی مجموعی آبادی چالیس لاکھ کے قریب ہوگی جس من روسی فوجی چھاؤنیوں کی آبادی بھی شامل ہے اس وقت بخارا کے چار مقامات پر بڑی بڑی روسی فوجی چھاؤنیاں[2] قائم ہیں۔

مملکت بخارا کے اہم نسلی گروہوں میں ازبک تاجک ترک اور عرب شامل ہیں مگر اکثریت ازبکوں تاجکوں اور ترکمانوں ہی کی ہے لقے قبیلہ جس سے امیر کا

[1] ان میں دریائے سرخان دریائے کافرنگان اور دریائے وحش زیادہ مشہور ہیں۔

[2] پہلی چھاؤنی ترمز شہر میں دوسری کرکی، تیسری چارجوئی اور چوتھی کاگان کے مقام پر بنائی گئی ہے۔

تعلق ہے ازبکوں کا ہی ایک ذیلی قبیلہ ہے بخارا کی تمام قومیتیں اسلامی تہذیب و تمدن کے بعد تاجک قوم کی تہذیب و تمدن اور معاشرت سے متاثر ہیں بخارا ں سلطنت میں بہت ہی قلیل تعداد میں یہودی روسی تاتاری اور ہندو بھی پائے جاتے ہیں مگر کسی غیر مذہب والے کو بخارا میں عبادت گاہ بنانے کی اجازت نہیں ہے تمام غیر مسلم اپنے اپنے گھروں میں اکٹھے ہو کر عبادت کرتے ہیں بخارا کی سرکاری زبانیں ترکی اور فارسی ہیں اور تمام احکامات ان دونوں زبانوں میں بیک وقت صادر کیے جاتے ہیں۔

مملکت بخارا کی زراعت سے متعلق تو میں یہی کہوں گا کہ بخارا کا اہم ترین پیشہ زراعت ہے یہاں دو قسم کی زمین پائی جاتی ہے پہلے قسم کی زمین وہ ہے جو ان لوگوں کی مملکت ہے جس پر وہ کھیتی باڑی کرتے ہیں اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی ان ہی کی خیال کی جاتی ہے دوسری قسم کی زمین سرکاری زمین خیال کی جاتی ہے ان زمینوں کو املاک وقف کہا جا سکتا ہے یہ املاک مساجد مدارس اور خانقاہوں کے مصارف کے لئے وقف ہوتی ہیں ان زمینوں کی خرید و فروخت ممنوع ہے۔

بخارا کی زرعی پیداوار میں گندم زیادہ کاشت کی جانے والی فصل ہے جو اور جوار بھی بوئے جاتے ہیں بخارا میں جوار کی دو اقسام ہیں ایک عام جوار اور دوسری جوار کو خو تگی سفید کہہ کر پکارا جاتا ہے اس کے علاوہ یہاں السی، ماش باجرہ لوبیا اور چاول بھی پیدا ہوتے ہیں چقندر بھی بہت بڑی مقداز میں کاشت کیا جاتا ہے ملکی ضروریات سے فاضل غلہ روس افغانستان ایران اور دیگر ہمسایہ ممالک کو برآمد کیا جاتا ہے اس کے علاوہ تمباکو کی کاشت

۔ شہر بخاراک نواحی علاقہ سے جدید بخارا کہا جاتا ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے بھی وافر مقدار میں آمدنی ہوتی ہے تمباکو روس کو فروخت کر دیا جاتا ہے۔

گندم کی کاشت کے بعد اہم زرعی پیداوار روئی ہے روئی کی دو اہم اقسام مملکت بخارا میں بوئی جاتی ہیں ایک امریکی تخم سے پیدا ہونے والی امریکی روئی اور دوسری جائدادی یعنی دیسی روئی۔ زرعی زمین کے پانچویں حصے پر کپاس کاشت کی جاتی ہے ملکی ضرورت پوری کرنے کے بعد تقریباً" ایک لاکھ پچاس ہزار گانٹھیں بخارا کی مملکت سے دوسرے ممالک کو بر آمد بھی کی جاتی ہیں۔

زرعی پیداوار کے بعد بخارا کی اہم پیداوار پوست قراقلی ہے تم دونوں جانتے ہو کہ اسی قراقلی پوست کا میں بھی ایک تاجر ہوں ہر سال بخارا سے عموماً" بذریعہ ماسکو یورپی ممالک کو بر آمد کی جاتی ہے - یہ قراقلی اون خاص جگہوں سے حاصل کی جاتی ہے اور یہ سوائے بخارا کے کہیں اور نہیں ہوتی یہ تاجک اور ازبک قبائل زیادہ تر ایسی بھیڑیں پالتے ہیں جن سے قراقلی اون حاصل ہوتا ہے اس کے علاوہ بخارا میں ہر سال پانچ لاکھ قالین اعلیٰ اور عام اقسام کے بنے جاتے ہیں - یہ قالین بھی دوسرے ممالک کو بھیجے جاتے ہیں۔

بخارا کی ریشمی کپڑے کی صنعت بھی اپنے عروج پر ہے۔ ہر سال لاکھوں روپے مالیت کا بخارا کے ریشم کا سب سے بڑا خریدار فرانس ہے اور فرانسیسیوں میں ریشم کا سب سے بڑا تاجر میں خود ہوں یہ بات تم دونوں بھی جانتے ہوگے۔

یہاں تک کہنے کے بعد گریسن تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر وہ کہنے لگا میرے بچو میں نے تم دونوں کو بخارا کی مملکت کے پس منظر اس کے محل وقوع اس کی زراعت اور تجارت سے متعلق تفصیل کے ساتھ بتا دیا ہے اس پر گریسن کی بیٹی مارتینا فوراً" بولی اور کہنے لگی اے میرے باپ اب آپ ہمیں جدیدیوں کے

لہ بخارا کے علاوہ مقامی طور پر اس کپڑے کو کارقرشی' علاچہ شاہی' اطلس' مخمل' بیقصب اور تل مخی کہہ کر بھی پکارتے جاتا ہے۔

متعلق تفصیل کے ساتھ بتائیے جن کے بارے میں آپ کا خیال ہے کہ انہوں نے روسیوں کے ساتھ مل کر ابری کے بھائی سعد اللہ کو قتل کیا تھا۔

اپنی بیٹی مارتینا کے اس سوال پر گریسن تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر وہ بڑی شفقت اور بڑی نرمی سے کہنے لگا میری بیٹی مارتینا جہاں تک جدیدیوں کا تعلق ہے یہ لوگ کون ہیں ان کی ابتداء کیسے ہوئی یہ تفصیل میری نسبت تم لوگوں کو ابری زیادہ بہتر انداز میں بتا سکتا ہے لہٰذا اسے آنے دو میں اس سے کہوں گا کہ وہ تم دونوں کو جدیدیوں کے متعلق تفصیل کے ساتھ بتائے اس پر مارتینا بولی اور کہنے لگا کیا ابری آپ کی بات مان جائیگا گریسن نے چھاتی تانتے ہوئے کہا کیوں نہیں مانے گا وہ جس طرح اپنے باپ کی عزت کرتا ہے اسی طرح میرا بھی احترام کرتا ہے اور میں بھی اس سے اپنے بیٹوں کی طرح محبت اور شفقت رکھتا ہوں اچانک گریسن کہتے کہتے خاموش ہو گیا اس لئے کہ اس کے بائیں طرف کو ہستانی سلسلے کی قدرے بلند چوٹی پر جن لوگوں نے اذان دیکر نماز پڑھنا شروع کی تھی وہ نماز سے فارغ ہو گئے تھے لہٰذا گریسن بلند آواز میں پکارنے لگا ابری ابری! میں گریسن ہوں جلدی سے ادھر آؤ میرے بیٹے!

گریسن کی ان آوازوں کو چوٹی پر نماز ادا کرنے والوں نے سن لیا تھا کچھ دیر تک وہ نیچے حصار شہر کی طرف جانے والی شاہراہ کو بڑے غور سے دیکھتے رہے پھر وہ قریب ہی کھڑے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور انہیں کو ہستانی سلسلے سے نیچے اتارتے ہوئے وہ حصار شہر کی طرف جانے والی شاہراہ کی طرف بڑھے۔

ان سواروں کو شاہراہ کی طرف آتے دیکھ کر گریسن خوش ہو گیا تھا ایک بار پھر وہ اپنی بیٹی مارتینا کو مخاطب کر کے کہنے لگا سنو میرے بچو ابری کے ساتھ جو اس کے ساتھی چلے آرہے ہیں ان کے آنے سے پہلے میں تمہیں ان کے متعلق بھی تفصیل سے بتا دیتا ہوں یہ نہ صرف ابری کے ساتھی ہیں بلکہ اس کے محافظ بھی خیال کئے جاتے ہیں اور یہ کہ وہ جنون کی حد تک ابری سے محبت اور پیار

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کرتے ہیں ان چھ جوانوں کا تعلق مملکت بخارا کے مختلف قبائل میں سے ہے ان چھ جوانوں کے نام الیمن بے' ایشان ، عیسیٰ بیگ ، علی مروان ، تاش مت بیگ اور غایب بیگ ہیں میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ چونکہ میں ایک عرصہ سے ان زمینوں میں رہائش اختیار کئے ہوئے ہوں لہٰذا میں نے اپنی آنکھوں سے اس ابری کو ان سرزمینوں میں پیدا ہوتے اور پروان چڑھتے دیکھا ہے اور میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اپنی پوری زندگی میں میں نے ابری جیسا کوئی خوبصورت بہادر توانا اور دلیر جوان نہیں دیکھا ان کے آنے سے پہلے میں تم پر یہ بھی انکشاف کردوں کہ حصار شہر میں میری رہائش جس حویلی میں ہے وہ حویلی بھی ابری اور اس کے باپ چغربائی کی ہے یہ دونوں باپ بیٹے ایسے شفیق ایسے محبت کرنے والے اور مہربان اور پر خلوص ہیں کہ انہوں نے حویلی کے تین کمرے میرے تصرف میں دے رکھے ہیں لیکن میرے بار بار تقاضہ کرنے کے باوجود کبھی انہوں نے مجھ سے حویلی کے ان کمروں کا کرایہ وصول نہیں کیا ابری نے مجھے اپنے ان چھ ساتھیوں سے متعلق جو تفصیل سے بتا رکھا ہے لیکن یہ بخارا شہر میں ہی رہتے ہیں لہٰذا مجھے زیادہ نہ جانتے ہوں گے خود ابری بھی زیادہ تر بخارا ہی میں رہتا ہے کبھی کبھار یہاں حصار شہر کی طرف آتا ہے بخارا کے موجودہ حکمران امیر عالم بھی ابری کو دیوانگی کی حد تک پیار کرتے ہیں اس کے علاوہ بخارا شہر میں ایک بزرگ ہیں جن کا نام ایشان اعظم خواجہ ہے یہ ایک انتہائی نیک سیرت اور مذہبی شخصیت ہیں جدیدی فرقہ جسے تم کیمونسٹ کہہ کر پکار سکتے ہو اس کے مقابلے میں ایشان اعظم خواجہ نے بھی اپنی ایک تحریک شروع کر رکھی ہے تاکہ کیمونسٹوں کے خیالات کی تردید کی جا سکے اس ایشان اعظم خواجہ کے بیشمار مرید ہیں جو ان پر جان نچھاور کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں - ابری بھی اس ایشان خواجہ کے مریدوں میں شامل ہے

یہاں تک کہتے کہتے گوہسن خاموش ہو گیا تھا اس لئے کہ وہ سوار کوہستانی

سلسلے سے اتر کر ایک چھوٹے سے میدانی ٹکڑے میں اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑائے ہوئے ان کے نزدیک آگئے تھے ہوپر اور مارتینا بھی گوہسن کے قریب کھڑے ہو کر ان سواروں کو بڑے غور اور انہماک سے دیکھنے لگے تھے جب وہ قریب آکر اپنے گھوڑوں سے نیچے کود گئے تو گوہسن بھاگ کر آگے بڑھا اور ایک جوان کو گلے لگا کر اس کی پیشانی اس کے گال اور اس کی گردن چومتے ہوئے وہ بڑے پیار بڑی شفقت میں پوچھنے لگا ابری میرے بیٹے تم کیسے ہو اس کے بعد گوہسن دوسرے سواروں سے مصافحہ کرنے لگا تھا گوہسن جب فارغ ہوا تو وہ سب آگے بڑھے تھے اور انہوں نے باری باری ہوپر کے ساتھ مصافحہ کیا تھا ابراہیم بیگ جب ہوپر سے ملنے کے بعد پیچھے ہٹا تو ہوپر اور مارتینا دونوں نے بغور اس کا جائزہ لیا انہوں نے دیکھا ابراہیم بیگ سمندر جیسا خاموش اور ازل سے تشنہ لب لگتا تھا اس کے ہونٹوں ہونٹوں جڑی خاموشی اس کے دل کی مصنوعی رونق اور سینے میں اٹھتی آندھیوں کی غمازی کر رہی تھی اس کی تلاطم آشنا اور شعلے برساتی آنکھیں اس موقع پر یوں لگ رہی تھیں جیسے نیند کے اندھیارے اور خاموشی کے پیچ و تاب میں ہزار ہا آگ کے بگولے حرکت میں آکر وقت کا گہرا طوفانی ساگر کھڑا کر گئے ہوں اسکی آنکھوں کی جھیل میں غم کا ہجوم جوش مار رہا تھا۔ اور چہرہ الاؤ کی تمازت کی طرح دکھائی دے رہا تھا ابراہیم بیگ کے چہرے کی تپش اور اس کی آنکھوں کی گہری سرخی ہوپر اور مارتینا دونوں کو یہ خبر دے رہی تھی کہ گویا وہ سرابوں کے جزیروں' خزاں کے نوحوں' خاموشی کی دھول میں لب و رخ کی تازگی اور خوش آئند وسوسوں' فاصلوں کے دشت' یادوں کے زندان پتھروں کے دیس اور ٹھٹھری عریاں ساعتوں میں جواں امنگوں کا طوفان کھڑا کرنے کے لئے پیدا ہوا ہو ہوپر اور مارتینا شاید تھوڑی دیر اور ابراہیم بیگ کا جائزہ لیتے رہتے مگر اس موقع پر سب کی توجہ بٹ گئی ابراہیم بیگ بولا اور گوہسن کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بزرگ گریسن تم اس وقت کہاں سے آرہے ہو اور تمہارے ساتھ یہ کون لوگ ہیں اس پر گریسن بولا اور کہنے لگا ابری بیٹے میں اپنی یہ خچر گاڑی لیکر ترمز شہر تک گیا ہوا تھا میرے ساتھی میری بیٹی مارتینا اور میرا داماد ہوپر ہیں یہ دونوں فرانس سے آئے ہیں ترمز تک انہوں نے ریل میں سفر کیا ہے اور وہاں سے میں انہیں اپنی اس خچر گاڑی میں لیکر آیا ہوں تم جانتے ہو کہ ان علاقوں سے فرانس کو ریشم اور قراقلی بھیجنے کا میرا کام اب بہت وسیع ہو گیا ہے لہٰذا میں اپنی بیٹی اور داماد کو بھی یہاں لے آیا ہوں تم جانتے ہو کہ میرا کوئی بیٹا نہیں بس یہی ایک بیٹی میری کل متاع ہے اب یہ دونوں یہاں رہ کر میرے کام میں میرا ہاتھ بٹائیں گے یہاں تک پہنچنے کے بعد بائیں ہاتھ سے گیدڑوں کا ایک گروہ اچانک نمودار ہوا تھا جنہیں دیکھ کر میرا خچر بدک گیا سڑک سے ہٹ کر یہ خود بھی برف میں پھنس گیا ہے اور گاڑی بھی تم دیکھتے ہو کہ برف میں دھنس گئی ہے میں اور ہوپر اور مارتینا تینوں نے مل کر خچر اور گاڑی کو برف سے نکالنے کی کوشش کی لیکن ہم تینوں ہی اسے نکالنے میں ناکام ہوئے ہیں اسی لئے تمہیں مدد کے لئے پکارا ہے یہاں تک کہنے کے بعد گریسن تھوڑی دیر رکا پھر بولا اور کہنے لگا۔

سنو ابری بیٹے تم تو بخارا گئے ہوئے تھے وہاں سے تم کب لوٹے اس پر ابراہیم بیگ بولا اور کہنے لگا بزرگ گریسن میں آج ہی اپنے چھ ساتھیوں کے ساتھ یہاں پہنچا ہوں برفباری تھمنے کے بعد میں انہیں اپنے ریوڑ اور چراگاہیں دکھانے کے لئے ساتھ لایا تھا ابھی ہم واپس لوٹ رہے تھے اور ہم نے وہ سامنے والی چٹان پر اپنی نماز ادا کی تھی کہ آپ کی پکار ہمیں سنائی دی لہٰذا میں نے دیکھا اور آپ کی طرف چلا آیا اب میں آپ کی برف میں دھنسی گاڑی نکالتا ہوں اس کے بعد اکٹھے ہی حصار شہر کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ اس کے بعد ابراہیم بیگ اپنی آستینیں چڑھاتے ہوئے سلگتے لمحے پیاسی روح اور اضطراری سی کیفیت میں یوں حرکت میں آیا جسے وہ بے کرم شہر کو زندگی کی کشاکش بے مروتی کو امن و

آشتی کی جھلک وقت کی بے رحم گونگی چٹانوں کو نطق کا طلسم، مسکراہٹوں سے محروم زنگ آلود ہونٹوں کو کشودگی کا فن سکھانے لگا ہو پہلے وہ بگھی کے اگلے حصے میں آیا خچر کھول کر اس نے علیحدہ کر کے ایک طرف کھڑا کر دیا اس دوران ابراہیم کے ساتھی آگے بڑھے تاکہ وہ خود گاڑی کو دھکیل کر شاہراہ کی طرف لیجائیں لیکن ہاتھ کے اشارے سے ابراہیم بیگ نے انہیں رکنے کا اشارہ کیا لہٰذا وہ اپنی اپنی جگہ پر کھڑے رہے اس کے بعد ابراہیم بیگ اکیلا آندھی اور طوفان کی طرح حرکت میں آیا اپنا دایاں ہاتھ اس نے بگھی کے چوبی پہیے پر ڈالا جبکہ بائیں ہاتھ سے اس نے بگھی کے آگے نکلے ہوئے بانس پر وزن ڈالا اس کے بعد اس نے خوب جھک کر ایسے انداز میں زور لگایا کہ جیسے وہ عصر کی روح کو مقدر کی زنجیروں میں جکڑنے اور لوح دل پر لکھے حروف کو تابندگی و روشنی عطا کرنے لگا ہو اس نے بلند آواز میں بسم اللہ پڑھا اور جو خوب قوت صرف کر کے اس نے زور لگایا تو اکیلے ہی اس نے بگھی کو کھینچ دھکیل کر شاہراہ پر لاکھڑا کیا تھا بوڑھا گریسن نوجوان ہوپر حسین مارتینا ابراہیم بیگ کی اس شاہزوری اور عظمت پر دنگ رہ گئے تھے بگھی کو شاہراہ پر لانے کے بعد ابراہیم بیگ نے خچر کو دوبارہ بگھی میں جوت دیا پھر وہ گریسن کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

چچا گریسن آؤ اب یہاں سے کوچ کریں تم تینوں اپنی بگھی میں بیٹھو میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تمہارے پیچھے پیچھے آتا ہوں گریسن نے کمال شفقت اور مہربانی سے ابراہیم بیگ کا شکریہ ادا کیا اس کے بعد اس نے ہوپر اور مارتینا کو بگھی میں بیٹھنے کے لئے کہا خود وہ بگھی کو ہانکنے والی جگہ پر بیٹھ گیا تھا اس کے بعد اس نے فضا میں چابک لہرا کر خچر کو ہانک دیا تھا دوسری طرف ابراہیم بیگ کا اشارہ پا کر اس کے ساتھی بھی اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے تھے پھر وہ سب گریسن کی بگھی کے پیچھے پیچھے حصار شہر کی طرف جا رہے تھے۔

بگھی میں بیٹھے ہی بیٹھے حسین مارتینا نے اپنے باپ گریسن کو مخاطب کرتے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہوئے کہا اے میرے باپ یہ نوجوان جسے آپ ابری کہہ کر پکارتے ہیں یہ کیسا عجیب اور انوکھا جوان ہے آپ نے دیکھا کہ برف میں دھنسی اس بگھی کو ہم تینوں نے پوری قوت صرف کر کے نکالنے کی کوشش کی لیکن ہم اس میں کامیاب نہیں ہوئے تھے جبکہ یہ ابری اکیلا ہی اس بگھی کو برف سے نکال کر شاہراہ پر لانے میں کامیاب ہو گیا حالانکہ اس کے ساتھیوں نے آگے بڑھ کر خود بگھی کو برف سے نکالنا چاہا لیکن اس نے انہیں روک دیا اور اکیلے بگھی پر زور لگا کر اسے شاہراہ پر لاکھڑا کیا بگھی نکالنے کے لئے جس وقت میرے باپ وہ اپنی آستینیں چڑھا رہا تھا تو مجھے اپنی ہیبت اپنی کیفیت میں یوں لگا تھا کہ جیسے اس کے خون میں شعلے بھڑک اٹھے ہوں یا کوئی رو پہلی آبشار اور سنہری ندیاں تاریک گھنے جنگلوں کا سینہ چیرنے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی ہوں لگتا ہے یہاں زندگی کی شکلیں بڑی تیزی سے بدلتی ہیں جب یہ ابری پہلی بار ہمارے سامنے آیا تو یہ مجھے ایک بگولا سا لگا لیکن جس وقت اس نے زور اور قوت لگا کر ہماری بگھی کو نکال کر شاہراہ پر کھڑا کیا تو اس وقت یہ مجھے آندھی اور طوفان سے بھی زیادہ طاقتور اور پر قوت دکھائی دیا اے میرے باپ جس وقت اس ابری نے اپنا دایاں ہاتھ ہماری بگھی کے چوبی پہیے پر رکھا اور اپنا بایاں ہاتھ بگھی کے بانس پر رکھ کر زور لگانا شروع کیا تو اس وقت مجھے یوں لگا تھا جیسے حبس و جبر کے موسم، وحشت کے صحرا اور خوابوں کے کسی سوداگر گرنے اپنے کام کی ابتداء کی ہو اے میرے باپ! میں حیرت زدہ رہ گئی تھی جب اس اکیلے نے بگھی نکال شاہراہ پر کھڑی کی میں اب سوچتی ہوں کہ اے میرے باپ کاش یہ نوجوان ان یرقان زدہ سبزوں اور ٹھنڈے چولھوں اور برف کے ٹھنڈے دوزخ گمنام شاہراہوں اور سسکتی ویرانیوں میں زندگی نہ بسر کر رہا ہوتا جہاں دور تک نہ آواز ہے نہ راستہ اور ہر شے درد اعصاب کے مارے جسم اور دیمک زدہ بیساکھیوں کی طرح دکھائی دیتی ہے اگر یہ نوجوان اپنی اس آبنائے ظلمت کے افق سے باہر نکل کر ہماری تہذیب یافتہ فضاؤں اور ہمارے ترقی یافتہ ماحول میں

جائے تو میں یقین دلاتی ہوں کہ لوگ اس کی ہستی کے طلسم کی قدردانی کریں اسے ہاتھوں ہاتھ لیں اور اس معاشرے اس ماحول اور فضاؤں میں اس کی قدردانی ہو۔ یہاں تک کہنے کے بعد حسین مارتینا جب خاموش ہوئی تو اس کی گفتگو پر بوڑھا گریسن تھوڑی دیر ہلکے ہلکے مسکراتا رہا پھر وہ بولا اور اپنی بیٹی مارتینا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

مارتنیا میری بیٹی تمہاری اس گفتگو سے کئی ایک سوال میرے ذہن میں اٹھے ہیں جہاں تک تمہارے ان خیالات کا تعلق ہے کہ یہ سرزمین اداسی اور مایوسی سے بھری ہوئی ہے صحرا ویران پہاڑ خاموش اور وادیاں بنجر بنجر لگتی ہیں پر اے میری بیٹی یہ ساری کیفیت اس وقت تک ہے جب تک جاڑے کا موسم ہے جب تک ہر شے موسم سرما کی ردا میں لپٹی ہوئی ہے بے شک ان دنوں ان وادیوں میں ہر شے برفانی صدا سے تھک جاتی ہے شجر و دشت ویران ہو جاتے ہیں اور روز و شب کی مسافتوں پر سماجی پابندیوں جیسی زنجیریں لگ جاتی ہیں چاروں طرف زرد رقصاں رتوں کی وجہ سے زندگی اپنی ہر کشاکش اور زیست اپنی ہر سیمانی کیفیت سے نامساعد سفر کی طرح محروم ہاتھوں میں جکڑا ہوا ماحول، درختوں پر سرسراتی خزاں کی خشک ہواؤں جیسی غیر منفعت محسوس ہوتی ہے۔

لیکن اے میری بیٹی جونہی یہ برفانی اور خزاں کا دور ختم ہوتا ہے اور بہار اپنی پوری رعنائیوں اپنے پورے جوش و جذبے کے ساتھ اپنے آنچل دراز کرتی ہوئی ان وادیوں میں داخل ہوتی ہے تو پھر میری بیٹی تو دیکھے گی کہ ان وادیوں کے اندر جگنوؤں کا بامعنی رقص، ٹھنڈے میٹھے پانی کی ندیاں کھارے سمندر اور سرسبز گھنی وادیاں بوڑھے صنوبروں کی اونچی شاخیں اور خوشبودار درختوں کے نرم سائے دھیرے دھیرے گنگناتے ٹھنڈے پانی کے چشمے اسی اداس اور بنجر سرزمینوں کو جنت نشان بنا کر رکھ دیں گے ان دنوں تم دیکھتی ہو کہ سوکھے پیڑوں پر چند بھورے پرندے اور خشک ٹہنیوں پر اداس چڑیوں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا اس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لئے کہ برفباری اور سرما کے موسم میں اکثر پرندے ان برفانی علاقوں سے نکل کر گرم وادیوں میں چلے جاتے ہیں لیکن جب بہار آتی ہے تو یہ سارے پرندے اپنے ہجرتی سفر سے لوٹ آتے ہیں درد کی یہ اندھی گزر گاہیں اپنی تخلیق کی پرکھ میں اپنی حلاوتوں اپنی حرارتوں سے اس کرے کو بیمثال بنا کر رکھ دیتی ہیں اور ان وادیوں میں بہار کی آمد کے ساتھ ساتھ خزاں رسیدہ اشجار کی جگہ انسانی چاہتیں اور ذہن و دل کی تمازتیں موج بیکراں کی طرح رقص کرنے لگتی ہیں۔

سن میری بیٹی جہاں تک تمہاری اس گفتگو کا تعلق ہے کہ ہم تینوں بگھی کے ساتھ زور مارتے رہے لیکن اسے برف سے نکال نہ سکے اور اس ابراہیم بیگ اکیلے نے بگھی کو نکال باہر کیا تو اس کے لئے میں تم سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ اے میری بیٹی ہر دست عصاید بیضا نہیں ہوتا اور ہر ضرب سے چشمے نہیں پھوٹ نکلتے ہر جوان ہر شخص ابراہیم بیگ جیسا نہیں ہو سکتا میری بیٹی ابراہیم بیگ تو ان جوانوں میں سے ہے جو دنیا میں نایاب اور عنقا خیال کیے جاتے ہیں جہاں تک تمہاری اس گفتگو کا تعلق ہے کہ ابری اگر ہمارے ماحول میں ہوتا تو لوگ اس کی قدر دانی کرتے میں اس سے اتفاق نہیں کرتا اس لئے کہ جو قدر جو عزت افزائی جو احترام ابری کا ان سرزمینوں میں ہے وہ اسے وہاں میسر نہ ہوتا اگر یہ شخص ہمارے مشینی ماحول میں جاتا تو بیچارہ بالکل بیکار اور بے وقعت ہو کر رہ جاتا لیکن اس کی اپنی سرزمین میں اس کا کیا احترام اس کی کیا عزت ہے یہ جب تم یہاں رہو گی تو تمہیں خود احساس ہو جائیگا کہ ابری کا ان علاقوں میں کیا مقام کیا رفعت ہے

میرے بچی اب تمہیں یہاں رہنا ہے یہاں رہتے ہوئے تمہیں خود ہی احساس ہو جائیگا کہ یہاں کے رہنے والے لوگ ہمارے لوگوں سے زیادہ مخلص زیادہ جاں نثار قابل بھرو۔ اور زیادہ با اعتماد اور پر عزم لوگ ہیں۔

میری بیٹی یہاں رہتے ہوئے تمہیں خود ہی پتہ چل جائیگا کہ ہماری نسبت ان

لوگوں کے طور الگ اور ڈھنگ جدا ہیں یہ مسلمان لوگ اپنے ایمان کی کوکھ اپنے ایقان کی گود میں بے ضرر زندگی بسر کرنے والے ہیں میری بیٹی گو ان زیست کے خالی سلسلوں اور تمناؤں کے مدفن میں کسی کو ثبات نہیں ہے پھر بھی یہ لوگ ہنگامہ عالم سے بے نیاز اپنی وراثتوں میں شکستگی اور اپنی روایتوں میں توڑ پھوڑ قطعی پسند نہیں کرتے میری بچی ہم ترقی یافتہ لوگ کسی بھی پہلو کسی بھی صورت ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہم لوگ آرام طلب اور تساہل پسند ہو چکے ہیں جبکہ ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ اگر یہ لوگ بیمار ہوں اور کسی درد یا تکلیف میں مبتلا ہوں تو ہماری طرح شور شرابا نہیں کرتے بلکہ نیم کا ڑھا چرائتے کا شربت گاؤ زبان کا عرق پی کر یا چورن کھا کر اپنا علاج کر لیتے ہیں جب پیٹ کا درد بڑھ جائے تو پیٹ پر گرم بوتل پھیر کر ہی کمال صبرو شکر کا مظاہرہ کر دیتے ہیں میری بیٹی تم ان لوگوں کو ہر حال ہر صورت میں اپنے لوگوں سے بہتر پاؤ گی یہاں تک کہنے کے بعد بوڑھا گریسن خاموش ہو گیا تھا اس کی باتوں سے مارتینا خوش اور مطمئن دکھائی دے رہی تھی لہٰذا وہ بگھی کا پردہ ہٹا کر باہر دیکھتے ہوئے برفانی ماحول سے لطف اندوز ہونے لگی تھی۔

مارتینا بگھی کا پردہ ہٹا کر باہر دیکھتی رہی آسمان چپ زمین گنگ تھی فضاؤں کے اندر گہری خاموشی اور سکوت چھایا ہوا تھا پیچھے اور سامنے دور تک برف سے ڈھکی شاہراہ ویران اور چپ چپ سی دکھائی دے رہی تھی ایسے میں دریا کے ساتھ ساتھ چلنے والے بلند کوہستانی سلسلے کی طرف سے نیچی پرواز کرتا ہوا کونجوں کا ایک بہت بڑا گروہ نمودار ہوا اور سارے پرندے طرح طرح کی آوازیں نکال رہے تھے اچانک ان کے نمودار ہونے اور آوازیں نکالنے سے فضا کچھ اس طرح بھرپور ہو گئی تھی جیسے کسی دشت میں شیشوں کے متلاشی صحرا صفت زندگی سے تنگ آکر چیخنے چلانے لگے ہوں یا لاکھوں کونجیں شور کرتی ہوئی کچھ اس طرح گزر گئیں ہوں جس طرح کھنڈرات میں آندھیاں گزرنے کی آوازیں آتی ہیں اور معدوم ہو جاتی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہیں جب وہ پرندے گزر کر دوسری سمت چلے گئے تو مارتینا بگھی کے دوسری طرف کا پردہ ہٹا کر انہیں دیکھنے لگی بوڑھا گوبسن اپنی بیٹی کی ان حرکات پر خوش ہو رہا تھا پھر وہ مارتینا کو مخاطب کر کے کہنے لگا سن مارتینا میری بیٹی تو بیشک اس وقت برف پڑنے کی وجہ سے ان سرزمینوں کو پسند نہیں کر رہی ہوگی لیکن جب بہار آتی ہے اور خاموشی کی چھاؤں سے یہ صحرا کے ساتھ ساتھ چلنے والے دریا کا پانی شام ڈھلے لال گوں ہو جاتا ہے تو اشک افلاک کے بھیگتے لمحوں کے قدم بھی رک جاتے ہیں اچانک مارتینا کو کچھ یاد آیا اور وہ اپنے باپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

اے میرے باپ حصار شہر کی جس حویلی میں آپ رہ رہے ہیں اگر ہمارے آپ کے ساتھ اس حویلی میں رہنے پر ابری یا اس کے باپ کو کوئی اعتراض ہو تو پھر؟ مارتینا کے اس سوال پر گوبسن نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا پھر وہ عجیب سی سرشاری اور خوشی سے کہنے لگا تو بھی بھولی اور نادان ہی ہے میری بیٹی یہ ان کوہستانی سلسلے کے لوگ اپنے لوگوں کے لئے گرتی برف اور بارود کے خالی خول کی طرح بے ضرر ہوتے ہیں جب کہ اپنے دشمنوں کے لئے یہ یادوں کے زہر اور دکھوں کے اندرائن کی طرح ثابت ہوتے ہیں میری بیٹی میں نے تم دونوں کو یونہی نہیں بلوا لیا بلکہ اس سلسلے میں میں نے ابری کے باپ اور اس کے دادا دونوں سے بات کی ہے بلکہ میں نے تم دونوں کو تاکید سے بلوایا ہے وہ مجھ سے ایک عرصے سے تم دونوں کو بلونے کے لئے کہہ رہے تھے تم دونوں جب اس حویلی میں جاؤ گے تو دیکھنا ابری کے باپ اور دادا تم دونوں کو دیکھ کر کیسے خوش اور شاداں ہوں گے اس پر مارتینا نے چونک کر پوچھا کیا ابری کا دادا بھی زندہ ہے اس پر گوبسن پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا ہاں بیٹی وہ زندہ ہے اس کی بڑی اچھی صحت ہے وہ خوب چلتا پھرتا بلکہ یوں کہہ سکتی ہو کہ بھاگتا پھرتا ہے یہاں تک سننے کے بعد مارتینا پھر انجانے سے خیالوں میں کھو گئی پھر بگھی حصار شہر کی طرف بڑھتی رہی

گوبسن کی بگھی کے پیچھے پیچھے ابراہیم بیگ اپنے چھ ساتھیوں کے ساتھ شاہراہ پر حصار شہر کی طرف رواں دواں تھا وہ خود اور اس کے ساتھی اپنے گلوں میں روسی ساخت کی چار کارتوس کی رائفلیں لٹکائے ہوئے تھے اور ان کی کمروں کے ساتھ پستول بھی لٹک رہے تھے اچانک ابراہیم بیگ کے ایک ساتھی نے ابراہیم بیگ کی طرف دیکھا پھر وہ پوچھنے لگا اے امیر یہ بوڑھا جسے آپ گوبسن کہہ کر پکارتے رہے ہیں کون ہے اور کس سلسلے میں اس نے ان سرزمینوں میں رہائش رکھی ہوئی ہے اس پر ابراہیم بیگ نے چونک کر اپنے اس ساتھی کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگا اے علی مردان کیا تم نہیں جانتے کہ یہ بوڑھا کون ہے؟ اس پر ابرہیم بیگ کا وہ ساتھی جسے علی مردان کہہ کر پکارا گیا تھا کہنے لگا اے امیر میں نہیں جانتا یہ کون ہے اور یہاں کیا کرتا ہے اس پر ابراہیم بیگ بڑی نرمی اور شفقت میں بولا علی مردان میرے عزیز میرے بھائی یہ گوبسن فرانسیسی تاجر ہے ایک عرصہ سے اس نے حصار شہر میں ہماری حویلی کے اندر قیام کر رکھا ہے اور اب اس نے اپنی بیٹی اور داماد کو بھی منگوا لیا ہے ان سرزمینوں میں یہ بخارا کے ریشم اور ہماری قراقلی اون کا سب سے بڑا تاجر ہے یہ دونوں چیزیں یہ گوبسن روس اور افغانستان کے راستے اپنے ملک کو بھیجتا ہے اور اس ذریعے سے ہم کافی پیسہ کما لیتے ہیں ابراہیم کے اس جواب پر علی مردان مطمئن اور خاموش ہو گیا تھا پھر سفر جاری رہا یہاں تک کہ بگھی اور اس کے پیچھے پیچھے ابراہیم اور اس کے حصار شہر میں داخل ہوئے تھے۔

گیروے رنگ کی ایک پختہ عمارت کے سامنے گوبسن نے بگھی کو روک دیا تھا پھر بگھی میں بیٹھے ہی بیٹھے اس نے اپنی بیٹی مارتینا اور داماد ہوپر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا سنو میرے بچو یہ جو سامنے گیروے رنگ کی دو منزلہ عمارت دکھائی دے رہی ہے اسی میں تم لوگوں کی رہائش ہوگی عمارت ساری کی ساری ابری کے دادا خلیل بیگ کی ملکیت ہے ہوپر اور مارتینا نے بگھی کے پردے ہٹا کر

غور سے اس عمارت کی طرف دیکھا عمارت بہت بڑی اور دو منزلہ تھی اس کے دائیں طرف کے حصے پر موٹے حروف میں لکھا ہوا تھا "سرائے غازیان" مارتینا نے فوراً اپنے باپ گریسن سے پوچھ لیا اے میرے باپ یہ عمارت کے اوپر کیا لکھا ہوا ہے اس پر گریسن مسکراتے ہوئے کہنے لگا میری بیٹی یہ لکھا ہوا ہے سرائے "غازیان" اس عمارت میں سرائے بھی ہے جو ابری کا چچا چلاتا ہے تم اس سرائے کو یوں سمجھو کہ جس طرح ہمارے یہاں بڑے بڑے ہوٹل ہیں ان کا کرایہ ادا کر کے قیام کرتے ہیں بس اسی قسم کی سرائے غازیان بھی ہے یہ بڑی عمدہ بڑی صاف ستھری اور کافی بڑی سرائے ہے اور لوگ دور دور سے آکر یہاں قیام کرتے ہیں خصوصیت کے ساتھ روسی جنہیں ادھر ادھر جانا ہوتا ہے اسی سرائے میں قیام کرتے ہیں اس کے علاوہ یورپ اور ایشیا سے آنے والے سیاح بھی اسی سرائے کا رخ کرتے ہیں اچانک سرائے کے اندر سے چار اشخاص نکلے جنہیں دیکھتے ہی گریسن اپنی بگھی سے اتر گیا تھا ساتھ ہی اس نے ہوپر اور مارتینا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہوپر اور مارتینا میرے بچو تم بگھی سے نیچے اتر جاؤ وہ جو چار اشخاص آرہے ہیں ان میں سے ایک ابری کا دادا خلیل بیگ دوسرا اس کا باپ چغربائی تیسرا ابری کا چچا نور خانی اور چوتھا ان سرزمینوں کا مانا اور صاحب عزت داستان گو آتہ جان آرہا ہے ہوپر اور مارتینا دونوں فوراً بگھی سے نیچے اتر گئے تب تک ابری بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں پہنچ کر اپنے گھوڑے سے اتر گیا تھا سرائے کے دو ملازم بھاگتے ہوئے آئے اور وہ ابری اور اس کے ساتھیوں کے گھوڑوں کو سرائے کے اصطبل کی طرف لے گئے تھے اتنی دیر میں سرائے سے ایک اور نوجوان بھاگا بھاگا آیا اس نے بڑے پرجوش انداز میں گریسن اور ہوپر کے ساتھ مصافحہ کیا بگھی سے انکا سامان نکال کر اس نے نیچے رکھ دیا اور بگھی کے خچر کو وہ ہانکتا ہوا اصطبل کی طرف لیجا رہا تھا۔

اتنی دیر میں سرائے سے نکلنے والے چاروں اشخاص قریب آگئے تھے گریسن بڑی عقیدت مندی اور بڑے احترام کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کی طرف بڑھا پھر وہ ایک معمر اور بوڑھے شخص سے مخاطب ہو کر کہنے لگا بزرگ خلیل بیگ یہ میری بیٹی مارتینا ہے اور اس کے ساتھ میرا داماد ہوپر ہے ساتھ ہی گریسن نے ہوپر اور مارتینا کو مخاطب کرتے ہوئے اس بوڑھے شخص خلیل بیگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ ابری کے دادا خلیل ہیں پھر خلیل بیگ کے ساتھ ہی ایک ڈھلی عمر کے شخص کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا یہ ابری کے باپ چغربائی ہیں لیکن ان علاقوں میں انہیں بارک کہہ کر پکارا جاتا ہے وہ اس لئے کہ جب یہ پیدا ہوئے تو ان کے والد خلیل کی بھیڑ بکریوں میں خوب اضافہ ہوا تھا لہٰذا نام ان کا چغربائی رکھا لیکن بھیڑ بکریوں میں اضافے کی وجہ سے ان کا نام بارک رکھ دیا یعنی برکت والا اس کے بعد گریسن نے بارک کے ساتھ کھڑے ایک اور ایسی ہی عمر کے شخص کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ نورخانی ہیں یہ ابری کے چچا ہیں اور اس سرائے کو یہی چلاتے ہیں پھر چوتھے شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے گریسن کہنے لگا یہ آتہ جان ہیں اس علاقے کے مانے ہوئے صاحب علم مخلص اور انتہائی جاں نثار قسم کی شخصیت ہیں اور ان علاقوں میں ان سے اچھا ان سے متعبر اور ان سے بہتر کوئی اور داستان گو نہیں انسان کیسا بھی پریشان اور اداس ہو ان کی باتوں سے ایسی لذت محسوس کرتا ہے کہ ہر دکھ پر غم کو بھول کر رہ جاتا ہے یہاں تک کہنے کے بعد گریسن جب خاموش ہوا تو ابری کا دادا سیل بیگ آگے بڑھا ایشیائی انداز میں اس نے پہلے مارتینا کے سر پر ہاتھ پھیرا پھر اس نے ہوپر سے مصافحہ کیا اس کے بعد ابری کے والد بارک ابری کے چچا نور خانی اور داستان گو آتہ خان نے بھی ایسا ہی کیا۔

پھر ابری کا دادا گریسن کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا سنو گریسن پہلے سرائے کے اوپر والے حصے میں تمہارے پاس دو کمرے تھے اس وقت تم اکیلے تھے لہٰذا وہ دو کمرے تمہارے لئے کافی تھے اب تمہارے ساتھ تمہاری

بیٹی اور تمہارے داماد بھی آ گئے ہیں لہٰذا تمہارے کمروں کے ساتھ دو اور کمرے تھے وہ بھی میں نے تمہیں دے دیئے ہیں میرے خیال میں وہ چار کمرے تم تینوں کے لئے کافی ہونگے اس پر گریسن چونک کر بولا لیکن میرے کمرے کے ساتھ تو آتہ جان کا کمرہ تھا اس پر خلیل بیگ مسکراتے ہوئے کہنے لگا آتہ جان کو ان چار کمرون کے بعد والا کمرہ دے دیا گیا ہے آتہ جان مجھے بیٹوں کی طرح عزیز ہے تم آتہ جان سے متعلق فکر مند نہ ہو میں اس کا بہت خیال رکھتا ہوں اس پر گریسن بڑی ممنونیت اور شکر گزاری سے خلیل بیگ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا بزرگ خلیل بیگ آپ جانتے ہیں کہ ان سرزمینون میں میں ریشم اور قراقلی اون کی تجارت کر کے خوب کماتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ اب جبکہ میرے پاس دو کے بجائے چار کمرے ہو گئے ہیں تو میں ان کا کرایہ ادا کروں اس پر بوڑھا خلیل بیگ ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا سنو گریسن آئندہ اس موضوع پر میرے ساتھ بات نہ کرنا میں نے تمہیں اپنی سرائے میں اجنبی جان کر نہیں اپنا جان کر جگہ دے رکھی ہے میں کیسے تم سے کرایہ لے سکتا ہوں تم جانتے ہو کہ آتہ جان اس سرائے میں سب سے زیادہ رہا ہے اس نے بڑی کوشش کی کرایہ دینے کی لیکن میں ہر بار اسے جھڑک دیتا ہوں لہٰذا تم سے میں کرایہ کیسے وصول کر لوں گا اور پھر تمہاری بیٹی ملارتینا میری پوتی کی حیثیت سے اس عمارت میں قیام کرے گی لہٰذا وہ چاروں کمرے تمہارے تصرف میں رہیں گے اور آئندہ تم کرایہ کی بات بھی نہیں کرو گے خلیل بیگ کے ان الفاظ کے جواب میں گریسن کچھ نہ کہہ سکا اور خاموش ہو گیا اس پر اس بار ابری کا باپ بولا اور آتہ جان کو مخاطب کر کے کہنے لگا آتہ جان تم ن کے ساتھ ان کا سامان لے جاؤ اور انہیں ان کے چاروں کمرے دکھاؤ مجھے امید ہے کہ تمہاری وجہ سے گریسن کی بیٹی ملارتینا اور داماد ہوپر اس سرائے میں خوش اور مطمئن رہیں گے اس پر آتہ جان فوراً حرکت میں آیا اور جب وہ آگے بڑھ کر سامان اٹھانے لگا تو ہوپر اور ملارتینا فوراً حرکت میں آئے اور آتہ جان سے کہنے لگے نہیں آتہ جان ہم خود سامان اٹھائیں گے آپ صرف ان کمروں تک ہماری رہنمائی کریں گریسن اپنی بیٹی ملارتینا اور داماد ہوپر کے اس سلوک پر بڑا خوش ہوا تھا اس کے بعد ابری کا چچا نور خان گریسن کو مخاطب کر کے کہنے لگا گریسن میرے دوست میرے بھائی اپنی بیٹی اور داماد کے ساتھ اوپر جاؤ منہ دھو کر واپس آؤ پھر اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں اور ہاں جس طرح پہلے تمہارا کھانا سرائے سے جاتا تھا ایسے ہی تمہاری بیٹی اور داماد کے لئے بھی کھانا سرائے سے ہی جائیگا اور اس کی تم سے کوئی قیمت نہ وصول کی جائیگی گریسن بیچارہ ان نوازشات پر جھک سا گیا تھا پھر وہ اثبات میں سرہلاتا ہوا ہوپر اور ملارتینا کو لیکر آتہ جان کے ساتھ ہو لیا تھا جبکہ ابری اور اس کے چھ ساتھیوں کے علاوہ ابری کا دادا خلیل باپ بارک اور چچا نور خانی سرائے میں داخل ہو گئے تھے۔

✿

داستان گو آتہ جان کے ساتھ جب گریسن ہوپر اور ملارتینا سرائے کے اوپر والے حصے میں گئے تو آتہ جان نے ان کو ان کے کمرے دکھائے پھر گریسن بڑے تعجب سے آتہ جان کو مخاطب کر کے کہنے لگا آتہ جان یہ میری غیر موجودگی میں نئے پلنگ اور نیا فرنیچر کہاں سے آگیا جواب میں آتہ جان مسکراتے ہوئے کہنے لگا یہ سب کچھ ابری کے دادا خلیل بیگ نے آپ کی غیر موجودگی میں آپ کی بیٹی ملارتینا اور ہوپر کے لئے کیا ہے اور جو مجھے کمرہ دیا گیا ہے ایسی چیزیں مجھے بھی مہیا کی گئی ہیں اصل میں گریسن یہ لوگ فرشتے ہیں کبھی کبھی میں سوچتا ہوں اور خیال کرتا ہوں کہ اس خلیل بیگ کو کسی ریاست کسی علاقے کا حکمران ہونا چاہئے تھا اور اگر ایسا ہوتا تو یہ اپنی رعایا کو بڑا خوش بڑا مطمئن رکھتا جواب میں گریسن ہوپر اور ملارتینا مسکرانے لگے تھے آتہ جان پھر بولا اور کہنے لگا یہ آپ کے چاروں کمروں کے بائیں طرف جو کمرہ ہے وہ مجھے دیا گیا ہے میں اب اپنے کمرے کی طرف جاتا

ہوں تم لوگ ہاتھ منہ دھوکر تیار ہو جاؤ پھر نیچے چلتے ہیں اس کے ساتھ ہی آتہ جان اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔ گریسن ہوپر اور ملوتینا کو لیکر ان چاروں کمروں میں سے ایک کمرے میں داخل ہوا تھا۔

⚙

گریسن ہوپر اور ملوتینا تیار ہو کر آتہ جان کے ساتھ نیچے آئے اور آتہ جان جب انہیں سرائے کی پشت کے حصے کی طرف لے جانے لگا تو ملوتینا بولی اور اپنے باپ گریسن کو مخاطب کر کے کہنے لگی اے میرے باپ سرائے کا اصل حصہ تو ہم پیچھے چھوڑ کر آرہے ہیں لہٰذا یہ آتہ جان ہمیں کہاں لیجا رہا ہے اس پر آتہ جان بولا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا دیکھ بیٹی یہ عمارت جس کے پاس سے ہم گزر رہے ہیں یہ واقعی سرائے ہے اور اس میں مسافر قیام کرتے ہیں ابری کے باپ بارک دادا خلیل بیگ اور چچا نورخانی سرائے کے پچھلے حصے میں قیام کرتے ہیں یہ ان کا ذاتی حصہ ہے اس حصے میں کسی اور کا آنا جانا نہیں ہے اس سے پہلے تمہارے باپ گریسن بھی بلا جھجک اور بلا اجازت اس حصے میں آجا سکتے تھے ادھر آنے والوں کی تعداد تم لوگوں کے آنے سے اب تین ہو گئی ہے آتہ جان کا یہ جواب سن کر ملوتینا خوش ہو گئی تھی تھوڑی دیر بعد آتہ جان انہیں ابری کے سکونتی مکان کے دیوان خانے میں لے کر داخل ہوا اس دیوان خانے میں پہلے سے بارک خلیل بیگ اور نور خانی کے علاوہ ابری اور اس کے چھ ساتھی بیٹھے ان کا انتظار کر رہے تھے جونہی آتہ جان ان تینوں کو لیکر وہاں آیا بوڑھے خلیل بیگ کے اشارے پر ملازم کھانا لے آیا اور پھر سارے اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھانے لگے تھے۔

کھانا کھانے کے بعد ملوتینا اپنا منہ اپنے باپ گریسن کے کان تک لے گئی پھر بڑی راز داری اور سرگوشی میں اس سے کہنے لگی اے میرے باپ آپ نے راستے میں وعدہ کیا تھا کہ آپ ابری سے کہیں گے کہ وہ ہمیں یہاں کے جدیدیوں

کے متعلق تفصیل سے بتائے اب آپ ابری سے کہیں کہ ہمیں یہاں کے جدیدیوں کے متعلق کچھ بتائے تاکہ ہمیں بھی خبر ہو کہ یہ جدیدی کون لوگ ہیں ان کے کیا خیالات اور ان کے کیا عقائد ہیں گریسن جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ابری کا دادا خلیل بیگ مسکراتے ہوئے گریسن سے پوچھنے لگا میری بیٹی ملوتینا کیا کہہ رہی ہے اس پر گریسن بولا اور کہنے لگا۔ بزرگ خلیل بیگ دراصل راستے میں میں نے ہوپر اور ملوتینا دونوں میاں بیوی کو سلطنت بخارا کے متعلق تفصیل بتائی تھی اور اس تفصیل میں جدیدیوں کا بھی زکر کیا تھا لہٰذا ملوتینا مجھ سے جدیدیوں کے متعلق تفصیل پوچھنے لگی میں نے راستے میں اس سے وعدہ کیا کہ حصار شہر پہنچنے کے بعد میں ابری سے کہوں گا کہ وہ ان دونوں کو جدیدیوں کے متعلق تفصیل سے بتائے اب ملوتینا مجھے یہی کہہ رہی ہے کہ ابری سے کہیں کہ وہ جدیدیوں سے متعلق اسے تفصیل سے بتائے یہاں تک کہنے کے بعد جب گریسن خاموش ہوا تو ابری کا دادا خلیل بیگ بولا اور کہنے لگا۔

ابری بیچارہ جدیدیوں کے متعلق کیا بتائے گا ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے میری نگاہوں میں تو یہ ابھی دودھ پیتا بچہ ہے جب ہمارا داستان گو آتہ جان یہاں بیٹھا ہوا ہے تو پھر کسی اور کی ضرورت کیا محسوس ہو سکتی ہے آتہ جان سے بڑھ کر ملوتینا کو جدیدیوں سے متعلق کون بتا سکتا ہے خلیل بیگ نے آتہ جان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا آتہ جان بیٹے ملوتینا کو تفصیل کے ساتھ جدیدیوں کے متعلق بتاؤ خلیل بیگ تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر وہ ملوتینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا میری بیٹی یہاں بیٹھ کر تو آتہ جان سے تفصیل سنے گی یا تو اوپر کی منزل میں اپنے کمرے میں جانا پسند کرے گی اس پر ملوتینا فوراً بولی اور کہنے لگی نہیں یہیں بیٹھ کر میں آتہ جان سے سننا پسند کروں گی پھر خلیل بیگ نے دیوان خانے کے ایک خالی کونے کی نشستوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو پھر وہاں آتہ جان کے ساتھ بیٹھ جاؤ اور جو کچھ تم لوگ جاننا چاہتے ہو جان لو آتہ جان فوراً اٹھ کر خالی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کونے کی نشستوں پر بیٹھ گیا ہو پر اور ملاتہنا بھی اس کے قریب جا بیٹھے پھر ملاتہنا بڑی نرمی میں آتہ جان کو مخاطب کر کے کہنے لگی چچا آتہ جان اب آپ ہمیں یہاں کے جدیدیوں کے متعلق تفصیل سے بتائیں۔

جواب میں آتہ جان بولا اور کہنے لگا سن ملاتہنا بیٹی جدیدی ان سرزمینوں میں روس کے سوشلسٹوں اور کیمونسٹوں کی دوسری شکل ہیں اگر تم سوشلسٹوں اور کیمونسٹوں کی ابتداء اور ان کے عقائد اور ان کے عزائم سے آگاہ ہو تو پھر جدیدیوں سے متعلق تفصیل سمجھنے میں تمہیں دیر نہیں لگے گی اس پر ملاتہنا بولی اور کہنے لگی چچا آتہ جان میں تو یہ بھی نہیں جانتی کہ یہ کیمونسٹ اور سوشلسٹ کون ہیں ان کے کیا عزائم ہیں اور یہ کیا چاہتے ہیں لہٰذا میری آپ سے گزارش ہے کہ پہلے آپ ہمیں روس کے سوشلسٹوں سے آگاہ کریں اس کے بعد جدیدیوں سے متعلق کچھ بتائیں اس پر آتہ جان بولا پھر وہ کہنے لگا تھا۔

سنو بیٹی روس میں ان دنوں سوشلسٹوں یا کیمونسٹوں یا بالشویکیوں کا عروج اور زور ہے اور یہ روس کے اندر ایک انقلاب لانے کے درپے ہیں ان بالشویکوں سوشلسٹوں یا کیمونسٹوں کی ابتداء کچھ اس طرح ہوئی کہ یورپ کے مسیح معاشرے میں تم دونوں میاں بیوی جانتے ہو گے کہ یہودیوں کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اس نفرت کا بنیادی سبب شاید یہ تھا کہ عیسائی لوگ ان یہودیوں کو حضرت عیسیٰ کا قاتل سمجھتے تھے لیکن عیسائیوں کے دلوں یہودیوں کے خلاف نفرت کو شدید تر بنانے میں خود یہودیوں کے کرتوت اور ان کا عیسائی معاشرے میں انتشار انگیز ہتھکنڈوں کا زبردست ہاتھ تھا۔

یہودیوں کی نسلی برتری کے غرور اور ان کی خدا کی چہیتی قوم ہونے کے زعم باطل سے پیدا ہونے والا عمومی طرز عمل عیسائیوں کے لئے سخت تکلیف دہ اور انتہائی ناقابل برداشت تھا اس پر طرہ یہ کہ ہر ملک میں اقتصادی زندگی کی شہ رگ ان ہی یہودیوں کے ہاتھ میں تھی تجارت پر ان یہودیوں کا قبضہ تھا بڑے بڑے

بنک اور ساہوکارے ان ہی یہودیوں نے کھول رکھے تھے نہ صرف عیسائی کسان اور جاگیردار ان کے سودی کاروبار کے پھیلے جال میں پھنسے ہوئے تھے بلکہ جنگوں اور ہنگامی ضرورتوں کے وقت یورپ کی اکثر مملکتیں ان سے قرض لینے پر مجبور تھیں۔

یہودیوں کی طرف سے یہ اقتصادی لوٹ کھسوٹ کا کاروبار یورپ میں خوب گرم رہا یہاں تک کہ 1555ء میں پوپ پال چہارم نے یہودیوں کے لئے باڑے یعنی غیتو قائم کرنے کے احکام جاری کر دیئے پوپ پال چہارم کے ان احکامات کے تحت کوئی غیر یہودی کسی یہودی کی ملازمت یا ماتحتی میں کام نہ کر سکتا تھا اس کے علاوہ پوپ پال کی طرف سے یہ حکم بھی جاری کیا گیا کہ یہودی ہر وقت امتیازی بیج لگا کر رہیں اور عیسائیوں کے درمیان ہرگز بود و باش نہ رکھیں اس کے علاوہ ان کی مذہبی کتابیں ضبط کر لی گئیں انہیں تمام اہم مناصب اور عہدوں سے محروم کر دیا گیا۔ ان پر اعلیٰ تعلیم کے دروازے تک بند کر دیئے گئے اور ان کی رہائش کے لئے انہیں علیحدہ بستیاں اور قصبے فراہم کئے گئے ان ہی بستیوں اور قصبوں کو یہودی، غیتو کہہ کر پکارنے لگے۔

پوپ پال چہارم نے تو یہودیوں کے غیتو یہودیوں سے عیسائی معاشرے کو محفوظ رکھنے کے لئے کھڑے کئے تھے لیکن انہی غیتو سے یہودیوں کی سازشوں کو اور جلا ملی غیتو کی زندگی میں انہوں نے اپنی اجتماعی زندگی کو "توریت کے بعد اپنی سب سے زیادہ مقدس کتاب تلمود کے پیش کردہ خطوط پر استوار کرنے کی جدوجہد کی ہر غیتو کا انتظام ایک مقامی کونسل کرتی تھی مقامی ربی جس کا چیئرمین ہوتا اسے سب سے زیادہ اختیار حاصل تھے کونسل کے فیصلوں پر نظرثانی کر سکتا تھا ان کی اپنی عدالتیں تھیں جن میں دیوانی مقدمات کے فیصلے ہوتے تھے صرف فوجداری مقدمات میں انہیں جس ملک میں یہ غیتو تھے ان کی عدالت کی طرف رجوع کرنا ہوتا تھا غیر یہودی حکام سے رابطہ کرنے کے لئے یہودیوں میں ایک افسر نامزد کیا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جاتا پرائمری تعلیم ہر بچے کے لئے لازمی قرار دے دی گئی یہ تعلیم مذہبی ہوتی تاہم یہودی سیکولر تعلیم بھی پرائیوٹ طور پر حاصل کرتے تھے اس کا انتظام ہر صاحب حیثیت خاندان خود کرتا تھا اس طرح غیتو کی یہ زندگی ترقی کرنے لگی یہاں تک کہ انہوں نے اپنے غیتوں میں کیمون کی شکل اختیار کرلی اور یہی کیمون آگے چل کر کیمونسٹ کی اصلاح بن گئے۔

غیتو نام کی ان بستیوں میں ملکیت مشترکہ ہوتی تھی ان غیتو میں سب خاندان مشترکہ طور پر رہتے تھے ازدواجی زندگی زن و شوہر کے تعلقات تک محدود رہی بچوں کے ساتھ ماں باپ کا تعلق برائے نام تھا یہاں تک کہ بچے اجتماعی نرسریوں میں پلتے اور ہوسٹلوں میں رہتے ماں باپ انہیں وہاں جا کر مل لیا کرتے تھے ایک عورت کے کئی شوہر اور ایک مرد کی کئی بے نکاح بیویاں ہوتی تھیں نکاح اور اطلاق کو ایک فرسودہ روایت قرار دے دیا گیا تھا آزاد محبت اور آزاد ہوس رانی پر کوئی روک ٹوک نہ تھی مرد اور عورتیں غیتو کے وسیع ہال میں کھانا کھاتے تھے زن و شوہر کے تعلقات کے لئے حمام بنائے گئے تھے اس طرح یہ غیتو جن کے اندر مشترکہ زندگی کی ابتداء کی گئی تھی آگے چل کر دنیا کے اندر سوشلزم اور کیمونزم کا باعث بنے۔

سترھویں صدی عیسوی میں جب یہودیوں کو اسپین سے نکالا گیا تو بیشمار خاندان مغربی اور شمالی یورپ میں آکر آباد ہو گئے ان لوگوں کو مسلمانوں کے عہد حکومت میں ہسپانیہ میں اجتماعی زندگی کے ہر شعبے میں عمل و دخل حاصل تھا ہسپانیہ میں مسلمانوں نے جو یونیورسٹیاں قائم کیں ان یونیورسٹیوں سے یہودیوں نے پورا پورا استفادہ کیا تھا تعلیمی اور [illegible] اداروں اور حکومت کے اعلیٰ مناصب پر یہ لوگ فائز تھے۔

چنانچہ سترھویں صدی میں عیسائی حکومت کے جبر و تشدد کا شکار ہونے کے بعد یہ لوگ اسپین سے نکل کر یورپ کے مختلف ملکوں میں جا کر آباد ہوئے تو علم و

ہنر میں یہ یورپی عیسائیوں سے کہیں آگے تھے یہاں انہوں نے تعلیم وترقی اور یورپ کے جدید افکار ونظریات کی تشکیل اور فروغ میں بھرپور حصلہ لیا ان تعلیم یافتہ ہنر مند اور پڑھے لکھے یہویوں نے بھی یورپ میں یہودیوں کے قائم ہونے والے غیتو کا رخ کیا تھا۔

غیتو زیادہ تر مشرقی یورپ میں آباد تھے اس کا مقصد عیسائی آبادیوں سے الگ تھلگ اور ان کے اثرات سے محفوظ رکھنا تھا اس طرح عملاً" یہودی اچھوت بن کر رہ گئے بایں ہمہ یہ بات علیحدگی قومی نقطہ نظر سے ان کے لئے اس قدر مفید ثابت ہوئی کہ جن علاقوں میں عیسائی حکمرانوں نے رواداری سے کام لیتے ہوئے انہیں عام ملکی زندگی سے نہیں کاٹا تھا وہاں انہوں نے از خود درخواست کی کہ ان کے لئے غیتو تعمیر کئے جائیں گویا یہودیوں نے دیکھ لیا کہ غیتو کے اندر رہ کر وہ نہ صرف کامیاب زندگی بسر کرسکتے ہیں بلکہ اپنے قومی تشخص بھی قائم دائم رکھ سکتے ہیں۔

اجتماعی زندگی پر قائم ہونے والے یہودیوں کے یہ غیتو آہستہ آہستہ ترقی کرتے گئے پھر انہوں نے کیمون کی شکل دھار لی اس کے بعد کیمون سے یہ کیمونزم کی طرف مائل ہو گئے پھر یہ کیمونزم مشرقی یورپ سے نکل کر روس میں داخل ہوا اور ان دنوں روس میں یہ تحریک اپنے عروج پر ہے اب جبکہ دنیا کے اندر جنگ عظیم کا خاتمہ ہونے والا ہے میں سمجھتا ہوں کہ روس کے اندر ایک انقلاب ضرور آکر رہے گا اس لئے کہ جنگ عظیم میں حصہ لینے کے باعث روس میں عو تنگدستی اور بھوک ننگ خوب پھیل چکا ہے لوگ حکومت سے نالاں اور بیزار ہیں اس سے کیمونسٹ خوب فائدہ اٹھارہے ہیں ان دنوں جو کیمونسٹ روس میں بڑی تیزی سے سرگرم عمل ہیں ان میں زیادہ مشہور الیگزینڈر کرنسکی' پلیخانوف' لینن' ٹراٹسکی' سودردلوف اور زنوویف زیادہ مشہور ہیں یہ لوگ اس کوشش میں ہیں کہ روس میں سوشلسٹ انقلاب برپا کردیں اور میرا اندازہ ہے کہ جونہی جنگ عظیم

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اپنے اختتام کو پہنچی یہ سوشلسٹ کوئی نہ کوئی حربہ ضرور استعمال کریں گے تاکہ روس کے اندر انقلاب لا سکیں یہ لوگ یہودی غیتو کی اشتراکیت اور اجتماعیت کے اصول روس پر نافذ کرنا چاہتے ہیں یہ وہ اصول ہیں جو بقول ان لوگوں کے عوام کے فائدے کے لئے ان کی اجتماعی بہتری کے لئے ترتیب دئے جاتے ہیں اور اس میں ملکیت پیداوار اور خرید و فروخت کا انتظام مشترکہ ہوتا ہے۔ یہی انتظام یہودی غیتو کے اندر بھی تھا اور یہی اب ترقی کر کے کمیونزم اختیار کر چکا ہے اور اسی کمیونزم کو بڑے بڑے یہودی اب روس کے اندر نافذ کرنا چاہتے ہیں میں یہ بھی بتا دوں کہ اس وقت روس میں دنیا کے سارے ممالک کی نسبت زیادہ یہودی آباد ہیں یہاں تک کہنے کے بعد داستان گو آتہ جان تھوڑی دیر کے لئے خاموش رہا پھر وہ بولا اور کہنے لگا اب میں تم دونوں میاں بیوی کو اسی پس منظر میں سلطنت بخارا کے جدیدیوں کے متعلق تفصیل سے بتاتا ہوں تم لوگوں کو یہ تو خبر ہو گئی ہے کہ یہ سوشلسٹ کیا چیز ہیں اس کی ابتداء کیا ہے اور ان کے کیا اصول ہیں اب میں تمہیں جدیدیوں سے متعلق کچھ بتاتا ہوں کہ یہ کون لوگ ہیں ان کی ابتداء کہاں سے ہوئی کون لوگ ان کی پشت پناہی کر رہے ہیں یہ سلطنت بخارا کے اندر اپنا کیا کردار ادا کرنا چاہتے ہیں۔

داستان گو آتہ جان جدیدیوں سے متعلق ہوپر اور مارتینا سے کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ وہ خاموش ہو گیا اس لئے کہ سرائے کا ایک ملازم بھاگتا ہوا دیوان خانے میں داخل ہوا اور ابراہیم کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا اے امیر آپ جانتے ہوں گے کہ [illegible]ی سرائے میں ایک ملازم ولی تورسن نام کا ہوا کرتا تھا چند ماہ پہلے وہ کچھ بتائے بغیر سرائے سے بھاگ گیا تھا اب وہ آپ سے ملنے کے لئے آیا ہے وہ بڑا گھبرایا ہوا ہے میں نے اس سے کچھ جاننے کی کوشش کی لیکن وہ بتاتا نہیں شاید وہ آپ پر کوئی اہم انکشاف کرنا چاہتا ہے سرائے کے ملازم کی اس خبر پر ابراہیم بیگ نے کچھ سوچا پھر وہ سرائے کے ملازم کو مخاطب کر کے کہنے لگا اس ولی تورسن کو

میں جانتا ہوں اسے تم اندر بھیجو وہ ملازم بھاگتا ہوا باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد پچیس چھبیس کی عمر کا ایک جوان دیوان خانے میں داخل ہوا اسے دیکھتے ہی ابراہیم بیگ نے اسے مخاطب کر کے پوچھا ولی تورسن تم کیا کہنا چاہتے ہو اس پر وہ آنے والا نوجوان بدحواسی کا شکار ہونے کے ساتھ ساتھ جس کی سانس بھی پھول رہی تھی کچھ دیر اپنے آپ کو سنبھالنے کے بعد کہنے لگا۔ امیر ابراہیم بیگ میں آج اپنے گناہ اپنے جرم کا اعتراف کرنے آیا ہوں آپ کے بڑے بھائی سعد اللہ کو میں نے قتل کیا تھا میرا تعلق جدیدی تنظیم سے ہے اور یہ کام مجھے چند روسیوں نے کرنے کے لئے کہا تھا ان ہی کے کہنے پر میں نے آپ کے بھائی سعد اللہ کو قتل کیا پھر سرائے چھوڑ کر بھاگ گیا اب وہ روسی پھر مجھے آپ کی سرائے میں دوبارہ ملازمت کرنے کے لئے گزشتہ کئی دنوں سے دباؤ ڈال رہے تھے شاید وہ مجھے یہاں ملازم کرانے کے بعد پھر آپ کے خلاف مجھ سے کوئی کام لینا چاہتے ہیں وہ چاروں روسی جنہوں نے مجھے آپ کے بھائی سعد اللہ کے قتل پر اکسایا تھا اس وقت سرائے سے باہر کھڑے ہیں مجھے انہوں نے اس غرض سے اندر بھیجا تھا کہ میں دوبارہ ملازمت اختیار کرنے کے لئے آپ کے دادا خلیل بیگ سے گزارش کروں اور اگر مجھے ملازمت مل جائے تو میں سرائے سے باہر انہیں اطلاع کر دوں کہ مجھے ملازمت مل گئی ہے تاکہ وہ چلے جائیں میرے خیال میں مجھے یہاں ملازم کرانے کے بعد وہ پھر آپ کے خلاف کوئی نیا حربہ استعمال کرنا چاہتے ہیں لہٰذا آج میں اپنے ضمیر کے ہاتھوں مجبور ہو کر ان روسیوں کا کہا ماننے کے بجائے اپنے جرم کا اعتراف کرتا ہوں اور آپ کو یہ بھی اطلاع دیتا ہوں کہ یہ چار روسی میرے خیال میں جدیدیوں ہی کے کہنے پر آپ لوگوں کے خلاف حرکت میں آئے ہوئے ہیں اگر یہ بچ کر چلے گئے تو آنے والے دور میں آپ لوگوں کے لئے انتہائی نقصان دہ ثابت ہوں گے۔

یہ خبر سن کر داستان گو آتہ جان کے پاس بیٹھے ہوئے ہوپر اور مارتینا دنگ

اور پریشان ہو کر رہ گئے تھے ان دونوں نے دیکھا اس سے ابراہیم بیگ کے چہرے پر موت کی بیکراں وسعتیں، کڑی ظلمتیں، قہر جہنم کی صورت ازل سے ڈستے احوال جوش مارنے لگے تھے ان دونوں نے یہ بھی دیکھا کہ ابراہیم بیگ کی سرخ اور سلگتی ہوئی آنکھوں میں شفق کی لالہ رخ صبح، افق کی سرگیں شام اور ملگجے رنگ بکھیرتی چنگاریاں رقص کرنے لگی تھیں۔

لگتا تھا اس کے تصور کی کہکشاں میں کرب کی آگ ناامیدیوں کا کربناک دھواں اور جیون کی بدترین چنگاریاں بھر دی گئیں ہوں اور اس کی رگوں میں انتقام کی خواہش عمل کی لگن اور سعی کی آزمائش اپنے اپنے پورے طوفانی انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی ہوں پھر ایسا ہوا کہ ابراہیم بیگ کسی شعلہ بیکراں کوندتے لمحوں کی طرح اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اس کے بعد اس کے ہونٹ حرکت میں آئے اور کمرے میں اس کی آواز اپنے پورے زہر اور انتقامی جزبے کے ساتھ کچھ اس طرح سنائی دی جیسے کرب کے غاروں میں ایک جوش ایک ولولہ برپا ہو گیا ہو وہ کہنے لگا۔۔

ان روسی کتوں نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے میں ان کی چاہتیں خاک ان کی یادیں راکھ بنا دوں گا سنو مورکھ روسیو تم نے مجھے میرے بھائی سعد اللہ سے جدا کیا ہے میں تمہیں بوند بوند کرتی سلگتے تھل جیسی بانجھ مٹی کی طرح بنا کر رکھوں گا پھر اپنے قریب ہی رکھی ہوئی چار کارتوسوں والی روسی رائفل ابراہیم بیگ نے اٹھائی اور اس کے بعد وہ کمرے سے اس طرح نکلا تھا جیسے سفاک خواہشیں ، لمحات کرب ، جنون سرفروشی اور وارفتہ ذوق اپنے حریفان خودی سے ٹکرانے کے لئے سر پر کفن باندھ کر نکل کھڑے ہوں ابراہیم بیگ کے پیچھے پیچھے اس کے چھ کے چھ ساتھی بھی اپنے ہتھیار سنبھالتے ہوئے طوفانی انداز میں کمرے سے نکل گئے تھے۔

چار روسی گھڑ سوار سرائے کے صدر دروازے کے قریب سرائے کے باہر بیٹھنے والے نعل گر کے قریب کھڑے ہوئے تھے جونہی انہوں نے ابراہیم بیگ اور اس کے چھ ساتھیوں کو سرائے کے اصطبل کی طرف سے نکلتے دیکھا وہ چوکنے ہو گئے انہوں نے ایک دوسرے کی طرف خوفزدہ انداز میں دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں انہوں نے کوئی فیصلہ کیا پھر اپنے گھوڑوں کو موڑ کر انہوں نے ایڑ لگا دی اور جنوب کی طرف جانے والی شاہراہ پر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا دیا تھا ابراہیم بیگ اور اس کے ساتھیوں نے بھی چاروں روسیوں کو وہاں سے بھاگتے دیکھ لیا تھا لہٰذا اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا کر انہوں نے بھی بڑے خونخوار انداز میں ان کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔

جلد ہی ابراہیم بیگ نے ان روسیوں کو جالیا اور ان کے قریب جا کر ابراہیم بیگ نے اپنی پوری آواز سے چلاتے ہوئے کہا سنو روسی کتو تم میرے ہاتھوں سے بچ کر بھاگ نہیں نکلو گے سن رکھو اپنے قرطاس ذہن پر یہ بات لکھ لو کہ میرا نام ابراہم بیگ ہے میں ازبک تاجک اور دوسرے قبائل کے سردار خلیل بیگ کا پوتا ابراہیم بیگ ہوں میرا نشانہ بے خطا ہے لہٰذا میں تمہیں تنبیہہ کرتا ہوں کہ میرے آگے آگے بھاگنے کی کوشش کی تو یاد رکھو میں تمہیں گولیوں سے چھلنی کر کے رکھ دوں گا بھاگتے ہوئے روسیوں نے جب ابراہیم بیگ کی اس دھمکی کی کوئی پرواہ نہ کی تو گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے ابراہیم بیگ نے نشانہ لیا پھر اس نے لبلبی دبائی اور ایک گھوڑے کو اس نے چھلنی کر کے رکھ دیا جس کے جواب میں ایک گھوڑا بری طرح ہنہناتا ہوا زمین پر گر گیا اس کے قریب آکر ابراہیم بیگ نے ایک اچٹتی ہوئی نگاہ اس پر ڈالی اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا پھر ابراہیم نے اپنے ایک ساتھی کو مخاطب کر کے کہا تم اس پر دھیان رکھو اسے اپنی گرفت میں لاؤ میں دوسروں سے نپٹتا ہوں ابراہیم بیگ کا یہ حکم پاتے ہی اس کا ایک ساتھی اپنے گھوڑے کو روک کر ایک زہریلی جست کے ساتھ نیچے اترا اور گھوڑے سے گرنے والے اس روسی کو اس نے اپنی گرفت میں لے لیا تھا بھاگنے والے روسیوں نے دو تین بار

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہوائی فائرنگ کر کے ابراہیم بیگ کو تعاقب کرنے سے باز رکھنا چاہا۔ پر ایسا نہ ہوا۔

اپنے پانچ ساتھیوں کے ساتھ ابراہیم بیگ نے دوسرے تین روسیوں کا تعاقب جاری رکھا ان کے مزید قریب جا کر ابراہیم بیگ نے پھر چلاتے ہوئے کہا سنو روسیو بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے میری گرفت اور میرے تعاقب سے ظالم کے بچو بھاگ کر کہاں جاؤ گے میں پھر تمہیں تنبیہہ کرتا ہوں کہ میرے ہاتھوں کتے کی موت مارے جانے کے بجائے اپنے گھوڑے روک دو اور اپنے آپ کو زندہ حالت میں میرے حوالے کر دو ورنہ میں تمہیں چھلنی بنا کر رکھ دوں گا ابراہیم بیگ کی جب اس دوسری تنبیہہ کا بھی کوئی اثر نہ ہوا تو ابراہیم بیگ نے ایک عجیب سے کھولتے انداز میں اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا شاید ابراہیم بیگ کا یہ اپنے ساتھیوں کے لئے مخصوص اشارہ تھا جس کے جواب میں اس کے ساتھیوں نے اپنی رائفلیں سنبھالیں پھر جو تاک کر انہوں نے اپنی رائفلوں کی لبلبی دبائی تو ان کے سامنے بھاگنے والے تینوں روسی گولیوں سے بری طرح چھلنی ہو کر گھوڑوں سے گر گئے تھے ان کے قریب آکر ابراہیم بیگ اور اس کے ساتھ اپنے گھوڑوں سے اترے انہوں نے دیکھا وہ تینوں روسی مر چکے تھے تھوڑی دیر تک ابراہیم بیگ نے ان کا جائزہ لیا پھر اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا آؤ ان تینوں کو شاہراہ کے بائیں جانب کسی گڑھے میں دفن کر دیں۔ پھر چلیں۔ ابراہیم بیگ کے کہنے پر اس کے ساتھی طوفانی انداز میں حرکت میں آئے اپنے گھوڑے کی خرجینوں کے اندر سے خنجر نکالے جن کی مدد سے انہوں نے ایک گڑھا کھودا تینوں روسیوں کی لاشیں انہوں نے گڑھے میں ڈال کر مٹی ڈال دی تھی پھر وہ تینوں روسیوں کے گھوڑوں کو اپنے قبضے میں لیکر واپس چل دیئے تھے اس کے بعد وہ اسی جگہ آئے جہاں ان کا ایک ساتھ گھوڑے سے گرنے والے ایک روسی کو اپنے قبضے میں لئے ہوئے تھا وہاں آکر ابراہیم بیگ اپنے گھوڑے سے اترا آہستہ آہستہ انتہائی خونخوار اور انتقامی زہریلے جذبوں کی طرح وہ اس روسی کے پاس آیا

اور پھر اسے مخاطب کر کے اس نے پوچھا۔

کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ تم لوگوں نے میرے بھائی سعد اللہ کو کیوں قتل کرایا اگر تم مجھے نہیں پہچانتے ہو تو میں اپنا تعارف تم سے یوں کراتا ہوں کہ میں اس علاقے کے سارے قبائل کے سردار خلیل بیگ کا پوتا ابراہیم بیگ ہوں جسے لوگ ابری کہہ کر پکارتے ہیں یاد رکھو جو کچھ میں پوچھتا ہوں اس کا پوری سچائی اور حقیقت سے جواب دینا ورنہ میں تمہیں بڑی عبرت خیز موت ماروں گا ابراہیم بیگ کے اس سوال کے جواب میں اس روسی نے اپنی زبان کو بند ہی رکھا اور عجیب سے انداز میں وہ اپنی گردن کو خم کر کے کھڑا رہا یہ صورتحال دیکھتے ہوئے ابراہیم بیگ غصے اور قہرمانی سے بھر گیا تھا وہ اس روسی کے قریب ہوا اور دوبارہ چلاتے ہوئے اس سے پوچھنے لگا مجھے تمہاری خاموشی اور گردن جھکا لینے سے کوئی غرض و غایت نہیں ہے میں تمہاری زبان سے کچھ سننا چاہتا ہوں اور تم نے اسی طرح خاموشی جاری رکھی تو سن رکھو میں زبردستی بھی تمہاری زبان کھلوانے کا فن جانتا ہوں اس پر بھی جب وہ روسی خاموش ہی رہا تو ابراہیم بیگ طوفانی انداز میں حرکت میں آیا اس کا دایاں ہاتھ فضا میں اٹھا اور الٹے ہاتھ کا طمانچہ اس زور اور قوت کے ساتھ اس روسی کے مارا کہ وہ روسی بری طرح ہوا میں اچھلتا ہوا زمین پر گرا اور تکلیف اور اذیت کا اظہار کرنے لگا تھا ابراہیم بیگ پھر کوندتے لپکتے شراروں کی طرح آگے بڑھا اس روسی کو بالوں سے پکڑ کر سختی کے ساتھ اس نے اوپر اٹھایا اور دوبارہ وہ کہنے لگا دیکھ جو کچھ میں نے پوچھا ہے سچ سچ اس کا جواب دے دے اسی میں تیری بہتری اور بھلائی ہے اور اگر اب بھی تم نے خاموشی اختیار کیئے رکھی تو میں تمہیں اسی شاہراہ پر لٹا دوں گا کہ میرے ساتھی اپنے گھوڑوں کی زینوں سے کلہاڑے لیکر تمہارے ایک ایک اعضاء کو کاٹنے کے بعد اس شاہراہ پر بکھیر دیں تاکہ تم کتوں اور پرندوں کی غذا بن جاؤ۔

ابراہیم بیگ کی یہ دھمکی خوب کارگر ثابت ہوئی وہ روسی فوراً بولا اور کہنے

لگا مجھے اذیت اور جبر کا نشانہ نہ بنانا میں سب کچھ تمہیں بتا دیتا ہوں کہ حقیقت کیا ہے سنو ہمارا تعلق روس کے اس گروہ سے ہو جو بخارا میں جدیدیوں کی پشت پناہی کرتا ہے دراصل ہم لوگ حصار شہر میں جدیدیوں کے لئے ایک بہت بڑا مرکز قائم کرنا چاہتے تھے لیکن تمہارے بھائی سعد اللہ نے یہ مرکز قائم کرنے والوں کو بری طرح کچل دیا لہٰذا ہم لوگ تمہاری سرائے میں کام کرنے والے ملازم ولی تورسن کے ساتھ حرکت میں آئے اور تمہارے بھائی سعد اللہ کو قتل کر دیا یہ ولی تورسن بھی ہمارے جدیدی گروہ کا ایک فرد ہے بس یہ ہے وہ راز جو تم مجھ سے حاصل کرنا چاہتے تھے پر میں تمہیں یہ بتا دوں کہ جدیدی گروہ بڑی تیزی سے بخارا کی سلطنت میں پھلتا پھولتا جا رہا ہے اور روس کے مرکزی شہر ماسکو میں ان جدیدیوں یا کیمونسٹوں یا بالشویکوں کا جو مرکز ہے اس نے اپنے اس طرح کے کارندے پوری دنیا میں میں پھیلا رکھے ہیں اور یہ سارے کارندے عموماً" یہودیوں پر مشتمل ہیں ہم چاروں جو ابھی ابھی تمہارے آگے بھاگے ہیں چاروں یہودی ہیں عنقریب تم دیکھو گے کہ یہودیوں کے باعث اٹھنے والی روس میں یہ بالشویکوں اور کیمونسٹوں کی تحریک ایک سیاہ اور تاریک شب کی طرح پوری دنیا میں پھیل جائے گی۔

(روس کی یہ سوشلسٹ تحریک یہودی ذہن ہی کی پیداوار نہ تھی بلکہ اس تحریک کا سرمایہ بھی یہودیوں ہی نے فراہم کیا تھا ان میں امریکہ کے یہودی ساہو کار جیکب شف اور کوہن لویب جرمنی کی کمپنی آٹو کوپین ویسٹ بالین رائن لینڈ سینڈیکیٹ شام ہوم کا بنکدار اور سینٹ پیٹرز برگ کا بنکر بورگ بہت نمایاں ہیں جیکب شف کے بارے میں امریکہ کی پولیس نے رپورٹ دی تھی کہ اس نے بالشویک انقلاب کو بیس لاکھ ڈالر بطور امداد دیئے اسی طرح روسی تحریک کے لیڈر ہی یہودی نہ تھے بلکہ بین الاقوامی سوشلسٹ تحریک کے رہنما بھی یہودی تھے پولینڈ کی سوشلسٹ ڈیموکریٹک پارٹی کا پہلا نام جیوش ڈیموکریٹک پارٹی تھا۔ یہی صورت لیتھونیا کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کی تھی جرمنی کا سوشلسٹ لیڈر ایڈورڈ

برنیسٹس آسٹریا کا ایڈمرز اور اور امریکی فیڈریشن کا بانی سموئیل گومیرز بھی یہودی ہی تھے ارجنٹائین میں کیمونسٹ پارٹی کے بانی سالومن ہیزل مین اور جولیا فٹز تھے اور یہ دونوں میاں بیوی یہودی تھے۔ برازیل میں 1935ء میں انقلاب برپا کر کے ملک پر قبضہ کر لیا گیا گو اس انقلاب کی مدت بہت مختصر تھی لیکن اس انقلاب کو برپا کرنے والے بھی سب یہودی تھے فرانس میں مارکس ازم کے علمبردار بھی ہمیشہ سے یہودی رہے ہیں۔ بلجیئم میں کیمونسٹ پارٹی کا بانی چارلس بالڈسر۔ یہودی تھا۔ سویڈن کے کیمونسٹ پارٹی کا سب سے بڑا مالی معاون آئیور کروگر یہودی تھا۔ 1920ء میں باکو کے مقام پر 19 جولائی سے 7 اگست تک بین الاقوامی کیمونسٹ پارٹیوں کی نمائندہ انجمن کمنٹرن کا اجلاس کارل راڈک کی صدارت میں منعقد ہوا اس میں ہنگری سے بیلا کوہن فرانس سے روزمر امریکہ سے ریڈ جرمنی سے شالن ہارڈ ہالینڈ سے جانسن اور بلقان سے شاپلن شریک ہوئے اور یہ کارل راڈک سمیت سب یہودی تھے یورپ اور امریکہ کی سوشلسٹ تحریک میں یہودیوں کا کتنا زبردست ہاتھ رہا ہے یہ ان امور سے خوب واضح ہو جاتا ہے یورپ اور امریکہ کی طرح یہ کیمونسٹ اور سوشلسٹ یہودی عرب ملکوں میں بھی چھائے ہوئے تھے عرب ملکوں میں جس قدر سوشلسٹ تحریکیں اٹھیں ان کے بانی اور ناظم سب یہودی کے یہودی تھے۔ مصر میں کیمونسٹ پارٹی 1921ء میں وجود میں آئی اس کا بانی اسکندریہ کا لکھپتی یہودی جوہری روز برگ تھا۔ شام اور لبنان میں کیمونسٹ پارٹی کی تشکیل 1925ء کے لگ بھگ ہوئی اس میں فلسطینی کیمونسٹ پارٹی کے یہودی مندوب برگر کا ہاتھ تھا آگے چل کر کرابوزیام اور الباہویٹرا اور تختنسکی نے سوشلسٹ نظریات پھیلائے ہیں اور سوشلسٹ تحریک کی جڑیں مضبوط کرنے میں سرگرم حصہ لیا یہ سب یہودی تھے اپنا چہرہ چھپانے کے انہوں نے فرضی نام رکھ لئے تھے عراق میں کیمونسٹ پارٹی اور بائیں بازو کے عناصر تمام عرب ملکوں سے زیادہ طاقتور تھے اور یہ یہودیوں ہی کی جدوجہد کا نتیجہ تھا عراق میں کیمونسٹ پارٹی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اور اس کی ذیلی تنظیموں میں یہی لوگ چھائے ہوئے تھے عراق کی مرکزی کمیٹی کا اہم ترین رکن صدیق یہودا تھا۔ بغداد کی مزدور یونین کا لیڈر یوسف زلوف یہودی تھا بعد میں اسے بائیں بازو کی قوتوں اور مزدوروں کو منظم کرنے کے لئے بصرہ بھیج دیا گیا تھا اس طرح مختلف پیشہ ور تنظیموں کا انتظام بھی یہودیوں کے ہاتھ میں تھا مثلاً" جفت سازی کی یونین کا لیڈر سلیم منشی یہودی دریوں کا موشے کوہن بھی یہودی رنگ سازوں کا سربراہ یوسف زلوف بھی یہودی اور تاجروں کی یونین کا سربراہ حسقیل ابراہیم سب یہودی تھے ان کے علاوہ فلسطین میں کمیونسٹ کو استوار کرنے والا افرابوخ یہودی تھا شام میں یاکوف تیرنے سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں کے لئے بڑا کام کیا۔ یہ بھی یہودی تھا۔ روس میں یہودیوں کی آبادی دنیا میں سب سے زیادہ تھی یہ لوگ دو چیزوں پر کام کررہے تھے یہ اول یہ کہ پوری دنیا کے اندر سوشلسٹ اور کمیونسٹ نظریات پھیلا دئے جائیں دوئم یہ لوگ سب صیہونی تحریک کے بانی تھے اور سوشلزم کو کامیاب کرانے کے ساتھ ساتھ یہ اسرائیل کی ریاست بھی وجود میں لانے کے لئے جدوجہد کر رہے تھے گفتگو سن کر ابراہیم بیگ کی حالت عجیب سی ہو گئی تھی پھر اس نے روسی یہودی کو مخاطب کر کے کہا سنو ظالم کے بچو تم یہودی ہو کر اس کمیونزم اور سوشلزم کے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہو خداوند نے تم پر بڑی مہربانی تم پر بڑا احسان کیا کہ تمہیں توریت جیسی کتاب سے نوازا اور پھر تم اگر یہودی ہی رہنا چاہتے ہو دائرہ اسلام میں داخل ہونا نہیں چاہتے تو پھر ظالمو ان سارے ازموں کو چھوڑ کر توریت پر عمل کرو جسے مقدس کتاب مانا اور کہا جاتا ہے کیوں تم لوگوں کا دماغ خراب ہو گیا ہے کیوں تم لوگ اپنی اصلیت کو چھوڑ کر خود بھی گمراہ ہوتے ہو اور دوسروں کو بھی ایسی راہ پر چلنے کی ترغیب دے رہے ہو جس میں انسانیت کی تباہی و بربادی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے اس کے ساتھ ہی ابراہیم بیگ حرکت میں آیا اپنی کمر سے لٹکتے پستول کو نکالا اور لبلبی دبا کر کئی گولیاں اس نے اس روسی یہودی کے سینے میں داغ دی

تھیں وہ روسی زمین پر گرا اور تڑپ تڑپ کر ختم ہو گیا ابراہیم بیگ اور اس کے ساتھیوں نے مل کر اس کی لاش کو بھی دفن کر دیا پھر وہ مرنے والوں کے چاروں گھوڑوں کو لیکر واپس حصار شہر کی طرف جا رہے تھے۔ اپنے گھوڑوں کو اصطبل میں باندھنے کے بعد ابراہیم بیگ جب اپنے ساتھیوں کے ساتھ دوبارہ اپنی رہائش گاہ کے دیوان خانے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ اس کے دو ملازم دیوان خانے کے فرش کو پانی سے دھو رہے تھے اندر داخل ہوتے ہی ابراہیم بیگ نے اپنے دادا خلیل بیگ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا دادا یہ ولی تورسن کہاں ہے جو ہمیں ان چاروں روسیوں کی اطلاع کرنے آیا تھا ابراہیم بیگ کے دادا خلیل بیگ کی جگہ اس کا چچا نور خانی بولا اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا ابری میرے بیٹے میرے بچے میں نے ولی تورسن کو گولی مار کر ہلاک کر دیا ہے اور اس کی لاش کو قبرستان بھجوا دیا ہے مجھے ولی تورسن کے رویے سے سخت دکھ ہوا ہے یہ ظالم کا بچہ چھوٹا سا تھا جب اس نے میری سرائے میں کام کرنا شروع کیا میں اس کی بھی اور اس کے اہل خانہ کی بھی دیکھ بھال کرتا رہا اور اس کا اس نے مجھے یہ صلہ دیا کہ میرے ہی بھتیجے سعداللہ کو اس نے قتل کر دیا جو مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھا ابری میرے بیٹے تم اس ولی تورسن پر لعنت بھیجو تم مجھے یہ بتاؤ کہ جن چار روسیوں کے تعاقب میں تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ گئے تھے ان کا کیا بنا اس پر ابراہیم بیگ اپنے باپ بارک اور چچا نور خانی کے درمیان بیٹھ گیا پھر کسی قدر مطمئن انداز میں وہ کہنے لگا۔

سنئے عم! جونہی میں اپنے چھ ساتھیوں کے ساتھ سرائے سے نکلا ان چاروں روسیوں نے مجھے دیکھ لیا پس وہ جنوب کی طرف جانے والی شاہراہ پر بھاگ کھڑے ہوئے پر میں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کا تعاقب کیا میں نے کئی بار پیچھے سے انہیں تنبیہہ کی کہ وہ رک جائیں ورنہ ہلاک کر دیئے جائیں گے لیکن وہ نہیں رکے جس پر میں نے ایک کے گھوڑے کو گولی مار کر اسے گرا دیا اسے زندہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پکڑ لیا اور باقی کا تعاقب جاری رکھا اور کئی بار انہیں رکنے کے لئے کہا جب وہ نہیں رکے تو میں نے انہیں گولیوں سے مروا دیا ان تینوں کو ہم نے سڑک کے کنارے گڑھا کھود کر دفن کر دیا پھر واپس آئے جسے زندہ پکڑا تھا اس نے انکشاف کیا کہ یہ چاروں روسی یہودی تھے اور ان کا تعلق روس کی سوشلسٹ پارٹی سے ہے اصل میں یہ لوگ حصار میں جدیدیوں کا مرکز قائم کرنا چاہتے تھے لیکن مرکز قائم کرنے والوں کو میرے بھائی سعداللہ نے قتل کر دیا جس کی بناء پر ان لوگوں نے ولی تورسن کے ذریعے بھائی سعداللہ کو قتل کرا دیا بہرحال قاتل اپنے انجام کو پہنچ چکے ہیں اور یہی ان کا مقدر یہی ان کی قسمت تھی۔

یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم بیگ خاموش ہو گیا اس کی اس گفتگو کے جواب میں قبل اس کے کہ اس کا دادا خلیل بیگ اس کا باپ بارک یا اس کا چچا نورخانی میں سے کوئی بولتا سرائے کا ایک ملازم دیوان خانے میں داخل ہوا اور ابراہیم بیگ کو وہ مخاطب کر کے کہنے لگا اے امیر! بخارا کے حکمران آقا عالم خان کی طرف سے ایک قاصد آپ سے ملنے کے لئے آیا ہے اس کا کہنا ہے کہ وہ فی الفور آپ سے ملنا چاہتا ہے اس کے پاس آقا عالم خان کی طرف سے آپ کے لئے کوئی انتہائی اہم پیغام ہے اس پر ابراہیم بیگ فوراً" بولا اور سرائے کے اس ملازم کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا تم فوراً" اس قاصد کو لیکر یہاں آؤ اس پر وہ ملازم بھاگتا ہوا باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد وہی ملازم ایک نوجوان کو اپنے ساتھ لے کر آیا ابراہیم بیگ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس نوجوان سے مصافحہ کیا پھر اس نوجوان نے آگے بڑھ کر خلیل بیگ بارک نورخانی آتہ جان ہوپر اور گریسن کے ساتھ بھی مصافحہ کیا اس کے بعد وہ ابراہیم بیگ کا اشارہ پا کر اس کے سامنے بیٹھ گیا پھر ابراہیم بیگ نے اسے مخاطب کر کے پوچھا۔۔

تم امیر بخارا کی طرف سے میرے لئے کیا پیغام لے کر آئے ہو اس پر وہ آنے والا نوجوان بولا اور کہنے لگا امیر ابراہیم بیگ آپ کو آقا عالم خان نے فی

الفور طلب کیا ہے انہوں نے بخارا کے سارے سرکردہ لوگوں کا کسی انتہائی اہم کام کے سلسلے میں اجلاس طلب کیا ہے لہٰذا انہوں نے مجھے تاکید کی تھی کہ ابراہیم بیگ سے کہنا کہ میرا پیغام ملتے ہی بخارا کی طرف روانہ ہوجائے۔ بخارا سے کوچ کرتے وقت مجھ سے آپ کے پیرومرشد ایشان اعظم خواجہ بھی ملے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ ابراہیم بیگ سے کہنا کہ وہ بخارا کے حکمران آقا امیر عالم کی خدمت میں پیش ہونے سے پہلے مجھ سے ملے میرے پاس آپ کے نام امیر بخارا اور آپ کے پیرومرشد ایشان اعظم خواجہ کے تحریری پیغامات بھی ہیں اس کے ساتھ ہی اس نوجوان قاصد نے اپنی عبا کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ڈھکن لگا ہوا لکڑی کا ایک خول نکالا اور اس خول میں سے دو کاغذ نکال کر اس نے ابراہیم بیگ کو تھما دیئے تھے ابراہیم بیگ نے وہ دونوں کاغذ پڑھے اس کے بعد وہ کاغذ اس کے دادا خلیل بیگ نے لے لئے تھے ابراہیم بیگ کا باپ بارک اور چچا نور خانی بھی اپنے باپ خلیل بیگ کی طرف جھک کر ان خطوط کو پڑھنے لگے تھے جب وہ تینوں ان خطوط کو پڑھ چکے تب ابراہیم بیگ بولا اور اپنے دادا خلیل بیگ اپنے باپ بارک اور اپنے چچا نور خانی کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

آپ نے امیر بخارا اور میرے پیر بابا ایشان خواجہ کے خطوط کا متن پڑھ لیا ہے اس متن کے مطابق مجھے فی الفور بخارا جانا چاہیے اس پر ابراہیم بیگ کا دادا خلیل بیگ بولا اور کہنے لگا ابری میرے بیٹے تمہارا کہنا درست ہے تمہیں واقعی فی الفور بخارا جانا چاہئے پھر خلیل بیگ نے اپنے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے دونوں بیٹوں بارک اور نور خانی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا میرے بیٹو تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال ہے جواب میں ابراہیم بیگ کا باپ بارک بولا اور کہنے لگا اے میرے باپ میں اور نورخانی دونوں آپ کے خیالات کی تائید کرتے ہیں ابراہیم بیگ کو واقعی آج ہی یہاں سے کوچ کر جانا چاہیے اس لئے کہ یہ خطوط پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ واقعی امیر بخارا نے کسی انتہائی اہم کام کے سلسلے میں ابراہیم

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بیگ کو طلب کیا ہے جب ابراہیم بیگ کا باپ بارک خاموش ہوا تب ابراہیم بیگ دوبارہ بولا اور اس آنے والے نوجوان کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

اگر تم تھکاوٹ محسوس نہیں کر رہے تو میں آج ہی یہاں سے بخارا کی طرف کوچ کرنا پسند کروں گا جواب میں وہ قاصد بڑی خوشی اور اطمینان کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا میں راستے میں خود بھی آرام کر چکا ہوں اور گھوڑے کو بھی ستانے کے موقع فراہم کر چکا ہوں لہذا میں ابھی اور اسی وقت آپ کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہوں میں آپ کی اطلاع کے لئے یہ بھی کہوں کہ میں راستے میں کھانا بھی کھا چکا ہوں اس قاصد کا یہ جواب سن کر ابراہیم بیگ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور وہ **گوہسن** کو مخاطب کر کے کہنے لگا چچا **گوہسن** مجھے افسوس ہے کہ آپ آج ہی اپنی بیٹی اور داماد کو لیکر آئے اور میں ان کے ساتھ زیادہ قیام نہ کر سکا میں پھر کبھی ان کی خدمت کروں گا مجھے آج ہی یہاں سے کوچ کرنا پڑیگا **گوہسن** اپنی جگہ سے اٹھا ابراہیم بیگ سے وہ گلے ملا پھر وہ کہنے لگا ابری میرے بیٹے مجھے اس بات کا فخر ہے تمہارے حکمران عالم خان[1] نے تمہیں اہم اجلاس میں طلب کیا ہے مجھے انتہائی خوشی اور اطمینان ہے کہ بخارا کے حکمران ابری کو اس قدر اہمیت دے رہے ہیں اس کے بعد ابراہیم نے باری باری اپنے دادا خلیل بیگ باپ بارک چچا نورخانی داستان گو آتہ جان اور ہوپر کے ساتھ مصافحہ کیا اور اس کے بعد وہ آنے والے قاصد اور اپنے ساتھیوں اور قاصد کے ساتھ بخارا کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

❂

ابراہیم بیگ کے اپنے ساتھیوں کے ساتھ حصار شہر کی طرف سے بخارا شہر

---

1. پورا نام سعید عالم خان تھا

کی طرف کوچ کر جانے کے بعد مارتینا نے داستان گو آتہ جان کو مخاطب کر کے کہا آتہ جان کیا ایسا ممکن نہیں کہ اب آپ ہمیں جدیدوں کے متعلق کچھ بتائیں اس پر آتہ جان سنبھل کر بیٹھا پھر وہ کہنے لگا سنو بچو! جدیدیوں کی ابتداء کچھ اس طرح ہوئی ہے کہ بخارا کے موجودہ حکمران عالم خان تھے انہوں نے اپنی انتظامیہ کی از سر نو تشکیل کے بعد اپنے قوشیگی یعنی وزیراعظم اور اپنے قاضی کلان یعنی چیف جسٹس شیخ الاسلام میربقاخان کو ہدایت کی کہ روسی زبان اور قوانین سیکھنے کے لئے بخارا کے چند ہوشیار نوجوانوں کا انتخاب کر کے روس میں پیٹروگراڈ کے قانون کے شعبے میں داخل کرایا جائے چنانچہ جو اشخاص اس غرض کے لئے منتخب کر کے پیٹروگراڈ بھجوائے گئے ان میں سے چند کے نام قرشی بیگ ملا گرے مصطفیٰ جان مرزا احمد بیگ اور حیدر خواجہ تھے فارغ التحصیل ہونے کے بعد امیر بخارا نے ان کو مختلف عہدوں پر فائز کیا ان لوگوں نے روس سے واپس آنے کے بعد بخارا کی سیاست میں نمایاں کردار ادا کرنا شروع کیا۔

اسی طرح 1894ء اور 1895ء میں بخارا کے اس دور کے حکمران امیر عبدالاحد نے اپنے قوشیگی اور قاضی کلان کے نام حکم جاری کیا کہ بخارا کے دانشمند اور ہوشیار نوجوانوں کو منتخب کر کے حصول تعلیم کے لئے ترکی کے دارالحکومت استنبول روانہ کیا جائے تاکہ یہ نوجوان اچھی تعلیم حاصل کریں اور واپس آکر ملک و ملت کی خدمت انجام دیں چنانچہ حسب الحکم امیر قوشیگی اور قاضی کلاں دینی مدارس کے قابل اور ہوشیار طلبہ کا انتخاب کر کے وقتاً” فوقاً” استنبول بھجواتے رہے سب سے پہلے جن لوگوں کو بخارا سے تعلیم کے لئے استنبول بھجوایا جاتا ان کے نام تک مجھے یاد ہیں جن میں عثمان خواجہ مرزا عبدالاحد، محمد جان مخدوم مرزا قوسن‘ ہاشم سراج الدین مرزا نظراللہ‘ حبیب اللہ، مرزا سراج، مرزا شاہ فائز عبدالرحیم محی الدین مخدوم ان کے چھوٹے بھائی نصیر مخدوم اسرار خواجہ اور سب سے زیادہ خطرناک انسان عبدالرؤف فطرت وغیرہ شامل تھے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ان بخاری طلبہ نے اپنی تعلیم کے دوران ترکی کے ماحول کو سازگار پا کر وہاں ایک تنظیم بنام جمعیت تاشیم معارف بخارا بنائی اس کے بانیوں میں سادق جان بخاری ولد اشور محمد اور عبدالرحمٰن فطرت کی رہنمائی میں اک اور جمعیت بنام توران نشری معارف جمعیتی تشکیل دی اس جمعیت کے اہم اراکین میں بعد میں مقیم جان بخاری محمد مخدوم بخاری عالم جان مخدوم بخاری اور ادریس بخاری وغیر بھی شامل ہو گئے ان جمعیتوں کے طلبہ سب بخارا کے ادب و ثقافت کے شعبہ میں کام کرتے تھے۔

جو طلبہ استنبول سے فارغ التحصیل ہو جاتے انہیں بخارا واپس بلایا جاتا اور سرکاری محکموں میں اہم عہدوں پر فائز کیا جاتا 1908ء میں ترکی سے فارغ ہو کر آئے ہوئے چند طالب علموں اور ان کے ہم خیالوں نے بخارا میں ایک تنظیم بنام تربیت اطفال تشکیل دی جس کا مرکز بخارا کا ایک محلہ گزر غازیان تھا بعد میں اس تنظیم نے ایک سیاسی جماعت کی شکل اختیار کر لی اور اپنا نام انہوں نے منورین بخارا رکھ لیا لیکن ان لوگوں میں ابھی تک دینی روح تھی اور یہ کہ انکے مقاصد بخارا کے حکمران سے متصادم نہ تھے لہٰذا یہ لوگ حاکم بخارا کی شفقت اور عالم نوازی کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے کام میں مصروف رہے۔

شروع شروع میں ان منورین بخارا نے اچھے کام بھی کئے یہاں تک کہ ترکی سے فارغ التحصیل طالب علموں کے واپس آنے پر امیر بخارا نے ان کے تعاون سے دو روز نامچے یعنی اخبارا بھی جاری کرنے کا حکم دیا ان میں سے ایک اخبار کا نام بخارائے شریف اور دوسرے ک نام توران تھا بخارائے شریف روزانہ صبح کے وقت بخارا سے شائع ہوا کرتا تھا جبکہ توران ترکی زبان میں بوقت عصر شائع کیا جاتا تھا ان دونوں اخباروں کے لئے الگ الگ عمدہ پریس امیر نے ماسکو سے ان لوگوں کو منگوا کر دیئے تھے۔

شروع میں ان منورین بخارا نے ان روزناموں کی مدد سے بخارا کی کی تاریخ

میں پان تورانیزم تحریک کو چلانے اور پھیلانے کے لئے اہم کردار ادا کیا طبقہ منورین بخارا ان ہی دو مطابع میں خفیہ تحریریں کتابچے اور پمفلٹ وغیرہ چھپواکر مقبوضہ علاقوں روسی مسلمان علاقوں میں تقسیم کیا کرتا تھا تاکہ ان علاقوں کے مسلمان بیدار ہو کر آزادی حاصل کرنے کے قابل ہو جائیں۔

قومی بنیادوں پر یہ اخبارات اور تحریریں مملکت بخارا کی صدائے حق مانی جاتی تھیں ان سے مملکت بخارا کے "خلاف روسی زاروں کے تجاوازات اور پروپیگنڈے کا سدباب ہوتا تھا دونوں روزنامے انتہائی مقبول ہوئے مملکت کے ہر بڑے شہر میں سبک رفتار گھوڑ سواروں کے ذریعے یہ روزنامے پہنچائے جاتے دونوں روزنامے یہ ملی خدمات امیر بخارا اور ان کے معاون وزراعظم اور قاضی کلان کی مدد اور اعانت سے چلاتے رہے ہیں یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ منورین بخارا کے افراد کو امیر نے تجارتی دفاتر اور ملی اداروں میں ملازمت دی تھی اور یہ امیر کی سرپرستی میں بڑی خوشحال زندگی بسر کرنے لگے تھے۔

ان روزناموں میں چونکہ روس کے خلاف مواد چھپتا تھا لہٰذا زار روس یعنی روس کے حکمرانوں نے ان دونوں روزناموں کو بند کرانے کے لئے ہر چال چلی مگر امیر بخارا اور ان کے معاون قوشیگی اور قاضی کلان نے سامراجیوں کے ہروار کو ناکام بنا دیا ان ہی دنوں ایسا ہوا کہ مسلمانوں کو روسیوں کے خلاف کھڑا کرنے کے لئے انہیں ایک موثر تحریک بنانے کے لئے مقبوضہ روسی ترکستان کے اندر بخارا کے حکمران کے ایما پر اور ان ہی کے سرمائے سے ایک اور اخبار بنام آئینہ سمرقند شائع کیا گیا جس کا مقصد مقبوضہ روسی ترکستان کے مسلمانوں میں جذبہ حب الوطنی اور احساس ملی کو بیدار کرنا تھا اس جریدے کی ذمہ داری بھی منورین بخارا ہی کے حوالے کی گئی تھی مگر جلد ہی روسیوں نے اسے بند کرا دیا مگر موجودہ حکمران سعید عالم خان نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالتے ہی اس اخبار یعنی آئینہ سمرقند کو پھر جاری کر دیا ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آئینہ سمرقند جو ترکی اور فارسی دونوں زبانوں میں نکلتا تھا مقبوضہ روسی ترکستان کے اندر اسلام پسند اور آزادی دوست حلقوں کے اندر بہت مقبول ہوا یہ تحریک بنیادی طور پر قوم پرست تھی اور اس کی بنیاد اسلامی فکر کے لوگوں نے نہیں اٹھائی تھی اس مرحلے میں کسی کو اسکا قبلہ درست کرنے کی بھی فکر نہ تھی اس کی پالیسی کا مقصد اول پان تورانیزم یا پان ترک ازم کہا گیا اور سارے ترکستان کے اندر جذبہ حریت کو منظم کرنا تھا۔

اسی دوران ایک بدقسمتی یوں نمودار ہوئی کہ مقبوضہ روسی ترکستان کے ایک تعلیم یافتہ گروہ نے منورین بخارا کی اس جدوجہد کو بخارا کی سیاست کا نام دے کر روسی حکمرانوں کے کان ان کے خلاف روسیوں کے کان بھر یہ حکومت بخارا کو ختم کر کے آزاد ترکستان بنانے کا خواب دیکھ رہے تھے لہذا بخارا اور منورین کی مخالفت میں انہوں نے روسیوں کے ساتھ تعاون کرنا شروع کیا یہ لوگ روسی پارلیمنٹ کے افراد سے ملے اور ان سے کہا یہ جو اخبار بخارا سے بنام آئینہ سمرقند یا بخارا شریف اور توران نکلتے ہیں یہ بخارا اور اس کے پاس بسنے والے سارے مسلمانوں کو روس کی حکومت کے خلاف ترغیب دے رہے ہیں ساتھ ہی ان لوگوں نے روسی پارلیمنٹ کے ارکان کے کانوں میں یہ بات بھی ڈال دی کہ بخارا کی حکومت روس کے ان دشمنوں کی باقاعدہ سرپرستی کر رہی ہے انہوں نے روسی پارلیمنٹ کے ارکان کو یہ بھی بتایا کہ اگر یہ لوگ زیادہ عرصہ تک ان ہی راہوں پر کام کرتے رہے تو سارے مسلم علاقوں میں روس کے خلاف بغاوت اور سرکشی کی ایک لہر اٹھ کھڑی ہوگی۔

ان دنوں بخارا کی اصل حقیقت یہ ہے کہ بخارا گو مکمل طور پر آزاد نہیں روس ہی کا ایک حصہ ہے لیکن اندرونی طور پر بخارا کا حکمران ہر کام اپنی مرضی سے کرنے کا مجاز ہے مگر خارجہ سیاست مکمل طور پر روس کے ہاتھ میں ہے۔ امیر بخارا کے دربار میں روس کا سفارتی نمائندہ رہتا ہے اس کے فرائض متعین کر

دیئے گئے ہیں اس کا کام مملکت بخارا میں بسنے والے روسیوں کے مفادات کا تحفظ اور غیر ملکی طاقتوں کی سرگرمیوں کی نگرانی کرنا ہے اس نمائندے کو بخارا کے داخلی امور میں مداخلت کا کوئی اختیار نہیں روس کے ساتھ جو معاہدہ بخارا کے حکمران کا ہے اس کی رو سے بخارا کا حکمران صرف بارہ ہزار باضابطہ فوج رکھ سکتا ہے جس کی جنگی تربیت اور مصارف کی ذمہ داری بھی روس کی ہے اس فوج کا سپہ سالار روسی ہوتا ہے یہ قدیم طرز کی فوج ہے اور زیادہ تر گھوڑ سواروں پر مشتمل ہے ہتھیار بھی پرانے ہیں عام سپاہیوں کی حالت نہایت زبوں اور ناگفتہ بہ ہے ان کے جسم پر پھٹی پرانی روسی وردیاں اور سر پر گندی اور میلی پگڑیاں ہوتی ہیں کسی بھی سپاہی کے پاس جدید ترین رائفل نہیں ہے سب ہی پرانی اور قدیم توڑے دار بندوقیں استعمال کرتے ہیں یہ ہے بخارا پر روس کی گرفت اور بخارا کی فوج کی داستان اب میں آگے بڑھتا ہوں۔

چنانچہ جب ترکستان کے بدخواہوں اور برے لوگوں نے روسی پارلیمنٹ کے ارکان سے بخارا کے حکمران طبقے اور منورین بخارا کی یہ شکایت کی کہ یہ مسلمانوں کے اندر بیداری کا جذبہ پیدا کر کے انہیں روسیوں کے خلاف کھڑا کر رہے ہیں تو زار روس نے یہ حکم جاری کر دیا کہ اخبار آئینہ سمرقند بند کر کے اور اسے نکالنے والوں کو گرفتار کر کے روس بھجوا دیا جائے خوش قسمتی سے اخبار نکالنے والے لوگوں کو بھی اس کی اطلاع مل گئی اور سب لوگ اپنی جانیں بچانے کے لئے فرار ہو گئے۔

اس انتہائی رازداری اور خفیہ کارروائی کے باوجود روسی سامراجیوں کو اس دوران مکمل طور پر معلوم ہو گیا تھا کہ کون کون ترکی تورانی اور اسلامی تحاریک کے سرپرست اور محرک ہیں روسیوں کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بخارا کے امیر اور استنبول سے تعلیم حاصل کر کے آنے والے نوجوان یعنی فرقہ منورین بخارا یہ تحریکیں چلا رہے ہیں چنانچہ روسیوں نے بخارا کے امیر پر دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ وہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

منورین بخارا کی سرپرستی سے دست کش ہو جائے۔

امیر نے روسی حکومت کو یہ جواب دیا کہ چند جوشیلے نوجوان کم فہمی کی وجہ سے اس ناشائستہ حرکت کے مرتکب ہوئے ہیں ان کو قاضی کلان نے بلا کر اور تنبیہہ کر کے چھوڑ دیا ہے اور وہ سنبھل چکے ہیں اور تائب ہو چکے ہیں اور انہوں نے اپنی کوشش اور جدوجہد کو بخارا تک محدود رکھنے کا وعدہ کیا ہے جب روسیوں نے دیکھا کہ معاملہ بگڑتا جا رہا ہے اور بخارا کے لوگ ان کے خلاف اٹھ رہے ہیں تو انہوں نے حالات کا رخ بدلنے کے لئے مسلمانوں کو آپس میں لڑوانے کا فیصلہ کر لیا۔

1909ء کے اواخر میں شہر بخارا میں عشرہ محرم کے موقع پر شیعہ سنی فساد کرا دیا گیا روسیوں نے اپنی زر خرید ایجنٹوں سے یہ کام لیا شیعہ سنی جنگ نے ایسی شدت اختیار کی کہ روسی سامراج کو بخارا کے معاملات میں دخل اندازی کا بہانہ ہاتھ آگیا روس نے فوراً مداخلت کی اور شیعہ سنی فساد کے خاتمے کے بعد حکومت بخارا سے مطالبہ کیا چونکہ قوشبیگی یعنی وزیراعظم آستانہ قل اور قاضی کلان شیخ الاسلام سید میربقاخان دونوں ہی شیعہ فرقے سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ بخارا میں اکثریت سنیوں کی ہے لہٰذا شیعہ افراد کو ہٹا کر سنی افراد کو ان عہدوں پر مقرر کیا جائے بخارا کے امیر ایسا نہیں چاہتے تھے لیکن زار روسی کی طرف سے چونکہ ان پر زور اور دباؤ پڑ رہا تھا اور انہیں بخارا کی حیثیت ہی خطرے میں پڑتی دکھائی دے رہی تھی لہٰذا امیر بخارا نے مجبور ہو کر آستانہ قل کی جگہ سبز شہر کے حاکم نصراللہ بیگ کو قوشبیگی کے عہدے پر مقرر کیا اور شیخ الاسلام سید میربقا خان کی جگہ ایک بہت بڑے عالم دین بدرالدین کو قاضی قلان کے عہدے پر مقرر کیا ان تبدیلیوں کے بعد تمام مملکت بخارا میں امن و امان قائم ہو گیا اور شیعہ سنی باہم شیروشکر ہو کر رہنے لگے۔

لیکن روس کو مسلمانوں کا یہ اتحاد اور اتفاق قطعی پسند نہ تھا ان دنوں

منورین بخارا سے ایک انتہائی اہم غلطی سرزد ہوئی اور وہ یہ کہ روسیوں کے کہنے پر امیر بخارا نے جو اپنے اراکین سلطنت کی تبدیلی کی تھی تو یہ منورین بخارا امیر بخارا کی اس حرکت سے سخت مشتعل ہوئے انہوں نے امیر کی پالیسیوں سے اختلافات کئے اور روس کے حق میں اس کی کمزور روش سے ناراض ہونا شروع ہو گئے روس نے منورین بخارا کی اس ناراضگی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا انہوں نے منورین بخارا کے اندر اپنے ایجنٹ اور گماشتے پھیلا دئے جو نہ صرف یہ کہ منورین بخارا کو امیر بخارا کے خلاف بلکہ مسلمانوں اور اور اسلام کے خلاف اکسانے اور ابھارنے لگے تھے۔

جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بخارا کے امیر عبدالاحد کے انتقال کے بعد یہ منورین بخارا کھل کر سامنے آگئے انہوں نے اپنا نام بھی منورین بخارا سے تبدیل کر کے فرقہ جدیدیہ رکھ لیا اب منورین بخارا جو کسی وقت مسلمان قوم اور اسلام کے شیدائی تھے اب یہی جدیدی مسلمانوں اور اسلام ہی نہیں بلکہ ملک کے دشمن بن کر بھی اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔

آج کل ان جدیدیوں کا روح رواں اور سرکردہ عبدالرؤف فطرت ہے اس نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں زیادہ مشہور مناظرہ اور سیاح ہندی ہیں جو مکمل طور پر فرقہ جدیدیہ کے نظریات کی ترجمانی کرتی ہیں عبدالرؤف فطرت استنبول میں نوجوانان ترکوں کے افکار و نظریات سے بے حد متاثر ہوا تھا بعد میں یہ روسی نظریات سے متاثر ہو کر نہ صرف السلام بلکہ اپنے قوم اور ملت کا دشمن بن بیٹھا۔

اپنی ایک کتاب میں یہ عبدالرؤف فطرت مسلمانوں اور اسلام کی قدیم دینی درسگاہوں کو ہدف تنقید بناتے ہوئے لکھتا ہے حالانکہ خود عبدالرؤف فطرت نے بھی ان ہی درسگاہوں سے تعلیم حاصل کی تھی عبدالرؤف فطرت لکھتا ہے۔

" بخارا میں ایک سو سے زیادہ مکاتب موجود ہیں مگر ان میں بچے چوری

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بداخلاقی ذلت اور مسکنت کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔"

حالانکہ تمام علماء فضلہ اور فرقہ جدیدیہ کے قائد نے ابتدائی تعلیم ان ہی مکاتب میں حاصل کی خود عبدالرؤف جو فرقہ جدیدیہ کے نہ صرف سربراہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے ایک ادیب شاعر اور فلاسفر بھی ہے اور اس کے علاوہ جدیدیوں کا دوسرا بڑا ادیب اور مورخ صدر الدین عینی دونوں بقول ان کے ذلت و مسکنت کی تعلیم دینے والے مکاتب میں حصول تعلیم سے بہرہ مند ہوئے تھے۔

اب عام انسان اگر اس میں تھوڑا سا بھی عقل و شعور ہو تو وہ یہ سوچ سکتا ہے کہ عبدالرؤف فطرت اور صدر الدین عینی خود عالم ادیب، فلاسفر اور مورخ بن کر ان مکاتب سے نکل سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ دوسرے ان مکاتب سے بقول ان کے چور بداخلاق اور ذلیل بن کر نکلتے ہوں گے - یہاں تک کہنے کے بعد داستان گو آتہ جان تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر وہ یوپر اور مارتینا کو مخاطب کر کے کہنے لگا سنو میرے بچو تمہیں جدیدیوں سے متعلق میری باتیں کچھ نہ کچھ سمجھ میں آگئی ہوں گی مجموعی طور پر تم جدیدیوں کو یوں سمجھ سکتے ہو کہ یہ بخارا کی سلطنت میں ایسا زہریلا سانپ ہیں جس کے ڈسنے کی کوئی دوا یا تریاق نہیں ہے اور نہ صرف یہ اپنی قوم اور ملت بلکہ اپنے وطن کو بھی ڈسنے سے دریغ نہیں کر رہے سنو میرے بچو سانپ سے مجھے یاد آیا کہ ان سرزمینوں میں سانپ بڑے زہریلے ہوتے ہیں لہٰذا جب کبھی تم باہر نکلنے لگو تو بند پاؤں کے جوتے پہن کر باہر نکلنا اور ابھی واپس جا کر میرے کمرے سے مجھ سے سانپ کی دوائی بھی لیکر اپنے پاس رکھ لینا یہ دوائی حصار اور بخارا شہر کے مقامی حکیم تیار کرتے ہیں سانپ کے لئے یہ ایسی پر اثر تریاق ہے کہ جب کبھی کسی کو سانپ ڈس جائے تو سانپ ڈسنے کی جگہ پر تھوڑا سا زخم کر کے اگر یہ دوائی اس پر لگا دی جائے تو ایسی تیر بہدف ثابت ہوتی ہے کہ سانپ کا ڈسا کبھی بھی نہیں مرے گا۔ داستان گو آتہ جان کی اس گفتگو پر حسین مارتینا نے چونک کر پوچھا۔

آتہ جان یہ تو آپ نے نئی بات بتا دی کہ یہاں سانپ بڑے زہریلے ہوتے ہیں یہ بات میرے باپ نے تو ابھی تک مجھے نہیں بتائی تھی کیا بیٹھے بیٹھے آپ ہمیں یہاں کے سانپوں سے متعلق کچھ تفصیل سے نہیں بتائیں گے اس پر آتہ جان مسکراتے ہوئے کہنے لگا سنو میرے بچو ان سرزمینوں اور(ان ہی مدرسوں کے اساتذہ کے سامنے علامہ موسیٰ جاراللہ جیسے عالم نے آکر زانوئے تلمذ طے کر کے علم حاصل کیا اور ان ہی مدارس میں شیخ شہاب الدین المرجانی تاتار جیسے بلند پایہ عالم دین معلم مورخ اور مصنف نے بارہ سال تک فیض حاصل کیا) نواح میں جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے تقریباً" سات قسم کے سانپ پائے جاتے ہیں پہلی قسم شاہ کوبرا کی ہے یہ تقریباً" اٹھارہ فٹ لمبا سانپ ہوتا ہے جسکا قطر ڈھائی انچ تک ہوتا ہے اسکی اوسط لمبائی چودہ فٹ تک ہوتی ہے یہ دنیا کا سب سے بڑا اور زہریلا سانپ ہے اسکا رنگ عموماً" زردی مائل بھورا زیتونی یا کالا ہوتا ہے جس پر عرضی دھاریاں یا چھلا نما نشانات پائے جاتے (اس کی دم کا آخری حصہ زردی رنگ کا ہوتا ہے اسکا زہر خون میں شامل ہو کر تنفس میں رکاوٹ کا سبب بنتا ہے جس سے جلد ہی موت واقع ہو جاتی ہے اسکا سر چھوٹا اور اس پر بننے والے پھن کی پیائش صرف چار انچ ہوتی ہے۔

دوسری قسم کا سانپ کریٹ ہے یہ استوانہ سانپ ہے اسکی لمبائی تقریباً" تین فٹ ہوتی ہے رنگ زردی مائل بھورا ہوتا ہے جس پر نیلگوں سیاہ دھاریاں ہوتی ہیں بہت آہستہ حرکت کرنے والا انتہائی زہریلا سانپ ہے اسکا زہر کوبرا سے بھی زیادہ خطرناک اور ہلاکت خیز سمجھا جاتا ہے۔

تیسری قسم کا سانپ **وائپر** کہلاتا ہے یہ سانپ چٹانی اور جھاڑی دار علاقوں میں پایا جاتا ہے چوہے چھپکلیاں اور پرندے وغیرہ کھاتا ہے اور انتہائی زہریلا سانپ ہے جسکے جسم کی لمبائی تقریباً" دو میٹر تک ہوتی ہے سر کے اوپر انگریزی کے حروف v کی شکل کا نشان ہوتا ہے رنگ عموماً" بھورا مگر اسمیں تغیر پایا جاتا ہے

پشت پر بڑے کالے دھبے ھوتے ہیں یہ بہت تیز رفتار سانپ ہے اور اتنا زہریلا ھوتا ہے کہ اسکا کاٹا ایک گھنٹے کے اندر اندر مرجاتا ہے۔

چوتھی قسم کا سانپ کالا ناگ ہے یہ کوبرا بھی کہلاتا ہے یہ بڑا شرمیلا سانپ بھی خیال کیا جاتا ہے جو سوراخوں پتھروں کے نیچے اور گھنی جھاڑیوں میں پایا جاتا ہے رنگت بھوری یا کالی ھوتی ہے جسم کی لمبائی دو سے تین میٹر تک کی ھوتی ہے یہ بھی انتہائی زہریلا اور خوفناک سانپ سمجھا جاتا ہے۔

پانچویں قسم کے سانپ کو بوآ کہتے ھیں یہ سانپ خشک اور گرم ریتیلے علاقے میں پایا جاتا ہے جسم چھوٹا اور ھموار جبکہ سر نوکدار ھوتا ہے اسلئے بوآ کو عموماً دو سروں والا سانپ کہہ کر بھی پکارا جاتا ہے۔

چھٹی قسم کے سانپ کو دھامن کہہ کر پکارا جاتا ہے یہ میدانی علاقوں میں پایا جاتا ہے اسے چوہا سانپ یا رتی سانپ بھی کہتے ھیں جسم میلا پیلا ھوتا ہے لمبائی تقریباً تین میٹر ھوتی ہے دم دو شاخہ ھوتی ہے آنکھ کے اوپر ایک ابھار پایا جاتا ہے جس سے اسے شناخت کیا جاتا ہے یہ سانپ دوسرے سانپوں کی نسبت قدرے کم زہریلا ھوتا ہے۔

ساتویں قسم کا سانپ شجری سانپ کہلاتا ہے یہ درختوں پر پایا جاتا ہے اسکی غذا مینڈک وغیرہ ھیں اسکی لمبائی تقریباً چھ فٹ ھوتی ہے جسم پر پیلے رنگ کی دھاریاں ھوتی ہیں دم استوانہ نما اور نوکدار ھوتی ہے سر بڑا ھوتا ہے اسکا زہر بہت کم مہلک خیال کیا جاتا ہے۔ میرے بچو یہ ھیں سانپوں کی قسمیں جو سلطنت بخارا میں پائی جاتی ہیں لیکن میں تم سے یہ کہوں کہ یہاں آٹھویں قسم کا بھی ایک سانپ ہے اور وہ ہے یہاں کے جدیدی جو ان سات قسم کے سانپوں سے بھی زیادہ زہریلے خوفناک اور مہلک ھیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد داستان گو آتہ جان جب خاموش ھوا تو حسین مارتینا بولی اور پوچھنے لگی آتہ جان کیا آپ ھیں ابری کے چچا نورخانی سے متعلق بھی کچھ

تفصیل بتاؤ گے اسکے بیٹے اور بیٹیاں کتنی ہیں اس پر آتہ جان بیچارہ افسردگی میں کہنے لگا اس نور خانی نے زندگی میں ایک ہی شادی کی تھی جس سے اسکے ہاں کوئی اولاد نہیں ھوئی اسکی بیوی مرچکی ہے اور اولاد کوئی نہیں ہے ابری کے بڑے بھائی سعداللہ کو اس نے اپنا بیٹا بنا لیا تھا اور ابری کے باپ بارگ نے بھی سعداللہ کو اپنے چھوٹے بھائی نور خانی کے حوالے کر دیا تھا لیکن نور خانی کی بدقسمتی کہ سعداللہ کو ظالم کے بچے جدیدیوں نے ہلاک کر دیا اب بارک اور نورخانی دونوں بھائیوں کی توجہ کا مرکز یہ اکیلا ابراھیم بیگ ہی رہ گیا ہے **سمارتینا** نے پھر آتہ جان سے پوچھا آتہ جان کیا تم بتا سکو گے کہ بخارا کے امیر سعید عالم نے کیوں براھیم بیگ کو طلب کیا ہے اس پر آتہ جان بڑے فخریہ انداز میں کہنے لگا۔

سنو میرے بچو یہ براھیم بیگ کوئی عام جوان نہیں ہے بیشک یہ ابھی نوعمر اور کچے سن کا جوان ہے لیکن اس نے بہترین فوجی تربیت حاصل کر رکھی ہے میں تم سے یہاں تک کہہ سکتا ھوں کہ بخارا کے اندر رہنے والے روسی فوجی اور خود بخارا کی فوج کے سارے سالار کوئی بھی فوجی تربیت میں ابراھیم بیگ جیسی دانائی دانشمندی اور مہارت نہیں رکھتا ابراھیم بیگ ابھی بچہ ہی تھا ان دنوں حاکم چار جوئے یونس بیگ کو بہترین فوجی جرنیل اور ماہر تصور کیا جاتا تھا ابراھیم کے دادا خلیل بیگ نے ابراھیم بیگ کو یونس بیگ کے پاس شہر چار جوئے بھجوا دیا تاکہ یونس بیگ کی سرکردگی میں ابراھیم بیگ فوجی تربیت حاصل کرے پس یونس بیگ حاکم چارجوئے کے پاس رہ کر ہی ابراھیم بیگ نے بہترین فوجی تربیت حاصل کی اب وہ بظاہر گوشت پوست کا انسان لگتا ہے لیکن اپنے ارادوں اپنی قوت اور اپنے عزم میں وہ پتھر اور لوہے کی چٹانوں جیسا سخت اور صابر انسان ہے اسکے علاوہ ابراھیم بیگ کی اپنی ایک ذاتی حویلی بخارا شہر میں ہے اور بخارا شہر میں بھی رہ کر اس نے اپنی فوجی تربیت کو خوب جلا بخشی ہے جب کبھی بھی ابراھیم بخارا جاتا

ہے تو اپنی حویلی ہی میں قیام کرتا ہے اس حویلی کی دیکھ بھال کیلئے مستقل ملازم رکھے گئے ھیں یہاں تک کہنے کے بعد داستان گو آتہ جان تھوڑی دیر کیلئے رکا پھر وہ بولا اور کہنے لگا۔ اس کے علاوہ ابری ان سر زمینوں میں واحد جوان ہے جو دریائے آموں کو تیر کر عبور کر سکتا ھے کوئی دریائے آموں کو تیر کر پار نہیں کر سکتا میرے بچو میں سمجھتا ہوں کہ آج کیلئے اتنا ہی کافی ہے میں نے تمھیں جدیدیوں سے متعلق جو کچھ جانتا تھا بتا دیا ہے اب تم دونوں یہاں رہ گے تو تمھیں یہاں رہتے ہوئے خود بخود جدیدیوں سے متعلق دیگر تفصیلات کا پتہ چلتا رہیگا میرے خیال میں تم طویل سفر سے آئے ہو لہذا تم اوپر اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو آتہ جان کی اس گفتگو کے جواب میں حسین مارتینا بولی اور کہنے لگی۔ آتہ جان تم ٹھیک اور درست کہتے ہو ہم اب اپنے کمرے میں جا کر آرام کریں گے اگلی نشست میں ھم جب بھی کبھی اکٹھے بیٹھے تو میں اور ہوپر آپ سے سلطنت بخارا کے اندر پھیلے ہوئے مختلف قبائل کی ثقافت تمدن بودوباش اور انکی دوسری روایات و رسومات کے علاوہ سلطنت بخارا کے نظم و نسق سے متعلق بھی گفتگو کریں گے یہاں تک کہنے کے بعد مارتینا رکی پھر اس نے اپنے شوہر ہوپر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا میرے خیال میں ھم اوپر جا کر آرام کریں جواب میں ہوپر فوراً" اٹھ کھڑا ھوا مارتینا بھی کھڑی ھوئی پھر مارتینا اپنے باپ گربسن کے پاس آئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی اے میرے باپ کیا آپ اوپر جا کر آرام نہیں کریں گے میں اور ہوپر تو اوپر جارہے ھیں گربسن کہنے لگا میری بیٹی تم دونوں میاں بیوی جاؤ میں ابھی اپنے بزرگ خلیل بیگ کے پاس بیٹھ کر گفتگو کروں گا اس پر مارتینا اور ہوپر دیوان خانے سے نکل کر سرائے کے اوپر والے حصے میں اپنے کمرے کی طرف چلے گئے تھے۔

ابراہیم بیگ ایک روز صبح بخارا کے امیر کے قاصد اور اپنے چھ ساتھیوں کے ہمراہ سمرقندی دروازے سے بخارا شہر میں داخل ہوا شہر میں داخل ہونے کے بعد ابراہیم بیگ ایک جگہ رکا پھر اس نے امیر بخارا کے قاصد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا سنو نوجوان تم قصر بخارا کی طرف جاؤ اور میرے آنے کی اطلاع کر دو جس وقت بھی میری ضرورت ہوئی مجھے اس حویلی سے طلب کر لینا ابراہیم بیگ کے اس فیصلے پر وہ قاصد اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھ گیا تھا اس کے بعد ابراہیم بیگ نے اپنے چھ ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا میرے عزیزو! میرے دوستو! میرے بھائیو! تم لوگ حویلی کی طرف جاؤ میں پیر بابا کی طرف جاتا ہوں تم جانتے ہو کہ اس قاصد نے مجھے یہ پیغام بھی دیا تھا کہ پیر بابا نے کہا تھا کہ بخارا شہر میں داخل ہوتے ہی میں ان سے ملوں لہذا میں پیر بابا کی حویلی کی طرف جاتا ہوں اور بہت جلد لوٹ کر تمہارے پاس آتا ہوں ابراہیم بیگ کی اس گفتگو کے بعد اس کے چھ ساتھی اس کی حویلی کی طرف چلے گئے تھے جبکہ ابراہیم بیگ خود اپنے پیرو مرشد ایشان اعظم خواجہ کی طرف جا رہا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد ایک حویلی کے دروازے کے قریب ابراہیم بیگ نے اپنے گھوڑے کو روکا پھر وہ نیچے اترا اور اس حویلی کے دروازے پر اس نے دستک دی تھی کچھ ہی دیر بعد ایک چھوٹے بچے نے دروازے کھولا جونہی اس نے دروازے پر ابراہیم بیگ کو کھڑے دیکھا وہ بھاگ کر آگے بڑھا اور بڑے باادب انداز میں اس نے ابراہیم بیگ سے مصافحہ کیا بچے سے ہاتھ ملانے کے بعد ابراہیم بیگ نے اسے پیار کیا پھر اس سے پوچھا اسمٰعیل پیر بابا اندر ہیں اس پر وہ بچہ بڑی معصومیت سے بولا بابا اندر ہوں یا نہ ہوں آپ تو اس حویلی کے فرد سمجھے جاتے ہیں لہذا اندر آنے کے لئے آپ کو کسی اجازت کی ضرورت نہیں ہے بہرحال بابا اس وقت دیوان خانے میں بیٹھے ہیں اور وہ کل سے بڑی بے چینی کے ساتھ آپ کا انتظار کررہے ہیں آپ دیوان خانے میں جائیں میں آپ کے گھوڑے کو کھونٹے سے یہیں باندھتا ہوں اس بچے نے ابراہیم بیگ کے گھوڑے کو وہیں ایک کھونٹے کے ساتھ باندھ دیا جبکہ ابراہیم بیگ نے دائیں طرف حویلی کے

دیوان خانے پر دستک دی تھوڑی دیر بعد ایک معمر بزرگ نے دروازہ کھولا جن کا رنگ خوب گورا اور دمکتا ہوا تھا داڑھی مکمل طور پر سفید ہو چکی تھی اور جسم بھی کچھ لاغر ہوتا جا رہا تھا ابراہیم بیگ کو دیکھتے ہی وہ پھول کی طرح کھل اٹھے اور اپنے دونوں بازو انہوں نے پھیلائے ابراہیم بیگ بھاگ کر آگے بڑھا اور ان سے لپٹتے ہوئے بڑی ارادتمندی سے پوچھنے لگا پیر بابا آپ کیسے ہیں وہ ابراہیم بیگ کے پیرومرشد ایشان اعظم خواجہ تھے انہوں نے بڑی شفقت سے ابراہیم بیگ کے سر پر ہاتھ پھیرا اس کی پیشانی چومی پھر دروازہ بند کرنے کے بعد وہ ابراہیم بیگ کا ہاتھ پکڑ کر ایک نشست کی طرف لے گئے ابراہیم بیگ کو اپنے پہلو میں بٹھایا پھر وہ کہنے لگے۔

ابراہیم میرے بیٹے کیا تم بخارا کے امیر سے مل کر آرہے ہو اس پر ابراہیم کہنے لگا نہیں پیر بابا میں ابھی ابھی بخارا شہر میں داخل ہوا ہوں اور سیدھا آپ کے پاس آیا ہوں ابھی تک میں اپنی حویلی میں نہیں گیا ابراہیم بیگ کا یہ جواب سن کر ایشان خواجہ بیحد خوش ہوئے پھر وہ کہنے لگے دیکھ ابراہیم بیگ بخارا کے امیر نے چند سرکردہ لوگوں کی مجلس طلب کی ہے وہ شاید کوئی انتہائی اہم اعلان کرنا چاہتا ہے یا اپنی مملکت سے متعلق کچھ ایسے فیصلے کرنا چاہتا ہے جن کے نتائج دور رس ہونگے بہرحال بخارا کے امیر سے ملنے سے پہلے میں نے تم کو اپنے پاس ایک خاص مقصد سے بلایا ہے اس کے ساتھ ہی ایشان خواجہ نے آواز دے کر اسمٰعیل کو بلایا تھوڑی دیر بعد وہی بچہ بھاگتا ہوا دیوان خانے میں داخل ہوا جس نے ابراہیم بیگ کے لئے دروازہ کھولا تھا ایشان خواجہ نے اسے مخاطب کر کے کہا اسمٰعیل بیٹے! اس وقت مردانہ انتظار گاہ میں مراد پیکندی بیٹھا ہوا ہوگا اسے فوراً" لیکر میرے پاس دیوان خانے میں آؤ پیر بابا کا یہ حکم سن کر ان کا وہ بیٹا بھاگتا ہوگا دیوان خانے سے چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد پینتیس سے چالیس سال کا ایک شخص دیوان خانے میں

داخل ہوا آگے بڑھ کر اس شخص نے بڑی گرمجوشی سے ابراہیم بیگ سے مصافحہ کیا پھر پیر بابا کے اشارے پر وہ سامنے والی ایک نشست پر بیٹھ گیا اس کے بعد پیر بابا ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے پوچھنے لگے ابری بیٹے کیا تم اس شخص کو جانتے ہو اس پر ابراہیم بیگ ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا پیر بابا میں اس شخص کو اچھی طرح جانتا ہوں یہ مراد پیکندی ہے اور یہ جدیدیوں کا ایک بڑا ہی سرگرم رکن ہے اس پر پیر بابا مسکراتے ہوئے کہنے لگے۔

ابری بیٹے بظاہر ایسا ہی آدمی ہے بظاہر تو یہ جدیدیوں کا بڑا سرگرم رکن ہے لیکن اندرون خانہ یہ ہمارا ساتھی ہے یہ میرے مریدوں کے حلقے میں بھی شامل ہے اور جدیدیوں کے خلاف اطلاعات بہم پہنچانے میں بھی یہ تمہارے بہترین کام آسکتا ہے اس کے ساتھ اس کے کچھ ساتھی بھی ہیں جو میرے حلقہ مریدیہ میں شامل ہیں وہ بھی تمہارے لئے کام کرتے رہیں گے جدیدیوں کے متعلق جب کبھی بھی تمہیں کوئی اطلاع حاصل کرنی ہو تو تم اس مراد پیکندی سے کام لے سکتے ہو اس کے ساتھ ہی وہ شخص جس کا نام مراد پیکندی تھا دیوان خانے سے نکل گیا تھا۔

مراد پیکندی کے جانے کے بعد ابراہیم بیگ نے ایشان خواجہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا پیر بابا کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ مراد پیکندی آپ کو دھوکہ دے رہا ہو اس پر ایشان خواجہ مسکراتے ہوئے کہنے لگے نہیں بیٹے یہ بڑے خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ باطنی طور پر یہ ہمارے ساتھ ہے جبکہ ظاہری طور پر جدیدیوں کے ساتھ ہے تمہیں میں پورے اعتماد اور بھروسے کے ساتھ کہتا ہوں کہ بظاہر جدیدیوں کا ساتھی ہونے کے ساتھ یہ باطنی طور پر تمہارے حق میں کام کرے گا اس پر ابراہیم بیگ کہنے لگا پیر بابا اگر آپ کہتے ہیں تو میں اعتبار کر لیتا ہوں اور کبھی نہ کبھی میں اس مراد پیکندی کو آزماؤں گا ضرور۔ یہاں تک کہتے کہتے ابراہیم بیگ خاموش ہو گیا اس لئے کہ اس کی نگاہ نشست کے سامنے رکھی ایک

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چھوٹی سی میز پر رکھی ایک کتاب پر جم گئی تھی پھر اس نے ایشان خواجہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا پیر بابا یہ کتاب کیا آپ پڑھ رہے تھے اس پر ایشان خواجہ ہلکے ہلکے مسکراتے رہے اور کہنے لگے تم کتاب پر جدیدیوں کے استاد عبدالرؤف فطرت کا نام پڑھ کر چونکے ہوگے یہ کتاب "سیاح ہند" ہے اور عبدالرؤف فطرت ہی کی لکھی ہوئی ہے میں بڑے غور سے اس کا مطالعہ کر رہا تھا ظالم کے بچے نے اسلامی اقدار اور شعائر کو توہین آمیز انداز میں پیش کیا ہے اس کتاب میں اس نے رائے عامہ کو اپنی تحریک کے حق میں کرنے کے لئے پروپیگنڈے کا مخصوص اسلوب اختیار کیا ہے اس کتاب میں یہ بخارا کی حکومت' امیر' قاضی کلان اور معاشرے کے دوسرے کارکنان پر حملے کرتا ہے مذہبی رہنماؤں اور قاضیوں کو حکومت وقت اور امیر سے بدظن کرنے اور مذہب کا سارا لیکر حکمران سے بغاوت کرنے پر اس طریقے سے اکساتا ہے کہ آدمی اس کی تحریر پڑھ کر دلی طور پر اس سے نفرت کرنے لگتا ہے جو باب میں نے اس کا پڑھا ہے وہ میں تمہیں بھی دکھاتا ہوں پڑھو پھر فیصلہ دو کہ یہ عبدالرؤف کیسا بدباطن اور بدترین انسان ہے۔

اس کے بعد ایشان خواجہ نے سامنے پڑی ہوئی وہ کتاب لی اور اس کے کچھ اوراق وہ الٹتے رہے پھر ایک جگہ انگلی رکھ کر انہوں نے ابراہیم بیگ سے کہا ابری بیٹے یہاں سے پڑھنا شروع کرو اس پر ابراہیم بیگ بڑی بیزاری اور نفرت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا پیر بابا میں اس منحوس کی تحریر نہیں پڑھنا چاہتا میں تو ویسے ہی اس کی شکل اور اس کی شخصیت ہی سے بیزار ہوں میں اسے عالم اسلام کا بدترین انسان سمجھتا ہوں اور اس کی تحریر کے نزدیک تک جانا نہیں چاہتا میں نے اس کی چند تحریروں کو پہلے سے پڑھ رکھا ہے جس میں اس نے اسلام اور علماء اسلام کے خلاف شدید ترین نفرت کا اظہار کیا تھا تب سے میں بنیادی طور پر اس کا بدترین مخالف ہو چکا ہوں یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم بیگ جب رکا تو ایشان خواجہ کہنے لگے اچھا میں تمہارے لئے اس کی تحریر پڑھتا ہوں تم غور سے

سنو کہ یہ ظالم کس قدر اپنے آپ کو اسلام کا بدترین دشمن بنانے پر تلا ہوا ہے پھر ایشان خواجہ نے جہاں پر انگلی رکھی تھی وہاں سے پڑھنا شروع کیا لکھا تھا۔

"بادشاہ کو لازم ہے کہ اپنے ماتحت کی رہنمائی کرے اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو بادشاہ کے ماتحتوں کو چاہئے کہ خود کوشش کریں کیوں کہ ان کو بھی بادشاہ کے برابر عقل و دانش دی گئی ہے اگر ہم اس عقل و دانش کو ضائع کریں تو خدا اور رسول کے سامنے گناہ گار ٹھہرائے جائیں گے"۔

یہاں تک کہنے کے بعد ایشان خواجہ رکے پھر ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔ یہ شخص اس تحریر میں رعیت کے افلاس اور دھقانوں کی غربت کو اجاگر کر کے ان کو حاکم وقت کے خلاف بھڑکاتا اور خود کو دھقانوں کا ہمدرد ظاہر کر کے ان کی ہمدردیاں حاصل کرنا چاہتا ہے۔

ذرا غور سے سننا آگے مزید سوالیہ انداز میں اس نے ایک فقرہ لکھا ہے" اور گناہ امت محمد چیست" یہ جملہ امت الناس کو امیر سے بدظن کرنے اور حکومت کے انتظامی نقائص کو بہانہ بنا کر عوام میں بے چینی پھیلانے کے لئے استعمال کیا گیا ہے فطرت علماء اور مشائخ دین پر کڑی تنقید کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بخارا سب کچھ رکھتے ہوئے بھی ایک عالم متبحر نہیں رکھتا اس کے بعد یہ بدفطرت انسان مزید کہتا ہے کہ "بخارا کے علماء کی جماعت نے ہمارے اسباب سعادت کو غصب کر لیا ہے وہ ان کو تارک الدنیا غاصب اور خون چوسنے والا قرار دیتا ہے یہ علماء بقول فطرت آتش بہ بنیاد شرف و ناموس ملت نہادہ اند ہیں اور یہ کہ ملت بخارا اب تک ان علماء کی چالوں کو نہیں سمجھ سکی پھر اپنی تحریک جدیدیہ کی طرف اشارہ کر کے ملت بخارا کو بتاتا ہے کہ دانشوروں کی یہ جماعت اس حقیقت کو سمجھ چکی ہے اور کمال جدت سے تمہارے احوال سنوارنے نکلی ہے وہ چاہتی ہے کہ تمہیں ان ملاؤں سے چھٹکاراہ دلائے پھر مزید عام لوگوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ ہم تمہارے شرف و ناموس کی حفاظت کے لئے آمادہ ہیں تم ہماری جماعت سے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

استفادہ کرو نہ صرف علماء بخارا بلکہ تمام عالم اسلام کے علماء گذشتہ تین صدیوں سے خیانت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ یہ لکھنے کے بعد یہ ظالم کا بچہ عبدالرؤف فطرت کہتا ہے " اے محمد اگر ممکن ہو تو اٹھ اور اس شہر کے اصول تحذیب دیکھ اور ان کی اصلاح کے لئے کوشش کر" یہ کس قدر بے ادبانہ اور بد دیانتدانہ جسارت پر مبنی فقرہ ہے یہاں تک کہنے کے بعد ایشان خواجہ تھوڑی دیر کے لئے رکے پھر دوبارہ بولے اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگے۔

سنو ابری بیٹے عبدالرؤف فطرت مزید لکھتا ہے "کل تک دولت عثمانیہ ایران اور ہندوستان کے علماء بھی تمہارے علماء کی طرح تھے لیکن وہاں کے عوام نے ان علماء کی اصلاح کر کے ان کو اپنے سروں کا تاج بنا لیا اور بعض کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالا" ابری بیٹے یہ اس طرف اشارہ ہے کہ بخارا کے عوام بھی علماء وقت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور ان کے اثرو رسوخ کو ختم کر دیں چونکہ اب ان کے درمیان بلند ہمت نوجوان اور مفکرین ملی یعنی فرقہ جدیدیہ بخارا پیدا ہو چکے ہیں جو ان کی ہر طرح سے اصلاح کر سکتے ہیں بقول فطرت اہل بخارا کو سب کچھ رکھتے ہوئے بھی تحصیل علم کا طریقہ نہیں آتا فطرت علماء کو مزید تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے عوام کو ان کے خلاف اٹھ کھڑا ہونے کے لئے یوروپ کی مثال پیش کرتا ہے اس طرح اس مثال میں یہ آگے لکھتا ہے۔

"یوروپ جو آج کل ہر نوع کے ہنر اور نت نئی اختراعات کر رہا ہے کبھی بدتر حالات سے بھی گزرا تھا وہاں بھی امت الناس ظلم و تشدد کا شکار تھے ان کے امراء اور ان کا ملا طبقہ ہر قسم کے عیش و عشرت پر قابض اور املاک و دولت سمیٹے ہوئے تھے مگر یوروپ میں جماعت معترضین نے دسویں صدی عیسوی میں وجود میں آکر سر اٹھایا اور آہستہ آہستہ تمام یوروپ میں پھیل گیا پھر یہ لوگ کمال سرگرمی سے اپنے پاپاؤں کے خلاف صف آراء ہو گئے اور وہ کامیاب ہوئے اور یوروپ کو پاپاؤں کے تسلط سے نجات دلائی۔"

سنو ابری بیٹے اس تحریر سے عبدالرؤف فطرت اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ بخارا کے عوام بھی علماء کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور جدیدیہ بخارا جو کہ جماعت معترضین کا کردار ادا کر رہے ہیں ان کا ساتھ دیں اور بخارا کے اندر ایک انقلاب برپا کرنے کی کوشش کریں اگر یہ جدیدی اسلام عالم اسلام اور ساری مسلم اقوام کا درد لیکر اٹھتے تو یقیناً" بخارا کے علماء اور مشائخ ضرور ان کا ساتھ دیتے لیکن جدیدیہ فرقہ تو اب ظاہر ہو چکا ہے کہ روس کی پشت پناہی پر کام کر رہا ہے ماسکو سے جو انہیں احکامات ملتے ہیں انہی کی آڑ میں یہ گھات لگا کر بیٹھتے ہیں اور مسلم قوم کے اندر فساد افراتفری اور بدنظمی برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد پیر بابا رکے پھر دوبارہ ابراہیم کو مخاطب کر کے کہنے لگے ابری بیٹے ذرا غور سے سننا آگے اس کتاب میں عبدالرؤف فطرت لکھتا ہے" اسلام کے پانچ ارکان کو جاننے کے لئے دولت کی ضرورت ہے اور دولت مفلس فقیروں کے پاس کہاں ہے لیکن کامل مسلمان ہونے کے لئے روپیہ حاصل کرنا اور امیروں کی طرح ہونا لازمی ہے"۔

اس تحریر سے فطرت کے نزدیک اسلام عوام کو اپنے امراء سے زبردستی اپنے حق طلب کرنے کو کہتا ہے میں ایک بار اس کتاب کا پوری طرح مطالعہ کر چکا ہوں فطرت جدیدیت کو ہر نظریئے پر افضل جانتے ہوئے ہر قدیم فکر کو ملامت کا نشانہ بناتا ہے چنانچہ مشکوں کے ذریعے پانی حاصل کرنا زائرین کے طور طریق عمارتوں کے طرز تعمیر اور علم طب اور طبیبوں کے پیشے غرض کہ ہر قدیم چیز اس کے نزدیک بیکار اور فضول ہے۔

ابری بیٹے اس کتاب میں لکھی تحریر کے مطابق فطرت کے نزدیک بخارا کی تجارت بھی قدیم اور بوسیدہ ہے حالانکہ مشور روسی لیڈر الیگزینڈر برگ نے بخارا کی تجارت اور تاجروں کے بارے میں کوئی ایک صدی پہلے کہا تھا۔

" سلطنت بخارا سیاسی اعتبار سے ثانوی حیثیت کی مالک سہی لیکن تجارتی دنیا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں کہیں ارفع مقام رکھتی ہے گرد و نواح میں تباہی کا سماں ہے لیکن یہ زمین کی پیداوار کے لحاظ سے نہایت منفعت بخش ہے یوروپ اور ایشیا کے درمیان واقع ہونے کی وجہ سے یہ تجارتی مرکز ہے یہاں تاجر چین ایران ہندوستان اور کابل کی پیداوار کا آسانی سے تبادلہ کر کے نفع کما سکتے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ایشان خواجہ نے عبدالرؤف فطرت کی وہ کتاب پڑھنی بند کر دی پھر وہ ابراہیم بیگ سے کہنے لگے ابری بیٹے فطرت اپنے ملک کی قدیم صنعت کو برا بھلا کہتا ہے کہ جدید یورپی صنعت قائم نہیں ہوئی قدیم صنعتوں سے ہی کام لیا جا رہا ہے پھر یہ کہنا کہ بخارا صنعت جدید کے دور میں ہوتا اور صنعتی ترقی کے لئے مزدوروں کو بروئے کار لاتا کچھ قبل از وقت بات ہے۔

دراصل بیٹے فرقہ جدیدیہ کی آنکھوں پر یوروپ کی عینک لگی ہوئی ہے اور اس عینک کا فریم روس کا فراہم کردہ ہے اس لئے ان کو اپنے ملک کی ہر چیز معیوب نظر آتی ہے مگر اس کی اصلاح کا کوئی عملی طریقہ ان کو معلوم ہے نہ ہوگا محض تفرقہ پیدا کرنے کے لئے ان کا معمول اور اصول بن گیا ہے کہ اپنے دین اور علمائے دین کے خلاف ہر وقت باتیں کرتے ہیں۔

ابری بیٹے اگر بخارا میں نشرو اشاعت کی آزادی نہ ہوتی جس کا مطالبہ فرقہ جدیدیہ ہمیشہ کرتا ہے تو فطرت کی حکومت مخالف کتابیں سیاح بندی اور مناظرہ کس طرح چھپتیں اور عوام تک پہنچتیں حکومت بخارا نے انکی اشاعت تقسیم اور فروخت پر کوئی پابندی عائد نہیں کی نشرو اشاعت کی آزادی حریت کا اولین مدعا ہوتا ہے جب فرقہ جدیدیہ کے لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ آپ لوگوں کا موجودہ مقام امیر بخارا کا مرہون منت ہے تو وہ اس سے انکار کرتے ہیں اور اپنی دانش اور علم کو اس کا سبب بتاتے ہیں۔

یہ بھی حکومت بخارا کی وسعت نظری ہے جس سے فرقہ جدیدیہ بخارا کو اپنی نشرو اشاعت کے پروگرام بنانے اور روزناموں یعنی بخارائے شریف اور توران کی

اشاعت کا موقع ملا وہ بغیر روک ٹوک اپنے مکاتب جدید کے لئے درسی کتابیں بخارا کے مطابع میں طبع اور نشر کرتے رہے اس کے علاوہ ابتدائی مکاتیب کے لئے ابتدائی کتب بھی اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق چھاپتے رہے۔

علاوہ ازیں ہر قسم کے منفی پروپیگنڈے کی کتابیں وعظ و نصیحت کی شکل میں شائع اور تقسیم کی جاتی رہیں غرض یہ کہ اپنی تحریک کے اغراض و مقاصد کو تحریر و تقریر سے جس طرح ان لوگوں نے چاہا منظم اور قوی کیا حکومت بخارا نے کمال صبر تحمل سے نہ صرف ان کی ہر سرگرمی کو برداشت کیا بلکہ ملک و ملت کا مفاد سمجھ کر ان کی اعانت بھی کرتی رہی تاکہ ان کی اعانت اور مدد سے وہ ان کے ممنون اور احسان مند رہ کر عالم اسلام کو اپنا ہدف نہ بنائیں لیکن ان بدنیتوں نے احسان فراموشی اور نمک حرامی کا ثبوت دیا ہے اور جو لوگ ان کے محسن ان کے مربی تھے ان ہی کے خلاف انہوں نے زہر اگلنا شروع کیا ہے میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ امیر بخارا کی نرمدلی اور اس کا طبعی حلم ہے جو وہ ابھی تک ان لوگوں کو برداشت کئے ہوئے ہے ورنہ اگر اس کی جگہ کوئی اور بخارا کا حاکم ہوتا تو اب تک ان جدیدیوں کو نیست و نابود کر کے رکھ دیتا یہاں تک کہنے کے بعد پیر بابا تھوڑی دیر رکے تو ابراہیم بیگ کہنے لگا۔

پیر بابا چھوڑیں ان بے دین لوگوں سے متعلق گفتگو کر کے اپنا دل اپنا ذہن کیوں جلاتے ہیں یہ لوگ اب بہت دور جا چکے ہیں اب تو صرف آہنی ہاتھ ہی انہیں بددیانتی مکر اور فریب کی چادر سے نکال کر راہ راست پر لا سکتا ہے اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو یاد رکھئے یہ ایک نہ ایک روز روس کے کیمونسٹو اور سوشلسٹوں سے مل کر ہمارے لئے ایک خطرہ اور ہمارے لئے ایک درد سر بن کر رہیں گے اس کے ساتھ ہی ابراہیم بیگ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور ایشان خواجہ سے کہنے لگا پیر بابا اب میں جاتا ہوں میرے ساتھی حویلی میں بڑی بے چینی سے میرا انتظار کر رہے ہوں گے اس کے ساتھ ہی ابراہیم بیگ نے اپنی قبا کے اندر سے کچھ رقم نکالی اور

ایشان خواجہ کے سامنے رکھتے ہوئے وہ کہنے لگا پیربابا یہ آپ رکھ لیجئے ایشان خواجہ تڑپ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور وہ رقم ابراہیم کو لوٹاتے ہوئے کہنے لگے ابراہیم بیٹے یہ رقم تم رکھ لو تمہارے کام آئے گی اور واپس جانے میں اتنی جلدی نہ کرو دوپہر ہونے والی ہے کھانا کھا کر جانا اس پر ابراہیم بیگ نے وہ رقم لیکر دوبارہ اپنی قبا میں رکھ لی اور وہ کہنے لگا پیر بابا میں کھانا ضرور آپ کے یہاں کھاتا مجھے کوئی تکلف نہیں ہے پہلے بھی میں یہاں کھاتا رہا ہوں لیکن میرا واپس جانا ضروری ہے اس لئے کہ میرے ساتھی حویلی میں بڑی بے چینی سے میرا انتظار کر رہے ہوں گے اس کے ساتھ ہی ابراہیم بیگ بڑی تیزی سے پیربابا کے دیوان خانے سے نکلا گلی میں آکر اس نے اپنا گھوڑا کھولا اس پر سوار ہوا پھر وہ اپنی حویلی کی طرف جا رہا تھا۔

ابراہیم بیگ جب اپنی حویلی میں داخل ہوا تو حویلی میں کام کرنے والے ملازموں میں سے ایک نے بھاگ کر اس کا گھوڑا پکڑ لیا اور اسے اصطبل کی طرف لے گیا تھا ابراہیم بیگ جب حویلی کے دیوان خانے میں داخل ہوا تو وہاں اس کے چھ ساتھی بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہے تھے جونہی ابراہیم بیگ اندر داخل ہوا تو وہاں اس کے چھ ساتھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے پھر ان میں سے عیسیٰ بیگ بولا اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگا امیر آپ نے بہت دیر لگا دی ہم پریشان تھے بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہے تھے آپ کی غیر موجودگی میں وہ قاصد پھر آیا تھا جو حصار شہر سے بخارا تک ہمارے ساتھ آیا ہے وہ کہہ رہا تھا کہ امیر بخارا کو آپ کی آمد کی اطلاع کر دی گئی ہے اور امیر بخارا نے کل اجلاس طلب کیا ہے یہ اجلاس عصر کی نماز کے بعد قصر بخارا کے دارالعدل میں ہوگا یہاں تک کہنے کے بعد عیسیٰ بیگ جب خاموش ہوا تو ابراہیم بیگ بولا اور پوچھا۔

کیا تم لوگوں نے کھانا کھا لیا ہے اس پر ابراہیم بیگ کا دوسرا ساتھی تاش مت بیگ بولا اور کہنے لگا امیر ہم آپ کی غیر موجودگی میں کھانا کھا سکتے تھے ہم تو آپ ہی کا انتظار کر رہے تھے کہ آپ آئیں تو کھانا کھائیں ویسے حویلی کے ملازموں نے کھانا تیار کر لیا ہے اس پر ابراہیم بیگ ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا تو پھر ان سے کہو کھانا لگائیں اور کھائیں اس پر غائب بیگ باہر گیا ملازموں کو اس نے فوراً" کھانا لانے کے لئے کہا جواب میں حویلی کے ملازم بھاگتے ہوئے دیوان خانے کے اندر ہی کھانا چننے لگے تھے پھر ابراہیم بیگ اپنے ان چھ جاں نثار ساتھیوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے لگا تھا۔

دوسرے روز جب ابراہیم بیگ قصر بخارا کے دارالعدل میں داخل ہوا تو دارالعدل پوری طرح بھرا ہوا تھا صرف امیر بخارا کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ امیر بخارا کے بیٹھنے کے لئے بالکل سامنے وسطی حصے میں ایک بلند شہ نشین بنائی گئی تھی اور اس کے سامنے بیٹھنے کے لئے دو رویہ بہترین نشستوں کا انتظام کیا گیا تھا دائیں طرف کی پہلی نشست پر (۱) قوشبیگی[1] بالا نصراللہ بیٹھے تھے اس کے بعد قاضی (2) القضاۃ[2] بدرالدین تھے اس کے بعد شمس بالشی (3) امیر شب[3] عظام الدین رئیس بخارا امام قل بیگ وزیر خزانہ اور ان کے پہلو میں توشیگی بایاں یعنی وزیر داخلہ

1- وزیراعظم کو بخاراتی حکومت میں قوشبیگی بالا کہہ کر پکارا جاتا تھا

2- چیف جسٹس۔

3- انسپکٹر جنرل پولیس

بیٹھے ہوئے تھے۔ دوسری طرف قطار میں پہلی نشست پر مفتی اول بخارا قصب الدین پھر مفتی شفقت اللہ پھر مفتی میرداد اس کے بعد مفتی عباد مخدوم پھر مفتی مظفر بخاری اس کے بعد امیر بخارا کی خفیہ سروس کا سربراہ گرے تو قسبا اس کے بعد فوجی تربیت کے ماہر رحمان قل بیگ اس کے بعد ایک نشست خالی رکھی ہوئی تھی جس کے بعد بخارا کے سرکردہ اور قابل بھروسہ اشخاص میں سے اعظم خواجہ عبدالجبار اور ملا عبدالقہار بیٹھے ہوئے تھے۔

ابراہیم بیگ جب دارالعدل میں داخل ہوا تو سب لوگوں نے اس کا بہترین استقبال کیا ابراہیم بیگ نے پہلے بڑے گرمجوش انداز میں سب کے ساتھ مصافحہ کیا پھر امیر بخارا کی خفیہ سروس کا سربراہ گرے تو قسبا ابراہیم بیگ کے پاس آیا اور بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ اس نے رحمان قل بیگ کے پہلو میں جو نشست خالی پڑی تھی اس کی طرف اشارہ کر کے کہا امیر ابراہیم بیگ آپ وہاں تشریف رکھیئے ابراہیم بیگ چپ چاپ رحمان قل بیگ کے پہلو میں جو خالی نشست تھی اس پر جا کر بیٹھ گیا تھا سب لوگ خاموش اور پرسکون رہ کر امیر بخارا کی آمد کا انتظار کرنے لگے تھے تھوڑی ہی دیر بعد ایک پشتی دروازے سے امیر بخارا علام خان نمودار ہوئے ان کی آمد کے ساتھ ہی دارالعدل میں بیٹھنے کے لئے کہا ساتھ ہی وہ خود بھی شہ نشین پر چڑھ کر بیٹھ گئے تھے اس کے بعد سب لوگ ان کے سامنے دو رویہ نشستوں پر بیٹھ چکے تھے۔

تھوڑی دیر تک اس قصر بخارا کے دارالعدل میں خاموشی طاری رہی پھر امیر بخارا بولے اور وہاں بیٹھے سارے لوگوں کو وہ مخاطب کر کے کہنے لگے سنو میرے ساتھیو! میرے عزیزو! تم وہ لوگ ہو جن پر میں مملکت بخارا کے سلسلے میں پورا بھروسہ اور اعتماد کر سکتا ہوں شاید تم لوگ یہ سوچ رہے ہو گے کہ تم لوگوں کو یہاں جمع کرنے کا کیا مقصد اور مدعا ہے یہاں تک کہنے کے بعد امیر بخارا تھوڑی دیر کے لئے رکے پھر وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

سنو بخارا شہر کے محترم ساتھیو! جنگ عظیم اپنے اختتام کو پہنچ چکی ہے اس جنگ کی وجہ سے روس کے اندر بھوک ننگ افلاس اور غربت کا دور دورہ پھیل گیا ہے وہ ساری مسلم ریاستیں جنہیں روس نے ابتک اپنا غلام اور ماتحت بنا رکھا ہے وہ آزادی کے لئے پر تولنے لگی ہیں اور میں تم لوگوں پر یہ بھی واضح کر دوں کہ عنقریب مسلم ریاستوں کی طرف سے اعلان آزادی کی توقع کی جا سکتی ہے اس لئے کہ میرے پاس ایسی ہی اطلاعات موصول ہوئی ہیں میں تمہیں یہ بھی بتاتا ہوں کہ ہم اہل بخارا کی طرف سے بھی آزادی کا اعلان کرنے والے ہیں یہ اعلان عنقریب ہو گا لیکن اس اعلان سے پہلے ہم روس کے متوقع حملے کا سربندھ کر لینا چاہتے ہیں سنو ساتھیو ہمارے پاس اس وقت کل بارہ ہزار فوج ہے جو انتہائی کسمپرسی کے عالم میں ہے اور جس کا سپہ سالار اعظم بھی روسی جرنیل ہے رحمان قل بیگ جو آپ لوگوں کے سامنے بیٹھا ہوا ہے روسی جرنیل کے نائب کی حیثیت سے کام کر رہا ہے لیکن اس روسی سپہ سالار نے رحمان قل بیگ کو کسی بھی قسم کے اختیارات نہیں دے رکھے اعلان آزادی سے پہلے میں نے دو اقدام کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔۔

ہمارا پہلا قدم یہ ہو گا کہ اپنی اسلحہ ساز صنعتوں کو حرکت میں لائیں جو ابھی تک نہ ہونے کے برابر ہیں گو اس وقت جہاں جہاں روسی چھاؤنیاں ہیں وہاں اسلحہ بنانے کے کارخانے موجود ہیں لیکن ان میں بوسیدہ قسم کا اسلحہ تیار کیا جاتا ہے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے ہمارے جاسوسوں نے ایک انتہائی اہم خبر فراہم کی ہے اگر وہ خبر سچی ہے اس پر اگر ہم عمل پیرا ہونے میں کامیاب ہوئے ہیں تو اسلحہ کے کارخانوں کو چلانے میں ہم یقیناً" خود کفیل ہو جائیں گے۔

ہمارے مخبروں نے جو اطلاع دی ہے اس کے مطابق جنگ عظیم میں روسیوں کے ہاتھ کچھ جرمن اسلحہ سازی کے ضاع لگے ہیں جو جرمن فوج کی

گشتی اسلحہ ساز فیکٹریوں میں کام کیا کرتے تھے۔ ان میں تین مرد اور دو عورتیں ہیں پہلے انہیں تاشقند میں رکھا گیا تھا اور ان سے کچھ راز اگلوانے کی کوشش کی گئی تھی لیکن انہوں نے ابھی تک روسیوں کو کچھ نہیں بتایا اب روسی اسلحہ سازی کے ان پانچوں ضاعوں کو صحرائے قزلقم میں منتقل کرنا چاہتے ہیں اس لئے کہ اس صحراء کے وسطی حصے میں روسیوں نے عقوبت خانے کھول رکھے ہیں ان ہی عقوبت خانوں میں ان ضاعوں کو رکھ کر ان سے جرمن اسلحہ سازی کے راز جاننے کی کوشش کی جائے گی۔

ان ضاعوں کو تاشقند سے قراقل تک ریلوے میں سفر کرایا جائے گا اس کے بعد قراقل کے ریلوے اسٹیشن سے انہیں صحرائے قزلقم کے عقوبت خانوں کی طرف لیجایا جائیگا۔ ہم اگر کوشش کریں تو جس ریل گاڑی میں ان پانچ ضاعوں کو لایا جا رہا ہے اس پر حملہ کر کے ہم ان ضاعوں پر قبضہ کر سکتے ہیں اور ان کے ذریعے بخارا کی سلطنت میں پائے جانے والے اسلحہ ساز کارخانوں کو بہتر طور پر حرکت میں لا سکتے ہیں پہلے ہم یہ فیصلہ کر لیں کہ اس کام کو کون سرانجام دے گا اس کے بعد آزادی سے پہلے جو ہم نے دوسرا اقدام اٹھانا ہے اس پر میں بحث شروع کروں گا یہاں تک کہنے کے بعد امیر بخارا رکے پھر وہ دوبارہ بولے اور کہنے لگے۔

اب تم لوگ مجھے یہ بتاؤ کہ ان قیدیوں کی گاڑی پر حملہ آور ہونے اور انہیں حاصل کرنے کے لئے جو کہ ایک مشکل کام ہے کسے مقرر کیا جائے اس پر سلطنت بخارا کے قوشیگی بالا یعنی وزیراعظم نصراللہ فوراً اٹھا اور امیر بخارا کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔ اے امیر! جہاں تک میری نگاہ کام کرتی ہے اس کام کے لئے ابراہیم سے بہتر کوئی اور شخص نہیں ہو سکتا۔ قوشیگی بالاشی، رئیس بخارا عظام الدین اور مفتی اول بخارا قطب الدین نے بھی باری باری قوشیگی بالا کے ان خیالات کی تائید کی اس کے بعد امیر بخارا پھر بولے اور ابراہیم بیگ کو مخاطب

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کر کے وہ کہنے لگے سنو بارک کے بیٹے قسم خداوند قدوس کی میں اپنے دل اور اپنے ذہن میں پہلے ہی اس کام کے لئے تمہیں منتخب کر چکا تھا۔ لیکن میں اس سلسلے میں یہاں بیٹھنے والے لوگوں کی رائے بھی جاننا چاہتا تھا تاکہ اس کام کے لئے جس کو بھی مقرر کیا جائے متفقہ طور پر مقرر کیا جائے بہرحال میں خوش ہوں کہ یہاں بیٹھنے والے سارے لوگ تمہاری اس تقرری کی تائید کرتے ہیں۔

سنو ابراہیم بیگ! آنے والے جمعہ کے روز عصر کے قریب وہ ریل گاڑی تاشقند سے روانہ ہوگی جس میں ان جرمن قیدیوں کو لایا جائے گا جہاں تک مجھے اطلاع ملی ہے اس ریل گاڑی میں زیادہ سے زیادہ چار پانچ ڈبے ہوں گے اگر تم آنے والے جمعہ کو اس ریل گاڑی پر شب خون مارو تو مجھے امید ہے کہ تمہارے جیسا جری جوان اپنا مقصد اور مدعا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیگا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے امیر شب تمہارے لئے مسلح جوان مہیا کریں گے اور اس کام کے لئے تم اپنے چھ ساتھیوں کو استعمال کر سکتے ہو کہو اس سلسلے میں تمہارا کیا خیال ہے۔

جواب میں ابراہیم بیگ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور بڑے مودبانہ انداز میں امیر بخارا کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔ اے امیر! جس کام کے لئے آپ مجھے مقرر کر رہے ہیں وہ کام میں انشاء اللہ آپ لوگوں کی مرضی اور خواہش کے مطابق سرانجام دوں گا۔ جن لوگوں نے اس مہم میں میرے ساتھ روانہ ہونا ہے انہیں جمعہ کے روز صبح سویرے ہی میرے حوالے کر دیا جائے میں ان لوگوں کو لیکر شمال کی طرف کوچ کر جاؤں گا کرمینہ ریلوے اسٹیشن کے قریب جا کر میں ریلوے لائین کی ناکہ بندی کر کے اس گاڑی کو رک جانے پر مجبور کر دوں گا پھر اس پر شب خون ماروں گا اور مجھے امید ہے کہ میں جرمن ضاعوں کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا ابراہیم بیگ کا یہ جواب سن کر امیر بخارا خوش ہوئے اور پھر وہ کہنے لگے بس پہلا مسئلہ حل ہوا اب ہم دوسرے مسئلے کی طرف آتے ہیں۔

ہمارا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں کس طرز کی کس قسم کی اور کتنی فوج رکھنی چاہئے لیکن یہ معاملہ طے کرنے سے پہلے ہمیں اس بات کا فیصلہ کرنا ہوگا کہ ہمیں اپنی ساری افواج کا امیر لشکر اور نائب امیر لشکر کسے بنانا ہوگا اس لئے کہ اس بات کا تعین کرنے کے بعد ہی ہم اپنی فوج کے حصے اور ان کی بہتر تربیت کی انجام دہی کر سکتے ہیں امیر بخارا ابھی تک یہی کہنے پائے تھے کہ رئیس بخارا عظام الدین اٹھے اور امیر بخارا کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

اے امیر! اس اعلیٰ ارفع اور انتہائی ذمہ دار منصب کے لئے میرے ذہن میں دو نام ہیں ایک رحمان قل بیگ کا اور دوسرا ابراہیم بیگ میرا تجربہ میرا خلوص کہتا ہے کہ ان دونوں میں سے کسی کو بھی اگر ہم امیر لشکر مقرر کر لیں تو وہ اپنے ملک و ملت کی بہترین خدمات انجام دے سکتا ہے یہاں تک کہنے کے بعد جب رئیس بخارا عظام الدین بیٹھ گئے تو امیر بخارا خود بولے اور کہنے لگے عظام الدین تم نے میرے دل کی بات کہی ہے یہی دونوں نام میرے ذہن میں بھی تھے اب ہم نے ان دونوں ناموں کے منصب کا فیصلہ کرنا ہے یہاں تک کہنے کے بعد جب امیر بخارا خاموش ہوئے تو ابراہیم بیگ فوراً اپنی جگہ سے اٹھا اور امیر بخارا کو وہ مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یا امیر! میں رحمان قل بیگ کے حق میں دستبردار ہوتا ہوں اس لئے کہ یہ مجھ سے عمر میں بڑے ہونے کے ساتھ ساتھ وسیع تجربہ بھی رکھتے ہیں انہوں نے روسی جرنیلوں کے ساتھ ان کے نائب کی حیثیت سے بھی کام کیا ہوا ہے اس کے علاوہ یہ مختلف عساکر کی تربیت کی بھی نگرانی کرتے رہے ہیں لہٰذا میں آپ سے گزارش کروں گا کہ امیر لشکر میرے محترم رحمان قل بیگ کو مقرر کیا جائے یہاں تک کہنے کے بعد جب ابراہیم بیگ دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھ گیا تو رحمان قل بیگ نے اسے چبھتی ہوئی نگاہ سے دیکھا پھر وہ اپنی جگہ پر کھڑا ہوا اور امیر بخارا کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

یا امیر! یہ ابراہیم بیگ کی سعادتمندی اس کی شرافت اور اس کا اعلیٰ اخلاق ہے جس کی بناء پر یہ اپنے حق میں دستبردار ہو کر مجھے امیر لشکر بنانا چاہتا ہے ورنہ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ مجھ سے بہتر اس کی کارکردگی ہوگی یہ نوجوان ہے پر عزم پرجوش ہے اور روس کے ساتھ جنگ کی صورت میں یہ لشکر کے اندر بہتر جوش اور ولولہ پیدا کر سکتا ہے لہٰذا اس منصب کے لئے میں خود ابراہیم کے حق میں دستبردار ہوتا ہوں اس پر ابراہیم بیگ فوراً اٹھا اور کہنے لگا اے امیر میں چونکہ پہلے اٹھ کر رحمان قل بیگ کے حق میں دستبردار ہوا ہوں لہٰذا اصول کا تقاضہ یہی ہے کہ میری بات مانی جائے یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم بیگ دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھ گیا تو امیر بخارا اپنا فیصلہ دیتے ہوئے بولے۔

میں امیر بخارا کی حیثیت سے بخارا کے لشکروں کا امیر رحمان قل بیگ کو اور نائب امیر لشکر ابراہیم بیگ کو مقرر کرتا ہوں اب تم لوگوں کو میں ان لشکروں کی ترتیب بتاؤں گا جو آنے والے دور میں روسی حملے سے نپٹنے کے لئے تیار کیا جائیگا رحمان قل بیگ اور ابراہیم بیگ دونوں آج کے اجلاس میں جو فیصلے ہوئے ہیں ان کو اپنے دل اور اپنے ذہن میں محفوظ کرتے چلے جانا یہاں تک کہنے کے بعد امیر بخارا تھوڑی دیر کے لئے رکے پھر دوبارہ بولے اور کہنے لگے آنے والے دور کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ہم چار قسم کے لشکر تیار کریں گے پہلے لشکر کا نام "عساکر ترک" ہوگا یہ دستہ پچیس ہزار جوانوں پر مشتمل ہوگا اس دستے کو ترک نظام حرب کے اصولوں پر اعلیٰ تربیت دی جائے گی یہ آدھا پیادہ آدھا گھڑسوار اور ضروری اسلحے سے لیس ایک مکمل ڈویژن خیال کیا جائے گا اس کا ایک حصہ توپ خانے پر بھی مشتمل ہوگا فوج کا یہ حصہ بخارا کے بہترین عساکر میں مرکزی مقام کی حیثیت رکھے گا۔

فوج کے دوسرے حصے کا نام "کفکاز" ہوگا یہ مکمل طور پر گھڑسواروں پر مشتمل ہوگا اسے روس کے حربی نظام کے اصولوں پر تربیت دی جائے گی یہ زیادہ

سے زیادہ ایک رجمنٹ پر مشتمل ہو گا جس کی تعداد پانچ ہزار کے قریب ہو گی اس کا ایک حصہ محفوظ دستے کے طور پر بھی رکھا جائے گا جس کی تعداد دو ہزار جوانوں پر مشتمل ہو گی اور ان سب کو پانچ کارتوسوں والی روسی بندوقوں سے لیس کیا جائے گا۔

لشکر کا تیسرا حصہ "ملیشیا" طرز پر تیار کیا جائے گا جس کی تعداد بیس ہزار کے قریب رکھی جائے گی۔ اور اس کے اندر کئی ذیلی دستے بھی بنائے جائیں گے اس کی تربیت بھی ملیشیا کے انداز میں کی جائے گی۔

چوتھے دستے کا نام عرب سرباز " دستہ ہو گا اس میں بخارا کے مقیم عربوں کو شامل کیا جائے گا یہ دستہ ترکی نظام حرب کی مانند تیار کیا جائے گا یہ پیادہ جوانوں پر مشتمل ہو گا اور پانچ کارتوسوں والی روسی رائفلوں پر مشتمل ہو گا اس لشکر کے حصے کی تعداد تقریباً" سات ہزار کے قریب رکھی جائے گی۔

ان عساکر کی بھرتی اور تربیت کا کام کل سے شروع کر دیا جائے گا۔ بھرتی امیر شب شمس باشی اور رئیس بخارا عظام الدین کی نگرانی میں کی جائے گی جبکہ تربیت کے فرائض رحمان قل بیگ اور ابراہیم بیگ ادا کریں گے۔ رحمان قل بیگ روسی نظام تربیت کے ساتھ ساتھ بخارائی نظام حرب سے بھی خوب واقف اور آگاہ ہیں جبکہ ابراہیم بیگ نہ صرف ترکی نظام حرب سے آگاہی رکھتا ہے بلکہ بخارائی اور عربوں کے نظام حرب سے بھی خوب ماہر اور واقف ہے لہٰذا یہ دونوں مل کر اپنے لشکر کی بہترین تربیت اور تزئین کر سکیں گے تربیت اور بھرتی کا کام کہاں اور کس جگہ ہو گا یہ شمس باشی عظام الدین رحمان قل بیگ اور ابراہیم بیگ آپس میں مل کر طے کر لیں گے اس کے ساتھ ہی اجلاس کی کارروائی ختم کی جاتی ہے پھر امیر بخارا اٹھے اور پشتی دروازے سے وہ قصر بخارا کے دارالعدل سے باہر نکل گئے تھے۔

ایک روز سرائے کی سیڑھیاں چڑھنے کے بعد داستان گو آتہ جان جونہی اپنے

کمرے میں داخل ہوا حسین مار تینا بھاگتی ہوئی کمرے میں آئی اور شکایت آمیز لہجے میں کہنے لگی چچا آتہ جان آپ کہاں چلے گئے تھے میں کافی دیر سے آپکا انتظار کر رہی ہوں اور اس وقت اکیلی ہوں وقت نہیں گزر رہا تھا آتہ جان نے اپنے کمرے کی ایک نشست پر بیٹھتے ہوئے کہا کیا بات ہوئی میری بیٹی تم اکیلی کیوں ہو ہوپر کہاں ہے اس پر مار تینا آتہ جان کی سامنے والی نشست پر بیٹھتے ہوئے بولی چچا آتہ جان میرے باپ اور ہوپر ابراہیم کے باپ بارک اور چچا نورخانی کے ساتھ کسی ازبک سردار دولت مندبے کی طرف گئے ہیں میرے باپ اس ازبک سردار سے کافی عرصے سے قراقلی اون خریدتے رہے ہیں سنا ہے کوئی روسی تاجر اب اس سودے میں لات مارنا چاہتا ہے وہ دولت مندبے کو زیادہ بھاؤ پیش کر کے قراقلی اون خریدنا چاہتا ہے میرے باپ کہہ رہے تھے یہ ازبک سردار دولت مندبے ابراہیم بیگ کے بہترین دوستوں اور چاہنے والوں میں سے ہیں چونکہ ابراہیم بیگ اس وقت یہاں نہیں ہیں لہٰذا میرے باپ بارک اور نورخانی کو لیکر اپنے ساتھ گئے ہیں تاکہ وہ دولت مندبے کو سمجھائیں کہ وہ روسیوں کے ہاتھ قراقلی اون فروخت نہ کریں اس لئے کہ وہ وقتی طور پر بھاؤ چڑھا کر میرے باپ کے لئے مندہ پیدا کرنا چاہتے ہیں بعد میں پھر وہ بھاؤ کو اصلی جگہ پر لے آئیں گے بارک اور نورخانی کو میرے باپ اس لئے ساتھ لیکر گئے ہیں تاکہ وہ دولت مندبے کو سمجھائیں اگر وہ مناسب طریقے سے بھاؤ میں کچھ اضافہ کرنا چاہتا ہے تو ضرور کر لے لیکن یہ قراقلی اون روسی تاجروں کے ہاتھ فروخت نہ کرے ان کے جانے کے بعد اب میں کمرے میں اکیلی پڑی ہوئی ہوں آپ کہاں چلے گئے تھے۔

جواب میں آتہ جان مسکراتے ہوئے کہنے لگا مار تینا میری بیٹی میں سرائے کا کچھ سودا سلف خریدنے باہر گیا ہوا تھا سامان سرائے میں چھوڑ کے ابھی ابھی آ یا ہوں اس پر مار تینا پھر بولی اور کہنے لگی اول بات یہ کہ آپ مجھے سب سے پہلے سلطنت بخارا کے نظم و نسق اور طرز حکومت پر روشنی ڈالیں اور دوسری آپ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے میری گزارش یہ ہے کہ مجھے آپ اپنے دین اسلام اور اس کے اراکین اور اس کے متعلق طریقہ عبادت سے بھی روشنی ڈالنا شروع کریں مجھے یہاں آئے ہوئے چند ہی دن ہوئے ہیں لیکن میں نے دیکھا کہ جب مسلمان اکٹھے اپنے امام اور پیشوا کی رہنمائی اور رہبری میں نماز ادا کرتے ہیں تو ان میں کمال طرح کا خلوص اور ایک عجیب طرح کی جان نثاری ہوتی ہے بس میں اس دین سے متعلق تفصیل سے جاننا چاہوں گی یہاں تک کہنے کے بعد جب مار تینا خاموش ہوئی تو آتہ جان کہنے لگا۔

سنو بیٹی جہاں تک میرے دین کا تعلق ہے اس پر گاہے بگاہے میں تمہارے لئے روشنی ڈالتا رہوں گا اور اس کے ارکان اور طریقہ عبادت سے آگاہ کرتا رہوں گا جہاں تک سلطنت بخارا کے نظم و نسق اور طرز حکومت کی بات ہے تو اس کے متعلق میں ابھی تمہیں بتانے کے لئے تیار ہوں ۔ مار تینا فوراً" سنبھل کر بیٹھ گئی اور کہنے لگی تو پھر دیر کا ہے کی شروع کیجئے چچا۔ اس کے ساتھ ہی آتہ جان نے ذرا کھنکھار کر اپنا گلا صاف کیا پھر وہ کہنے لگا۔

دیکھ بیٹی بخارا کا حکمران اور امیر اس وقت عالم خان ہے جس کا تعلق منغت قبیلے سے ہے یہ قبیلہ بھی ازبکوں کا ایک ذیلی قبیلہ ہے تم یوں جانو کہ ابراہیم بیگ اور بخارا کے حکمران عالم خان کا تعلق ایک ہی قبیلے سے ہے یہ خاندان 1753ء سے آج تک بخارا پر حکمران چلا آرہا ہے بخارا کی تمام مملکت میں شرعی قوانین رائج ہیں تمام دعوے اور عرضدار قاضیوں کی عدالتوں میں حاضر ہوتے ہیں اور علمائے کرام اسلامی فقہ کے تحت فتوے جاری کرتے ہیں قاضی شرع دین کے مطابق فیصلے صادر فرماتے ہیں مسلمان مملکت کی حیثیت سے تمام ملک میں اسلامی حدود بلاامتیاز رائج ہیں شریعت کو بالادستی حاصل ہے مملکت کا نظام چلانے کے لئے امیر سلطنت کچھ عہدے خود چنتے ہیں لیکن چار عہدوں کا انتخاب عوام کرتے ہیں۔

جن عہدوں کا انتخاب امیر بخارا خود کرتے ہیں ان میں پہلا کل قوشیگی ہے جسے تم لوگ وزراعظم کہہ کر پکارتے ہو امیر کی غیر موجودگی میں یہ کل قوشیگی نیابت سلطنت کا کام انجام دیتا ہے اس کے بعد قوشیگی بایاں آتا ہے جسے تم لوگ وزیرداخلہ کہہ کر پکارتے ہو بخارا کی سلطنت اس وقت دو حصوں میں تقسیم ہے شرقی بخارا اور غربی بخارا لہٰذا ایک قوشیگی مغربی بخارا کے لئے ہے اور دوسرے قوشیگی بایاں مشرقی بخارا کے لئے ہے جو اپنے اپنے علاقے کے فرائض انجام دیتے ہیں اس کے بعد قاضی کلاں کا نمبر آتا ہے جو امور دینیہ عدلیہ اور مصارف کا نگران ہوتا ہے قاضی کلان کے تحت مفتی ہوتے ہیں جو احکامات دین کے اجراء کے لئے مقرر ہوتے ہیں اس کے بعد امیر شب کا نمبر آتا ہے جسے تم لوگ انسپکٹر جنرل پولیس کہہ کر پکارتے ہو یہ پولیس کے محکمے کا سربراہ ہوتا ہے اس کے بعد رئیس بخارا کا نمبر آتا ہے جو بخارا کا نظم و نسق سنبھالتا ہے پھر امیر لشکر ہوتا ہے جو سارے عساکر کا سپہ سالار ہوتا ہے اس کے بعد خزانچی وغیرہ اور دوسرے عہدوں کا نمبر آتا ہے یہ وہ عہدے ہیں جن کا انتخاب خود امیر بخارا کرتے ہیں۔

کبھی سلطنت بخارا بیالیس صوبوں پر مشتمل تھی لیکن اس کمینے اور ظالم روس نے دھوکہ دہی سے کام لیکر بخارا کے چودہ صوبوں پر قبضہ کرلیا اس وقت سلطنت بخارا کے اٹھائیس صوبے ہیں اور ہر صوبے کا ایک علیحدہ والی امیر بخارا خود مقرر کرتے ہیں جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ بخارا کا طرز حکومت شاہی لیکن مملکت میں اسلامی شریعت رائج ہے قرآن و سنت اور فقہ کو مدنظر رکھتے ہوئے فیصلے صادر کئے جاتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ قدیم دور کے بعض جمہوری اصول بھی مروج ہیں جن کے تحت عوام کو مراعات دی گئی ہیں ان ہی مراعات کے تحت مملکت میں چار عہدے ایسے ہیں جن کا انتخاب عوام کرتے ہیں اور اپنی مرضی سے ان عہدوں کے لئے موزوں اشخاص منتخب کرتے ہیں منتخب شدہ اشخاص کی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تقرری کو بخارا کے امیر خلعت عطا کرتے ہیں ان عہدوں کے نام یہ ہیں۔

پہلے عہدے کو منصب آغانوق کہتے ہیں ہر کمشنری کے لئے ایک آغانوق کو وہاں کے لوگ خود منتخب کرتے ہیں آغانوق کے لئے دیانتدار منصب ہر دل عزیز اور کسی اعلیٰ قبیلے سے منسلک ہونا لازم ہے ایسے عہدوں کے امیدوار کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے حلقے کے قبائل پر کامل اثرو نفوذ رکھتا ہو بااخلاق ہو خاندانی اور شریف ہو اور فیاض ہو عوام جس شخص کو آغانوق مقرر کرتے ہیں بخارا کے امیر اس کی تقرری کا اعلان کر کے خلعت سے نوازتے ہیں اور قوم کے اس منتخب نمائندے کے لئے معاش رسمی مقرر کرتے ہیں۔

آغانوق کے فرائض میں شامل ہے کہ اگر کسی وقت مملکت کی سالمیت اور تحفظ کے لئے امیر بخارا کو فوجیوں کی ضرورت ہو تو آغانوق فوراً اپنے علاقے کے عوام کے مشورے و مرضی سے موزوں آدمیوں کو چن کر ان کی خدمات امیر کو پیش کرتے ہیں اس قسم کی بھرتی کو الجاری یعنی قبیلہ کو دیا ہوا جوان شاہی کہتے ہیں بخارا میں بیک وقت چوبیس ہزار الجاری مہیا ہو سکتے ہیں بالفرض اگر کسی علاقے میں کسی وجہ سے نوجوان مہیا نہ کئے جاسکتے ہوں تو آغانوق ان کے نہ دینے کے اسباب اور معقول وجہ سے امیر کو آگاہ کرتا ہے تاہم ایسا انکار کم ہی ہوتا ہے اور عام طور پر امیر بخارا کو عوام جاں نثار مہیا کرتے ہیں آغا نوق کے ذمے یہ بھی فرض ہے کہ اگر اس کے علاقے کا حاکم کوئی ظلم کرتا یا خلاف شرع کام کرتا ہے یا حاکم نااہل ہوتا ہے تو عوام کا نمائندہ ہونے کی وجہ سے آغا نوق رعیت کی ان شکایات کو توشیگی یعنی وزیراعظم کے توسط سے امیر بخارا تک پہنچاتا ہے آغا نوق ہمیشہ اپنے علاقے کے عوام کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔

اگر آغا نوق اپنے فرائض منصبی کو بطریق احسن انجام نہ دے سکے تو پھر امیر بخارا کے حکم پر نئے آغانوق کا انتخاب عمل میں لایا جاتا ہے آغانوق کا عہدہ موروثی نہیں ہوتا اس کی وفات کے بعد اس کے اہل خانہ یا فرزندوں میں سے کوئی

بھی آغانوق کا عہدہ موروثی استحکام کی بنیاد پر نہیں لے سکتا۔

آغا نوق کا انتخاب بہت اہم خیال کیا جاتا ہے انتخابات کی نگرانی امیر بخارا کا نمائندہ خود کرتا ہے یہ نمائندہ کبھی کوئی قاضی رئیس یا امیر شب ہوا کرتا ہے علاقے کا حاکم آغانوق کو حکم نہیں دے سکتا صرف بادشاہ کے احکام سے اس کو آگاہ کر سکتا ہے اگرچہ حاکم اور آغا نوق کے عہدوں میں فرق ہے مگر اہمیت کے لحاظ سے آغا نوق کے عہدے کے لئے کوئی میعاد مقرر نہیں ہے جب تک رعیت اور قبائل وغیرہ اس سے راضی خوش رہتے ہیں وہ اپنے عہدے پر قائم رہتا ہے تمام سلطنت بخارا میں چار علاقوں کے آغانوق بڑے اہم خیال کئے جاتے ہیں ایک چارجوئے دوسرا قرشی تیسرا سبزشہر اور چوتھا خطرچی کا۔

دوسرے نمبر پر ارباب کا عہدہ آتا ہے ہر ضلع میں وہاں کے لوگ اپنے لئے ارباب کا انتخاب کرتے ہیں چنانچہ اگر ایک کمشنری میں پانچ ضلع ہوتے ہیں تو ہر ضلعے کے لئے وہاں کے عوام ارباب منتخب کرتے ہیں انتخاب کے بعد فوراً بعد حاکم کے اطلاع دینے پر امیر بخارا رسمی طور پر ارباب کے انتخاب کو قبول کر کے اس شخص کو اس ضلع میں عہدہ اربابی پر مقرر کرتے ہیں یہ عہدہ بھی موروثی نہیں ہے تاہم امیر بخارا کی طرف سے ارباب کے لئے آغانوق کی طرح معاش مقرر کی جاتا ہے۔

ارباب کے فرائض میں عام طور پر زمین اور اسکے تنازعات کے متعلق فیصلے کرنا ہے زمین کے متعلق ہر قسم کا تنازع یا دھقان اور زمیندار کے مابین تنازعوں کا فیصلہ ضلع کا حاکم ارباب کے مشورے سے کرتا ہے اور ارباب کی رائے کو اہمیت دی جاتی ہے اگر ضرورت پڑتی ہے تو وہ فیصلے کیلئے عدالت شرعی میں قاضی سے بھی رجوع کرتا ہے ارباب اپنے فیصلے میں ہمیشہ رسم و رواج اور دستور قبائل کو بھی مدنظر رکھتا ہے لہٰذا ارباب کا فرض ہے کہ زمین اور اسکی پیداوار سے متعلق جملہ تنازعات قبائل اور حکومت کے مروجہ اصولوں اور رسوم کے مطابق

www.iqbalkalmati.blogspot.com

طرفین کی رضا مندی سے طے کرے تاہم ورثہ شرعی کے فیصلے قاضیوں کی عدالت میں پیش کیے جاتے ہیں۔

ارباب کے فرائض میں شامل ہے کہ قابل کاشت اراضی اور اسکی پیداوار اور ناقابل کاشت زمیں کے متعلق تمام معلومات حاکم ضلع کو مہیا کریں وہ گندم اور جو کی خرید کیلئے حکومت سے تعاون کرتا ہے حکومت جس قدر بھی گندم جو یا دوسری اجناس خریدنا چاہتی ہے ارباب کا تعاون مدد اور مشورہ اس میں شامل ہوتا ہے ضلع کا حاکم عوام کی رضا مندی سے ارباب کو اسکی کوتاہی اور فرائض منصبی سے غفلت برتنے یا کسی عوامی شکایت کی بناء پر معزول کر سکتا ہے تاہم ایسے اقدام کی اطلاع امیر بخارا کو ضرور کرنا پڑتی ہے۔

تیسرا عہدہ جسکا انتخاب عوام کرتے ہیں ان کا نام میرآب ہے اگرچہ میرآب کا تقرر امیر بخارا کی منظوری سے ہوتا ہے تاہم ہر علاقے کا میر آب علاقے کے ارباب کے ماتحت ہوتا ہے تمام کھیتوں کی آبیاری کے معاملات کا تعلق میرآب سے ہے۔ دہقانوں کو انکے کھیتوں کے مطابق پانی کی منصفانہ تقسیم میرآب کے ذمے ہے میرآب کی معاش بھی امیر بخارا کی طرف سے ادا کی جاتی ہے۔

چوتھا عہدہ جسکا انتخاب عوام کرتے ہیں اسکو عہدہ امین کہتے ہیں ہر تحصیل علاقے یا چند مواضع کیلئے لوگ ایک امین کا انتخاب کرتے ہیں اور حاکم اس عوامی انتخاب کو قبول کرکے منتخب شخص کو فوراً عہدہ امین پر متعین کر دیتا ہے معاملات عشر مالیہ اور زرعی ٹیکس اسی شخص کے مشورے سے طے پاتے ہیں امین کا یہ فرض ہیکہ عشر اور مالیے کو وصول کرکے حاکم کے حوالے کرے قدرتی آفات اور نامساعد حالات کی وجہ سے حاکم عشر مالیہ امین کے مشورے پر ہی معاف کرتا ہے کسی قسم کا مالیہ عشر آبیانہ وغیرہ یا محصول چنگی یا اسی قسم کے اور واجبات کی وصولی کیلئے ضلع کا حاکم امین کا مشورہ پیش نظر رکھتا ہے۔

دیہات اور مواضع کے واجبات بروقت وصول نہ ہوں یا وصولی میں دیر ہو تو

حاکم ضلع اس علاقے کے امین کو بلا کر اس سے وجہ معلوم کر سکتا ہے حاکم ضلع براہ راست اپنے آدمیوں کے ذریعے سے عشر آبیانہ اور مالیہ وصول نہیں کر سکتا جب تک کہ امین موجود ہوتا ہے اگر کسی دھقان کی پیداوار خراب ہو جاتی ہے یا اپنی کسی مالی پریشانی کی وجہ سے خسارے میں مبتلا ہوتا ہے یا کوئی دھقان فوت ہو جاتا ہے اور اسکے ورثاء عشر یا مالیہ ادا نہیں کر سکتے تو امین اس دھقان کے مالیے عشر یا آبیانے کی وصولی کو آئندہ تک کی فصل کیلئے موخر کرکے حاکم کو وجہ سے آگاہ کر دیتا ہے یہ عہدہ بھی موروثی نہیں ہے۔

ایک پانچواں عہدہ بھی ہے جسکا عوام انتخاب کرتے ہیں لیکن یہ کوئی زیادہ اہمیت کا حامل نہیں اس لیے میں نے شروع میں اسکا ذکر نہیں کیا بہرحال اس عہدے سے متعلق بھی میں تمہیں تفصیل بتا دیتا ہوں میری بیٹی۔ اس عہدے کو آقسقال کہتے ہیں اس عہدے کا انتخاب بھی لوگ کرتے ہیں اور اس کی اطلاع امیر شب کو کردی جاتی ہی میر شب اس انتخاب کو قبول کرکے تقرری کے احکامات جاری کر دیتا ہے یہ عہدہ ہندوستان کے نمبردار کی طرح موروثی ہوتا ہے اگر آقسقال بدکردار بدافعال بددیانت دار یا رشوت خور ہوتا ہے تو اس علاقے کے لوگ اس کی معزولی کے لئے بھی امیر شب یعنی انسپکٹر جنرل پولیس سے رجوع کرتے ہیں اور امیر شب معاملے کی تحقیق کے بعد اس کی معزولی کرکے نئے آقسقال کے انتخابات کے احکامات جاری کرتا ہے۔

آقسقال کے فرائض کے تحت لوگوں کے حقوق کا تحفظ کرنا پیدائش اور اموات کا اندراج کرنا بخارا میں پیدائش اور اموات کو رئیس بخارا کی کتاب میں درج کرتا ہے اگر محلے میں کوئی شخص یا اشخاص کسی بڑی حرکت کے مرتکب ہوتے ہیں جیسے جو اعیاشی شراب نوشی وغیرہ یا اس طرح کی کوئی عادت بد ہو تو اول آقساقال اس شخص کو سمجھاتا ہے نصیحت کرتا ہے کہ افعال بد سے توبہ کرے اور سختی سے منع بھی کرتا ہے اگر وہ بدقماش آقسقال کے کہنے پر توبہ نہیں کرتا تو اس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

صورت میں مسجد میں تمام اہل محلّہ کو جمع کر کے ان سے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد اعلان کیا جاتا ہے کہ فلاں بن فلاں کردار قبیح کا مرتکب ہے اور افعال بد و جنگ و جدل سے باز نہیں آتا لہٰذا اگر سب متفق ہوں تو اس بدمعاش کو حاکم شہر کے حوالے کر دیا جاتا ہے اور حاکم اسے احکامات شرعی کے مطابق سزا دیتا ہے۔

اگر کوئی شخص قتل کا مرتکب ہوتا ہے تو آقسقال کا فرض ہے کہ وہ اس کو میرشب یعنی انسپکٹر جنرل پولیس کے حوالے کرتا یا کوئی شخص بلاوجہ اہل محلّہ یا کسی شخص کو بے عزت کرتا ہے تو اسے بھی میرشب کے حوالے کر دیا جاتا ہے میرشب قاتل وغیرہ کو قاضی کے سامنے پیش کر کے احکام شرعی حاصل کرتا ہے قاضی بعد از شہادت شرعی امیر بخارا کے پاس قصاص کی سفارش کرتا ہے پھر امیر بخارا مطابق حکم شریعت اور قاضی کے فیصلے سے قاتل کے قتل کا حکم صادر کرتا ہے جلاد قاتل کو قاضی اور میرشب کی موجودگی میں سزائے موت دیتا ہے۔

آقسقال کے لئے حکومت کی طرف سے معاش مقرر نہیں ہوتا بلکہ اہل محلّہ شادی بیاہ کے موقعوں پر یا ماہ رمضان میں مساجد میں ختم قرآن کے موقع پر یا عیدین کے موقع پر رقم جمع کر کے آقسقال کو دیا کرتے ہیں اور ان کی اعلیٰ کارکردگی کے لئے خلعت بھی جاری کیا جاتا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد دستان گو آتہ جان خاموش ہو گیا پھر وہ حسن مار تینا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ مار تینا بیٹی یہ ہے نظم و نسق کا انتظام جو آجکل سلطنت بخارا میں جاری و ساری ہے اب مزید بولو تم کیا سننا چاہتی ہو جواب میں مار تینا کہنے لگی چچا آتہ جان میں تمہاری بڑی شکر گزار اور ممنوں ہوں کہ تم نے مجھے اس قدر تفصیل بتائی کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ سلطنت بخارا کا کوئی پرچم بھی ہے جس طرح دوسری حکومتیں اپنا پرچم استعمال کرتی ہیں جس پر داستان گو آتہ جان بولا اور کہنے لگا۔

ہاں مار تینہ میری بیٹی بخارا کا سبز مطلا علم ہے جو کہ قبل از اسلام بھی سبز

رنگ کا تھا اس پرچم پر تورانی النسل آریائی ترکوں کا نشان کھلا ہوا ہاتھ ثبت ہوتا تھا اسلام لانے کے بعد اس علاقے کے مسلمانوں نے قدیم روایات کا لحاظ رکھتے ہوئے سبز علم کے درمیان ہاتھ کے نشانات کو ویسا کا ویسا ہی رہنے دیا لیکن اس کے اوپر اپنا کلمہ لاالہ الہ اللہ اور اور اسلامی نشان چاند تارا اور ہاتھ کے نیچے السلطان ظل اللہ کی عبارت سے علم کو مزین کر کے مملکت بخارا کا قومی پرچم قرار دیا اس کے علاوہ میں تمہیں یہ بھی بتادوں میری بیٹی کہ صدیوں سے مملکت بخارا کا اپنا سونے چاندی اور تانبے کا سکہ جاری ہے سب سے قیمتی سکے کو طلا بخاری دوسرے درجے کے سکے کو تنگہ بخاری اور تیسرے درجے کے سکے کو فلوس کہہ کر پکارا جاتا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد جب داستان آتہ جان خاموش ہوا تو جواب میں مار تینا کچھ کہنے ہی والی تھی کہ سرائے کے باہر کچھ شور ہوا اور کچھ لوگوں کے رونے کی بھی آوازیں آنے لگیں جس پر آتہ جان پریشان ہو کر کھڑا ہو گیا اور مار تینا سے کہنے لگا مار تینا بیٹی یہ شور کیسا ہے اور لوگ رو کیوں رہے ہیں آؤ سرائے کے باہر دیکھتے ہیں کہ کیا ہوا آتہ جان کے کہنے پر مار تینا فوراً کھڑی ہو گئی پھر وہ دونوں بھاگتے ہوئے سیڑھیاں اتر کر نیچے جا رہے تھے۔

آتہ جان اور مار تینا سرائے کی اوپر کی منزل سے اتر کر جب سرائے کے سامنے جمع ہونے والے لوگوں کے اندر گئے تو وہ دنگ اور حیرت زدہ سے ہو کر رہ گئے اور انہوں نے دیکھا کہ لوگوں کے اس جمگھٹے کے درمیان بارک نورخانی گریفن اور ہوپر کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں اور ان کے پاس ابراہیم بیگ کا دادا بوڑھا خلیل بیگ بیٹھا آہ و زاری کر رہا تھا خلیل بیگ کے قریب ازبک قبیلے کا رئیس دولتمند بے کھڑا تھا اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے خلیل بیگ کے شانوں کو تھام رکھا تھا اور اسے تسلی دینے کی کوشش کر رہا تھا یہ صورت حال دیکھتے ہوئے مار تینا بیچاری بھاگ کر آگے بڑھی اور اپنے باپ کی لاش سے لپٹ کر

دھاڑیں مار مار کر رونے لگی تھی داستان گو آتہ جان بیچارہ حیران اور پریشان دولت مندبے کے پاس آیا اور اس کو مخاطب کر کے وہ پوچھنے لگا۔

پاشا! یہ سب کیا ہے اس پر دولت مندبے آتہ جان کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی نرمی اور شفقت سے بولا اور کہنے لگا آتہ جان! یہ ایک بہت بڑا حادثہ ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ میری وجہ سے رونما ہوا ہے گرلین بڑے عرصے سے ہماری قراقلی اون کا خریدار تھا پچھلے کئی روز سے ایک روسی تاجر میرے پیچھے پڑا ہوا تھا کہ میں گرلین کو چھوڑ کر قراقلی اون اس کے ہاتھ فروخت کیا کروں ابھی میں نے اس سے معاملہ طے نہیں کیا تھا کہ گرلین کو بھی اس کی خبر ہو گئی گرلین میرے بھائی میرے عزیز ابراہیم بیگ کے باپ بارک چچا نورخانی اور اپنے داماد کو لیکر میری طرف آرہا تھا شاید یہ بارک اور نورخانی سے میرے لئے سفارش کرانا چاہتا تھا کہ میں اپنی قراقلی اون روسی تاجر کے ہاتھ فروخت نہ کروں بخدا میں نے روسی تاجر کے ہاتھ فروخت کا کوئی معاہدہ یا حامی نہیں بھری تھی بلکہ کریسن کو شک ہو گیا تھا میں گرلین کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتا تھا پر وہ ظالم روسی تاجر حرکت میں آیا جس وقت یہ لوگ میری طرف آرہے تھے تو میرے ٹھکانے سے ذرا دور اس روسی تاجر کے کارندے ان لوگوں پر حملہ آور ہوئے اور انہیں گولیوں سے چھلنی کر کے انہوں نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن میرے کارندوں نے مجھے اس کی خبر کر دی لہٰذا میں نے اپنے آدمیوں کے ساتھ ان روسیوں کا تعاقب کیا ان سب کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد میں روسی تاجر کی طرف گیا اور اسے بھی میں نے موت کی گہری نیند سلا دیا ہے آتہ جان مطمئن رہو میں ان سب مرنے والوں کے دشمنوں سے پورا پورا انتقام لے چکا ہوں یہاں تک کہنے کے بعد ازبک سردار دولت مندبے تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر وہ دوبارہ بولا اور کہنے لگا۔

کاش وہ منحوس روسی تاجر میرے پاس آیا ہی نہ ہوتا جس کی وجہ سے گرلین کو شک ہوا کہ میں اس کے ساتھ سودا ختم کر کے بات روسی تاجر کے

ساتھ پکی کر رہا ہوں اور نہ ہی اس گریسن کو ابراہیم بیگ کے باپ بارک اور چچا نورخانی کو سفارش کے طور پر میری طرف بلانا پڑتا اور نہ ہی روسی ان پر حملہ آور ہو کر انہیں موت کے گھاٹ اتارتے کاش ایسا نہ ہوا ہوتا کاش یہ روسی اس قدر بھیڑیئے نما اور درندہ صفت نہ ہوتے کاش ان لوگوں کی نظر میں انسانیت اتنی سستی اور ارزان نہ ہوتی اب میں اپنے بھائی اپنے عزیز اپنے دوست ابراہیم بیگ کو کیا منہ دکھاؤں گا کاش یہ سب کچھ نہ ہوا ہوتا سنو آتہ جان تم اس لڑکی کو سنبھالو اس کا دکھ یقیناً" ناقابل برداشت ہے اس کا باپ اس کا شوہر ان اجنبی سرزمینوں میں مارے گئے ہیں یہ بیچاری اکیلی اور تنہا رہ گئی ہے تم اسے سنبھالو میں لاشوں کی تدفین کا انتظام کرتا ہوں اس لئے کہ اگر بخارا میں ابراہیم بیگ کو اس کے چچا اور باپ کی موت کی اطلاع بھی دی جائے تو اسے یہاں پہنچنے میں کئی دن لگیں گے اور اتنے دن لاشوں کو روکا اور رکھا نہیں جا سکتا۔

آتہ جان بیچارہ آگے بڑھا مارتینا کے سر پر تھوڑی دیر تک ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ اسے تسلی دیتا رہا پھر اسے شانوں سے پکڑ کر اوپر اٹھایا اور کہنے لگا مارتینا میری بیٹی صبر کرو قسمت اور مقدر میں یہی لکھا ہوا تھا روسیوں نے ان سب کو گولیوں کا نشانہ بنایا ہے اور ان سب روسیوں کو ابراہیم بیگ کے دوست اوز عزیز اور قبیلہ ازبک کے سردار دولت مندبے نے موت کے گھاٹ آتار دیا ہے اب یہاں لوگ زیادہ جمع ہونا شروع ہو گئے ہیں میری بیٹی تم اندر چلو سرائے کی پشت میں جو ابراہیم بیگ کا سکونتی مکان ہے تم میری بیٹی وہاں بیٹھو مارتینا بیچاری آتہ جان کی بات مان گئی اور اس کے ساتھ ہولی آتہ جان مارتینا کو سرائے کے پچھواڑے میں ابراہیم بیگ کے سکونتی مکان میں لے گیا اور اسے کمرے میں بٹھا کر وہ باہر آیا ساری لاشیں سرائے کے اگلے حصے سے اٹھا کر سرائے کے صحن میں رکھ دی گئی تھیں پھر ازبک سردار دولت مندبے ابراہیم بیگ کے دادا خلیل بیگ کے ساتھ مل کر لاشوں کی تدفین کا انتظام کرنے لگا تھا۔

رفاقتوں کا سورج اذیت کے غاروں میں کب کا غروب ہو چکا تھا روز و شب کے نگار خانے میں بکھرتے لمحوں کی طرح اور زیست کی بیکراں حدود میں ان گنت ماہ و سال کی طرح برف باری جاری تھی فصیل شب میں چپ کا پہرہ تھا نہ کوئی جگنو تھا نہ شعلہ رات کے شانوں پر تاریکی کی زلفیں لحہ بہ لحہ دراز ہوتی جا رہی تھیں سرگرم شور مچاتی لہریں' بہتے دریاؤں کے دھارے' سندر سندر جھیل کنارے کوہساروں سے گرتے جھرنے ٹھنڈے میٹھے بہتے پانی کے چشمے برف گراتے بادل چپ اور خاموش تھے۔ گلیم وقت میں شب گزیدہ ساعتوں میں نہ جذب تھا نہ موسموں کی دلکشی' محو خواب حکایتوں میں نہ رنگ تھے نہ روشی۔

ایسے میں ابراہیم بیگ اپنے بیس ساتھیوں کے ساتھ دریائے زرفشاں کے کنارے کنارے شمال کی طرف بڑھ رہا تھا ان بیس ساتھیوں میں سے چھ اس کے اپنے ساتھی تھے جبکہ باقی چودہ بخارا کے امیر شب کی طرف سے مہیا کئے گئے تھے انہیں لیکر ابرہیم بیگ اس گاڑی پر شب خون مارنے جارہا تھا جس میں جرمن ضاعوں کو تاشقند سے روسی چھاؤنی قراقل لیجایا جا رہا تھا ان کے بائیں ہاتھ دریائے زرفشاں اپنی پوری آب و تاب سے بہہ رہا تھا جبکہ ان کے دائیں ہاتھ وہ ریلوے لائین تھی جو بخارا اسے کرمینہ خطرچی سمرقند سے ہوتی ہوئی مزید آگے جا کر دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی تھی ایک حصہ تاشقند سے ہوتا ہوا ماسکو روس کی طرف چلا جاتا تھا جبکہ دوسرا حصہ خوجند' خوقند سے ہوتا ہوا مرغلان کی طرف چلا گیا تھا برفباری تیزی سے جاری تھی ابراہیم بیگ اور اس کے ساتھیوں نے برفباری سے بچنے کے لئے اپنے اوپر ترپال کے بنے ہوئے کھلے لبادے پہن رکھے تھے غردوام اور کرمینہ شہر کے درمیان پڑنے والے جنگل کے قریب ابراہیم بیگ نے اپنے ساتھیوں کو رک جانے کا اشارہ کر دیا تھا جس کے جواب میں اس کے سارے ساتھی ابراہیم کے پیچھے رک گئے پھر ابراہیم بیگ دائیں طرف مڑا اور تاشقند کی طرف سے آنے والی ریلوے لائین کی طرف بڑھا جو ان سے چند ہی قدم پر دائیں ہاتھ کی طرف تھی۔

ریلوے لائن کے قریب آکر ابراہیم بیگ اور اس کے ساتھی اپنے گھوڑوں سے اتر گئے دور مغرب میں اس وقت صحرائے قزلقم میں بھوکے بھیڑیے بری طرح چیخ چلا رہے تھے تھوڑی دیر تک خاموش کھڑا رہ کر ابرہیم بیگ ان بھیڑیوں کی آوازوں کو غور سے سنتا رہا پھر وہ اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ سنو میرے عزیزو! تم میں سے صرف چار اپنے ہتھیار سنبھال کر اپنے گھوڑوں کے پاس کھڑے رہیں ہو سکتا ہے کہ رات کی تاریکی میں بھوکے بھیڑیے صحرائے قزلقم سے نکل کر ہمارے گھوڑوں یا خود ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں ایسے میں چار ساتھی اپنی اور ان گھوڑوں کی حفاظت کر سکیں گے باقی اپنے اپنے کلہاڑے لیکر میرے ساتھ آؤ۔ ابراہیم بیگ کے کہنے پر چار ساتھی ہتھیار بند ہو کر گھوڑوں کے پاس کھڑے ہو گئے تھے جبکہ باقی سولہ کو لیکر ابراہیم بیگ دائیں جانب پڑنے والے جنگل میں گھس گیا تھا۔

ابراہیم بیگ اور اس کے ساتھیوں نے "آنا" فانا" جنگل کے بڑے بڑے درخت کاٹ کر ان کے تنے ریلوے لائن پر جمع کرنے شروع کر دیئے تھے جب انھوں نے اندازہ لگایا کہ جس قدر درختوں کے تنے انھوں نے ریلوے لائن پر ڈالے ہیں وہ ریل گاڑی کو روکنے کے لئے کافی ہیں تو پھر کچھ لکڑیاں اٹھائے وہ اس نشیبی حصے کی طرف آئے جہاں انھوں نے اپنے گھوڑے کھڑے کئے تھے برفباری ابھی تک زور و شور سے جاری تھی سردی پہلے کی نسبت بڑھ گئی تھی ہر شے سفید اور گیلی ہو کر رہ گئی تھی اپنے سارے ساتھیوں کو گھوڑوں کے پاس کھڑا کرنے کے بعد ابراہیم بیگ ریلوے لائین کے ساتھ ساتھ بلند و بالا چٹانوں کا جائزہ لینے لگا ایک جگہ ایک کافی بڑی اور بلند چٹان کا ایک حصہ خوب آگے کو بڑھا ہوا تھا اس کے نیچے گرتی ہوئی برف اثر انداز نہیں ہو رہی تھی بلکہ چٹان کے نیچے کا وہ حصہ خشک تھا ابراہیم بیگ نے اپنے ساتھیوں کو آواز دیکر وہاں بلایا اس کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سب ساتھی گھوڑوں اور کٹی ہوئی لکڑیوں کو لیکر جب وہاں پہنچے تو ابراہیم بیگ نے انہیں مخاطب کر کے کہا۔

میرے بھائیو! میرے رفیقو! یہ جو چٹان آگے بڑھی ہوئی ہے جس کی وجہ سے یہاں زمین خشک ہے گھوڑوں کو بھی یہیں باندھ دو تو یہ ستائیں اور یہاں چٹان کے نیچے آگ کا الاؤ روشن کر دو یہیں بیٹھ کر گاڑی کا انتظار کرتے ہیں یہاں ہم سردی اور برفباری سے کسی قدر محفوظ رہ سکتے ہیں ابراہیم بیگ کے کہنے پر کچھ جوانوں نے فورا" گھوڑوں کو چٹان کے نیچے کھڑا کر دیا اور ابراہیم بیگ کے کہنے پر ترپال کے وہ بڑے بڑے لبادے جو انہوں نے اپنے جسموں پر ڈال رکھے تھے اتار کر انہوں نے گھوڑوں پر ڈال دیئے پھر کچھ جوانوں نے چٹان کے نیچے آگ کا الاؤ روشن کر دیا تھا اور اس جلتے الاؤ کے اردگرد بیٹھ کر وہ تاشقند کی طرف سے آنے والی گاڑی کا بے چینی سے انتظار کرنے لگے تھے۔

وقت تیزی سے گزرتا رہا برف گرتی رہی مغرب میں صحرائے قزلقم میں شور کرتے بھیڑیوں کے سوا چاروں طرف ایک سکوت اور چپ تھی خواب لمحوں میں در و دیوار سے لپٹی خاموشیاں گلاب رات میں تعبیر کی منظر ساعتیں اور نا آشنا سے برف آلود راستے گہرے ساگر کی سی خاموشی اوڑھے زندگی کے عجیب سے عالم کا منظر پیش کر رہے تھے ابراہیم بیگ کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس جلتے الاؤ اور چٹان کے نیچے کچھ زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا اس لئے کہ جلد ہی انہیں گاڑی کے آنے کی آواز سنائی دی یہ آواز سنتے ہی ابراہیم بیگ اپنی جگہ سے فورا" اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھی بھی کھڑے ہو گئے جلدی جلدی ابراہیم بیگ کے اشارے پر انہوں نے گھوڑوں پر ڈالے ہوئے ترپال کے وہ چغے اتار کر اپنے جسموں پر ڈال لئے تھے آگ کا جلتا الاؤ انہوں نے بجھا دیا تھا اور اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر وہ مستعد ہو گئے تھے چٹان کے نیچے سے اپنے گھوڑوں کو نکال کر وہ ریلوے لائن کے نزدیک لائے دور شمال میں تاشقند کی طرف آنے والی ریوے لائن پر گاڑی بھوت ہیولوں

اور گرم سایوں کے رقص کی طرف قاتل لمحوں کو رگیدتی ہوئی بڑی تیزی سے ان کی طرف بڑھ رہی تھی گاڑی کو دیکھتے ہی ابراہیم بیگ اور اس کے ساتھیوں کی ایسی حالت ہو گئی تھی جیسے ان کا نفس نفیس مثل تیغ براں چمک دمک اٹھا ہو گاڑی کو آتے دیکھ کر ابراہیم بیگ گرتی برف اور گہری تاریکی میں تھوڑی دیر مسکرایا پھر اپنے چار ساتھیوں کو مخاطب کر کے اس نے کہا تم چاروں گاڑی کے انجن کے قریب کھڑے ہو جانا اور گاڑی کے ڈرائیور اور فائرمین کو باہر نہ نکلنے دینا پھر دوسرے چار ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا تم چاروں گارڈ کے ڈبے کا احاطہ کر لینا اور ان میں سے کسی کو بھی گاڑی سے باہر نہ نکلنے دینا باقی بارہ ساتھیوں کو مخاطب کر کے ابراہیم نے کہا تم میرے ساتھ کام کرو گے ہم سب مل کر گاڑی سے ان جرمن قیدیوں کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔

جس جگہ ابراہیم بیگ اور اس کے ساتھیوں نے ریلوے لائن کے اوپر بڑے درخت کاٹ کر ڈال دیئے تھے وہاں آکر گاڑی کا رکنا تھا کہ ابراہیم بیگ اور اس کے ساتھی رقص جنوں اور قاتل سرابوں کی طرح اس کی طرف بڑھے اور جس طرح لمس تازہ کی خواہشوں میں آرزوؤں کے جگنو یا ہجر کے جنگل کے غاروں میں زہریلی ہوائیں داخل ہوتی ہیں ایسے ہی ابراہیم بیگ اور اس کے ساتھی بھی گاڑی پر ٹوٹ پڑے تھے ابراہیم بیگ کے چار ساتھیوں نے گارڈ کو اپنے گھیرے میں لے لیا تھا اور چار ساتھی انجن کے پاس کھڑے ہو گئے اور ڈرائیور اور فائرمین کو انہوں نے باہر آنے سے روک دیا تھا جبکہ ابراہیم بیگ اپنے باقی بارہ ساتھیوں کے ساتھ ایک ایک ڈبے کی تلاشی لینے لگا تھا اچانک ایک ڈبے کے دروازے پر کھڑے ہوئے ایک روسی محافظ نے ابراہیم بیگ اور ساتھیوں پر گولی چلا دی لیکن اس کا نشانہ خطا گیا اس کے ساتھ ہی ابراہیم بیگ نے زمین پر لیٹ کر لبلبی دبائی اور اس روسی محافظ کی اس نے دھجیاں اڑا دی تھیں اس کے ساتھ ہی گرتی برف اور رات کی تاریکی میں ابراہیم بیگ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس ڈبے کی طرف

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بڑھنے لگا تھا جس میں اس روسی محافظ نے گولی چلائی تھی۔

اس روسی محافظ کے مرنے کے فوراً بعد تین چار اور مسلح جوان دروازے کے قریب نمودار ہوئے عین اس وقت ابراہیم بیگ نے اپنے ساتھیوں کو انہیں نشانہ بنانے کا حکم دیا جس کے جواب میں فضا میں لگاتار گولیوں کی آواز سنائی دی اور وہ روسی محافظ ڈبے میں چیختے چلاتے ہوئے ڈھیر ہو گئے تھے ابراہیم بیگ آندھی اور طوفان کی طرح حرکت میں آیا اور اٹھ کر اس ڈبے کی طرف بھاگ کھڑا ہوا ڈبے میں اور کوئی محافظ نہیں تھا ابراہیم بیگ اندر داخل ہوا ایک کونے میں پانچ جرمن قیدی پڑے ہوئے تھے ان میں تین مرد اور دو لڑکیاں تھیں اور ان سب کے پاؤں اور ہاتھ پشت کی طرف بندھے ہوئے تھے انہیں دیکھتے ہی ابراہیم بیگ نے اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا انہیں اٹھا کر ڈبے سے باہر لے جاؤ ابراہیم کے ساتھی فوراً حرکت میں آئے ان پانچوں جرمن قیدیوں کو انہوں نے اٹھایا اور گاڑی سے نکال کر اپنے گھوڑوں کے پاس لے گئے تھے پھر ابراہیم بیگ نے بلند آواز میں اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا میرے بھائیو! میرے عزیزو! گاڑی کو اس کے حال پر چھوڑ دو ہم اپنا مقصد اور مدعا حاصل کر چکے ہیں آؤ اب یہاں سے کوچ کریں ابراہیم بیگ کی یہ پکار سن کر اس کے وہ ساتھی جو گارڈ کے ڈبے اور ریلوے انجن کا احاطہ کئے ہوئے تھے بھاگتے ہوئے واپس آگئے پھر ابراہیم بیگ اور اس کے چار ساتھیوں نے ایک ایک قیدی کو اپنے آگے بٹھایا اور اس کے بعد وہ ریلوے لائن اور دریائے زرفشاں کے درمیان بخارا کی طرف جانے والی شاہراہ پر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے۔

سردی کی طوفانی شدت اور یخ بستہ ٹھنڈی گرتی برف کی پرواہ کئے بغیر ان پانچوں جرمن قیدیوں کو لیکر ابراہیم بیگ اپنے ساتھیوں کے ساتھ تاشقند سے آنیوالی ریلوے لائن اور دریائے زرفشاں کے درمیان بڑی تیزی سے بخارا کی طرف بڑھ رہا تھا یہاں تک کہ صبح طلوع ہونے سے پہلے ہی وہ ان پانچوں جرمن

قیدیوں کو لیکر اپنی حویلی میں داخل ہوا تھا بخارا شہر میں کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائی تھی کہ ابراہیم بیگ تاشقند کی طرف سے آنیوالی گاڑی کو روک کر جرمن قیدیوں کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوا ہے اپنے ساتھ جانے والے سارے جوانوں کے گھوڑے ابراہیم بیگ نے اپنی حویلی کے اصطبل میں بندھوا کر ان کے آگے چارہ ڈلوایا پھر وہ پانچوں جرمن قیدیوں کو اپنی حویلی کے دیوان خانے میں لے گیا ان کے ہاتھ پاؤں اسی طرح بندھے رہنے دیئے اور انہیں بہترین نشستوں پر بٹھا دیا گیا تھا پھر ابراہیم بیگ کے کہنے پر آن کی آن میں اس کمرے کے آتش دان میں آگ روشن کر دی گئی تھی جس کی وجہ سے کمرہ فوراً گرم ہو گیا تھا اس کے بعد ابراہیم بیگ دیوان خانے سے باہر اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور ان میں سے چھ کی اس نے یہ زمہ داری لگائی کہ وہ دیوان خانے سے باہر رہ کر پہرہ دیں گے تاکہ یہ جرمن قیدی بھاگنے کی کوشش نہ کریں اس کے بعد وہ اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ دیوان خانے میں داخل ہوا اور انہیں حکم دیا کہ جرمن قیدیوں کے ہاتھ اور پاؤں کھول دیئے جائیں۔

جب ان پانچوں جرمن قیدیوں کے ہاتھ اور پاؤں کھول دیئے گئے تو ان دو لڑکیوں میں سے ایک ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی تم لوگ کون ہو رات کی تاریکی میں تم ہمیں کہاں لائے ہو اور ہم سے کیا چاہتے ہو ابراہیم بیگ نے پہلی بار اس لڑکی کی طرف غور سے دیکھا اس نے اندازہ لگایا کہ اس لڑکی کے چہرے پر اہل دانش کی دانشوری فہم و ادراک کی برتری حسن تخیل کی دلکشی، شمع رات کے الجھاؤ میں سراغ منزل اور صحراء کی آندھیوں میں امرت فضا جیسی کیفیت تھی۔

ابراہیم بیگ نے یہ بھی دیکھا کہ اس لڑکی کی حیا سے چھلکتی مدھ بھری آنکھوں کے نہاخانوں میں تنہائیوں کی جھیل میں برستی برف، یادوں کی خوشبو میں پگھلی چاندنی آنگن میں چاند تاروں کی محفل کے اندر نور کی کرنوں کے رقص جیسی

کیفیت تھی۔

اس لڑکی کا سلگتا بدن اور دہکتے عارض خلاء میں جاگتے جگنو اور شباب کی رعنائیوں کا عنوان پیش کر رہے تھے اپنے حسن اپنے شباب اپنی خوبصورتی اپنی دلکشی اور اپنی جاذبیت میں وہ لڑکی چاہتوں کے آنگن میں بارشوں کی گیت مالا اور چاندنی کے رقص جیسی تھی وہ لڑکی یقیناً" حسن و جمال کی مالک ان لڑکیوں میں سے تھی جن کے لبوں کی نرمی میں ریشمی رعنائی جس کے بدن کے لمس میں آتش صفت زیبائی اور جن کے گل و رخسار کا رنگ صبح کو خوش رنگ بنا کر رکھ دیتا ہے۔

ابراہیم جب تھوڑی دیر چپ رہ کر اس لڑکی کی طرف بغور دیکھتا رہا تو لڑکی پھر بولی اور کہنے لگی میں نہیں جانتی کہ آپ لوگ کون ہیں لیکن میں نے آپ سے کچھ پوچھا ہے کہ آپ لوگ کیوں ہمیں یہاں لائے ہیں اس پر ابراہیم بیگ پہلی بار اس لڑکی کو مخاطب کر کے کہنے لگا دیکھ خانم میں نہیں جانتا تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا کیا نام ہے لیکن میں تمہیں یہ یقین دلاتا ہوں کہ تم محفوظ ہاتھوں میں ہو یہاں میری حویلی کے اس دیوان خانے میں کوئی تم سے باز پرس نہیں کر سکتا کوئی تمہیں قیدی کہہ کر نہیں پکار سکتا اور یہ کہ اب تم روسیوں کے ہاتھوں میں نہیں ہو اس وقت تم بخارا شہر میں میری حویلی کے دیوان خانے میں ہو میرا نام ابراہیم بیگ ہے لیکن میرا باپ میرا دادا میرا چچا یا میرے عزیزو اقارب پیار سے مجھے ابری کہہ کر پکارتے ہیں وہ لڑکی بولی اور پھر کہنے لگی ابھی بھی میرے سوال کا جواب نہیں دیا گیا میں نے پوچھا تھا کہ آپ لوگ ہمیں یہاں کیوں لائے ہیں اس پر ابراہیم بیگ پھر بولا اور کہنے لگا ۔ دیکھ خانم تم پانچوں کو ہم فضول یہاں نہیں لائے ہم تم سے ایک ایسا کام لیں گے جس میں تم لوگوں کی بھی اور ہماری بھی بہتری ہوگی لیکن میں تمہیں یہ یقین دلاتا ہوں کہ یہاں رہتے ہوئے تم سب کی جانیں عزت اور عفت بالکل محفوظ ہوگی کوئی تم دونوں لڑکیوں کی طرف میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا ہم لوگ مسلمان ہیں اور تمہارے ساتھ روسیوں جیسا سلوک نہیں کریں گے یہاں۔ تک کہنے کے بعد ابراہیم بیگ جب خاموش ہوا تو وہ لڑکی پھر بولی اور کہنے لگی۔ کیا تم لوگ روس کی سلطنت میں شامل نہیں ہو اس پر ابراہیم بیگ بولا اور کہنے لگا ہاں فی الحال ایسا ہی ہے وہ لڑکی اس بار نہایت نفرت کراہت اور بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی روسی خواہ یہودی ہوں عیسائی ہوں مسلمان ہوں یا یہودیوں کے پیدا کردہ نئے نظام سوشلزم کے ماننے والے ہوں سارے ہی بھیڑیا صفت اور قابل نفرت ہیں تم لوگ انگریزوں فرانسیسیوں امریکیوں اور دوسرے یوروپی ممالک کے لوگوں کی طرح زندگی کی حلاوتوں میں آتشیں سلسلے لئے، عجیب جذبوں کی رفاقتوں میں خونی بھنور محبتوں کی سحر میں نقش پرآشوب یادوں کے اعجاز میں ٹوٹے خوابوں کے انبار اور ریشمی خوابوں کی لہروں میں خون آلود تعبیریں بھرنے والے لوگ ہو۔ ہم جرمن لوگ اب کسی پر بھی اعتبار کرنے کے قابل نہیں رہے سبھی لوگ عصمت کے بھیڑئے اور جانوں کے دشمن ہیں اور ہماری نگاہوں میں سبھی قابل نفرت ہیں خواہ وہ یہودی ہوں عیسائی ہوں مسلمان ہوں اور سبھی اپنے اپنے حالات میں بھرپور فائدہ اٹھانے والے لوگ ہیں یہاں تک کہنے کے بعد وہ لڑکی خاموش ہوئی تو دوسرا جرمن قیدی بولا اور بڑی نرمی بڑی عاجزی اور بڑی انکساری میں وہ ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگا میرا نام فینڈک میرے ساتھ کا نام نتھالی اور دوسرے ساتھی کا نام ٹوزیٹ ہے یہ جو لڑکی ابھی ابھی آپ سے مخاطب ہوئی ہے اس کا نام ریکا اور جو دوسری لڑکی ہے اس کا نام سیورا ہے آپ اس ریکا کی گفتگو کا برا نہ منائیے اس لئے کہ یہ انتہائی دکھی مغموم اور کچلی مسلی سی لڑکی ہے پہلے اس کا بھائی جرمن فوج میں اسلحہ سازی کی صنعت میں شامل تھا بعد میں یہ خود بھی بھائی کے ساتھ رضاکارانہ طور پر فوج میں شامل ہوئی یہ ایک انتہائی پڑھی لکھی اور اونچے اور شریف خاندان سے تعلق رکھنے والی لڑکی ہے فوجی خدمت کے دوران اس نے بہترین کارہائے انجام

دیئے پھر یہ ہمارے ساتھ جنگی قیدی بنی اس کا بھائی بھی اس کے ساتھ تھا پر قید کے دوران ان ظالم روسیوں نے اس ریکا بیچاری کو بے آبرو کرنا چاہا جس پر اس کا بھائی آڑے آیا اور روسیوں نے اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے بھائی کو قتل کر دیا جب یہ معاملہ روسیوں کی جنگی قیدیوں کی کونسل تک پہنچا تو پھر اس ریکا کی عزت کی حفاظت کی گئی اور جن روسیوں نے اسے بے آبرو کرنے کی کوشش کی تھی انہیں معطل کر دیا گیا اپنے بھائی کی موت نے اس لڑکی کو مغموم اور افسردہ کر دیا اور کبھی کبھی یہ کسی کا بھی لحاظ کیئے بغیر آپے سے باہر ہو کر گفتگو کر جاتی ہے آپ اس کی باتوں کا برا نہ مانئے گا ابراہیم بیگ نے بڑے غور سے ریکا کی طرف دیکھا وہ بیچاری سر جھکائے رو رہی تھی اس کی آنکھوں سے آنسو لگاتار نکل کر اس کے دامن کو بھگو رہے تھے اس پر فینڈک پھر بولا اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ نے اس کمرے میں آتش دان کے اندر آگ روشن کر دی ہے ورنہ مجھے خدشہ تھا کہ اگر اس کمرے میں ہمیں یونہی پڑے رہنے دیا جاتا تو ہم ضرور موت کی گود میں جا گرتے ہم اس لحاظ سے بھی آپ کے شکر گزار ہیں کہ آپ نے ہمارے ہاتھ پاؤں کھلوا دیئے ہیں اور میری آپ سے ایک گزارش ہے کہ مجھے اور میرے ان ساتھیوں کو گزشتہ دو دن سے کھانے کو کچھ نہیں ملا اگر آپ ہمارے کھانے کا کچھ کریں تو ہم آپ کا زندگی بھر یہ احسان فراموش نہ کریں گے یہاں تک کہنے کے بعد فینڈک جب خاموش ہوا تو ابراہیم بیگ انتہائی ہمدردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا سنو میرے معزز جرمن مہمانو! میں نے راستے ہی میں تمہاری خاطر مدارت کے لئے اپنے ساتھیوں کو تاکید کر دی تھی بس تھوڑی دیر صبر کرو تمہارے کھانے کو وہی اشیاء لائیں جائیں گی جو ہم خود کھائیں گے اور اگر تمہیں شک ہو کہ ہم کھانے میں کچھ چیز ملا دیں گے تو میں تمہارے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤں گا تاکہ تم کسی قسم کے شک اور شبے میں مبتلا نہ ہو اس پر فینڈک اور اس کے ساتھی عجیب سے انداز میں ابراہیم بیگ کی طرف دیکھنے لگے تھے پھر فینڈک بڑی ممنونیت سے کہنے لگا آپ بھی عجیب انسان ہیں جو ہمیں معزز جرمن مہمان کہہ کر پکار رہے ہیں ورنہ جب سے ہم روسیون کی قید میں ہیں ہمارے ساتھ انتہائی بدتر سلوک ہوتا رہا ہے اس پر ابراہیم بیگ پھر بولا اور کہنے لگا تم لوگ قابل عزت ہو تم لوگ ایک عظیم قوم سے تعلق رکھتے ہو جس نے انگریزوں کی نو آبادیت کی ہوس کو توڑنے اور ان کی دنیا پر چھاجانے کی خواہش کو توڑنے کی کوشش کی ہے۔

ابراہیم بیگ ابھی یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اس کا ایک ساتھی اندر آیا اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگا اے امیر ان مہمانوں کے لئے آپ نے جو کچھ تیار کرنے کو کہا تھا وہ تیار ہے کیا ہم ان کے کھانے کا انتظام کریں اس پر ابراہیم بیگ مسکراتے ہوئے کہنے لگا ہاں ان کا کھانا لاؤ اور میرا حصہ بھی یہیں لے آؤ میں ان کے ساتھ بیٹھ کر کھاؤں گا تم لوگ دوسرے کمرے میں بیٹھ کر کھانا کھا سکتے ہو اس پر ابراہیم بیگ کا وہ ساتھی چلا گیا تھوڑی دیر بعد ابراہیم بیگ کے تین ساتھی کھانے کے برتن اور پانی لیکر اندر داخل ہوئے اور یہ ساری چیزیں انہوں نے جرمن قیدیوں کے سامنے رکھے لمبے میز پر رکھ دی تھیں کسی کو کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوئی ابراہیم بیگ بھی ان کے ساتھ بیٹھ گیا تھا اور سب مل کر کھانے لگے تھے جرمن قیدیوں نے پہلے مرغی کے شوربے سے بھرا ہوا برتن سنبھالا اور اس میں سے پیالے بھر بھر کر پینے لگے اس کے بعد ابراہیم بیگ کے ساتھ مل کر وہ بڑی تیزی سے کھانا کھانے لگے تھے۔

کھانا کھانے کے بعد ابراہیم بیگ کے ساتھیوں میں سے دو جرمن قیدیوں کے سامنے پھلوں سے بھری ہوئی دو ٹوکریاں رکھ گئے تھے کھانا کھانے کے بعد ان جرمن قیدیوں نے ابراہیم بیگ کے ساتھ بڑی رغبت کے ساتھ پھل کھائے پھر جرمن قیدیوں میں سے نتھالی ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگا تھوڑی دیر پہلے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آپ کے ساتھیوں نے آپ کو امیر کہہ کر پکارا تھا کیا میں بخارا کی سلطنت میں آپ کی حیثیت جان سکتا ہوں اس پر ابراہیم بیگ جرمن قیدیوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولا اور کہنے لگا کچھ دن پہلے تک میں صرف ترکوں کے قبیلے ازبک کا سردار تھا میں دراصل سلطنت بخارا کے شرقی حصے میں حصار شہر کا رہنے والا ہوں وہیں ازبک قبائل زیادہ تر آباد ہیں امیر بخارا کے ہمارے خاندان سے قدیم اور قریبی تعلقات ہیں اس لئے کہ خود امیر بخارا کا تعلق بھی ازبک قبائل کے ایک ذیلی قبیلے سے ہے چند ہی دن پہلے امیر بخارا نے مجھے اپنے عساکر کا نائب امیر لشکر مقرر کیا ہے اور آپ لوگوں کو تاشقند سے آنے والی گاڑی سے حاصل کرنا میری تقرری کے بعد میری پہلی مہم تھی جس میں میں کامیاب اور کامران رہا ہوں یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم بیگ جب خاموش ہوا تو نتھالی پھر بولا اور پوچھنے لگا۔

محترم ابراہیم بیگ اگر آپ برا نہ مانیں تو میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ لوگوں نے کیوں ہمیں حاصل کرنے کی کوشش کی ہم سے آپ کیا کام لینے چاہتے ہیں اس پر ابراہیم بیگ پھر بولا اور کہنے لگا جہاں تک ہمیں اطلاع ملی ہے تم پانچوں اسلحہ سازی کے بہترین صناع اور ماہر ہو اور یہی کام ہم تم سے لینا چاہتے ہیں اگر تم اسلحہ سازی کے فن میں ہمارے آدمیوں کو بھی اپنے جیسا ماہر اور طاق کر دو تو میں تمہیں تمہاری آزادی کی ضمانت دیتا ہوں جب تم اپنے اسلحہ سازی کے علوم ہمارے ساتھیوں کو منتقل کر دو گے اسی وقت تم لوگ آزاد کر دیئے جاؤ گے اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق جہاں جانا چاہو گے جا سکو گے۔

ابراہیم بیگ کی یہ گفتگو سن کر خوبصورت ریبکا برہم اور غضبناک ہو گئی تھی اور وہ ابراہیم بیگ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی تھی کیوں ہم لوگ اپنا اسلحہ سازی کا فن اور صناعی آپ لوگوں کو منتقل کر دیں یہی بات ہم سے روسیوں نے بھی کہی تھی اور ہم سب نے مل کر یہ طے کر لیا تھا کہ ہم روسیوں کو کچھ نہیں

بتائیں گے اسی لئے تو وہ ہمیں تاشقند سے صحرائے قزلقم کے اندر اپنے عقوبت خانوں کی طرف لے جا رہے تھے تاکہ وہ ہم پر سختیاں کر کے ہم سے ہر بات اگلوانے میں کامیاب ہو جائیں لیکن ہم نے ارادہ کر رکھا تھا کہ ان کی ہر زیادتی ان کے ہر ظلم اور جبر کو برداشت کریں گے لیکن اپنے ملک کا کوئی ہنر اپنے ملک کا کوئی راز ان کے سامنے نہیں اگلیں گے جب ہم روسیوں کے ساتھ ایسا معاملہ کر چکے ہیں تو تم لوگوں کے ساتھ ہم کس سلسلے میں اور کیونکر تعاون کریں گے یہاں تک کہنے کے بعد ریبکا جب خاموش ہو گئی تو جرمن قیدی ٹوزیٹ بولا اور بڑی معذرت خواہ انداز میں وہ ابراہیم بیگ سے کہنے لگا۔

میرے محترم گو آپ کا نام ابراہیم بیگ ہے لیکن چونکہ آپ کے ساتھی آپ کو امیر کہہ کر مخاطب کرتے ہیں لہٰذا میں بھی آپ کو اسی لفظ سے مخاطب کر کے اپنی گفتگو کا آغاز کروں گا تو اے امیر آپ اس ریبکا نام کی لڑکی کی باتوں پر نہ جایئے گا میرا ساتھی فینڈک پہلے ہی آپ لوگوں کو بتا چکا ہے کہ یہ لڑکی بڑی دکھی ہے ویسے یہ انتہائی با اخلاق انتہائی نیک انتہائی پارسا اور انتہائی ہمدرد ہے اپنے بھائی کی موت سے پہلے ہی لڑکی جواب گم صم اور اداس بیٹھی ہے لگتا ہے کہ یہ کہیں کھو چکی ہو بات بات پر قہقہے لگانے والی تھی اپنے بھائی کی موت سے پہلے یہ اکثر ہم سے کہا کرتی تھی کہ اس قید سے چھوٹنے کے بعد وہ فوراً واپس جرمنی جائے گی اس لئے کہ فوج کے اس شعبے میں شامل ہونے سے پہلے اس کی منگنی ہو چکی تھی اور قید سے چھوٹنے کے بعد یہ شادی کر کے پرسکون اور پرامن زندگی کی ابتداء کرے گی لیکن روسیوں کے ہاتھوں اپنے بھائی کے بیگناہ مارے جانے پر اس کی زندگی میں ایک انقلاب برپا ہو گیا ہے اور یہ یکسر ہی بدل کر اور بجھ کر رہ گئی ہے لہٰذا اے امیر میری آپ سے التماس ہے کہ آپ اس کی باتوں کا برا نہ مانئے گا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اسلحہ سازی کے فن میں ہم آپ لوگوں سے پورا پورا تعاون کریں گے ٹوزیٹ کا یہ جواب سن کر ابراہیم بیگ خوش ہو گیا

تھا جواب میں وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دوسری جرمن لڑکی جس کا نام سیورا بتایا گیا تھا وہ بولی اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

یا امیر میں بھی آپ کے ساتھ پورا پورا تعاون کروں گی لیکن ساتھ ہی میری آپ سے گزارش ہے کہ ریکا کی گفتگو کی وجہ سے آپ لوگ اس کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہیں کریں گے اس پر ابراہیم بیگ فورا" بولا اور کہنے لگا ریکا سے متعلق تم لوگ فکر مند نہ ہو یہ ہمارے ساتھ اسلحہ سازی کے فن میں تعاون کرے یا نہ کرے اس کی حیثیت ہمارے ہاں ایک معزز مہمان کی سی ہو گی چند یوم تک آپ لوگوں کو یہاں بخارا شہر میں حفاظت کے نظریئے کے تحت رکھا جائے گا اس لئے کہ روسی کچھ دن تک آپ لوگوں کو بڑی سرگرمی سے تلاش کرنے کی کوشش کریں گے اور جب یہ معاملہ ٹھنڈا ہو جائے گا تو پھر اگر ریکا واپس اپنے وطن جانا چاہئے گی تو ہم نہ صرف اس کے وطن جانے تک کے سارے اخراجات برداشت کریں گے بلکہ ہمارے آدمی خود اس کے ساتھ جا کر اسے اس کے گھر چھوڑ کر آئیں گے میں آپ لوگوں سے پہلے ہی گزارش کر چکا ہوں کہ ہم روسی نہیں مسلمان ہیں ہمارے نظریات اور ان کے بنائے ہوئے قاعدے قواعد کے درمیان زمین آسمان کا فرق ہے۔

میں تم لوگوں کو یہ بھی بتاتا چلوں کہ میں نے اپنے ایک ساتھی کو بھیج کر امیر بخارا کو تم لوگوں کے یہاں پہنچنے کی اطلاع کر دی ہے مجھے امید ہے کہ چند یوم تک تم لوگوں کو یہیں بخارا ہی میں رکھا جائیگا اس کے بعد تم لوگوں میں سے کچھ کو سبز شہر میں اور کچھ کو بخارا میں کام کرنا ہو گا اس لئے کہ ہمارے پاس اس وقت چھوٹی چھوٹی دو ہی اسلحہ ساز فیکٹریاں ہیں ایک سبز شہر میں ہے اور دوسری بخارا میں۔ اس پر جرمن قیدی فینڈک فورا" بولا اور کہنے لگا یا امیر جہاں کہیں بھی آپ ہمیں بھیجیں گے ہم آپ کے ساتھ پورا تعاون کریں گے میری اس سلسلے میں ایک گزارش یہ بھی ہے کہ ہمارا ساتھی نتھالی اور سیورا آپس میں شادی کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں لہٰذا ان دونوں کو شادی کے بعد بخارا شہر ہی میں رہنے دیجئے گا مجھے اور ٹوزیٹ کو آپ سبز شہر کے کارخانے میں بھیج دیجئے گا ہم لوگ یہاں بخارا اور سبز شہر دونوں جگہ آپ کی مرضی کے مطابق کام کریں گے رہی ریکا تو اسے بھی بخارا ہی میں رہنے دیجئے گا اور جب حالات درست ہو جائیں تو آپ اسے واپس اس کے گھر بھجوانے کے انتظامات کر دیجئے گا اس کے لئے ہم لوگ آپ کے بڑے شکر گزار اور ممنون ہونگے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یہاں تک گفتگو کے بعد ابراہیم بیگ اپنی جگہ سے اٹھا اور جرمن قیدیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا میں ابھی حاضر ہوتا ہوں ابراہیم بیگ تھوڑی دیر کے لئے ساتھ والے کمرے میں گیا پھر وہ لوٹا اس کے ہاتھ میں نقدی کی ایک تھیلی تھی پھر وہ پہلے کی طرح جرمن قیدیوں کے سامنے بیٹھ گیا نقدی کی وہ تھیلی کھول کر ساری نقدی اس نے اس میز پر ڈھیر کر دی جس میز پر انہوں نے کھانا کھایا پھر وہ جرمن قیدیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا سنو میرے محترم اور میرے معزز مہمانو! یہ نقدی جو میں نے میز پر ڈھیر کی ہے اب تم اس کے مالک ہو جو چیز بھی تم منگوانا چاہو یہاں تم لوگوں کی دیکھ بھال کے لئے جو لوگ مقرر ہوں گے ان کے ہاتھ کھانے پینے کی اشیاء تم اپنی مرضی سے منگوا سکتے ہو یہ نقدی جو میں نے میز پر ڈھیر کی ہے اس میں پچیس طلا بخارا ہیں یہ خالص سونے کا سکہ ہے جو خاصی قیمت رکھتا ہے پچاس تنگہ بخاری ہیں یہ چاندی کا سکہ ہے اور طلا بخارا کے بعد اس کی سب سے زیادہ قیمت ہے تیسری قسم کا سکہ فلوس ہے یہ تانبے کا ہے اور پہلے دو کی نسبت اس کی قیمت کم ہے یہ نقدی چاہے تم پانچوں آپس میں تقسیم کر لو یا ایک ہی جگہ رکھ کر استعمال میں لاؤ اب یہ تمہاری ملکیت ہے اور ہاں آج ہی تمہاری ان وردیوں کی جگہ تمہارے لئے بہترین لباس مہیا کر دیئے جائیں گے میں ایک بار پھر تم لوگوں سے کہتا ہوں کہ مطمئن رہو یہاں تمہارے ساتھ کوئی ظلم کوئی زیادتی نہیں ہوگی اور جو لڑکیاں تمہارے ساتھ ہیں ان کی بھی حفاظت ہم ایسے ہی کریں

گے جیسے ہم اپنی عورتوں اور لڑکیوں کی کرتے ہیں ایک بار پھر میری بات اپنے ذہنوں میں لکھ لو کہ یہ روس نہیں ہے یہ سلطنت بخارا ہے ہم مسلمان ہیں اور بیجا کسی پر ظلم کرنا ہمارا شیوہ نہیں ہے یہاں تک کہتے کہتے ابراہیم بیگ فوراً خاموش ہو گیا اور اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور اس لئے کہ اس کمرے میں امیر لشکر رحمان قل بیگ داخل ہوا تھا رحمان قل بیگ سیدھا ابراہیم بیگ کی طرف آیا اور اسے گلے لگاتے ہوئے کہنے لگا۔

ابراہیم بیگ میرے بھائی میرے دوست میں تمہیں اپنی اس کامیاب مہم پر مبارکباد دیتا ہوں امیر کو آپ کی اس کامیابی کی اطلاع ہو گئی ہے امیر کا حکم یہ ہے کہ ان قیدیوں کو فی الحال آپ کے اس دیوان خانے میں ہی رکھا جائے گا ان کے کھانے پینے اور دیگر سب ضروریات کا خیال رکھا جائے گا۔ میرے عزیز میرے بھائی میرے دوست ان سب کی نگرانی اب میں خود کروں گا تم آج ہی بلکہ ابھی حصار شہر جانے کی تیاری کرو اس پر ابراہیم بیگ نے چونک کر پوچھا کیوں حصار شہر کو کیا ہوا جو مجھے آج ہی ادھر کوچ کر جانا چاہیے جواب میں رحمان گل بیگ نے اپنے لباس کے اندر سے تہہ کیا ہوا ایک کاغذ ابراہیم بیگ کی طرف تھماتے ہوئے کہا یہ تمہارے دادا خلیل بیگ کا خط ہے جو حصار سے تمہارے قبیلے کا ایک شخص لے کر آیا ہے۔

ابراہیم بیگ نے فوراً وہ تہہ کیا ہوا خط لے لیا جلدی جلدی اسے کھولا وہ پڑھنے لگا یہ اس کے دادا خلیل بیگ کا خط تھا جس میں اسے اس کے باپ بارک اور چچا نورخانی کے روسیوں کے ہاتھوں مارے جانے کی تفصیل لکھی ہوئی تھی خط پڑھنے کے بعد ابراہیم بیگ اپنے سر کو پکڑ کے یوں بیٹھ گیا جیسے وہ چکرا کر رہ گیا ہو تھوڑی دیر تک وہ یونہی بیٹھا رہا پھر آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور آنسو اس کی آنکھوں سے نکل کر میز پر گرنے لگے تھے۔ رحمان قل بیگ شاید ابراہیم بیگ کی یہ حالت برداشت نہ کر سکا آگے بڑھا اور ابراہیم بیگ کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے کہنے لگا

ابری میرے بھائی میرے دوست میرے عزیز میں جانتا ہوں کہ ان اموات کا تم کو کس قدر دکھ اور صدمہ ہوا ہوگا پر ہم کارکنان قضا کے سامنے بے بس اور مجبور ہیں موت انسان کا ایسا دشمن ہے جس کے آگے سب کو زیر اور مغلوب ہونا ہے آج نہیں تو کل ہر ایک کو یہاں سے کوچ کر جانا ہے رحمان قل بیگ نے جس وقت ابراہیم بیگ کو اپنے ساتھ لپٹایا تو ابراہیم بیگ بیچارہ بری طرح پھٹ پڑا اور وہ ہچکیاں اور سسکیاں لے لے کر رونے لگا تھا اپنے ساتھ لپٹائے ہی لپٹائے رحمان قل بیگ ابراہیم کو لے کر اس کمرے سے باہر نکل گیا تھوڑی دیر تک رحمان قل بیگ دوسرے کمرے میں ابراہیم بیگ کو تسلی دیتا رہا پھر اس کی تیاری کرائی اور اس کے بعد ابراہیم بیگ بخارا سے حصار شہر کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

ایک روز صبح ہی صبح داستان گو آتہ جان سرائے کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے جب اوپر کی منزل پر گیا تو اس نے دیکھا مارتینا اپنے کمروں کے سامنے کھڑی اس کی منتظر تھی جونہی آتہ جان اس کے قریب گیا مارتینا بڑی نرمی اور بڑی ہمدردی سے مخاطب کر کے کہنے لگی چچا آتہ جان تم کہاں گئے ہوئے تھے اس پر آتہ جان مسکراتے ہوئے کہنے لگا میری بیٹی میں مسجد سے فجر کی نماز پڑھ کر آرہا ہوں کہو تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے کوئی چیز تم منگوانا چاہتی ہو تو میں لے آتا ہوں اس پر مارتینا کہنے لگی نہیں صبح کے ناشتے کے لئے تو میرے پاس سب چیزیں ہیں میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتی تھی کہ رات سرائے کے نچلے حصے میں مجھے رونے کی آوازیں آتی رہی تھیں یہ کون تھا جو رو رہا تھا مارتینا کی اس گفتگو پر آتہ جان بیچارہ غمزدہ اور دکھی ہو گیا تھا پھر وہ کپکپاتی آواز اور پریشان سے لہجے میں کہنے لگا۔

میری بیٹی رات بخارا سے ابراہیم بیگ آگیا تھا وہی اپنے دادا خلیل بیگ سے مل کر روتا رہا ہے میں بھی رات کو اٹھ کر نیچے چلا گیا تھا شاید تمہیں اس کی خبر نہیں ہوئی تھی نہ ہی میں تمہیں جگا کر زحمت دینا چاہتا تھا رات کا باقی حصہ میں نے ابراہیم بیگ کے ساتھ ہی گذارا اور اب بھی ہم تینوں مسجد سے نماز پڑھ کر آرہے ہیں اس پر مارتینا نے غور سے آتہ جان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا آتہ جان کیا مجھے نیچے جا کر ابراہیم بیگ کے ساتھ اس کے باپ اور اس کے چچا کے مرنے پر تعزیت نہ کرنی چاہئے اس پر آتہ جان کہنے لگا میری بیٹی تو ٹھیک کہتی ہے لیکن ابراہیم بیگ خود تم سے تمہارے باپ اور تمہارے شوہر ہوپر کا افسوس کرنے کے لئے اوپر آرہا ہے یہاں تک کہتے کہتے۔آتہ جان خاموش ہو گیا کیونکہ آتہ جان اور مارتینا دونوں نے دیکھا ابراہیم بیگ اور اس کا دادا خلیل بیگ دونوں سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر آرہے تھے اس پر مارتینا فوراً" بولی اور آتہ جان سے کہنے لگی چچا آتہ جان میرے خیال میں دادا خلیل بیگ اور ابری نے ابھی تک ناشتہ نہیں کیا پھر مارتینا کمرے کی طرف بھاگتے ہوئے بولی میں ان کے لئے ناشتے کا انتظام کرتی ہوں تم انہیں کمرے میں بٹھاؤ اس کے ساتھ ہی مارتینا بھاگتی ہوئی ایک کمرے سے دوسرے کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔

خلیل بیگ اور ابراہیم بیگ دونوں جب قریب آئے تو آتہ جان نے ان دونوں کو ساتھ لے جا کر کمرے میں بٹھایا ایک نشست پر بیٹھتے ہی ابراہیم بیگ نے پوچھا یہ مارتینا کہاں چلی گئی ہے اس پر آتہ جان کہنے لگا آپ کے ناشتے کا انتظام کرنے لگی ہے پہلے ہم باہر ہی کھڑے ہو کر باتیں کر رہے تھے اسے پتہ چل گیا ہے کہ آپ دونوں نے ابھی تک ناشتہ نہیں کیا ہے لہٰذا وہ آپ کے ناشتے کا انتظام کرنے۔لگی ہے ابراہیم بیگ کہنے لگا پہلے اسے یہاں بلاؤ اسے ناشتہ تیار کرنے کی زحمت کی کیا ضرورت ہے آتہ جان فوراً" دوسرے کمرے کی طرف گیا اور مارتینا کو بلا لایا جونہی مارتینا ابراہیم بیگ کے سامنے آئی ابراہیم بیگ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا استقبال کیا پھر وہ اسے انتہائی ہمدردی اور نرمی میں کہنے لگا سنو مارتینا مجھے تمہارے باپ گریمن اور تمہارے شوہر ہوپر کے مرنے کا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بجد دکھ اور افسوس ہے کاش ان اجنبی سرزمینوں میں تمہارے ساتھ ایسا واقعہ نہ ہوا ہوتا ان روسی کتوں نے تمہیں بالکل ہی بے آسرا کر کے رکھ دیا ہے جس کا مجھے از حد دکھ اور افسوس ہے یہاں رہتے ہوئے تم اپنے آپ کو اجنبی اور غیر تصور نہ کرنا دادا نے تمہاری حفاظت کا سامان کر دیا ہے اور یہاں رہتے ہوئے تمہیں جس چیز کی بھی ضرورت ہو تم آتہ جان سے کہہ دیا کرنا وہ پوری کرے گا اور ہاں اس موقع پر میں تم سے ایک انتہائی اہم بات پوچھنا پسند کروں گا ابراہیم بیگ کی اس بات پر مارتینا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا پھر وہ اس کی سامنے والی نشست پر بیٹھ گی اور کہنے لگا۔ پہلے تو میں یہ کہوں گی کہ مجھے آپ کے باپ اور چچا کے مرنے کا دکھ اور صدمہ ہے۔ پھر آپ سے یہ پوچھوں گی کہ آپ مجھ سے کیا جاننا چاہتے ہیں۔ اس پر ابراہیم بیگ بولا اور کہنے لگا میں دادا اور آتہ جان ابھی ابھی مسجد سے نماز پڑھ کر آرہے ہیں راستے میں ہم تمہارے ہی متعلق گفتگو کرتے رہے ہیں میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب بھی تم واپس فرانس جانا چاہو ہمیں بتا دینا ہم تمہیں وہاں تک پہنچانے کے انتظامات خود کریں گے اگر تم کہو گی تو ہمارے کچھ آدمی تمہارے ساتھ جائیں گے جو تمہیں تمہارے گھر تک چھوڑ کر آئیں گے ابراہیم بیگ کی اس گفتگو پر حسین مارتینا کا چہرہ بالکل بدل کر رہ گیا تھا جہاں تھوڑی دیر قبل تک ابراہیم بیگ کے آنے کی اطلاع پا کر وہ خوش اور شاداں ہو رہی تھی وہاں اب اس کے چہرے پر دور دور خزاں کے سے اور بکھری اداسیاں اور نوحے دیکھے جا سکتے تھے پھر مارتینا نے اپنے آپ کو سنبھالا اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگی۔

آپ کا کہنا درست ہے اور آپ کو میرے متعلق ایسی ہی سوچ رکھنی چاہئے تھی یہی وقت اور حالات کا تقاضہ ہے لیکن میں آپ کو یہ بتا دوں کہ فرانس میں اب کوئی ایسا نہیں جس کے پاس میں جا کر رہوں میرا کوئی بہن بھائی نہیں ہے ماں پہلے ہی مر چکی باپ یہاں ختم ہو گیا جہاں تک ہوپر اور اس کے خاندان کا تعلق

ہے اس کی ماں بڑی بدمزاج ہے جس کے پاس میں کسی بھی صورت رہ نہیں سکتی اور اب ہوپر کے مرنے کے بعد وہ مجھے اپنے گھر پر رکھنے کے لئے تیار بھی نہ ہوگی جہاں تک ہوپر کے ساتھ شادی کا تعلق ہے تو یہ شادی پسند یا محبت کی شادی نہ تھی کبھی بھی میں نے شوہر کی حیثیت سے ہوپر کو پسند نہیں کیا بس میرے باپ چاہتے تھے کہ ان کے بھتیجے ہوپر سے میری شادی ہو جائے بس میں نے اپنے باپ کا کہا مانا اس لئے کہ میں ماں کے مرنے کے بعد دیوانگی کی حد تک اپنے باپ سے محبت کرتی تھی زندگی میں میں نے عہد کر رکھا تھا کہ اپنے باپ کا کہا نہ ٹالوں گی لہٰذا ان کے کہنے پر میں ہوپر کے ساتھ شادی پر رضامند ہو گئی ان حالات میں میرا یہاں سے فرانس واپس جانے کا کوئی ارادہ نہیں اگر کوئی میری مرضی پوچھے تو میں یہ کہوں گی کہ میں فرانس جانے کے بجائے ان ہی سرزمینوں میں رہنا پسند کروں گی ہاں اگر آپ لوگ مجھے اپنے اوپر بوجھ سمجھیں اور میری حفاظت یا میری کفالت کرنے کی ذمہ داری نہ قبول کرنا چاہیں تب بھی میں فرانس واپس نہیں جاؤں گی بلکہ یہیں رہوں گی آپ اپنی سرائے کے جس کام پر مجھے لگا دیں میں خوشی خوشی وہ کام کر دیا کروں گی مارتینا کی اس بات پر ابراہیم بیگ کا دادا خلیل بیگ تڑپ اٹھا اور مارتینا کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگا۔

مارتینا میری بیٹی یہ تم کیسی گفتگو کر رہی ہو اگر تم فرانس نہیں جانا چاہتیں تو کوئی زبردستی تمہیں نہیں بھجوائے گا تم یہیں ہمارے پاس رہو گی ہم تمہاری حفاظت اور کفالت کریں گے یوں سمجھو کہ آج کے بعد تم ہمارے خاندان ہمارے ہی گھرانے کا ایک فرد ہو تم نے یہ کیا سوچ کر کہہ دیا کہ تم ہماری سرائے میں کام کر کے اپنی گزر بسر کرلو گی میری بیٹی تم سرائے کی مالک ہو سنو تم گرلیین کی بیٹی ہو اور گرلیین کو میں نے ہمیشہ اپنے بیٹوں بارک اور نورخانی کی طرح چاہا ہے لہٰذا میرا فیصلہ یہ ہے کہ تم واپس فرانس نہیں جاؤ گی یہیں ہمارے پاس رہو گی اور تمہاری حفاظت اور تمہاری کفالت کے سارے اخراجات تمہارا دادا خلیل بیگ برداشت

کرے گا خلیل بیگ کا یہ جواب سن کر حسین مارتینا کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا تھا اس کی آنکھوں میں سکون اور طمانیت کی لہریں رقص کرنے لگیں تھیں پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور خوشی اور مسرت میں بھاگتی ہوئی دوسرے کمرے کی طرف جاتے ہوئے کہنے لگی دادا آپ تینوں بیٹھیں میں آپ کے لئے کھانا لاتی ہوں خلیل بیگ مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہ گیا تھوڑی دیر بعد مارتینا نے کھانے کی ساری اشیاء ابراہیم بیگ خلیل بیگ اور آتہ جان کے سامنے رکھ دی تھیں اور پھر نرمی میں وہ ان سب کو مخاطب کر کے کہنے لگی آپ لوگ کھایئے اس پر خلیل بیگ بولا اور کہنے لگا بیٹی تم بھی تو ہمارے ساتھ بیٹھو تم ہمارے ساتھ بیٹھ کر کھاؤ اس پر مارتینا بھی ان کے سامنے بیٹھ گئی اور چاروں مل کر کھانا کھانے لگے تھے چند روز تک ابراہیم بیگ نے حصار شہر ہی میں قیام کئے رکھا پھر وہ اپنے باپ بارک اور چچا نور خانی کا چالیسواں ادا کرنے کے بعد حصار سے بخارا چلا گیا تھا۔

دوپہر کے قریب ایک روز ابراہیم بیگ بخارا شہر میں اپنی حویلی میں داخل ہوا اس کے چھ ساتھیوں میں سے ایک بھاگتا ہوا آگے بڑھا ابراہیم بیگ کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر وہ اصطبل کی طرف لے گیا تھا پھر جب ابراہیم بیگ حویلی کے سکونتی حصے کی طرف بڑھا تھا تو وہ کچھ پریشان اور فکر مند ہو گیا تھا اس لئے کہ اس نے دیکھا کہ حویلی کے صحن میں امیر بخارا کے محافظ دستے کے کچھ سپاہی بھی کھڑے تھے پھر اچانک ایک کمرے سے امیر بخارا نکلے اور ان کے ساتھ امیر لشکر رحمان قل بیگ بھی تھا پریشانی کے عالم میں ابراہیم بیگ آگے بڑھا اور امیر بخارا کی طرف دیکھتے ہوئے وہ پوچھنے لگا - یا امیر! آپ یہاں اس پر امیر بخارا عالم خان لے اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

ن بیٹے تم مجھے بتائے بغیر چلے گئے تھے مجھ سے کم از کم مل کر جاتے وہ تو

رحمان قل بیگ نے مجھے تمہارے باپ اور تمہارے چچا کے روسیوں کے ہاتھوں قتل ہونے کی اطلاع پہلے سے کر دی تھی بہرحال مجھے تمہارے باپ اور تمہارے چچا کے مرنے کا سخت دکھ اور صدمہ ہے یہ تو کہو تمہارے دادا کیسے ہیں ابراہیم بیگ کچھ اداس اور افسردہ ہو گیا تھا پھر وہ کہنے لگا - یا امیر! میرے دادا ٹھیک ہیں پر آپ یہ تو کہیے کہ آپ نے میری حویلی میں آنے کی کیوں زحمت کی اس پر امیر بخارا عالم خان بولے اور کہنے لگے بارک کے بیٹے تمہاری غیر موجودگی میں ایک بہت بڑا حادثہ رونما ہو گیا ہے اور وہ اس طرح کہ جو پانچ جرمن قیدی تم نے تاشقند سے آنے والی گاڑی سے حاصل کئے تھے تمہاری غیر موجودگی میں لگا تار دو ہفتوں تک تمہاری حویلی میں ٹھہرائے رکھا گیا پھر ان میں سے دو کو سبز شہر کی طرف روانہ کر دیا گیا ان کے وہاں پہنچنے اور اسلحہ ساز کارخانے میں کام کرنے کی اطلاع بھی آگئی ہے باقی ایک مرد اور دو لڑکیاں رہ گئی تھی ایک لڑکی جس کا نام سیورا تھا اس کی شادی تیسرے جرمن کے ساتھ ان کی خواہش کے مطابق اور ان کی رسم و رواج کے مطابق انتہائی تزک و احتشام کے ساتھ شادی کر دی گئی تھی وہ ان دنوں بخارا کے اسلحہ ساز کارخانے میں کام کر رہے ہیں اور وہ انتہائی جانفشانی اور محنت کے ساتھ ہمارے صناعوں کو کام سکھانے کے ساتھ ساتھ ان سے عملی مظاہرہ بھی کروا رہے ہیں مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی ہے کہ بخارا اور سبز شہر میں کام کرنے والے جرمنوں نے ہماری بڑی بڑی اور فرسودہ توپوں کو پگھلا پگھلا کر بڑی تیزی کے ساتھ حرکت میں آنے والی چھوٹی چھوٹی توپیں گولہ بارود اور دوسرا اسلحہ بنوانے کا کام شروع کروا دیا ہے میرے خیال میں جو جرمن سبز شہر گئے ہیں ان کا نام ٹوزیٹ اور فینڈک ہیں یہاں رہنے والے دونوں میاں بیوی نتھالی اور سیورا ہیں باقی ایک لڑکی بچی تھی جس کا نام ریکا تھا مجھے رحمان قل بیگ نے بتایا ہے کہ یہ لڑکی بڑی سرکش بڑی ہٹ دھرم اور ضدی تھی اس پر ابراہیم بیگ نے چونک کر پوچھا اسے کیا ہوا اے امیر! اس پر امیر بخارا پھر بولے اور کہنے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لگے اس کی حفاظت پر جو سپاہی مقرر کئے ہوئے تھے وہ ان کی بات نہیں مانتی تھی ان محافظوں کا کہنا ہے کہ وہ رات کو کہیں حویلی سے باہر گھومنے کے لئے چلی گئی پھر واپس نہیں لوٹی رحمان قل بیگ کا کہنا ہے کہ وہ کہیں بھاگ گئی ہے۔

یہ خبر سن کر ابراہیم بیگ فکر مند اور ملول ہو گیا تھا پھر وہ امیر بخارا کو مخاطب کر کے کہنے لگا یا امیر وہ لڑکی نہ تو ہٹ دھرم ہے اور نہ ضدی اور خود سر ہے حقیقت یہ ہے کہ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے بھائی کو روسیوں نے قتل کر دیا تھا اس کے ساتھ اس کا ایک بھائی بھی روسیوں کا قیدی تھا پس اپنے بھائی کے روسیوں کے ہاتھوں بے گناہ مارے جانے کی وجہ سے اس کی حالت یہ ہو گئی ہے ورنہ اس کے ساتھیوں کا کہنا ہے کہ وہ انتہائی پڑھی لکھی انتہائی دانشور انتہائی نرم دل اور انتہائی بااخلاق لڑکی ہے حقیقت یہ ہے کہ کچھ روسی اسے بے آبرو کرنا چاہتے تھے اس پر اس کا بھائی آڑے آیا لہٰذا روسیوں نے اس کے بھائی کو قتل کر دیا اس بناء پر وہ لڑکی نہ صرف روسیوں بلکہ ہمیں بھی روسی سمجھتے ہوئے ہمارے بھی خلاف ہے ہمیں اس لڑکی کو اپنے اعتماد اور بھروسے میں لینا ہوگا اس طرح وہ ہمارے لئے کافی سود مند ثابت ہو سکتی ہے اور اگر وہ پھر بھی نہ سنبھلی تو ہم اسے باعزت اس کے ملک بھجوانے کا بندوبست کریں گے یہاں تک کہنے کے بعد جب ابراہیم بیگ خاموش ہوا تو امیر بخارا نے پوچھا۔

اسے ہم اعتماد اور بھروسے میں تو اس وقت لیں گے جب وہ ہمیں ملے گی اب تو وہ یہاں سے بھاگ چکی ہے نجانے کہاں ہے تمہارے خیال میں ابری وہ لڑکی بھاگ کر کہاں جا سکتی ہے اس پر ابراہیم بیگ نے گردن جھکا کر تھوڑی دیر کے لئے کچھ سوچا پھر وہ کہنے لگا یا امیر میرے خیال میں وہ لڑکی بھاگی نہیں ہے وہ ضرور اپنے ساتھیوں کے ساتھ رہنا پسند کرتی اپنے دو ساتھیوں کے سبز شہر اور دو کے بخارا شہر کے کارخانے میں چلے جانے کے بعد وہ تنہائی اور اکیلا پن محسوس کرتی ہوگی لہٰذا وہ حویلی سے باہر نکلی ہوگی میرے خیال میں وہ بھاگی نہیں ہے بلکہ روسی

اس کی تاک میں ہونگے اور اسے اٹھا کر لے گئے ہونگے ابراہیم بیگ کے اس انکشاف پر امیر بخارا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا پھر دوبارہ پوچھا تمہارے خیال میں روسی اسے کہاں لے جا سکتے ہیں اس پر ابراہیم بیگ پھر کہنے لگا یہ جرمن قیدی خود ہی مجھے بتا رہے تھے کہ روسی انہیں اپنے صحرائے قزلقم کے عقوبت خانوں کی طرف لے جا رہے تھے میرے خیال میں ہم نے ان جرمن قیدیوں کو جس وقت گاڑی سے حاصل کیا ہوگا روسی تب سے ہی ان قیدیوں کی تلاش میں ہوں گے اور جونہی ریکا باہر نکلی ہوگی ان کے گھومنے والے ایجنٹوں اور گماشتوں نے اسے دیکھ لیا ہوگا اور وہ اسے پکڑ کر میرے خیال میں صحرائے قزلقم کے عقوبت خانوں کی طرف لے گئے ہونگے اب وہ دوسرے چار جرمن قیدیوں کو بھی حاصل کرنے کی کوشش کریں گے یہاں تک کہنے کے بعد جب ابراہیم بیگ خاموش ہوا تو امیر بخارا نے اس بار امیر لشکر رحمان قل بیگ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا رحمان قل بیگ آج ہی سخت احکامات جاری کر دو کہ سبز شہر میں ٹوزیٹ اور فینڈک اور بخارا شہر میں نتھالی اور سیورا چاروں کی حفاظت کا سخت انتظام کیا جائے جہاں کہیں بھی یہ جائیں ان کے آگے پیچھے محافظ رہیں اور ان کی کڑی نگرانی کے علاوہ ان کے آس پاس گھومنے والوں پر بھی کڑی نگاہ رکھیں امیر بخارا کا یہ حکم سن کر امیر لشکر نے اثبات میں گردن ہلا دی پھر امیر بخارا نے ابراہیم بیگ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

سنو ابراہیم بیٹے اب اس جرمن لڑکی ریکا کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے ہمیں اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہئے یا اسے حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اس پر ابراہیم بیگ تڑپ کر بولا اور کہنے لگا یا امیر ہمیں کسی بھی صورت اس لڑکی کو روسیوں کے حوالے نہیں کرنا چاہئے وہ اس پر تشدد کریں گے اسے بے آبرو کریں گے اور اس سے نہ صرف یہ کہ جرمن راز جاننے کی کوشش کریں گے بلکہ اس سے اس کے چار ساتھیوں کے متعلق بھی پوچھیں گے اس

طرح باقی چار جرمنوں کی زندگی بھی خطرے میں پڑ جائے گی ہمیں فی الفور اس لڑکی کو صحرائے قزلقم میں روسیوں کے عقوبت خانے سے نکال کر اسے اپنے قبضے میں لینا چاہیئے اس کے بھاگنے یا غائب ہونے کی اطلاع چار جرمنوں کو ہو گی تو وہ بھی پریشان حال ہوں گے اور پوری دل جمعی کے ساتھ ہمارے کارخانوں میں کام نہ کر سکیں گے لہٰذا ان کی تسلی اور تشفی کے لئے بھی ہمیں اس جرمن لڑکی کو روسی عقوبت خانوں سے نکالنا ہوگا اور یہ کام ہمیں کم از کم آج ہی رات کرنا ہوگا اگر وہ لڑکی پچھلی رات غائب ہوئی ہے تو ابھی تک اس پر تشدد کا کام نہیں شروع ہوا ہو گا اگر آج ہی رات ہم روسی عقوبت خانوں پر چڑھ دوڑیں تو ہم اس لڑکی کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں بلکہ میرا تو خیال یہ ہے کہ ان عقوبت خانوں میں اور بھی قیدی ہونگے انہیں بھی ہمیں چھٹکارہ دلانا چاہیئے اور صحراء کے اندر روسیوں کے قائم کردہ ان عقوبت خانوں کو آگ لگا کر ان کا خاتمہ کر دینا چاہیئے اس لئے جرمن قیدی تو ہم حاصل کر چکے ہیں اب ہمیں عنقریب اپنی آزادی کا اعلان کر دینا ہو گا یہاں تک کہنے کے بعد جب ابراہیم بیگ خاموش ہوا تو امیر بخارا پھر بولے اور کہنے لگے۔

ابراہیم بیگ میں تمہارے خیالات تمہارے مشورے کی قدر کرتا ہوں ہمیں واقعی اس لڑکی کو ضرور حاصل کرنا چاہیے اور یہ کام میں تمہارے ذمے لگاتا ہوں آج کی رات جس قدر ساتھی تمہیں چاہیں رحمان قل بیگ تمہیں مہیا کرے گا ان کے ساتھ رات کی تاریکی میں صحرائے قزلقم کے اندر روسی عقوبت خانوں پر شب خون مارو اس لڑکی کو بھی حاصل کرو اور جس قدر دوسرے وہاں قیدی ہیں ان کے بھی چھٹکارے کا باعث بنو روسیوں کو جس قدر بھی تم وہاں پاؤ قتل کر دو اور ان عقوبت خانوں کو آگ لگا کر خاکستر بنا دو تاکہ روسی پھر کبھی صحرائے قزلقم کے ان عقوبت خانوں کو ہمارے یا دوسری اقوام کے خلاف استعمال نہ کر سکیں جہاں تک ابری بیٹے اعلان آزادی کا تعلق ہے تو تم دیکھو گے اب ہم بہت جلد بخارا کی آزادی کا اعلان کرنے والے ہیں اب تم رحمان قل بیگ کے ساتھ مل کر آنے والی رات کو صحرائے قزلقم کے عقوبت خانوں پر شب خون مارنے کا لائحہ عمل طے کرو میں آنے والی صبح تک تمہاری طرف سے کسی اچھی خبر سننے کا انتظار کروں گا اس کے ساتھ ہی بخارا کے امیر اپنے محافظ دستے کے ساتھ حویلی سے چلے گئے تھے جبکہ ابراہیم بیگ اور رحمان قل بیگ حویلی کے دیوان خانے میں بیٹھ کر آپس میں صلاح مشورہ کرنے لگے تھے۔

اسی روز عشاء کے بعد ابراہیم بیگ اپنے ساتھ کام کرنے والے مسلح جوانوں کے ساتھ دشت قزلقم کی حدود پر نمودار ہوا تھا اس کے ساتھ بیس مسلح جوان تھے اور ہر کوئی اپنے گھوڑے پر سوار تھا جہاں زرخیز زمینیں ختم ہوتی تھیں اور صحرائے قزلقم شروع ہوتا تھا وہاں ابراہیم بیگ نے اپنے گھوڑے کو روک لیا اور اشارے سے اپنے ساتھیوں کو رک جانے کو کہا اس کا اشارہ پا کر اس کے ساتھی رک گئے اب ان کے سامنے جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی چاندنی رات میں دور دور تک صحرائے قزلقم کا چمکتا ہوا ریتیلا سینہ دکھائی دے رہا تھا ہر طرف خاموشی سکوت اور ایک ہو کا عالم تھا ایسا لگتا تھا کہ دنیا کے اندر حیات کا خاتمہ ہو گیا ہو اور ہر طرف زندگی اور زیست کے چراغ بجھ کر رہ گئے ہوں ایسے میں ابراہیم بیگ نے دھیمی سے آواز میں اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

تم دیکھتے ہو کہ ہمارے سامنے مغرب میں اب جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے صحرائے قزلقم پھیلا ہوا ہے اس صحرائے کے اندر پندرہ میل اندر جا کر روسیوں نے اپنے عقوبت خانے قائم کر رکھے ہیں صحراء میں داخل ہونے سے قبل میری ایک بات یاد رکھنا اس صحرائے کے اندر بیشمار خونی اور آدم خور بھیڑیئے پائے جاتے ہیں جو پچیس پچیس اور تیس تیس کے گروہ کی صورت میں صحراء کے اندر سرگرداں رہتے ہیں اور صحرائے کے اندر جو بھی جاندار شے انہیں دکھائی دیتی ہے اس کے پیچھے پڑ کر اسے اپنی خوراک اور اپنا لقمہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں روسی

لوہے کی بند گاڑیوں کے اندر اس صحرا میں سفر کرتے ہیں اس بناء پر وہ ان بھڑیوں کے حملہ آور ہونے سے محفوظ رہتے ہیں ہم اپنے اپنے گھوڑوں پر سفر کی ابتداء کر رہے ہیں لہٰذا یہ خونخوار اور آوارہ بھیڑیئے ہمارے لئے نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتے ہیں لیکن ان سے بچنے کا ایک طریقہ بھی ہے۔

سنو میرے ساتھیو اس صحراء کے اندر سفر کرتے ہوئے سب اکٹھے اور ساتھ ساتھ رہنا بکھرنے کی کوشش نہ کرنا تم دیکھتے ہو کہ جس جگہ ہم کھڑے ہیں اس جگہ دو گہرے راستے صحراء کے اندر جاتے ہیں یہ ان روسی گاڑیوں کے لئے بنے ہوئے ہیں جو ان راستوں کی طرف آتی جاتی ہیں گاڑیوں کے لئے بنے ہوئے ان ہی راستوں پر سفر کرتے ہوئے ہم صحرا کے اندر جائیں گے تم لوگ ساتھ ساتھ رہنے کی کوشش کرنا اور جب بھی رات کی تاریکی میں یہ بھڑیئے ہم پر حملہ آور ہوں تو تم بھی ان پر حملہ آور ہونا انہیں اپنی گولیوں کا نشانہ بنانا کوشش یہ کرنا کہ کوئی بھی گولی ضائع نہ جائے بلکہ گولی کسی نہ کسی بھیڑیئے کا کام تمام کرے اس طرح جو بھی بھیڑیا تمہاری گولی کا نشانہ ہو کر زمین پر گرے گا دوسرے بھڑیئے اسے چیر پھاڑ کر پہلے کھائیں گے اس کے بعد تمہارے تعاقب میں لگیں گے اس طرح ایک ایک دو دو کر کے اگر ہم بھیڑیوں کا خاتمہ کرتے چلے جائیں تو ہم با آسانی اور حفاظت کے ساتھ ان کی خونخواری سے بچ کر روسیوں کے عقوبت خانوں تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں گے اب میرے پیچھے پیچھے آؤ تاکہ اپنے اس شب خون کی ابتداء کریں اس کے ساتھ ہی ابراہیم بیگ نے بلند آواز میں بسم اللہ پڑھتے ہوئے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اسے صحرائے قزلقم میں روسی گاڑیوں کے آنے جانے کی وجہ سے جو راستے بنے ہوئے تھے ان میں سے ایک پر ڈال دیا اس کے پیچھے پیچھے اس کے بیس ساتھی بھی رات کی خاموشی اور چاروں طرف پھیلی چاندنی میں صحرائے قزلقم میں داخل ہو گئے تھے۔

ابراہیم بیگ اپنے ساتھیوں کے ساتھ روسی گاڑیوں کی وجہ سے بننے والے

نشانات کو جو چاندنی رات میں نقش جادہ کی طرح دکھائی دے رہے تھے نشان منزل بناتا ہوا بیان و قلم کا   اور حرف و صوت کے صورت گران کارکنان قضا و قدر کی طرح صحرائے قزلقم میں آگے بڑھ رہا تھا جو ظلمت کدوں میں ضمیر سے تاریکیوں کے داغ مٹاتے ہوئے ہر شے ہر ذی حیات کو نور خود آگاہی سے ہمکنار کرنے کا عہد کر چکے ہوں صحرا کے سینے پر چاروں طرف ہواؤں کے دوش پر چاندنی کا رقص جاری تھا ہوا کی بھیگی چادر اوڑھے ڈھلتی رات کا سناٹا چاندنی میں چمکتے اپنے ماتھے پر سکھ سینوں کے پنکھ سجائے چاروں طرف پھیل اور بکھر گیا تھا ہر طرف ایک خاموشی طاری تھی تاہم کبھی کبھی بھولی بھٹکی صحرائی ابابیلوں کا گروہ نمودار ہوتا اور گہری پھیلی خاموشی میں ایک مسلسل اضطراب کھڑا کرتے ہوئے غول بیابانی کی طرح کہیں روپوش ہو جاتا تھا۔

اپنا گھوڑا دوڑاتے ہوئے ابراہیم بیگ کا ایک ساتھی ابراہیم بیگ کے قریب آیا اور اس سے پوچھنے لگا یا امیر! صحراء میں داخل ہونے سے پہلے آپ نے کہا تھا کہ صحراء کے اندر بیشمار بھیڑیئے گروہ در گروہ گھومتے رہتے ہیں اور جب بھی انہیں کوئی جاندار شے دکھائی دیتی ہے اسے اپنی خوراک بنانے کے لئے اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں پر میں نے تو سن رکھا ہے کہ صحرائے قزلقم کے اندر خانہ بدوش قبائل اپنے ریوڑوں کو لئے گھومتے رہتے ہیں اور صحراء کے اندر جو جڑی بوٹیاں اور جو جھاڑ جھنکار اگتا ہے ان کے ریوڑ اسے اپنی خوراک بنا کر پیٹ بھر لیتے ہیں اگر اس صحراء میں اس قدر بھیڑیئے ہی پائے جاتے ہیں تو پھر یہ خانہ بدوش قبائل کیسے اور کیونکر اپنے اپنے ریوڑ کو لیکر سلامتی کے ساتھ اس صحراء میں سفر کرتے ہیں اپنے اس ساتھی کے سوال پر ابراہیم بیگ تھوڑی دیر ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کچھ سوچتا رہا پھر وہ اپنے اس ساتھی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

تمہارا یہ کہنا درست ہے کہ اس صحراء کے اندر خانہ بدوش قبائل اپنے ریوڑوں کو لئے جگہ جگہ گھومتے رہتے ہیں لیکن میرا کہنا بھی درست ہے کہ اس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

صحراء کے اندر بیشمار خونی بھڑیئے پائے جاتے ہیں ایک بات یاد رکھو وہ خانہ بدوش جوان صحراؤں میں اپنے ریوڑوں کو لئے پھرتے ہیں انہوں نے اپنے اپنے ریوڑ کی حفاظت کے لئے ان گنت خونخوار کتے پال رکھے ہیں ان کتوں کو انہوں نے شروع سے ہی بھیڑیئے کا شکار کرنے کا عادی بنا رکھا ہے اور یہ کتے ان بھڑیوں کا شکار کر کے ان کا گوشت بڑی رغبت سے کھاتے ہیں بلکہ جب یہ خانہ بدوش قبائل صحراء کے اندر سفر کرتے ہیں تو ان کے کتے اپنا پیٹ بھرنے کے لئے خود بھیڑیوں کا شکار کرتے ہیں اور انہیں چیر پھاڑ کھاتے ہیں جبکہ رات کے وقت وہ اپنے مالکوں کے ریوڑوں کی حفاظت کرتے ہیں یہ صحراء کے اندر پائے جانے والے بھڑیئے ان کتوں سے انتہائی خوفزدہ رہتے ہیں شاید یہ اس وجہ سے بھی ہو چونکہ کتے ان کا گوشت کھاتے ہیں اور انہیں ان کتوں سے اپنے خون اپنے گوشت کی بو آتی ہو لہٰذا ان کتوں سے ڈرتے ہوئے خانہ بدوش قبائل کے ریوڑوں سے دور ہی رہتے ہیں یہاں تک کہتے کہتے ابراہیم بیگ اچانک خاموش ہو گیا اس لئے کہ اچانک وہ کوئی آواز کوئی صدا سننے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

پھر صحراء کے اندر ایسی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں جیسے پورا دشت بری طرح ہونک اٹھا ہو وہ آواز آہستہ آہستہ قریب سے قریب تر آتی ہوئی واضح اور نمایاں حیثیت اختیار کرنے لگی تھی اس پر ابراہیم بیگ نے چلا کر اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا میرے ساتھیو سنبھل جاؤ صحراء کے اندر یہ تم سانسوں اور ہونکنے کی آوازیں سن رہے ہو یہ بھیڑیوں کی آوازیں ہیں جو بڑی تیزی سے ہمارے تعاقب میں لگ گئے ہیں اکٹھے ہو جاؤ اپنے گھوڑوں کو پوری رفتار کے ساتھ صحراء کے اندر سرپٹ بھگادو پر اکٹھے رہنا اور پیچھے مڑکر دیکھتے رہنا کہ بھیڑیئے ہمارا تعاقب کریں گے جونہی چاندنی رات میں وہ ہمیں دکھائی دیں انہیں اپنی گولیوں کا نشانہ بناتے رہنا اس طرح ہم ان سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے ابراہیم کی اس تنبیہہ پر اس کے سارے ساتھی مستعد ہو گئے سارے اپنے

گھوڑوں کو ابراہیم بیگ کے ساتھی صحراء کے اندر سرپٹ دوڑانے لگے تھے لیکن تھوڑی ہی دیر بعد ان کے پیچھے سے خونخوار بھیڑیوں کا ایک بہت بڑا گروہ نمودار ہوا جو بری طرح ہانپتا ہوا ان کے تعاقب میں لگا ہوا تھا۔

جونہی وہ بھڑیئے ابراہیم بیگ اور اس کے ساتھیوں کے قریب آئے ابراہیم بیگ اور اس کے ساتھیوں نے انہیں اپنی گولیوں کا نشانہ بنانا شروع کر دیا اور جو بھی بھڑیا ان کی گولی کی وجہ سے زخمی ہو کر زمین پر گرتا دوسرے بھڑیئے اس پر ٹوٹ پڑتے اور اسے کھانے کے بعد پھر ابراہیم بیگ اور اس کے ساتھیوں کے تعاقب میں لگ جاتے تھے اس طرح دشت کے اس فسوں میں سانسوں کے ٹوٹتے سفر کی طرح بھیڑیئے تھوڑی دیر اپنے ساتھیوں کو کھانے میں رک جاتے اس کے بعد دوبارہ وہ سرکتے منحوس کالے لمحوں' سرخ آندھیوں' آوارہ چیلوں' دکھ کے کہرام اور تلخیوں کے خوف کی طرح ابراہیم اور اس کے ساتھیوں کے پیچھے لگ جاتے تھے صحراء کے اندر ان کے مسلسل بھاگنے کی وجہ سے ان کی سانسوں کی جو آوازیں صحراء کے اندر سنائی دیتی تھیں ان کی وجہ سے یوں لگتا تھا جیسے فضائے عالم آشفتگی کے سودا کا شکار ہو کر رہ گئی ہو۔

لیکن ابراہیم بیگ اپنے ساتھیوں کے ساتھ تعاقب کرتے بھیڑیوں سے بالکل بے خوف' دل کی گہرائیوں میں مچلتے جذبات کو خیالات کی تجسیم اور کو کن کے جنون کی صورت دیتا ہوا بساط ارض و سماء میں خیالات کے دیوتا کی طرح متواتر اپنے قطوری عمل کو جاری رکھے ہوئے تھا وہ خود اور اس کے ساتھی لگاتار تعاقب کرنے والے بھڑیوں کو اپنی گولیوں کا نشانہ بناتے رہے جو بھیڑ ان کی گولیوں کا نشانہ بن کر مرتے دوسرے بھیڑیئے مرنے والے اپنے ساتھیوں کو اپنی غذا بنانے کے لئے تھوڑی دیر رکتے پھر تعاقب شروع کر دیتے اس طرح ابراہیم بیگ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ تعاقب کرنے والے ان بھیڑیوں میں سے آدھوں سے زیادہ کو ہلاک کر دیا اور باقی بچنے والے بھیڑیئے اپنے ہی مرنے والے ساتھیوں

سے اپنا پیٹ بھرنے کے بعد واپس چلے گئے تھے اس طرح ابراہیم بیگ بحفاظت اپنے ساتھیوں کو لیکر روسی عقوبت خانوں کے قریب پہنچ گیا تھا۔

دوسری طرف شاید صحرائے قزلقم کے اندر گولیاں چلنے کی وجہ سے عقوبت خانے کے روسیوں کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ صحراء کے اندر کوئی ان کی طرف آرہا ہے للذا عمارت کے اندر روشنی کر دی گئی تھی اور پانچ چھ مسلح جوان اپنے ہتھیار سیدھے کر کے عمارت سے باہر آکھڑے ہوئے تھے جونہی عمارت میں روشنی ہوئی ابراہیم بیگ نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا تم میں سے دس فورا" زمین پر لیٹ جائیں اور دس میرے پاس کھڑے رہیں ابراہیم بیگ کے کہنے پر اس کے ساتھیوں نے ایسا ہی کیا ان میں سے دس صحرائے قزلقم کی ٹھنڈی ریت پر لیٹ گئے تھے باقی دس ابراہیم کے پاس ہی کھڑے رہے تھے پھر ابراہیم بیگ نے بڑی رازداری کے ساتھ اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا۔

جو دس زمین پر لیٹے ہوئے ہیں یہ لیٹے ہی لیٹے سانپ کی طرح رینگ کر عمارت کے دوسرے حصے کی طرف جائیں اور یہ جو روشنی ہونے کے بعد روسی عمارت سے باہر نکلے ہیں ان کی پشت کی طرف جائیں اور جونہی تم لوگ دیکھو کہ یہ تمہاری زد میں ہیں انہیں اپنی گولیوں کا نشانہ بنا کر رکھ دینا اتنی دیر تک میں انہیں باتوں میں الجھانے کی کوشش کرتا ہوں ابراہیم بیگ کا حکم پاکر زمین پر لیٹنے والے دس جوان بڑی تیزی سے رینگتے ہوئے آگے بڑھنے لگے تھے۔

اس کے بعد ابراہیم نے دس کھڑے ہوئے جوانوں کو مخاطب کر کے کہا تم میں سے دو گھوڑوں کے پاس رہیں باقی میرے ساتھ آگے جائیں اتنی دیر تک عقوبت خانے سے باہر آنے والے روسیوں میں سے ایک نے چلا کر کہا تم لوگ کون ہو اور صحراء کے اندر کیوں اس سمت آئے ہو جواب میں ابراہیم بیگ بلند آواز میں ان روسیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو میرا نام ابراہیم بیگ ہے میں ازبک قبائل کے سردار خلیل بیگ کا پوتا

ہوں شاید تم لوگ میرے نام سے واقف اور آگاہ ہو گے میں امیر بخارا کے نمائندے کی حیثیت سے تمہاری طرف آیا ہوں انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں یہ بتاؤں کہ صحرائے قزلقم کے اندر اپنے اس عقوبت خانے کو بند کر دو تم جانتے ہو کہ بخارا داخلی اور اندرونی طور پر بالکل آزاد ہے جبکہ خارجی اور بیرونی سطح پر روسی سلطنت کے تحت ہے جواب میں ایک روسی نے بلند آواز میں ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہا اگر تم واقعی ازبک سردار خلیل بیگ کے پوتے ہو جسے لوگ ابری کہہ کر پکارتے ہیں تو ہمارے قریب آؤ کہ ہم دیکھیں کیا تم ابراہیم بیگ ہو اور یہ بھی کہو کہ تمہارے ساتھ کتنے آدمی ہیں اس پر ابراہیم بیگ پھر بلند آواز میں کہنے لگا میرے ساتھ میرے دس ساتھی ہیں دو کو میں نے اپنے گھوڑوں کی نگرانی پر چھوڑا ہے جبکہ باقی آٹھ جوان میرے ساتھ ہیں ابراہیم بیگ نے اپنے گھوڑے صحرائے کے اندر اگے ہوئے بڑے بڑے جھاڑوں کی اوٹ میں کچھ اس طرح کھڑے کئے تھے کہ وہ روسیوں کو دکھائی نہیں دیتے تھے اس پر روسیوں میں سے ایک پھر بولا اور کہنے لگا ابراہیم بیگ اپنے ساتھیوں کے ساتھ روشنی میں آؤ تاکہ اس موضوع پر تم سے گفتگو کی جا سکے جواب میں ابراہیم بیگ کہنے لگا ان عقوبت خانوں کا جو تمہارا کماندار ہے اسے میری طرف روانہ کرو تاکہ میں اس سے بات کروں اس پر ایک روسی بولا اور کہنے لگا میں ان عقوبت خانوں کا کماندار ہوں کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو اس پر ابراہیم بیگ بولا اور کہنے لگا تم میری طرف آؤ گے یا میں تمہاری طرف آؤں اس پر وہ روسی بولا نہیں تم ہی میری طرف آؤ جواب میں ابراہیم بیگ تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر وہ اپنے پیچھے کھڑے اپنے ساتھیوں سے بڑی راز داری سے کہنے لگا جو دس آدمی ہمارے عمارت کی دوسری طرف گئے ہیں جونہی ان کی طرف سے گولی چلنے کی آواز تمہیں سنائی دے تم لوگ فورا" زمین پر لیٹ جانا اور جو روسی بھی تمہیں اپنے سامنے دکھائی دے اس پر فائر کھول دینا اتنا کہنے کے بعد ابراہیم بیگ عقوبت خانے کے اس حصے کی طرف بڑھا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جس کے باہر روشنی ہو رہی تھی اور جہاں کچھ روسی کھڑے ہوئے تھے۔

ابراہیم بیگ ابھی چند ہی قدم روشنیوں کی طرف بڑھا تھا کہ اسے روسیوں کی پشت پر اپنے ساتھی نمودار ہوتے ہوئے دکھائی دیئے اتنی دیر تک کچھ اور روسی عمارت سے نکل کر باہر آکر کھڑے ہوگئے تھے اس پر ابراہیم بیگ فورا" حرکت میں آیا اور ایک جست لگا کر وہ فورا" زمین پر لیٹ گیا تھا دوسری طرف اس کے پیچھے اس کے آٹھ ساتھی بھی اس کی طرف دیکھتے ہوئے فورا" زمین پر لیٹ گئے تھے عین اسی وقت ابراہیم کے ساتھیوں نے روسیوں پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی تھی جس کے نتیجے میں جس قدر روسی روشنی میں کھڑے تھے وہ گولیوں سے چھلنی ہو کر وہیں ڈھیر ہو کر رہ گئے تھے۔

گولیاں چلنے کی آواز سن کر عمارت کے اندر سے کچھ اور روسی بھی بھاگتے ہوئے باہر آئے تھے ابراہیم کے ساتھیوں نے انہیں بھی چھلنی کر کے رکھ دیا تھا پھر ابراہیم بیگ نے بلند آواز میں اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔

"دھڑک اس عمارت میں داخل ہو جاؤ اور جو روسی بھی تمہارے سامنے آئے اسے موت کی گود میں سلاتے چلے جاؤ اس کے ساتھ ہی ابراہیم بیگ کے پیچھے جو آٹھ ساتھی تھے وہ بھی حرکت میں آئے اور عمارت کی کھڑکیوں میں سے اندر داخل ہونے لگے تھے دوسری طرف ابراہیم کے دس ساتھی بھی ایسا ہی کر چکے تھے پھر جس قدر روسی عمارت کے اندر تھے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا کسی بھی روسی کو وہاں سے بچ کر بھاگنے کا موقع نہ دیا گیا تھا روسیوں کا خاتمہ کرنے کے بعد ابراہیم بیگ نے عمارت کے ایک ایک کمرے کا جائزہ لیا عمارت کے اندر عقوبت خانے کے طور پر کئی کمرے استعمال کئے جاتے تھے ان کمروں میں کئی قیدی تھے ایک کمرے میں انہیں ربیکا بھی ملی اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے اور وہ ایک کونے میں پڑی ہوئی تھی ابراہیم بیگ اس کی طرف بڑھا اپنا خنجر نکال کر اس نے ربیکا کے ہاتھ پاؤں کی رسیاں کاٹ دیں۔

پھر ربیکا ابراہیم بیگ کے ساتھ اس کمرے سے باہر آئی اچانک ربیکا نے بھاگ کر ایک مرے ہوئے روسی کا ریوالور اٹھالیا اس نے اسے کھول کر دیکھا اس میں گولیاں بھری ہوئی تھیں پھر ربیکا بلند آواز میں ابراہیم بیگ سے چلا کر کہنے لگی

میں ایک کے بعد دوسری غلامی پر موت کو ترجیح دیتی ہوں اس کے ساتھ ہی ربیکا شاید اپنے سر کو گولی کا نشانہ بنانے لگی تھی کہ ابراہیم بیگ بھاگ کر آگے بڑھا جونہی ابراہیم بیگ نے آگے بڑھ کر ربیکا کا بازو پکڑا ربیکا سے گولی چل گئی ریوالور کا رخ ربیکا سے دانستہ یا نادانستہ طور پر ابراہیم بیگ کی طرف ہو گیا تھا اور ریوالور کی گولی ابراہیم کے بائیں بازو کو کہنی کے اوپر سے چیرتی ہوئی نکل گئی تھی تاہم ابراہیم بیگ نے ربیکا سے ریوالور چھین کر اس کی گولیاں نکال کر دور پھینک دیا تھا اتنی دیر تک ابراہیم کے ساتھی بھی بھاگ کر وہاں آگئے تھے انہوں نے جب ابراہیم بیگ کو زخمی حالت میں دیکھا انہوں نے شاید یہی سمجھا کہ ربیکا نے ابراہیم بیگ کو گولی ماردی ہے اس پر ابراہیم کے دو ساتھی اپنی رائفلوں کا رخ ربیکا کی طرف کرتے ہوئے اسے گولیوں کا نشانہ بنانے ہی لگے تھے کہ ابراہیم بیگ نے فورا" چلاتے ہوئے ان سے کہا۔

خبردار اس پر گولی مت چلانا میں جانتا ہوں کہ یہ ایک دکھی اور مجبور لڑکی ہے اور اس نے دانستہ طور پر مجھ پر گولی نہیں چلائی یہ تو اپنا خاتمہ کرنے کے درپے تھی اور غیر دانستہ طور پر میں گولی کا نشانہ بن گیا تم عقوبت خانوں کے دوسرے کمروں کا بھی جائزہ لو اور جس قدر بھی دوسرے قیدی ہیں انہیں بھی نکالو اس پر ان دونوں جوانوں نے اپنی رائفلوں کے رخ نیچے کر لئے پھر ان میں سے ایک ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اے امیر دوسرے کمروں سے ہمیں بہت سے قیدی ملے ہیں ان میں کچھ جرمن ہیں آسٹرین اور ترک بھی ہیں ان میں کچھ جنگی قیدی معالج اور دیگر ضاع بھی ہیں جو ہمارے لئے کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں۔-

www.iqbalkalmati.blogspot.com

عقوبت خانے میں جو ترک آسٹرین جرمنی اور ہنگری کے معالج اور دوسرے قیدی تھے[1] انہیں عمارت سے باہر نکال دیا گیا ریکا کو بھی عمارت سے باہر کھڑا کر دیا گیا ابراہیم بیگ نے عمارت کا جائزہ لیا وہ زیادہ تر لکڑی کے تختوں پر مشتمل تھی ابراہیم کے حکم پر عقوبت خانے سے پٹرول حاصل کر کے عمارت کی دیواروں پر چھڑک دیا گیا پھر اسے آگ لگا دی گئی ابراہیم بیگ اپنے ساتھیوں کے ساتھ تھوڑی دیر تک باہر کھڑا رہ کر عمارت کے جلنے کا منظر دیکھتا رہا جب عمارت جل کر گر گئی اور خاکستر ہو گئی پھر ابراہیم بیگ نے وہاں سے ملنے والے سارے جنگی قیدیوں اور اپنے ساتھیوں کو ایک جگہ جمع کیا وہ اپنے ساتھیوں سے کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک جرمن قیدی ابراہیم بیگ کے نزدیک آیا اور اس سے کہنے لگا میں بنیادی طور پر ایک معالج ہوں نوجوان تم زخمی ہو تمہارے ساتھیوں کی گفتگو سے مجھے پتہ چلا کہ یہ جو لڑکی ہے اسکی گولی تمہارا بازو چھلنی کر چکی ہے لاؤ میں تمہارے زخم پر پٹی

---

[1] جنگ عظیم اول کے تقریباً" ایک لاکھ نوے ہزار جنگی قیدی روسی ترکستانی کے عقوبت خانوں یا کیمپوں میں تھے ان میں زیادہ تر آسٹرین جرمن ہنگری اور ترک شامل تھے 1917ء کے بعد ان لوگوں کو رہا کر دیا گیا یہ تلاش معاش کیلئے ادھر ادھر مارے مارے پھرنے لگے ان میں سے کچھ سائبیریا بھیج دیئے گئے اور بتیس ہزار کے قریب ترکستان ہی میں رہ گئے جن کو تاشقند کی سوویت حکومت نے اپنی فوج میں شامل کر لیا یہ لوگ سرخ فوج کے لئے بعد میں ریڑھ کی ہڈی ثابت ہوئے اور جو لوگ ان جنگی قیدیوں میں سائنس دان یا ضاع تھے ان سے مستقبل میں روس نے ترقی حاصل کرنے کیلئے بہترین کام لیا۔

باندھ دیتا ہوں اسطرح خون بہہ بہہ کر تم پر نقاہت طاری کر دے گا اس جرمن معالج کے پاس چھوٹا سا ٹین کا ایک صندوق تھا جسے اس نے کھولا اسمیں سے اس نے مرہم پٹی کا سامان نکالا پہلے اس نے روئی سے ابراہیم بیگ کا زخم صاف کیا پھر مسکراتے ہوئے ابراہیم بیگ سے کہنے لگا شکر کرو گولی اندر نہیں رہ گئی اور تمہارے سارے بازو کو بھی اس نے زخمی نہیں کیا بلکہ بازو کے پہلو سے صرف گوشت کو زخمی کرتی ہوئی گزر گئی ہے اور یہ زخم تمہارا بہت جلد ٹھیک ہو جائیگا اسکے ساتھ ہی اس جرمن معالج نے زخم روئی سے صاف کرنے کے بعد مرہم لگا کر پٹی باندھ دی تھی جب وہ جرمن معالج فارغ ہوا تو پھر ابراہیم بیگ بولا اور ان قیدیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو میرے اجنبی ساتھیو! میرا نام ابراہیم بیگ ہے میں بخارا کے امیر عالم خان کے عساکر کا نائب امیر لشکر ہوں یہ جو لڑکی ہے اسے بخارا سے روسی اٹھا کر یہاں لے آئے تھے ہم اسی کی بازیابی کے لئے یہاں آئے تھے لیکن اچھا ہوا تم لوگ بھی ہمیں مل گئے تم دیکھتے ہو کہ عقوبت خانے کا تو ہم نے خاتمہ کر دیا ہے اور جس قدر روسی یہاں تھے ہم نے انہیں بھی موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اب تم لوگ اگر اپنی خوشی سے بخارا کی افواج میں شامل ہونا چاہو تو میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں اسکے لئے تمہیں معقول معاوضہ بھی دیا جائیگا اور تمہیں فوج میں ایک اعلیٰ ارفع اور باعزت مقام بھی حاصل ہو گا ابراہیم بیگ کی اس پیش کش کے جواب میں ان سارے قیدیوں نے پہلے آپس میں صلاح مشورہ کیا پھر ان میں سے ایک ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگا ہم اپنی خوشی اور رضامندی سے سلطنت بخارا کی افواج میں شامل ہونے کیلئے تیار ہیں ابراہیم بیگ اسکا جواب سن کر خوش ہو گیا تھا پھر وہ دوبارہ کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ ایک جرمن قیدی نے اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

اے امیر جس وقت روسی ہمیں اس عقوبت گاہ میں لائے تھے تو وہ ہمیں

اپنی بند گاڑیوں میں لائے تھے ان گاڑیوں کے پیچھے لگی جالیوں میں ہم نے دیکھا تھا کہ بیشمار بھوکے اور خونخوار بھیڑیوں نے ان گاڑیوں کا تعاقب کیا تھا میں حیران پریشان اور متعجب ہوں کہ تم لوگ کیسے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر ان عقوبت خانوں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اس پر ربیکا بھی بولی اور کہنے لگی تم لوگوں کا کہا درست ہے رات کی تاریکی میں جب یہ لوگ مجھے بند گاڑی میں ڈال کر یہاں لائے تھے تو اس گاڑی کا بھی بیشمار بھوکے بھیڑیوں نے تعاقب کیا تھا اس پر ابراہیم بیگ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

تم لوگ ٹھیک ہی کہتے ہو کیونکہ صحرائے قزلقم میں بیشمار بھوکے بھیڑیئے پائے جاتے ہیں جو پچیس پچیس تیس تیس کے گروہ میں ادھر ادھر گھومتے پھرتے ہیں اور جو کوئی بھی ذی حیات انہیں دکھائی دیتا ہے اس کے تعاقب میں لگ جاتے ہیں اور اسے اپنی خوراک بنا کر چھوڑتے ہیں میرے ساتھ میرے بیس آدمی ہیں ہم سب گھوڑوں پر سوار ہو کر یہاں آئے ہیں بھیڑیوں نے ہمارا بھی تعاقب کیا تھا لیکن ہم نے ان سے خوب نپٹا ان سے اکثر کو ہم نے موت کی نیند سلا دیا اور باقی اپنے ان ساتھیوں سے پیٹ بھرنے کے بعد واپس چلے گئے تھے تم لوگ فکر نہ کرو جس طرح ہم اس طرف آئے ہیں ایسے ہی حفاظت تم لوگوں کو صحرائے قزلقم سے نکال کر لے جائیں گے اس پر ایک جرمن قیدی پھر بولا اور ابراہیم سے وہ کہنے لگا۔

اگر ایسا ہے تو پھر عمارت کے اندر جس قدر روسی اسلحہ تھا اس پر ہمیں قبضہ کر لینا چاہیئے تھا تاکہ راستے میں بھیڑیوں کے خلاف یہ ہتھیار ہمیں کام دیتے اس پر ابراہیم بیگ مسکراتے ہوئے کہنے لگا تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں عمارت کے اندر جس قدر ہتھیار تھے ان پر میرے ساتھی قبضہ کر چکے ہیں اور میرے خیال میں وہ ان سارے ہتھیاروں کو اپنے اپنے گھوڑوں کی زینوں کے ساتھ باندھ بھی چکے ہوں گے تم لوگ میرے ساتھیوں کے آگے ایک ایک ہو کر بیٹھ جاؤ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بھیڑیوں کی تم پرواہ نہ کرو ہم جس طرح ان بھیڑیوں سے اپنی حفاظت کریں گے ایسے ہی تم لوگوں کی حفاظت کا سامان بھی کریں گے پھر ابراہیم بیگ نے اپنے ساتھیوں کو ہدایت کی کہ وہ جلدی جلدی وہاں سے ملنے والے سارے جنگی قیدیوں کو اپنے ساتھ بٹھالیں اس پر ابراہیم بیگ کے ساتھی فورا" حرکت میں آئے انہوں نے ان جنگی قیدیوں کو اپنے ساتھ اپنے گھوڑوں پر بٹھا لیا پھر ابراہیم بیگ اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ کر ربیکا کے پاس آیا اور اس سے کہنے لگا دیکھ خاتون مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تو کون ہے کیا چاہتی ہے تو میرے ساتھ بیٹھ جا اسی میں تیری حفاظت اور تیری بقا ہے اس لئے کہ میرے ساتھی یہ سمجھنے لگ گئے ہیں کہ تو نے مجھ پر گولی چلائی ہے اور جہاں کہیں بھی تو انہیں اکیلی ملے گی وہ تجھے گولیوں سے چھلنی کر دیں گے میں ان قبائیلیوں کے سردار کا پوتا ہوں اور میں ان کی فطرت کو خوب جانتا ہوں لہٰذا میں تمہیں کسی اور کے حوالے کر کے تمہیں موت کے منہ میں دھکیلنا نہیں چاہتا میں تمہاری سلامتی تمہاری حفاظت چاہتا ہوں۔

اس پر ربیکا فورا" حرکت میں آئی رکاب میں پاؤں ڈال کر وہ ابراہیم بیگ کے گھوڑے پر سوار ہو گئی اس کے پیچھے ابراہیم بیگ بھی سوار ہو گیا پھر وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا جس طرح بھیڑیوں سے بچتے ہوئے ہم صحرائے قزلقم کے فاصلوں کے طے کرتے ان عقوبت خانوں تک آئے ہمیں اسی طریقے سے اس صحراء سے نکلنا بھی ہو گا اس کے ساتھ ہی ابراہیم بیگ نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی تھی اس کے پیچھے پیچھے اس کے ساتھی بھی اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا چکے تھے یوں دور حد نگاہ تک دکھائی دینے والے اس صحرائے قزلقم کے اندر پھیلی چاندنی میں وہ اپنے گھوڑوں کو واپسی کے سفر کے لئے سرپٹ دوڑا رہے تھے۔

جس طرح عقوبت خانوں کی طرف جانے میں بھیڑیوں نے ابراہیم بیگ اور اس کے ساتھیوں کا تعاقب کیا تھا اس طرح ان عقوبت خانوں سے پانچ میل دور

آنے کے بعد پھر بھوکے بھیڑیئے ان کے پیچھے لگ گئے تھے پہلے کی طرح ابراہیم بیگ کے ساتھیوں نے ان پر گولیاں برسانی شروع کر دی تھیں اور وہ بھوکے بھیڑیئے اپنے ہی ساتھیوں کو کھاتے ہی ان کا تعاقب کرتے رہے یہاں تک کہ ابراہیم اپنے ساتھیوں کے ساتھ صحرائے قزلقم سے نکل کر اس شاہراہ پر چڑھ گیا تھا جو بخارا شہر کی طرف جاتی تھی۔

فجر کی نماز سے تھوڑی ہی دیر پہلے ابراہیم بیگ اپنے اس قافلے کے ساتھ بخارا شہر میں داخل ہوا پہلے وہ سیدھا اپنے پیرو مرشد ایشان اعظم خواجہ کی حویلی پر آیا دروازے پر جب اس نے دستک دی تو تھوڑی ہی دیر بعد اندر سے ایشان خواجہ کی آواز سنائی دی کون ہے شاید وہ تہجد کے لئے پہلے ہی سے اٹھے ہوئے تھے ابراہیم بیگ ان کی آواز پہچان گیا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا پیر بابا میں ابری ہوں دروازہ کھولئے مجھے آپ سے ضروری کام ہے اس پر ایشان خواجہ نے فوراً دروازہ کھول دیا تھا ابراہیم بیگ کو اپنے بیس مسلح جوانوں کے ساتھ وہاں دیکھ کر ایشان خواجہ کچھ پریشان ہو گئے تھے ابرہیم بیگ ان کے پاس آیا اور رازداری سے انہیں خاطب کر کے کہنے لگا۔

پیر بابا پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں ایک امانت آپ کے حوالے کرنے آیا ہوں یہ جرمن لڑکی ہے یہ آپ کے یہاں رہے گی اس کے پستول کی گولی غیر دانستہ طور پر مجھے لگ گئی ہے میرے قبائل کے لوگ اب یہی سمجھتے رہیں گے کہ اس لڑکی نے گولی مار کر مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی ہے لہٰذا جونہی انہیں موقع ملا وہ اسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے اور میں اس لڑکی کو مرتے ہوئے دیکھنا نہیں چاہتا لہٰذا یہ لڑکی امانت کے طور پر اس وقت تک آپ کے پاس رہے گی جب تک حالات درست نہیں ہو جاتے اور میں اپنے قبائل کے لوگوں پر اصل حقیقت واضح نہیں کر دیتا اس کے بعد ابراہیم بیگ نے ریکا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا سن خاتون فکر مند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں یہ میرے پیرو مرشد ہیں میرے باپ کی جگہ ہیں اور تمہیں یہ اپنے پاس اپنی بیٹی کی طرح رکھیں گے کچھ عرصہ ان کے پاس رہو پھر تم جہاں چاہو گی تمہیں بھیج دیا جائیگا ایسا صرف تمہاری حفاظت اور کفالت کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا جا رہا ہے اس کے بعد ابراہیم بیگ نے پیر مرشد کے کان میں بڑی رازداری کے ساتھ ریکا سے متعلق ساری تفصیل کہہ دی پھر وہ آخر میں کہنے لگا پیر بابا جن حالات سے یہ لڑکی گزری ہے ان حالات میں یہ بڑی دکھی پریشان حال اور ذہنی دباؤ کا شکار ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں سے بھاگنے کی کوشش میں یہ پھر روسیوں کے ہاتھ چڑھ جائے اور وہ پھر اسے اذیت کا نشانہ بنائیں لہٰذا پیر بابا کچھ دن کے لئے اس لڑکی کو کسی کمرے میں بند کر کے رکھنا تاکہ یہ جب اپنی ذہنی قوتوں کو بحال کر لے تو پھر جہاں چاہے گی ہم اسے بھجوا دیں گے جواب میں پیر بابا نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا اس کے بعد پیر بابا ریکا کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگے۔

سن بیٹی میرے پاس آ۔ اس گھر میں اس حویلی میں تیری حیثیت ایسی ہو گی جیسی میرے یہاں میری بیٹیوں کی ہے آبلا خوف اور بلا جھجک آ تجھے کوئی خوف کوئی خدشہ اور کوئی خطرہ نہیں ہے اس کے بعد پیر بابا ریکا کو بڑی شفقت کے ساتھ اپنی حویلی میں لے گئے پھر ابراہیم بیگ کے کہنے پر انہوں نے حویلی کا دروازہ اندر سے بند کر لیا اور ابراہیم بیگ اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھ گیا ہے۔

اس کے بعد ابراہیم بیگ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بخارا کے امیر لشکر رحمان قل بیگ کی حویلی پر آیا اس وقت تک بخارا شہر کی مسجدوں میں فجر کی اذانیں ہونے لگی تھیں ابراہیم بیگ نے جب حویلی کے دروازے پر دستک دی تو دروازہ رحمان قل بیگ نے ہی آکر کھولا تھا ابراہیم بیگ کو اپنے سامنے دیکھ کر رحمان قل بیگ نے بڑی حیرت اور استعجاب میں پوچھا ابراہیم میرے بھائی تمہاری مہم کا کیا بنا اس پر ابرہیم بیگ بولا میں اس لڑکی کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں میں نے اسے اپنے پیرو مرشد کی تحویل میں دے دیا ہے کچھ عرصہ وہ لڑکی وہیں رہے

گی جب اس کے اوسان بحال ہو جائیں گے تو پھر ہم اسے کہیں بھیجنے کا فیصلہ کریں گے فی الحال میں ان چند جوانوں کو آپ کے حوالے کرنے آیا ہوں یہ ہمارے لشکر میں شامل ہونے کا عہد کرتے ہیں ان میں جرمن بھی ہیں آسٹرین بھی ہنگری کے رہنے والے بھی ہیں اور کچھ ترک بھی یہ معالج اور فوجی ضاع ہیں اور یہ ہمارے لئے کار آمد اور سودمند ثابت ہو سکتے ہیں انہیں آپ اپنی تحویل میں لیجئے اور انہیں اپنے لشکر میں شامل کرنے کی کارروائی کیجئے یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم جب خاموش ہوا تو وہ جرمن معالج جس نے ابراہیم بیگ کے زخم کی مرہم پٹی کی تھی ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اے امیر اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کے ساتھ رہوں۔ آپ میری ضرورت محسوس کریں گے آپ کے بازو میں جو زخم ہے وہ ابھی مزید مرہم مانگتا ہے لہٰذا میں آپ کے ساتھ رہ کر آپ کے زخم کی دیکھ بھال کرتا رہوں گا اور مجھے امید ہے کہ آپ کا زخم جلد ٹھیک ہو جائے گا اس جرمن معالج کی یہ گفتگو سن کر رحمان قل بیگ چونک سا پڑا اور ابراہیم بیگ سے پوچھا ابری میرے بھائی کیا ہوا تمہارے بازو کو اس پر ابراہیم بیگ کہنے لگا کچھ نہیں بس یونہی ایک روسی کی گولی میرے بازو کے قریب سے گزر گئی بازو کو کوئی نقصان نہیں پہنچا بس معمولی سا زخم ہے اس جرمن معالج نے پٹی کر دی تھی اب میں اسے اپنے ساتھ لیجا رہا ہوں تاکہ یہ میرے زخم کی دیکھ بھال کرتا رہے جب میرا زخم بھر گیا تو یہ بھی اپنے ساتھیوں آملے گا باقی لوگوں کو آپ سنبھالئے اس کے ساتھ ہی ابراہیم بیگ نے جرمن معالج کی طرف دیکھتے ہوئے کہا آپ میرے ساتھ آئیے وہ جرمن معالج ابراہیم بیگ کے جس ساتھی کے گھوڑے پر بیٹھا ہوا تھا وہاں سے اتر کر ابراہیم بیگ کے گھوڑے پر بیٹھ گیا پھر ابراہیم بیگ نے اپنے چھ ساتھیوں کو جو اسکے محافظ بھی سمجھے جاتے تھے مخاطب کر کے کہا تم لوگ فی الحال اپنے اپنے گھروں میں جاؤ آرام کرو جب ضرورت ہوئی میں تمہیں بلالوں گا اس پر ابراہیم کے وہ چھ ساتھی بخارا

میں اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تھے باقی کے متعلق ابراہیم بیگ نے رحمان قل بیگ سے کہا جب تک آپ ان دوسرے ساتھیوں کی ضرورت محسوس کریں انہیں اپنے ساتھ رکھیں پھر انہیں بھی فارغ کر دیں تاکہ یہ بھی اپنے گھر جا کر آرام کریں رحمان قل بیگ نے ابراہیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اب تم جاؤ جاکر آرام کرو میں سارے کام نپٹا لوں گا اس کے ساتھ ہی ابراہیم بیگ اس جرمن معالج کو لیکر اپنی حویلی کی طرف چلا گیا تھا۔

ایک روز ظہر کی نماز کے بعد دستان گو آتہ جان مارتینا کے کمرے میں داخل ہوا وہ کچھ الجھا الجھا اور فکر مند تھا مارتینا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا استقبال کیا آتہ جان خاموش خاموش چپ چپ مارتینا کے سامنے بیٹھ گیا مارتنیا تھوڑی دیر تک اسے بغور دیکھتی رہی پھر بڑی ہمدردی اور بڑی اپنائیت میں پوچھا چچا آتہ جان کیا بات ہے آج آپ معمول کے خلاف چپ چپ اداس اور غمزدہ ہیں کیا کوئی ناپسندیدہ خبر سن کر آ ہے ہیں مارتینا کے ان الفاظ پر آتہ جان کچھ چونکا تھوڑی دیر تک وہ بغور مارتینا کی طرف دیکھتا رہا پھر وہ دھیمی اور مدہم سی آواز میں بولا اور مارتینا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

مارتینا میری بیٹی اگر تو خفا نہ ہو میری بات کا برا نہ مانے تو میں ایک موضوع پر تم سے بات کرنا چاہتا ہوں یا یہ سمجھو کہ میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں مارتینا نے آتہ جان کے ان الفاظ پر تھوڑی دیر بغور اسے دیکھا پھر ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں وہ کہنے لگی آتہ جان آپ میرے باپ کی جگہ ہیں آپ کی باتوں کا میں کیوں برا ماننے لگی میں جانتی ہوں آپ جو بات بھی کہیں گے اس میں بہتری اور بھلائی ہی پنہاں ہوگی اس پر آتہ جان ذرا سارک کر بولا اور کہنے لگا دیکھ بیٹی کب تک تو اس طرح تنہا زندگی بسر کرتی رہے گی میری دلی خواہش بلکہ دلی تمنا یہ ہے کہ تو شادی کر لے اور ایک مطمئن اور خوشگوار زندگی بسر کرنا شروع کرے دیکھ بیٹی اگر تو برا نہ

مانے تو میں ایک بات اپنے تجربے پر کہہ سکتا ہوں اور وہ یہ کہ پچھلی بار جب ابری یہاں آیا تھا اور اس نے یہاں چار پانچ ہفتے قیام کیا تھا تو اس قیام کے دوران میں تمہارا بغور جائزہ لیتا رہا ہوں جہاں تک میں نے اندازہ لگایا ہے وہ یہ ہے کہ تم ابری کو پسند کرتی ہو اس سے محبت کرتی ہو اور اسے اپنی زندگی کا محور اور مرکز خیال کرتی ہو میں چاہتا ہوں کہ تمہاری شادی ابری سے کر دی جائے اس طرح تم خوشگوار اور مطمئن زندگی بسر کر سکو گی یہاں تک کہنے کے بعد آتہ جان خاموش ہو گیا جواب میں مارتینا کی گردن جھک گئی تھی تھوڑی دیر تک وہ کچھ سوچتی رہی پھر اس نے آتہ جان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

آتہ جان میری بات کیا کرتے ہیں میں تو برسا ہوا بادل ' سرکی ہوئی دھوپ اور سہا ہوا آنگن ہوں میرے وجود کا عکس تک چھلنی چھلنی ہے میں ایک ایسی لڑکی ہو کر رہ گئی ہوں جس کی نہ گہرائی ہے نہ گیرائی ہے اس لئے کون میرا ہم راہ میرا ہم سفر بننا پسند کریگا زندگی کے اس گمبھیر سکوت میں کون میرا ہم نوا بننے کی خواہش ظاہر کرے گا چچا آتہ جان زندگی کے حلقہ صد آئینہ میں اب میں ایک سامان شکستگی ہوں ہاں اگر میں نے ہوپر سے شادی نہ کی ہوتی تو میرا شعور میری ذات بیدار ہوتی میں خود کو معتبر سمجھتی اور تمہارے اس سوال کا جواب خوشی اور اطمینان کے ساتھ دے سکتی یہاں تک کہنے کے بعد مارتینا تھوڑی دیر کے لئے رکی پھر دوبارہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہنے لگی۔

چچا آتہ جان جہاں تک ابری کا تعلق ہے وہ ان علاقوں کے لوگوں کے لئے ایک ذوق حریت جمال صبح کی صورت اور فضائے دہر میں بکھرتی انسانیت کی ضو کی طرح پسندیدہ ہے وہ ان علاقوں کی رگ حیات میں دوڑتی امیدوں کی ایک لہر ہے وہ احساس کے شعور کی دولت سے مالا مال فکر کے دائروں کا وہ مرکز ہے جس کی بلندی جس کی رفعت تک پہنچنے کے لئے میرے پر پہلے ہی کاٹے جا چکے ہیں۔ چچا آتہ جان انقلاب کے ایک رہبر کی حیثیت سے ان سرزمینوں میں ابری کے لئے ان گنت سلگتے ستاروں جیسے دلنشین آنچل مہیا ہو سکتے ہیں زندگی کی بھرپور تابندگی سے مالا مال بیشمار ریشمیں چلمن اس کے سامنے اپنا دامن پھیلا سکتی ہیں دیکھ چچا آتہ جان ابراہیم بیگ ایک ایسا جوان ہے جو خوبصورت ہے دلیر ہے با اخلاق باشعور اور اپنی ذات کے اندر مردانہ وجاہت کے ساتھ ساتھ بہترین کشش اور جذب بھی رکھتا ہے وہ تو پھولوں کی طرح خوشبوؤں میں لپٹی آزادی کی تابندہ صبح کی طرح پرکشش حیثیت رکھتا ہے اس کے لئے لڑکیوں کی کیا کمی ہے ایک سے بڑھ کر ایک لڑکی اس کی خواہش اس کی تمنا کر سکتی ہے جبکہ میری زندگی اب اس کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہے میں اس شمع کی مانند ہوں جس کی قسمت میں تاسحر جلنا لکھا ہے چچا آتہ جان میں پر کٹے اس اکیلے راج ہنس کی مانند ہوں جو فضا میں مشکل سے پرواز کرتے ہوئے شانت لہروں کو اپنے نیچے دیکھ تو سکتا ہے لیکن ان میں غوطہ لگا کر اپنا شکار حاصل نہیں کر سکتا۔ چچا آتہ جان مجھ جیسی روح کی پیاسی غموں کی دھوپ کی ماری اور لا یعنیت کے دکھ کا شکار لڑکی کو ان سرزمینوں کا خوبصورت حسین اور صاحب حیثیت جوان کیسے اور کس طرح اپنانا پسند کریگا۔

مارتینا کی اس گفتگو پر داستان گو آتہ جان تھوڑی دیر تک سوچ و بچار اور غور و فکر کرتا رہا پھر دوبارہ اس نے مارتینا کی طرف دیکھا اور شکووں شکایتوں بھری آواز میں وہ کہنے لگا مارتینا میری بیٹی تم نے مجھے خوبصورت الفاظ اور چمکتے جملوں میں بہلانے کی کوشش کی ہے تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا بلکہ اس سوال سے ہٹ کر مجھے ٹالنے کی کوشش کی ہے میری بیٹی میں جاؤں گا میری بیٹی اگر تم مجھے ٹالنا چاہتی ہو یا تم اگر ابری کو پسند نہیں کرتی ہو تو کھل کر کہو آتہ جان کی اس گفتگو پر مارتینا بچاری تڑپ اٹھی اور پھر وہ بیتاب اور بے چین ہو کر کہنے لگی آتہ جان ایسی گفتگو نہ کرو میں کیسے اور کیونکر ابری سے نفرت اور ناپسندیدگی کا اظہار کر سکتی ہوں آتہ جان ابری تو وہ شخصیت ہے جسے ہر کوئی پسند کرتا ہے ہر کوئی چاہتا ہے لہذا اگر میں اس سے نفرت کروں یا اسے ناپسند کروں تو میں دنیا کی

بد ترین لڑکی ہو نگی اس پر آتہ جان بولا اور کہنے لگا میری بیٹی کھل کر کہو تاکہ میں بات کو آگے بڑھاؤں اس پر مارتینا تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتی رہی پھر ایک عزم ایک فیصلہ کن انداز میں بولی اور آتہ جان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

سنو آتہ جان ابری کے سلسلے میں میں ایک جرم ایک گناہ میں ملوث ہو چکی ہوں اگر اس کا اظہار میں نے آپ سے کر دیا تو مجھے ایک خدشہ خوف ہے کہ آپ مجھ سے بیزاری اور نفرت کرنے لگیں گے اس پر آتہ جان نے چونک کر مارتینا سے پوچھا میری بیٹی کیسا جرم کیسا گناہ اس پر مارتینا کسی قدر بے حجابانہ سے انداز میں کہنے لگیں سنو آتہ جان جس وقت میرا باپ مجھے اور ہوپر کو اس وقت ترمز شہر سے لیکر آیا تھا جب ہم فرانس سے آئے تھے تو راستے میں ہماری گاڑی برف میں دھنس گئی تھی میں میرے باپ گرسن اور میرے مرحوم شوہر ہوپر نے اپنی پوری کوشش کی کہ بگھی کو برف سے نکالیں لیکن بگھی برف میں ایسی دھنسی تھی کہ ہم تینوں کے زور لگانے کے باوجود بھی وہ برف سے نہ نکلی تھی اتنی دیر تک ابری وہاں آگئے میرے باپ نے ہمارے ساتھ اس کا تعارف کروایا اور سنو آتہ جان ان ویرانوں کے اندر حیرت انگیز چیز میں نے اپنی زندگی میں یہ دیکھی کہ ابری نے اکیلے ہی زور لگا کر ہماری بگھی کو برف سے نکال کر شاہراہ پر لا کھڑا کیا تھا آتہ جان اس دن سے اسی وقت سے اسی ساعت سے میں ابری سے محبت کرنے لگی تھی گو میں اس وقت ایک شادی شدہ لڑکی تھی لہٰذا میں اپنے لئے ابری کی اس محبت کو ایک جرم ایک گناہ سمجھتی ہوں بس یہی جرم اور گناہ ہے جس کی طرف میرا اشارہ ہے۔

سنو آتہ جان ایک شادی شدہ لڑکی ہونے کے باوجود ابراہیم کو چاہنے اور اس کو پسند کرنے اور اس سے محبت کرنے کے بعد خاموشی کی دھن پر وقت کی خندہ زنی اور درد کی اڑتی خاک میں اپنی گریہ وزاری کی طرح زندگی بسر کرتی رہی میری حالت نیم مردہ سے پیڑ پر بیٹھے کسی پرندے کے اس بھولے بسرے گیت کی سی تھی جس سے زمانہ نا واقف اور نا آشنا ہو گیا ہو سنو آتہ جان ابراہیم بیگ کو پسند کرنے کے بعد وہی میری زندگی کے گھنیر اندھیروں میں وصال رت کی پہلی دستک میرے منجمد جذبوں میں رفاقتوں کا سنہرا سورج، میری خاموشیوں کے لباس میں چاہتوں کا جگنو بنے رہے ہیں لیکن یہ علیحدہ بات ہے کہ میں مفاہمت کے سمندر میں کھوئی رہی اور اپنے آپ کو زیست کی بدترین تہمت سے بچائے رکھا۔

ورنہ آتہ جان جتنے دن میں نے یہاں گزارے ہیں ابری ہی میرا لفظ وہی میری زبان وہی یقین وہی گمان وہی زندگی کا اصل وہی اصول وہی آس وہی نراس وہی زمزمہ وہی پیاس وہی آئینہ اور وہی عکس بنے رہے ہیں۔

آتہ جان ابراہیم بیگ کے بغیر میرا حیطۂ خواب ویران اس کی چاہت کے انتظار میں میں ازل وا ابد کے حجاب میں موت کی دلدل، سکوت مرگ، پاتال کے سلسلے میں اندھیرے تاریک ساعتوں کی گود رت جگوں کے زخموں اور خواب و ابہام کی سرحد پر کھڑی ہو کر زندگی کے دن گزارتی رہی۔ چچا آتہ جان میری تمناؤں کی جھیل میں ابراہیم بیگ کا نام ایک تجل طغیانی ہے میری زندگی کے نادیدہ گہواروں میں پل پل جاگتی آنکھیں ہمیشہ ابراہیم بیگ سے متعلق ہی انجانی باتوں کا تصور کرتی رہی ہیں یہاں تک کہنے کے بعد مارتینا تھوڑی دیر رکی پھر اس نے استفہامیہ سے انداز میں آتہ جان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا آتہ جان ابراہیم بیگ سے متعلق میرا یہی جواب کافی ہے یا کچھ اور بھی سننا آپ پسند کریں گے اس پر آتہ جان نے مسکراتے ہوئے کہا نہیں بیٹی تو نے اپنے الفاظ سے میری تسلی کر دی ہے اب میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ تو ابری کو ٹوٹ کر پیار کرتی ہے اب دیکھنا تیرا چچا آتہ جان کیسے حرکت میں آتا ہے اور تیری زندگی کی ویرانیوں کو کس طرح شادابیوں میں تبدیل کر کے رکھ دیتا ہے یہاں تک کہنے کے بعد آتہ جان جب رکا تو مارتینا پھر بولی اور کہنے لگی چچا آتہ جان میں اس موقع پر ایک اور بھی انکشاف

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آپ پر کرنا چاہتی ہوں اس پر آتہ جان بیتاب ہو کر بولا کہو میری بیٹی تم کیا کہنا چاہتی ہو جواب میں مار تینا پھر بولی اور وہ کہہ رہی تھی۔

سنو چچا آتہ جان ہوپر اس قابل نہیں تھا کہ اس سے میرے ہاں اولاد ہوتی تاہم وہ چونکہ میرے باپ کا بھتیجا تھا لہٰذا میں نے بڑی خاموشی اور بڑی شرافت کے ساتھ اس کے ساتھ دن گزارے شادی کے بعد جتنے بھی دن میں نے اس کے ساتھ گزارے وہ کچھ اس طرح ہی تھے جیسے میں زندان کی کالی سلاخوں کڑی گرمی کی دوپہر جبر کی کالی دھرتی' درد کی اندھی گزرگاہ کے اندر زندگی بسر کرتی رہی ہوں تاہم میں نے لفظ انسانیت کی بلندی اور وقار کی خاطر اپنی عفت کے آنچل کو لہرائے رکھا گو اس دوران شیطان کے خونی اشارے اور وسوسے برابر مجھے بہکاتے رہے لیکن میں نے اپنے نوخیز و معصوم و بیداغ چہرے پر بے آبروئی اور بے عزتی کی لہروں کو جگہ نہیں دی ہوپر کی موت کے بعد اگر مجھے ابری کی زندگی کا ساتھی بنایا جاتا ہے تو میں سمجھوں گی کہ میری ظلم و ستم کی میزان کا خاتمہ ہوگا اور میری زندگی کے ایک دلنشین باب کی ابتداء ہوگی۔

یہاں تک کہنے کے بعد جب مار تینا خاموش ہو گئی تو کمرے میں تھوڑی دیر تک خاموشی اور سکوت طاری رہا اس کے بعد مار تینا پھر بولی اور آتہ جان کو مخاطب کر کے کہنے لگی آتہ جان ابری کا ساتھی بننے کے لئے میری ایک شرط ضرور ہے اور وہ یہ کہ مجھے زبردستی ابری کے پلے نہ باندھا جائے گا پہلے یہ دیکھا جائے گا کہ وہ مجھے پسند بھی کرتے ہیں یا نہیں اگر انہوں نے میرے سلسلے میں اپنی محبت اپنی پسندیدگی اور اپنی چاہت کا اظہار کیا تب میں ان کی زندگی میں قدم رکھنا پسند کروں گی ورنہ میں اپنی ساری زندگی اس کے انتظار میں گزار کر رکھ دوں گی یہاں تک کہنے کے بعد مار تینا جب خاموش ہوئی تو ایک عزم کے ساتھ آتہ جان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا پھر وہ مار تینا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

مار تینا میری بیٹی اب تو دیکھتی جا میں کیا طریقہ کار اختیار کرتا ہوں میں تیری

ذات پر کوئی حرف نہیں آنے دوں گا اس لئے کہ میں تجھے اپنی بیٹی کہہ کر پکارتا ہوں اور تیرے ساتھ میرا سلوک میرا رویہ سگی بیٹیوں جیسا ہی ہوگا دیکھ میری بیٹی میں اب ابری کے دادا خلیل بیگ کی طرف جاتا ہوں اور اس سلسلے میں اس سے بات کرتا ہوں پھر میں ایسی راہ نکالنے میں ضرور کامیاب ہوں گا جس سے تم ابری کی زندگی میں اس کی ساتھی کی حیثیت سے اس کی محبت اور چاہت بن کر داخل ہو سکو اس کے بعد آتہ جان سرائے کے نچلے حصے میں ابراہیم بیگ کے دادا خلیل بیگ سے بات کرنے کے لئے مار تینا کے کمرے سے نکل گیا تھا۔

آتہ جان بڑی تیزی سے چلتا ہوا سرائے کی پشت پر خلیل بیگ کے سکونتی مکان میں داخل ہوا اس وقت خلیل بیگ اپنے دیوان خانے میں اکیلا ہی بیٹھا ہوا تھا آتہ جان بڑی تیزی سے کمرے میں داخل ہوا در خلیل بیگ کے سامنے بیٹھتے ہوئے وہ کہنے لگا پاشا میں آج ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ سے گفتگو کرنے آیا ہوں اس پر خلیل بیگ نے بڑے غور سے آتہ جان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا کہو آتہ جان تم کیا کہنا چاہتے ہو آتہ جان بولا اور پوچھنے لگا پاشا پہلے یہ کہئے کہ یہ مار تینا آپ کو کیسی لگتی ہے اس پر خلیل بیگ نے چونک کر آتہ جان کی طرف دیکھا اور پوچھا اس سے تمہارا کیا مطلب ہے اس پر آتہ جان پھر بولا اور کہنے لگا پہلے جو میں نے سوال کیا ہے اس کا جواب دیجئے اس کے بعد پاشا! میں آپ کو بتاؤں گا کہ میرے اس سوال کا کیا مطلب ہے اس پر خلیل بیگ مسکراتے ہوئے کہنے لگا مار تینا بڑی اچھی بڑی نیک بڑی پیاری بڑی خوبصورت بیٹی ہے گو وہ چند ہی دن یہاں رہی ہے لیکن اس کے قیام کے دوران میں نے دیکھا ہے وہ بڑی فرماں بردار بڑی متین بڑی سنجیدہ اور گھر کی دیکھ بھال کرنے والی بچی ہے خلیل بیگ کی اس گفتگو سے آتہ جان کی ہمت افزائی ہوئی لہٰذا اس نے سلسلہ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے مزید کہنا شروع کیا۔

پاشا اگر میں یہ کہوں کہ مار تینا کو اپنے ابری کی زندگی کا ساتھی بنا دیا جائے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تو پھر آپ کا کیا جواب ہوگا اس پر خلیل بیگ بڑی فراخدلی کا مظاہر کرتے ہوئے کہنے لگا سن آتہ جان یہ بڑا نازک موضوع تم نے چھیڑا ہے اگر مارتینا کو ابری کا ساتھی بنا دیا جائے تو مجھے اعتراض تو کوئی نہیں مارتینا بہت اچھی لڑکی ہے ایک بٹی کی حیثیت سے میں اسے پسند بھی کرتا ہوں لیکن یہ بھی پتہ چلے کہ میرا ابری بھی اسے پسند کرتا ہے یا نہیں اس پر آتہ جان نے چہکتے ہوئے کہا پاشا اگر ابری پسند کرے تو کیا آپ مارتینا کی شادی ابری سے کر دیں گے اس پر خلیل بیگ نے بغیر کسی توقع کے کہا کیوں نہیں اگر ابری چاہے تو میں آج ہی مارتینا کی شادی اس سے کردوں گا لیکن ابری کا عندیہ اور اس کی مرضی کیسے جانی جائے خلیل بیگ کا یہ جواب سن کر آتہ جان بے پناہ خوشی محسوس کر رہا تھا پھر اس نے دوبارہ بولتے ہوئے خلیل بیگ سے کہنا شروع کیا۔

پاشا! یہاں سے ہر روز بخارا لوگ آتے جاتے رہتے ہیں آپ اپنے ہاتھ سے ایک خط لکھ کر کسی جانے والے کے ذریعے ابری کو روانہ کر دیں اور اس کی مرضی اس طرح جاننے کی کوشش کریں کہ خط میں آپ لکھ دیں کہ آپ نے مارتینا کو اس کے لئے پسند کیا ہے اگر وہ مارتینا کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتا ہے تو پھر وہ فی الفور حصار شہر پہنچ جائے پاشا اگر یہ خط پا کر ابراہیم بیگ بخارا سے حصار شہر پہنچ گیا تو ہم خود ہی اندازہ لگا لیں گے کہ ابرہیم بیگ مارتنا کو پسند کرتا ہے اور ہمیں اس موضوع پر ابری سے گفتگو کرنے کی زحمت بھی اٹھانی نہیں پڑے گی یہاں تک کہنے کے بعد جب آتہ جان خاموش ہوا تو خلیل بیگ پھر بولا اور آتہ جان سے پوچھنے لگا۔۔

آتہ جان ابری کی مرضی اور منشاء جاننے کے لئے تمہارا بتایا ہوا طریقہ تو بہترین ہے لیکن مجھے کیسے خبر ہو کہ مارتینا بھی ابری کو پسند کرتی ہے اور وہ ابری سے شادی کرنے پر رضامند ہے اس پر آتہ جان نے چھاتی تانتے ہوئے کہا پاشا اب مارتینا کو میں اپنی بیٹی سمجھتا ہوں آپ اس کی فکر نہ کریں میں پوری تفصیل کے ساتھ اس سے گفتگو کر کے آیا ہوں وہ اپنے دل کی گہرائیوں سے بلکہ میں یوں کہہ سکتا ہوں کہ بے پناہ انداز میں ابری کو پسند کرتی ہے اور اس کی خواہش یہ ہے کہ اگر ابری اس میں دلچسپی لے تو ابری کی زندگی کا ساتھی بننا اس کی زندگی کی سب سے بڑی اور ہر دل عزیز خواہش ہوگی اس پر خلیل بیگ بولا اور کہنے لگا آتہ جان اگر یہ بات ہے تو میں آج ہی ایک خط ابری کو بھجواتا ہوں اور اس کا رد عمل دیکھتا ہوں کہ ابری حصار شہر آتا ہے یا نہیں اگر وہ حصار شہر آگیا تو پھر جس روز وہ یہاں آیا اسی روز میں مارتینا سے اس کا نکاح پڑھا دوں گا یہاں تک کہنے کے بعد جب خلیل بیگ خاموش ہوا آتہ جان پھر بولا اور کہنے لگا پاشا اس موقع پر میں آپ سے ایک اور انکشاف کروں گا وہ یہ کہ جس دن سے مارتینا یہاں آئی ہے میں مختلف موضوعات پر اس سے گفتگو کرتا رہا ہوں وہ اسلامی شعائر اور قاعد و قوانین میں بھی دلچسپی لیتی رہی ہے اس کے کہنے پر میں برابر اسے اسلام کی تبلیغ کرتا رہا ہوں اور میں آپ کو یہ بھی خوش خبری سناؤں کہ دو ہفتے ہوئے مارتینا اسلام بھی قبول کر چکی ہے اب وہ مسلمان ہے ہمارے معاشرے کی ایک فرد ہے ہماری سوسائٹی کی ایک اکائی ہے اس پر خلیل بیگ آتہ جان کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگا اگر مارتینا اسلام قبول کر چکی ہے تو بخدا جب اس کی شادی ابراہیم بیگ سے ہوگی تو مجھے اس موقع پر بیک وقت دو خوشیاں ملیں گی ایک ابری کی شادی کی دوسری مارتینا کے اسلام قبول کرنے کی آتہ جان میں ابھی اور اسی وقت ابری کے نام خط لکھ کر روانہ کرتا ہوں خلیل بیگ کا یہ جواب سن کر آتہ جان ایسا خوش ہوا کہ وہ مارتینا کو یہ خوش خبری سنانے کے لئے خلیل بیگ کے دیوان خانے سے نکل کر سرائے کے اوپر والے حصے کی طرف اپنی پوری رفتار سے بھاگ رہا تھا

ریکا کو ابری کے پیرو مرشد ایشان خواجہ کی حویلی میں رہتے ہوئے کئی روز

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گزر گئے تھے اس دوران ریکا ایشان خواجہ کے پندرہ سالہ بیٹے اسماعیل اور بالترتیب تیرہ اور گیارہ سالہ بیٹیوں عائشہ اور خدیجہ کے ساتھ کافی گھل مل گئی تھی ان کے ساتھ وہ اٹھنے بیٹھنے گفتگو کرنے اور اپنا زیادہ وقت انہیں کی صحبت میں گزارنے لگی تھی ایک روز حویلی کے دیوان خانے میں ریکا اسماعیل عائشہ اور خدیجہ کے ساتھ باتوں میں مصروف تھی کہ حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی اسماعیل دیوان خانے سے اٹھ کر باہر بھاگا اور ریکا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا میری اچھی بہن میں ابھی لوٹا دیکھتا ہوں کہ حویلی کے دروازے پر کس نے دستک دی ہے آگے بڑھ کر اسماعیل نے جب دروازہ کھولا تو دروازے پر ریکا کے ساتھی اور جرمن قیدی نتھالی اور سیورا دونوں میاں بیوی کھڑے تھے سیورا نے دروازے پر اسماعیل کو کھڑے دیکھ کر پوچھا کیا یہ آقا ایشان خواجہ کی حویلی ہے اس پر اسماعیل نے بڑی نرمی سے کہا جی ہاں یہ ایشان خواجہ ہی کی حویلی ہے میں ان کا بیٹا ہوں میرا نام اسماعیل ہے کہئے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں اس پر سیورا پھر بولی اور کہنے لگی میرا نام سیورا اور یہ جو میرے ساتھ ہیں میرے میاں ہیں اور ان کا نام نتھالی ہے ہم دونوں ریکا کے ساتھی ہیں اس وقت ہم ابراہیم بیگ کی حویلی سے اٹھ کر آرہے ہیں ایشان خواجہ بھی ہمارے ساتھ وہیں بیٹھے ہوئے تھے ان سے ہم نے ریکا سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا انہوں نے ہمیں اپنی حویلی کا پتہ دیا تھا کہ وہاں جا کر ریکا سے مل لو ہمارا خیال ہے کہ ہمارے پیچھے پیچھے وہ بھی ادھر ہی آنے والے ہیں اس پر اسماعیل پیچھے ہٹتے ہوئے بولا میں پہلے اپنی بہن ریکا سے پوچھتا ہوں پھر آپ کو کوئی جواب دیتا ہوں دروازے سے ہٹ کر اسماعیل بھاگتا ہوا دیوان خانے میں داخل ہوا اور ریکا کو مخاطب کر کے وہ پوچھنے لگا۔

ریکا میری بہن نتھالی اور سیورا آپ سے ملنا چاہتے ہیں اگر آپ کہیں تو میں انہیں دیوان خانے میں لے آؤں اس پر ریکا فوراً" اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی ہاں ہاں وہ میرے ساتھی ہیں تم انہیں دیوان خانے میں لے آؤ اسماعیل

پھر بھاگتا ہوا گیا دروازے پر کھڑے نتھالی اور سیورا کو مخاطب کر کے کہنے لگا آپ میرے ساتھ آیئے نتھالی اور سیورا چپ چاپ اسماعیل کے ساتھ ہو لیے نتھالی اور سیورا کے پیچھے شاید کچھ مسلح محافظ حویلی کے اطراف میں پھیل گئے تھے اسماعیل نتھالی اور سیورا کو دیوان خانے میں لایا سیورا کو دیکھتے ہی ریکا اپنی جگہ سے اٹھی اور آگے بڑھ کر اس سے گلے ملی اور پھر بعد میں اس نے نتھالی سے اس کا احوال پوچھا نتھالی اور سیورا ریکا کے سامنے ایک خالی نشست پر بیٹھ گئے پھر سیورا نے ریکا کو مخاطب کر کے پوچھا ریکا میری بہن تم یہاں کیسا محسوس کر رہی ہو اس پر ریکا بولی اور کہنے لگی۔

سنو سیورا میری بہن اس حویلی میں رہتے ہوئے مجھے پہلی بار احساس ہوا ہے کہ میں اپنوں کے اندر ہوں پہلی بار مجھے یہ بھی احساس ہوا ہے کہ اب میں خطرات سے باہر ہوں ریکا جب خاموش ہوئی تو سیورا بولی تم نے یہ کیا حماقت کی کہ تم ابراہیم بیگ کی حویلی سے باہر چہل قدمی کرنے نکل گئیں مجھے پتہ چلا کہ تمہیں تو روسی اٹھا کر صحرائے قزلقم اپنے عقوبت خانوں کی طرف لے گئے تھے اور یہ کہ رات کی تاریکی میں ابراہیم بیگ نے تمہاری اور دوسرے قیدیوں کی جان چھڑائی اور تم نے دوسرا برا کام یہ کیا کہ تم نے ابراہیم بیگ پر ہی گولی چلا دی اور اس کا شانہ زخمی کر دیا یہ کتنی بری اور احمقانہ حرکت ہے ریکا تم جانتی ہو کہ ابراہیم بیگ ازبک قبیلے کا سردار ہے جس طرح تم نے اس پر گولی چلائی تھی اس کے قبیلے کے لوگ تمہیں گولیوں سے بھون کر رکھ دیتے لیکن میں سمجھتی ہوں کہ یہ ان لوگوں کی بڑی فراخدلی اور مہمان نوازی ہے کہ تم بچ رہی ہو میں اور نتھالی ابھی ابھی ابری ہی کے پاس سے اٹھ کر آرہے ہیں محترم ایشان خواجہ بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے وہ ہم سے پہلے ہی وہاں سے اٹھ کر کسی اور سے ملنے کے لئے چلے گئے تھے میرے خیال میں وہ تھوڑی دیر تک واپس آتے ہی ہونگے ریکا میری بہن تمہیں چاہئے کہ ابری سے مل کر اپنے اس رویئے کی معافی مانگو اس پر گولی چلا کر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تم نے اچھا نہیں کیا گو اس کے زخم اب ٹھیک ہو چکے ہیں لیکن پھر بھی تمہیں اس کے سامنے اپنے رویئے پر نہ صرف نادم ہونا چاہئے بلکہ اپنی اس حماقت کی معافی بھی مانگنی چاہئے اس پر ریکا کسی قدر سنبھل کر بولی اور کہنے لگی۔

سیورا میری بہن تمہارا کہنا درست ہے کسی روز میں آقا ایشان خواجہ سے ضرور کہوں گی کہ وہ یا تو مجھے ابراہیم بیگ کے پاس لے کے چلیں یا اسے خود یہاں بلا کر لائیں تاکہ میں اس سے اپنی اس حماقت اور احمقانہ رویے کی معافی مانگ سکوں یہاں تک کہتے کہتے ریکا خاموش ہو گئی کیونکہ ایشان خواجہ کمرے میں داخل ہوئے تھے وہ بھی آکر نتھالی کے قریب بیٹھ گئے تھوڑی دیر تک کمرے میں خاموشی رہی پھر ایشان خواجہ ریکا کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

ریکا میری بیٹی میں تھوڑی دیر پہلے ابراہیم بیگ سے مل کر اس کی حویلی سے نکلا تھا اول بات تو میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تمہیں ابراہیم بیگ سے کسی روز مل کر اپنے رویے کی معافی ضرور مانگنا چاہئے دوئم بات یہ کہ میں ابراہیم بیگ کے پاس بیٹھا رہا وہاں تم بھی زیر بحث رہیں ابراہیم بیگ نے مجھ پر انکشاف کیا کہ تم روسیوں اور ہم سے یکساں طور پر نفرت کرتی ہو کہ ہم روسیوں سے مکمل طور پر مختلف ہیں کیونکہ ہم ایک مسلم قوم کی حیثیت سے دنیا کے ہر گروہ سے مختلف اور زیادہ بے ضرر ہیں اسی طرح ہمارا دین بھی دنیا کے سب ادیان سے زیادہ انسانیت کا احترام کرنے والا اور زندگی کی حقیقتوں سے سب سے زیادہ قریب ترین ترجمانی کرنے والا ہے اگر کوئی بغور ہمارے دین اور ہمارے آسمانی کتاب کا مطالعہ کرے تو ریکا میری بیٹی اس پر ایسے ایسے انکشافات ہوں کہ وہ اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے کہ یہ کتاب آسمانی کتاب ہے اور اس کو اپنی زندگی میں ڈھال کر انسان دنیا اور آخرت دونوں میں اپنی فلاح کا سبب پیدا کر سکتا ہے میری بیٹی جہاں دنیا کی مختلف اقوام دوسری اقوام سے تعلقات نفرت اور تعصب کی بنیاد پر رکھتی ہیں وہاں ہماری کتاب لوگوں کے سامنے ایسا منشور ایسے قاعدے ایسے

کلیئے پیش کرتی ہے جن پر عمل کر کے نہ صرف مسلمان بلکہ سارے ہی بنی نوع انسان آپس کے جھگڑوں اور آپس کے دنگا فساد سے بچ سکتے ہیں میں یہ بات بھی یہاں شرطیہ کہتا ہوں کہ اگر مختلف اقوام اور لوگوں نے ہماری آسمانی کتاب کی ہدایات پر عمل کیا ہوتا تو یہ جرمنی اور دوسری اقوام کے درمیان لڑی جانے والی طویل ترین جنگ جنم ہی نہ لے سکتی ایشان خواجہ کی اس گفتگو پر ریکا نے چونک کر پوچھا۔

پیر بابا وہ کون سے اصول و قواعد ہیں کہ جن پر عمل کیا جاتا تو یہ جنگ رونما ہی نہ ہوئی اس پر ایشان خواجہ پھر بولے اور کہنے لگے میری بیٹی ہماری آسمانی کتاب دو طرح کے احکامات واضح طور پر انسان کے سامنے پیش کرتی ہے پہلی قسم کے اصول ایسے ہیں جن سے مسلم معاشرہ اپنے اندر بہترین اتحاد تعاون اور یک جہتی پیدا کر سکتا ہے اور دوسرے اصول ایسے ہیں جنہیں دنیا کی مختلف اقوام اپنا کر آپس کی نفرت کدورت اور جنگی عزم کا خاتمہ کر سکتی ہیں یہاں پر ریکا کو پھر بولنا پڑا اور وہ اصول کیا ہیں جن پر عمل کر کے دنیا بھر کی اقوام آپس کے دنگا فساد اور لڑائی سے بچ سکتے ہیں اس پر ایشان خواجہ کہنے لگے ضرور میری بیٹی میں تمہیں ضرور بتاؤں گا۔

ایشان خواجہ تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتے رہے پھر بولے اور کہنے لگے ریکا میری بیٹی ہماری مقدس کتاب مسلمان معاشرے کو سنوارنے اور اس کے اندر اتفاق اور یک جہتی پیدا کرنے کے لئے جو اصول مرتب کرتی ہے وہ کچھ یوں ہیں ہماری مقدس کتاب میں مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے خدا وند قدوس نے فرمایا۔

اور اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپ میں لڑ جائیں تو ان کے درمیاں صلح کراؤ پھر اگر ان میں ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے پھر اگر وہ پلٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو کہ اللہ انصاف

کرنے والے کو پسند کرتا ہے مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیاں تعلقات کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائیگا۔

میری بیٹی ہماری مقدس کتاب کے یہ احکامات تو مسلمانوں کو ان کی اصلیت بتاتے ہیں کہ وہ آپس میں کیا ہیں اور ان کا اپس میں کیا تعلق ہے اب ان سے آگے خدا وند قدوس نے مزید مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایسے قاعدے اور کلیے بتائے کہ جن پر عمل کر کے مسلمان لڑائی جھگڑے سے بچتے ہوئے آپس کے اتفاق اور تعاون کو فروغ دے سکتے ہیں - یہ احکامات کچھ اس طرح ہیں۔

"اور لوگو جو ایمان لائے ہو نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مزاق اڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں تو وہی ظالم ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو گمان گناہ ہوتے ہیں تجسس نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے کیونکہ تم خود اس سے گھن کھاتے ہو"

سنو ربیکا میری بیٹی یہ وہ اصول ہیں جن پر عمل کر کے مسلمان اپنے معاشرے میں بہترین اتفاق و تعاون پر کھڑا کر سکتے ہیں پہلے مسلمانوں پر یہ انکشاف کیا کہ وہ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں تاہم اگر ان کے درمیان کبھی کوئی جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا ہو تو دوسرے گروہوں کو ان کے درمیان صلح کرا دینی چاہئے اس کے بعد مسلمانوں پر یہ بات واضح کی کہ وہ کون کون سے عوامل ہیں جن کی بناء پر ایک معاشرے میں دنگا فساد اٹھ کھڑا ہو سکتا ہے ان کی مکمل نشاندھی کی ہے پھر ان سے بچنے کی بھی ترکیب کی گئی یہ باتیں یہ اصول تو مسلم معاشرے کے لئے ہیں میری بیٹی اب میں تمہیں خدا وند قدوس کے وہ احکامات سناتا ہوں جن پر اگر دنیا بھر کی اقوام عمل کریں تو فلاح پا سکتی ہیں خداوند نے فرمایا۔

"لوگوں ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو در حقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار ہے یقیناً" اللہ سب کچھ ماننے والا اور باخبر ہے"۔

سن ربیکا میری بیٹی ان احکامات میں خدا وند قدوس نے پوری نوع انسانی کو خطاب کر کے اس عظیم گمراہی کی اصلاح کی گئی ہے جو دنیا میں ہمیشہ عالمگیر فساد کی موجب بنی رہی ہے یعنی رنگ نسل زبان وطن اور قومیت کا تعصب۔

میری بیٹی قدیم زمانے سے آج تک ہر دور میں انسان بالعموم انسانیت کو نظر انداز کر کے اپنے گرد چھوٹے چھوٹے دائرے کھینچتا رہا ہے جن کے اندر پیدا ہونے والوں کو اپنا اور باہر پیدا ہونے والوں کو غیر قرار دیا ہے یہ دائرے کسی عقلی اور اخلاقی بنیاد پر نہیں بلکہ اتفاقی پیدائیش کی بناء پر کھینچے گئے ہیں۔

کہیں ان دائیروں کی بناء ایک خاندان قبیلے یا نسل میں پیدا ہونا ہے کہیں جغرافیائی خطے یا ایک خاص رنگ والی یا ایک خاص زبان بولنے والی قوم میں پیدا ہو جانا پھر ان بنیادوں پر جو اپنی اور غیر کی تمیز پیدا کی گئی ہے وہ صرف اس حد تک محدود نہیں رہی کہ جنہیں اس لحاظ سے اپنا قرار دیا گیا ہو ان کے ساتھ غیروں کی بہ نسبت زیادہ محبت اور زیادہ تعاون ہو بلکہ اس تمیز میں نفرت عداوت حقیر و تذلیل اور ظلم و ستم کی بدترین شکل اختیار کر لی ہے۔

اسی تمیز اسی تعصب کے لئے فلسفے گھڑے گئے مذہب ایجاد کئے گئے قوانین بنائے گئے اخلاقی اصول واضع کئے گئے قومیں اور سلطنتوں نے مستقل اپنا مسلک بنا کر صدیوں اس پر عمل در آمد کیا یہودیوں نے اسی بناء پر بنی اسرائیل کو خدا کی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چہیتی مخلوق ٹھہرایا اور اپنے مذہبی احکامات تک میں غیر اسرائیلیوں کے حقوق اور مرتبے کو اسرائیلیوں سے فروتر رکھا ہندوؤں کے ہاں درن آشرم کو اسی تمیز نے جنم دیا جس کی رو سے برہمنوں کی برتری قائم کی گئی اونچی ذات والوں کے مقابلے میں تمام انسان نیچ اور ناپاک ٹھہرائے گئے اور شودروں کو انتہائی ذلت کے گڑھے میں پھینک دیا گیا۔

اسی تعصب اسی تمیز کی بناء پر کالے اور گورے کی تمیز نے افریقہ اور امریکہ میں سیاہ فام لوگوں پر ظلم ڈھائے ان کو تاریخ کے صفحات میں تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے آج بیسویں صدی ہی میں ہر شخص اپنی آنکھوں سے ایسا ہوتے دیکھ رہا ہے یوروپ کے لوگوں نے براعظم امریکہ میں گھس کر انڈین نسل کے ساتھ جو سلوک کیا اور ایشیا اور افریقہ کی کمزور قوموں پر اپنا تسلط قائم کر کے ان پر جو اپنا برتاؤ کیا اس کی تہہ میں بھی یہی تصور کار فرما رہا کہ اپنے وطن اور اپنی قوم کی حدود سے باہر پیدا ہونے والوں کی جان مال اور آبرو ان پر مباح ہے اور ان کو حق پہنچتا ہے کہ ان کو لوٹیں ان کو غلام بنائیں اور ضرورت پڑنے پر انہیں صفحہ ہستی سے ہی مٹا کر رکھ دیں۔

مغربی اقوام کی قوم پرستی ایک قوم کو دوسری قوم کے لئے جس طرح درندہ بنا کر رکھ دیا ہے اس کی بدترین مثال یہ زمانہ حال کی جرمن اور انگلستان کی طویل جنگ میں دیکھی جا سکتی ہے خصوصیت کے ساتھ جرمنی کی نازی پارٹی کا فلسفہ نسلیت اور نارڈک نسل کی برتریں کا تصور اس جنگ میں جو کرشمے دکھا گیا ہے انہیں نگاہ میں رکھا جائے تو آدمی با آسانی اندازہ کر سکتا ہے کہ وہ کتنی عظیم اور تباہ کن گمراہی ہے۔ جس کی اصلاح کے لئے ہماری مقدس کتاب انسان کی رہبری اور رہنمائی کرتی ہے۔

ہماری مقدس کتاب بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے کہتی ہے کہ تم سب کی اصل ایک ہے ایک مرد اور ایک ہی عورت سے تمہاری پوری نوع وجود میں آئی

اور آج تمہاری جتنی بھی نسلیں دنیا میں پائی جاتی ہیں وہ دراصل ایک ابتدائی نسل کی شاخیں ہیں جو ایک ماں اور ایک باپ سے شروع ہوئی تھیں اس سلسلہ تخلیق میں کسی جگہ بھی تفرقے اونچ نیچ کے لئے کوئی بنیاد بھی موجود نہیں ہے جس کے زعم باطل میں تم مبتلا ہو ایک ہی خدا تمہارا خالق ہے ایسا نہیں کہ مختلف انسانوں کو مختلف خداؤں نے پیدا کیا ہو ایک ہی مادہ تخلیق سے تم سب بنے ہو ایسا بھی نہیں ہے کہ کچھ انسان پاک اور بڑھیا مادے سے بنے ہوں اور کچھ انسان ناپاک اور گھٹیا مادے سے بن گئے ہوں ایک ہی طریقے سے تم سب پیدا ہوئے ہو یہ بھی نہیں ہے کہ مختلف انسانوں کے طریقہ پیدائش الگ الگ ہوں اور ایک ہی ماں باپ کی تم اولاد ہو یہ بھی نہیں ہوا کہ ابتدائی انسانی جوڑے بہت سے رہے ہوں جو دنیا کے مختلف خطوں کی آبادیاں الگ الگ پیدا ہوئی ہوں۔

دوسری بات ان احکامات میں جو میں نے تمہارے سامنے بیان کئے ہیں یہ بات نکلتی ہے کہ اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہونے کے باوجود اے بنی نوع انسان تمہارا قوموں اور قبیلوں میں تقسیم ہو جانا ایک فطری عمل ہے ظاہر ہے کہ پوری روئے زمین پر سارے انسانوں کا ایک ہی خاندان تو نہیں ہو سکتا نسل بڑھنے کے ساتھ ناگزیر تھا کہ بیشمار خاندان بنیں اور پھر خاندانوں سے قبائل اور اقوام وجود میں آجائیں اسی طرح زمین کے مختلف خطوں میں آباد ہونے کے بعد رنگ، خدو خال، زبانیں اور طرز بودوباش لا محالہ مختلف ہو جانے تھے اور ایک خطے کے رہنے والوں کو باہم قریب تر اور دور دراز رہنے والوں کو بعید تر ہی ہونا تھا۔

مگر اس فطری فرق کا تقاضہ ہرگز یہ نہ تھا کہ اس کی بنیاد پر اونچ نیچ اور شریف اور کمین برتر اور کم تر کے امتیازات قائم کئے جائیں ایک نسل دوسری نسل پر اپنی فضیلت جتائے ایک رنگ کے لوگ دوسرے رنگ کے لوگوں کو ذلیل اور حقیر جانیں ایک قوم دوسری قوم پر اپنا تسلط جمائے اور انسانی حقوق میں ایک

گروہ کو دوسرے گروہ پر ترجیح دے۔

خالق نے جس وجہ سے انسانی گروہوں کو اقوام اور قبائل کی شکل میں مرتب کیا تھا وہ صرف یہ تھی کہ ان کے درمیان باہمی تعاون اور تعارف کی بہترین صورت یہی تھی اسی طریقے سے ایک خاندان ایک برادری ایک قبیلے اور ایک قوم کے لوگ مل کر مشترکہ معاشرت بنا سکتے تھے اور زندگی کے معاملات میں ایک دوسرے کے مددگار بن سکتے تھے مگر یہ شیطانی شرارت تھی کہ جس چیز کو اللہ نے تعارف کا ذریعہ بنایا تھا اسے تفاخر اور تنافر کا ذریعہ بنا لیا گیا اور پھر نوبت ظلم و عدوان تک پہنچا دی گئی۔

سن ریکا میری بیٹی ہماری مقدس کتاب کہتی ہے کہ انسان اور انسان کے درمیان فضیلت اور برتری کی بنیاد اگر کوئی ہے اور ہو سکتی ہے تو وہ صرف اخلاقی فضیلت ہے۔ پیدائش کے اعتبار سے تمام انسان یکساں ہیں کیونکہ ان کا پیدا کرنے والا ایک ہے۔ ان کا مادہ پیدائش اور طریقہ پیدائش ایک ہی ہے اور ان سب کا نسب ایک ہی ماں اور باپ تک پہنچتا ہے۔ علاوہ بریں کسی شخص کا کسی خاص ملک قوم یا برادری میں پیدا ہونا ایک اتفاقی امر ہے۔ جس میں اس کے اپنے ارادے اور انتخاب اور اس کی اپنی سعی اور کوشش کا کوئی دخل عمل نہیں ہے۔

کوئی معقول وجہ نہیں کہ اس لحاظ سے کسی کو کسی پر فضیلت حاصل ہو۔ اصل چیز جس کی بدولت ایک شخص کو دوسرے پر فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ وہ یہ یہ کہ وہ دوسروں سے بڑھ کر خدا سے ڈرنے والا برائیوں سے بچنے والا نیکی اور پاکیزگی کی راہ پر چلنے والا ہو۔ ایسا آدمی خواہ کسی نسل کسی قوم اور کسی ملک سے تعلق رکھتا ہو اپنی ذاتی خوبی کی بناء پر قابل قدر ہے اور جس کا حال اس کے برعکس ہو وہ بحرحال ایک کمتر درجے کا انسان ہے۔ چاہے وہ کالا ہو یا گورا مشرق میں پیدا ہوا ہو یا مغرب میں۔

ریکا میری بیٹی یہ تو وہ حقائق ہیں جو ہماری مقدس کتاب انسان کی بہتری اور

بھلائی کے لئے پیش کرتی ہے۔ ہمارے اپنے رسول نے اپنے آخری وعظ میں لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

لوگو! خبردار رہو تم سب کا خدا ایک ہے کسی عرب پر عجمی کو اور کسی عرب کو کسی عجمی پر اور کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ مگر تقویٰ کے اعتبار سے اللہ کے نزدیک تم سب سے عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد ایشان خواجہ تھوڑی دیر کے لئے رکے کچھ سوچا پھر دوبارہ ریکا کو مخاطب کر کے پوچھنے لگے۔۔

ریکا میری بیٹی بتاؤ تم نے خود بھی مختلف ادیان کا مطالعہ کیا ہوگا۔ ایمانداری اور نیک نیتی سے کہو کیا ایسے حقائق، کیا انسان کی بہتری کی ایسی باتیں کیا اس قسم کے اقوال جو انسان کے اندر تعاون اور یک جہتی پیدا کرتے ہوں تم نے کسی اور کتاب میں پڑھے ہیں۔ سن ریکا میری بیٹی میں صرف اپنے دین اور اپنی مقدس کتاب کی تعریف ہی نہیں کر رہا بلکہ میرا یہ بھی کہنا ہے کہ جو بھی قوم ہماری مقدس کتاب کو اپنی زندگی میں ڈھالے تو وہ صحیح معنوں میں انسانیت کی فلاح اور بہتری ہی کام انجام نہیں دیتی۔ بلکہ اس دنیا کو ایک پر امن اور شانتی سے بھرپور گہوارہ بھی بنا سکتی ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد جب ایشان خواجہ خاموش ہوئے تو ریکا بولی اور کہنے لگی۔

بابا آپ کی یہ باتیں ایسی ہیں جو متاثر کرتی ہیں میں بدقسمتی سے خود تو اس قابل نہیں ہوں کہ آپ کی اس مقدس کتاب کا مطالعہ کر سکوں لیکن میری آپ سے ایک گزارش ہے کہ آپ وقتاً فوقتاً گاہے بگاہے۔ مجھے اس قسم کی تبلیغ کرتے رہیں اس طرح میرے دل میرے ذہن میں ایک طرح کی وسعت اور فراخی پیدا ہوگی ریکا کی اس گفتگو کے جواب میں ایشان خواجہ کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ اس دوران سیورا بولی اور وہ ایشان خواجہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پیر بابا اگر آپ برا نہ محسوس کریں تو ہم بھی کبھی کبھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو جایا کریں اس طرح ہم دو کام کر لیا کریں گے ایک ریکا سے مل لیا کریں گے دوسرے ہم بھی ریکا کے ساتھ ساتھ آپ کی اس قسم کی باتوں سے مستفید ہو جایا کریں گے۔ ایشان خواجہ نے بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا ضرور میری بیٹی تم جب چاہے ریکا سے ملنے آسکتی ہو اور ہاں میں تم لوگوں کی خواہش پر اپنے دین سے متعلق بھی تمہیں آگاہ کرتا رہوں گا یہاں تک کہنے کے بعد ایشان خواجہ رکے پھر انہوں نے اپنے بیٹے اسماعیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اسماعیل بیٹے کھانے کا وقت ہو گیا ہے کھانا لگاؤ اور اکٹھے بیٹھ کر سب کھاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اسماعیل اس کمرے سے بھاگتا ہوا نکل گیا تھا اسماعیل کے بعد ایشان خواجہ کی دونوں بیٹیاں عائشہ اور خدیجہ بھی نکل گئی تھیں پھر تھوڑی دیر بعد تینوں بہن بھائی کھانے کے برتن اٹھا کر دیوان خانے میں داخل ہوئے اور سب مل کر کھانا کھانے لگے تھے۔

○

ایک روز آتہ جان صبح ہی صبح بڑی تیزی سے سرائے کی سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر کی منزل کی طرف گیا تھا اس کے ایک ہاتھ میں کھانے کے برتن تھے جبکہ دوسرے بازو کی بغل میں اس نے چند کتابیں دبا رکھی تھیں۔ سیڑھیاں چڑھنے کے بعد وہ تقریباً" بھاگتا ہوا مارتینا کے کمرے میں داخل ہوا مارتینا اس وقت فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد مصلے پر بیٹھی دعا مانگ رہی تھی۔ آتہ جان اس کمرے میں بیٹھ گیا جسے دیوان خانے کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد مارتینا بھی دعا سے فارغ ہونے کے بعد جب داویان خانے میں آئی تو آتہ جان بڑی خوشی اور بڑی مسرت میں مارتینا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

مارتینا میری بیٹی میں تیرے لئے ایک خوشخبری کی بات لایا ہوں قبل اس کے کہ میں وہ بات تم سے کہوں پہلے اپنا یہ ناشتہ سنبھالو - مارتینا نے پہلے اپنا ناشتہ کھول کر دیکھا اس میں ہلکا پھلکا ایک پراٹھا ساتھ میں ایک علیحدہ برتن میں تازہ مکھن دوسرے چھوٹے سے برتن میں تھوڑی سی شکر لبالب بھرا گرم دودھ کا ایک گلاس اور کچھ پھل تھے اپنے ناشتے کی ساری چیزوں کی طرف دیکھنے کے بعد مارتینا بولی اور کہنے لگی ناشتہ تو چاچا میں بعد میں کروں گی پہلے یہ بتاؤ تم میرے لئے خوشخبری کیا لائے ہو جواب میں آتہ جان نے اپنی بغل میں دبائی ہوئی چند کتابیں اپنے سامنے میز پر رکھ دیں پھر وہ مارتینا سے کہنے لگا۔ یہ کتابیں میں تمہارے لئے لایا ہوں انہیں پڑھو انہیں پڑھنے کے بعد تمہیں دین اسلام سے متعلق پوری آگاہی ہوگی یہ کتابیں میں رات کو ہی حصار شہر کے بڑے بازار سے خرید لایا تھا لیکن رات کے وقت تمہارے پاس آ نہیں سکا بیٹی بس سرائے کے کاموں میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ مارتینا آتہ جان کے سامنے بیٹھ گئی ساری کتابیں اس نے کھول کھول کر ایک بار دیکھیں پھر کتابیں اس نے میز پر رکھ دیں اور دوبارہ وہ آتہ جان سے کہنے لگی۔

پہلے یہ کہئے کہ آپ خوشخبری کیا لے کے آئے ہیں۔ جواب میں آتہ جان سنبھلتے ہوئے بولا۔

دیکھ بیٹی رات کے وقت یہاں سے کچھ لوگ بخارا کی طرف گئے ہیں ان کے ہاتھ خلیل بیگ نے ابری کے نام ایک خط بھیجا ہے اس خط کو میں نے بھی پڑھا ہے اس خط میں خلیل بیگ نے ابری کو لکھا ہے کہ وہ یعنی خلیل بیگ ابری کی شادی مارتینا سے کرنے کا خواہشمند ہے اس خط میں خلیل بیگ نے یہ بات ابراہیم پر چھوڑی ہے ابراہیم کو اس نے لکھا ہے اگر وہ مارتینا کو پسند کرتا ہے اور اس سے شادی کرنے کا خواہاں ہے تو خط ملتے ہی حصار شہر چلا آئے اور اگر وہ شادی کرنا نہیں چاہتا تو آنے کی ضرورت نہیں ہے وہیں اپنے کام میں لگا رہے۔

آتہ جان کے یہ الفاظ سننے کے بعد مارتینا کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی کچھ دیر خاموش رہ کر وہ سوچتی رہی پھر شاید وہ کسی نتیجے پر پہنچتے ہوئے دوبارہ بولی اور آتہ جان کو مخاطب کر کے وہ پوچھنے لگی آتہ جان تمہارا کیا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

خیال ہے کیا اس خط کے جواب میں ابری یہاں آئے گا اس پر آتہ جان نے لمحہ بھر کے لئے مارتینا کو بڑے غور سے دیکھا پھر چھاتی تانتے ہوئے وہ کہنے لگا۔ دیکھ بیٹی میں اب تجھے بھی اچھی طرح جاننے لگا ہوں اور جبکہ ابری تو میری گود میں کھیلا اور بڑا ہوا ہے اسے مجھ سے بہتر کون جان سکتا ہے میرا دل سو فیصد اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ ابری خلیل بیگ کا خط ملتے ہی انتہائی بے تابانہ انداز میں حصار شہر کی طرف آئے گا دیکھ میری بیٹی میں نے اس سے پہلے تم پر یہ انکشاف نہیں کیا کہ ابری تمہیں پسند کرتا ہے اور میں اُس راز کو تم سے گفتگو کرنے سے پہلے جانتا تھا اس پر مارتینا چونکی اور حیرت آمیز سے انداز میں اس نے آتہ جان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

چچا آتہ جان آپ کو کیسے خبر ہوئی کہ وہ مجھے پسند کرتے ہیں اس پر آتہ جان مسکراتے ہوئے بولا اور کہنے لگا دیکھ میری بیٹی اپنے باپ اور چچا کی فوتگی کے سلسلے میں جو چند ہفتے وہ یہاں رہ کر گیا ہے اس دوران میں نے اس کی حالت سے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ تمہیں پسند کرتا ہے وہ اس طرح کہ جب کبھی بھی نیچے سکونتی حصے میں میں خلیل بیگ تمہارا ذکر کیا کرتے تو بڑے غور اور بڑے انہماک سے ابری تمہارے متعلق باتیں سنا کرتا تھا اگر تمہارے متعلق گفتگو کے دوران ابراہیم بیگ اپنے داد سے ذرا دور بیٹھا ہوتا تو اس معاملے میں دلچسپی لینے کے لئے وہ اٹھ کر دادا کے قریب بیٹھ جایا کرتا تھا اور تمہارے متعلق گفتگو بڑے اشتیاق سے سنتا تھا۔ دیکھ میری بیٹی ایسا معاملہ یونہی نہیں ہو جایا کرتا کسی بات کسی معاملے کسی حادثے میں دلچسپی اس وقت لی جاتی ہے جہاں نفرت یا محبت حائل ہوا ابری چونکہ تم سے نفرت نہیں کرتا لہٰذا اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ تم سے وہ محبت کرتا ہے اور میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ تم سے محبت بھی ٹوٹ کر کرتا ہے۔

آتہ جان کی یہ باتیں سن کر مارتینا بیچاری خوابوں کی دنیا میں کھو کر رہ گئی تھی تھوڑی دیر تک وہ گہرے خیالات میں ڈوبی رہی شاید اس کے خیالات اور تفکرات

کا مرکز اور محور ابراہیم بیگ ہی تھا تھوڑی دیر تک وہ ایسے ہی کھوئی کھوئی سی رہی پھر آتہ جان نے اسے مخاطب کرتے ہوئے چونکا دیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور مارتینا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ دیکھ مارتینا بیٹی تو اب ناشتہ کر ٹھنڈا ہو رہا ہے اس کے بعد ان کتابوں کا مطالعہ کرنا میں دوپہر کو پھر اپنی بیٹی کے پاس آؤں گا اس کے ساتھ ہی آتہ جان اس کمرے سے نکل گیا تھا جبکہ مارتینا سنبھل کر بیٹھی پھر وہ خاموشی سے ناشتہ کرنے لگی تھی۔

ایک روز سہ پہر کے قریب ایشان خواجہ اپنی حویلی کے دیوان خانے میں کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے کہ ریکا دیوان خانے کے دروازے پر نمودار ہوئی ایشان خواجہ نے فوراً" کتاب سے نگاہیں ہٹا کر ریکا کی طرف دیکھا پھر بڑی شفقت اور پدرانہ محبت میں انہوں نے ریکا کو مخاطب کر کے کہا۔ ریکا میری بیٹی آؤ بیٹھو ریکا آگے بڑھی اور ایشان خواجہ کے سامنے ایک نشست پر بیٹھ گئی تھی ایشان خواجہ نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کتاب بند کر کے سامنے میز پر رکھ دی تھی۔ تھوڑی دیر تک کمرے میں خاموشی رہی پھر ریکا بولی اور ایشان خواجہ کو وہ مخاطب کر کے کہنے لگی۔

پیر بابا میں چاہتی ہوں کہ ہم آج ابراہیم بیگ کی طرف چلیں میں اس کے سلسلے میں اپنے آپ کو گناہ گار اور مجرم محسوس کرتی ہوں پیر بابا آپ جانتے ہیں کہ اس سے پہلے میں روسیوں کی طرح مسلمانوں سے بھی نفرت کرتی تھی انہیں روسیوں کا ہی ایک حصہ جانتی تھی لیکن یہاں آکر میرے خیالات میں ایک تغیر اور انقلاب رونما ہوا ہے۔ میری بد قسمتی کہ اس سے پہلے صحرائے قزلقم میں روسی عقوبت خانوں کے اندر میں ابراہیم بیگ پر گولی چلا چکی ہوں جس سے انکا شانہ زخمی ہو گیا تھا۔ میں گزشتہ کئی ہفتوں سے اس کرب میں مبتلا ہوں کہ مجھے ابراہیم بیگ سے اپنی اس زیادتی اور اپنی اس غلطی اور جرم کی معافی مانگنی چاہئے اور پھر پیر بابا آپ جانتے ہیں اس دوران ابراہیم بیگ کے والد اور ان کے چچا بھی

مارے گئے لیکن میں نے ان سے کوئی افسوس نہ کیا جبکہ مجھے ایسا سب سے پہلے کرنا چاہئے تھا اس لئے کہ ابراہیم بیگ کے مجھ پر ہی نہیں میرے دوسرے قیدی ساتھیوں پر بھی بڑے احسانات ہیں اول یہ کہ انہوں نے ہمیں روسیوں کی قید سے چھڑایا دوئم یہ کہ جب روسی مجھے بخارا سے اٹھا کر صحرائے قزلقم کے عقوبت خانوں میں لے گئے تو ابراہیم بیگ صرف مجھے چھڑانے کی خاطر روسی عقوبت خانوں کی طرف گئے حالانکہ وہ ایک بہت بڑا خطرہ تھا ایک تو اس صحراء میں داخل ہونے والوں پر بھوکے اور خونخوار بھیڑیئے ٹوٹ پڑتے ہیں اور دوسرے روسی عقوبت خانوں میں داخل ہونا خصوصیت کے ساتھ رات کے وقت کوئی آسان کام نہ تھا۔

پیر بابا یہ ابراہیم بیگ کمال جرات مندی اور دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور خونی اور آدم خور بھیڑیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ صحراء قزلقم میں داخل ہوئے بلکہ روسی عقوبت خانوں کو بھی انہوں نے نیست و نابود کر کے رکھ دیا اور مجھے وہاں سے نکالا۔ جس وقت انہوں نے مجھے ان عقوبت خانوں سے نکالا اس وقت مجھے اس حادثے اس مہم کی اہمیت کا احساس نہیں ہوا تھا بعد میں یہاں آکر آپ کی شفقت کے زیر سایہ اور آپ لوگوں کا سلوک دیکھتے ہوئے جب میرے خیالات میں ایک تغیر ہوا تب مجھے اس واقعے اس حادثے کی اہمیت کا احساس ہوا اور تب ہی مجھے اس بات کا بھی احساس ہوا کہ میں نے ابراہیم بیگ سے نفرت کراہت کا اظہار کر کے نہ صرف یہ کہ ایک زبردست غلطی کی ہے بلکہ یہ کہ ایک بہت بڑا جرم کیا ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد ربیکا جب خاموش ہوئی تو ایشان خواجہ نے تھوڑی دیر تک اس کی طرف بڑے غور سے دیکھا پھر وہ بڑی نرمی شفقت سے اس سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔

ربیکا بیٹی اگر تم برا نہ مانو تو میں تم سے چند سوالات کروں اور ساتھ تم سے یہ بھی کہوں کہ حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے میرے سوالوں کا جواب دینا۔ اس پر ربیکا بڑی ارادتمندی سے ایشان خواجہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ پیر بابا کچھ پوچھنے کے لئے آپ کو مجھ سے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ پوچھیں کیا پوچھنا چاہتے ہیں میں وعدہ کرتی ہوں کہ جو کچھ بھی آپ پوچھیں گے۔ سچ سچ اس کا جواب دوں گی اس پر ایشان خواجہ نے پھر تھوڑی دیر خاموش رہ کر کچھ سوچا پھر وہ بولے اور کہا۔

سن ربیکا بیٹی میرا پہلا سوال تم سے یہ ہے کہ کیا اب تو واپس اپنے ملک جرمنی جانا پسند کرے گی۔ اس سوال پر ربیکا نے ایک بار غور سے ایشان خواجہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی نہیں پیر بابا اب میں واپس نہیں جاؤں گی۔ ربیکا کا یہ جواب سن کر ایشان خواجہ خوش ہوئے پھر بولے اور ہاں بیٹی کیا اب بھی تم میرے بیٹے ابری کو ناپسند کرتی ہو اور اس سے نفرت کرتی ہو اس پر ربیکا بے محابہ اور بلاتوقف بولی نہیں پیر بابا میں نہ ان سے نفرت کرتی ہوں نہ ہی انہیں ناپسند کرتی ہوں ایشان خواجہ اس جواب پر مزید خوش ہوئے پھر بولے اور ہاں بیٹی میرا تیسرا سوال یہ ہے کہ میں نے سن رکھا ہے کہ جرمنی میں تمہاری منگنی ہو چکی تھی اور تم واپس جرمنی جا کر شادی کرنا چاہتی تھیں [illegible] بھی تم اپنے منگیتر کو حاصل کرنے اور اس کے ساتھ رہنے کی خواہش رکھتی ہو۔ ربیکا جھٹ کہنے لگی نہیں پیر بابا اب میں اس منگنی اس تعلق اس نسبت کو بھول چکی ہوں۔

یہاں تک گفتگو ہونے کے بعد ایشان خواجہ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر دوبارہ بولے اور ربیکا سے پوچھنے لگے ربیکا میری بیٹی اب جبکہ تم واپس اپنے ملک بھی نہیں جانا چاہتی ہو اپنے منگیتر کو بھی فراموش کر چکی ہو تو اگر میں یہاں کسی مناسب شخص سے تمہیں اپنی بیٹی سمجھ کر تمہارا رشتہ طے کر دوں تو اسے تم قبول کر لوگی۔ ربیکا جھٹ بولی اور کہنے لگی ہاں پیر بابا میں قبول کر لوں گی۔ بشرطیکہ جس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے پلے آپ مجھے باندھ رہے ہوں وہ میری پسند ہو۔ اور میری مرضی کا جوان ہو اس پر ایشان خواجہ جھٹ بولے اور کہنے لگے۔ دیکھ ریکا میری بیٹی ابراہیم بیگ کے متعلق تیرا کیا خیال ہے؟ میں تجھے ابراہیم بیگ کی زندگی کا ساتھی بنانے کا عزم کر چکا ہوں دیکھ میری بیٹی اپنے دل کو ٹٹول کر اپنی چاہتوں اپنی خواہش اور اپنی مرضی کو سامنے رکھ کر مجھے جواب دے کہ کیا تو ابراہیم بیگ کا ساتھ قبول کرنا پسند کرے گی ابرہیم بیگ اس وقت مملکت بخارا میں ایک ایسے عہدے پر فائز ہے جس کے حصول کے لئے ہر کوئی کوشش اور تگ و دو کرتا ہے اور پھر وہ ازبکوں کے سب سے طاقتور ذیلی قبیلے کا سردار بھی ہے یہاں تک کہنے کے بعد ایشان خواجہ خاموش ہو گئے پھر وہ اپنے جواب کا انتظار کرتے ہوئے بڑے غور سے ریکا کی طرف دیکھنے لگے تھے۔

ریکا کی طرف دیکھتے ہوئے انہوں نے جائزہ لیا کہ ابراہیم بیگ کے ساتھ منسلک کئے جانے کے خیالات نے حسین و خوبصورت ریکا کی حالت دھواں دھواں خوابوں میں کرنوں کے وصال، اجالوں کے پیراھن میں کھلتے پھول زندگی کے الیوں میں سنورتے حسن اور خزاں کے زرد آنچلوں میں رقص کرتے ہوئے چاند جیسی بنا کر رکھ دی تھی۔ ابراہیم بیگ کے ذکر پر ریکا کی آنکھوں اور اس کے چہرے پر کڑے عذابوں کی سرزمینوں میں، پرفسوں فضاؤں میں گونجتی ہواؤں کے اندر بانسری کے نغموں، سکون آمیز بکھرے سرکی سی خوشیاں رقص کرنے لگی تھیں۔ ایشان خواجہ تھوڑی دیر تک ریکا کو غور سے دیکھتے رہے پھر دوبارہ بولے اور ریکا کو مخاطب کر کے کہنے لگے - دیکھ ریکا میری بیٹی میرے سوالوں کا جواب خاموشی نہیں گو میں تمہارے چہرے کے تغیرات سے بھی بہت کچھ پڑھ سکتا ہوں لیکن میری بیٹی میں تمہارے منہ سے کچھ سننا پسند کروں گا اس پر ریکا بولی اور کہنے لگی پیر بابا یہاں آنے سے پہلے میں زیست کے سمندر میں اس موج بے پرواہ کی طرح تھی جو کبھی شوریدہ ہواؤں کی مار میں کبھی گیت سناتی ہے اور کبھی خون رلاتی

تھی لیکن اب یہاں رہتے ہوئے لمحوں کے فاصلوں میں میں ہنستے چہرے کی طراوٹ اور خوشی محسوس کرتی ہوں۔

ایشان خواجہ نے ریکا کے ان الفاظ کو غور سے سنا جب وہ خاموش ہوئی تو وہ دوبارہ بولے اور کہنے لگے دیکھ ریکا بیٹی مجھے خوبصورت الفاظ سے ٹالنے کی کوشش نہ کر میں تمہاری زبان سے کچھ ابراہیم بیگ کے متعلق سننا چاہتا ہوں دیکھ بیٹی میں تجھے اب اپنی سگی بیٹی کی طرح سمجھتا ہوں اور اپنے دل میں یہ ارادہ کر چکا ہوں کہ تمہیں ابراہیم بیگ کا ساتھی بناؤں گا پر یہ سارا کام میں تمہاری مرضی اور رضامندی سے کرنا چاہتا ہوں۔ کھل کر کہو میری بیٹی جو تیرے دل کی آواز ہے اس سے مجھے بھی آگاہ کرو اس لئے کہ میں تیرا باپ ہوں پھر باپ سے کیا پردہ میری بیٹی تو مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ کر کہ اب ابراہیم بیگ سے متعلق تیرے کیا خیالات ہیں۔ اس گفتگو کے جواب میں ریکا نے عجیب سی بے بسی اور لاچارگی کے سے انداز میں ایشان خواجہ کی طرف دیکھا پھر وہ بولی اور کہنے لگی۔

پیر بابا آج سے کچھ عرصہ پہلے تک میری زندگی کی بیکراں خلاؤں کی وسعتوں میں چاروں طرف چپ کا سناٹا تھا کرب کا پہرہ تھا۔ دل میں نہ کوئی جذبہ تھا نہ کوئی ذہن میں چہرہ تھا بس خواہشوں کے سربریدہ لاشے کی طرح میں سرگرداں تھی لیکن پیر بابا اب جبکہ آپ مجھے ابراہیم بیگ کا ساتھی اور اس کی زندگی کا ہم سفر بنانے کا ارادہ کر چکے ہیں تو میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ ابراہیم بیگ میری آرزوؤں کا اسم اعظم میری منزل اول کا نشان زندگی کے طویل لمحوں میں میری طلب کا تقاضہ اور میرے خوابوں کی دنیا میں کہکشاں کے سفر کی ابتداء ہے پیر بابا میں اب آپ سے یہ کہتے ہوئے شرم بھی محسوس نہیں کرتی کہ جس قدر زیادہ میں نے ابراہیم بیگ سے نفرت کی تھی اب میں اس سے کئی گنا بڑھ کر ان سے محبت کرتی ہوں۔

پیر بابا اپنی زندگی کے جس دور میں میں نے ابراہیم بیگ سے نفرت کی ہے اس دور میں میں زندگی کے شہر ستم میں تنہا تھی سر پر کوئی سایہ نہ تھا پاؤں تلے

دھرتی نہ تھی۔ روسیوں کی قید اور پھر وہاں سے یہاں بخارا آنے کے بعد شام کو جب سب پنچھی گھروں کو لوٹتے تھے تو میں بھی سوچا کرتی تھی کبھی میں بھی اپنی منزل کو لوٹوں گی۔ اندھیروں کے جنگل اور ناآشنا دوریوں دشت و وادیوں میں میں سوچتی تھی کہ چپ چاپ سسکتے رہنا ہی میرا مقدر ہے میری قسمت میں شجر تھا نہ شجر کا سایہ لیکن پیر بابا میں سمجھتی ہوں کہ اب حالات مختلف ہیں۔ میری زندگی میں ایک انقلاب برپا ہونے کو ہے۔ اگر آپ مجھے ابراہیم بیگ کا ساتھی بنانے کا عزم کر چکے ہیں تو میں سمجھوں گی کہ میری سلوٹوں سے بھری رات کٹ گئی اب ابراہیم بیگ کے تصور ہی سے میری زندگی کا ایک ایک لحہ دل آویز ہے اور میرے لئے اب بخارا کی رنگ بکھیرتی فضاؤں میں چاروں طرف سحر کے گیت اور صبحوں کی صباحت ہے۔ پیر بابا ابراہیم بیگ کی بیوی بننے کے بعد میں اپنے آپ کو دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی تصور کروں گی - پیر بابا ہو سکتا ہے ابراہیم بیگ مجھے ناپسند کریں میرے ساتھ شادی نہ کرنا چاہیں پر آپ میری طرف سے انہیں یقین دلائیں کہ جو لڑکی ان سے نفرت کر سکتی ہے وہ ان سے اپنے دل و جان سے بڑھ کر محبت بھی کر سکتی ہے میں اگر انہیں ماضی میں ناراض کرتی رہی ہوں تو مستقبل میں ان کی خوشی ان کے سکون اور ان کی طراوت کا باعث بھی بن سکتی ہوں ۔

ریکا کا جواب سن کر ایشان خواجہ بیحد خوش ہوئے پھر وہ بولے اور کہنے لگے دیکھ ریکا میری بیٹی تم نے مجھے اپنے مافی الضمیر سے آگاہ کر کے نہ صرف یہ کہ میرا بہت بڑا بوجھ ہلکا کر دیا ہے بلکہ تمہارا جواب سن کر میں سمجھتا ہوں کہ میری خوشیوں کی کوئی انتہا ہی نہیں۔ میں جو کام چاہتا تھا اور پسند کرتا تھا تم عین اسی کے مطابق پوری اتری ہو۔ دیکھ بیٹی ابھی شام کو میں اور تم دونوں ابراہیم بیگ کے پاس جائیں گے تم اس سے اپنے ماضی کے رویے کی معافی مانگ لینا اس کے باپ اور چچا کے مرنے کا افسوس بھی کرنا باتوں باتوں میں میں ابراہیم بیگ پر یہ بھی ظاہر کر دوں گا کہ تم اسلام قبول کر چکی ہو دیکھ بیٹی آج میں ابراہیم بیگ سے تمہاری محبت تمہاری چاہت کا ذکر نہیں کروں گا بلکہ میں اسے اپنے ہاں دعوت دوں گا اور کسی روز اسے یہاں بلائیں گے پھر یہاں بڑے اہتمام کے ساتھ میں اس سے گفتگو کروں گا اور تمہیں اس سے منسوب کر دوں گا جس روز ایسا ہوا میری بیٹی میں سمجھوں گا میں نے اپنی زندگی کا سب سے بڑا بوجھ اتار پھینکا ہے دیکھ بیٹی تو اب اپنے کمرے میں جا۔ نہا دھو اچھا سا لباس پہن کر میرے پاس آ پھر دونوں باپ بیٹی ابراہیم بیگ کی طرف چلتے ہیں۔ ایشان خواجہ کی اس تجویز پر ریکا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی پھر وہ خوشی اور مستی میں جھومتی ہوئی دیوان خانے سے اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی تھی۔

نہا دھو کر ریکا نے اپنا سب سے عمدہ لباس پہنا ہی تھا کہ ایشان خواجہ اس کے کمرے پر دستک دینے کے بعد اس کے کمرے میں داخل ہوئے پھر وہ بڑے تاسف آمیز سے لہجے میں ریکا کو مخاطب کر کے کہنے لگے ریکا میری بیٹی میں اسمٰعیل کو تمہارے ساتھ بھیج دیتا ہوں - میرے کچھ ملنے والے آگئے ہیں میں نے انہیں مہمان خانے میں بٹھایا ہے۔ یا تو پھر ابراہیم بیگ سے ملنے کا پروگرام ختم کر دو پھر کسی دن اس کے پاس چلے جائیں گے یا پھر ایسا کرو کہ اسماعیل کو اپنے ساتھ لیجاؤ۔ آتی دفعہ وہ مہمانوں کے لئے بازار سے کچھ خرید لائیگا - اس پر ریکا جھٹ بولی اور کہنے لگی۔

پیر بابا اس میں فکر مند ہونے کی کیا ضرورت ہے آپ اسمٰعیل کو بازار بھیج دیجئے میں اکیلی ابراہیم بیگ کی طرف جاتی ہوں ہاں اسماعیل سے یہ کہئے کہ بازار سے سودا سلف خریدنے کے بعد وہ مجھے ابراہیم بیگ کے ہاں سے اپنے ساتھ لیتا آئے ایشان خواجہ نے خوش ہوتے ہوئے کہا ہاں بیٹی یہ بھی ٹھیک ہے تم پھر ابراہیم بیگ کی طرف جاؤ۔اسماعیل کو میں سمجھا دیتا ہوں کہ وہ بازار سے سودا خریدنے کے بعد تمہیں ابراہیم کے ہاں سے لیتا آئے۔ اس کے ساتھ ہی ریکا عقبی دروازے سے باہر نکل گئی تھی جبکہ ایشان خواجہ اپنے بیٹے اسماعیل کو سارا معاملہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سمجھانے لگے تھے۔

٥

بخارا کے آسمان پر سورج غروب ہو گیا تھا ابراہیم بیگ اپنی حویلی کے دیوان خانے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا حویلی کی ملازماؤں نے حویلی کے اندر جگہ جگہ شمعیں روشن کر دی تھیں ایسے میں اچانک، دیوان خانے کے دروازے پر حسین و خوبصورت ریکا نمودار ہوئی اور کمرے میں بیٹھے وہ ابراہیم بیگ کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی آواز کی انتہائی مٹھاس اور شیرینی میں کہنے لگی کیا میں اندر آسکتی ہوں۔
اس سے ریکا کو اپنے دیوان خانے کے دروازے پر یوں پوری سج دھج اپنی پوری خوبصورتی حسن اور اپنے پورے کشف و جزب کے ساتھ کھڑے دیکھ کر ابراہیم بیگ دنگ رہ گیا تھا وہ چونک کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا جواب میں وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ریکا حرکت میں آئی جگنوؤں کی جلتی بجھتی روشنیوں کی طرح وہ آگے بڑھی پھر وسعت شب میں ننھے اجالے کی زخمی کرنوں کی طرح وہ اپنے تمام رنگوں اور تمام جذبوں کے ساتھ ابراہیم بیگ کے پاؤں پر گرپڑی تھی پوری قوت سے ریکا نے ابراہیم بیگ کے پاؤں پکڑ لئے پھر اپنا چہرہ اٹھا کر اس نے ابراہیم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

خدا کے لئے مجھے معاف کر دیجئے میں نے اس ریکا کو ہلاک کر دیا ہے جس نے آپ پر صحرائے قزلقم کے عقوبت خانوں میں گولی چلا کر آپ کو زخمی کر دیا تھا میں نے اس ریکا کو بھی ہلاک کر دیا ہے جو روسیوں کی طرح آپ سے اور مسلمانوں سے نفرت کرتی تھی میں نے اس ریکا کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا ہے جو بخارا سے بھاگ کر جرمنی جانا چاہتی تھی۔ میں اسلام قبول کر چکی ہوں یہیں رہنا چاہتی ہوں۔ بس آپ ایک بار یہ کہئے کہ آپ نے مجھے معاف کیا اور یہ کہ آپ مجھ سے ناراض نہیں ہیں۔ ریکا کے یوں اچانک اپنے قدموں پر گرنے کی وجہ سے ابراہیم بیگ عجیب سا محسوس کر رہا تھا اسے ایسا لگا تھا کہ جیسے اچانک آوازوں کے جنگل میں صحرا کا حبس و جبر موسم گھس آیا ہو ریکا ابھی تک زندگی کی حلاوتوں کے ساتھ اس کے قدموں پر پڑی ہوئی تھی اور اس کا رفاقتوں کا امین چہرہ ابراہیم بیگ کی طرف اٹھا ہوا تھا۔ ابراہیم بیگ یوں دکھائی دے رہا تھا جیسے دور پھیلی کہر میں خوابوں کا کوئی مسافر انجانے اور ان دیکھے راستوں میں کھو گیا ہو۔ دیوان خانے میں، وہ لمحہ بھی عجیب جادوئی لمحہ تھا فضاؤں میں لوریوں سی مہکی باس اور جگنوؤں اور ان کی رفیق تتلیوں کے رقص کا سا سماں بندھ گیا تھا پھر اچانک ابراہیم بیگ حرکت میں آیا ہاتھ بڑھا کر پاؤں پر پڑی ہوئی ریکا کو اس نے اوپر اٹھا کر سامنے کی نشست پر بٹھایا پھر وہ اسے حوصلہ اور تسلی دیتے ہوئے کہنے لگا۔
دیکھ ریکا میں، تجھ سے ناراض نہیں ہوں تو نے صحرائے قزل قم کے عقوبت خانوں میں جو مجھ پر گولی چلائی تھی میں جانتا ہوں وہ تو نے ذہنی دباؤ کی وجہ سے ایسا کیا تھا۔ دیکھ میں تجھ سے ناراض نہیں ہوں اور تجھے معاف بھی کیا اور مجھے یہ جان کر بھی خوشی ہوئی ہے کہ تو اب اسلام قبول کر چکی ہے اس کے لئے میں اپنے پیرو مرشد ایشان خواجہ کا شکریہ بھی ادا کروں گا میں جانتا ہوں یہ سب ان ہی کی کوششوں کی ہی وجہ سے ہوا پر یہ تو کہو تم اکیلی ہی آئی ہو یا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے ریکا اب تک سنبھل چکی تھی لہٰذا اس بار وہ بڑے اطمینان سے کہنے لگی۔
پیر بابا خود مجھے یہاں لیکر آنے والے تھے لیکن اچانک کچھ مہمان آگئے لہٰذا میں اکیلی ہی آئی ہوں لیکن اسمٰعیل بیگ بازار سے سودا خریدنے آیا ہوا ہے جاتی دفعہ وہ مجھے اپنے ساتھ لیجائے گا اور ہاں میری بدقسمتی کہ میں آپ کے باپ اور چچا کے مرنے کا افسوس بھی کرنے نہ آسکی۔ قسم خداوند کی مجھے آپ کے باپ اور چچا کا سخت دکھ ہے اور ہاں پیر بابا نے آپ کو اپنے ہاں دعوت پر بھی بلایا ہے آپ کب تک ان کے ہاں جاسکیں گے وہ کہہ رہے تھے کہ وہ آپ سے کسی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ ریکا کے ان الفاظ پر ابراہیم بیگ نے کچھ سوچا پھر وہ کہنے لگا میں کل صبح تک حصار شہر روانہ ہونے والا ہوں۔ وہاں سے واپسی پر پیر

بابا سے مل کر اس دعوت کا وقت نکالوں گا۔

ابراہیم بیگ کے ان الفاظ پر ریکا بیچاری چونک سی پڑی تھی اور پریشانی اور تفکر کے سے انداز میں پوچھنے لگی آپ حصار شہر کیوں جا رہے ہیں خیریت تو ہے اس پر ابراہیم بیگ کہنے لگا ہاں بس خیریت ہی ہوگی دادا کا خط آیا تھا جس کے باعث مجھے حصار شہر جانا پڑ رہا ہے تم بیٹھو میں خادموں سے کہہ کر تمہارے لئے کھانا منگواتا ہوں اس پر ریکا فورا" بولی اور کہنے لگی نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے اسماعیل بیگ ابھی آنے ہی والا ہوگا میں اس کے ساتھ واپس چلی جاؤں گی میں تو صرف آپ سے اپنے جرم کی معافی مانگنے آئی تھی اور آپ کو یہ بتانے آئی تھی کہ میں ان سرزمینوں سے اب نفرت نہیں محبت کرتی ہوں میں نے جرمنی واپس جانے کا ارادہ ترک کر دیا ہے اب میں سمجھتی ہوں کہ میرا تعلق اب ان ہی سرزمینوں سے ہے یہیں میرا جینا اور اب یہیں میرا مرنا ہوگا۔ پیر بابا مجھے اپنی بیٹی بنا چکے ہیں اور میں سمجھتی ہوں کہ دنیا کے کسی خطے میں ایسا باپ کسی کو نصیب نہیں ہو سکتا اور اگر کسی کو نصیب ہو بھی تو میں سمجھتی ہوں کہ وہ لڑکی میری طرح انتہائی خوش قسمت اور نیک بخت ہو سکتی ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد ریکا جب خاموش ہوئی تو ابراہیم بیگ اپنی جگہ سے اٹھا اور ریکا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو ریکا تم ابھی بیٹھو میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں - ریکا کچھ کہنا ہی چاہتی تھی پر ابرہیم بیگ تیزی سے دیوان خانے سے نکل گیا تھا تھوڑی دیر بعد ابراہیم بیگ لوٹا اس کے ہاتھ میں سرخ ریشمی کپڑے کی ایک خوبصورت تھیلی تھی وہ تھیلی اس نے ریکا کی گود میں رکھ دی پھر وہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا دیکھ ریکا اب جبکہ ہم مسلمانوں کے خلاف تیری نفرت کا انجام ہو چکا ہے اب جبکہ تو بخارا ہی میں رہنے کا عزم کر چکی ہے تو یہ نقدی کی تھیلی اپنے پاس رکھو اور اسے اپنے کام میں لاتی رہنا۔ پیر بابا کے یہاں رہتے ہوئے یہ تمہارے کام آئیگی اور ہاں آئندہ بھی اگر تمہیں کسی شے کی ضرورت ہو تو تم بلاجھجک میرے یہاں آکر اس چیز کا مطالبہ کر سکتی ہو اس گھر کو تم اپنا ہی گھر سمجھنا اور یہ کہ کسی چیز کی ضرورت کے موقع پر تم تکلف نہ برتنا اور ہاں میں تمہیں یہ بھی کہہ دوں کہ اس تھیلی کو قبول کرنے کے لئے کسی قسم کی ہچکچاہٹ محسوس نہ کرنا اور نہ ہی اس تھیلی کو واپس کرنے کے لئے کوئی عمدہ الفاظ تلاش کرنے کی کوشش کرنا اس تھیلی کو سنبھالتے ہوئے ریکا کچھ کہنا ہی چاہتی تھی پر ابراہیم بیگ کے ان الفاظ نے اسے خاموش کے رکھ دیا تھا۔ اس کے بعد ابراہیم بیگ پھر بولا اور کہنے لگا۔

دیکھو ریکا آنے والی صبح کو میں یہاں سے حصار شہر جا رہا ہوں وہاں سے آنے کے بعد مجھے امید ہے کہ میں پیر بابا اس کے اہل خانہ اور تمہاری ایک شاندار دعوت کروں گا ابراہیم بیگ کے ان الفاظ پر ریکا کے ذہن اور دل پر خوشیاں ہی خوشیاں برس کر رہ گئی تھیں۔ پھر وہ بولی اور کہنے لگی اگر یہ بات ہے تو میں حصار شہر سے آپ کی واپسی کا بڑی بے چینی سے انتظار کروں گی۔ ریکا کہتے کہتے خاموش ہو گئی کیونکہ دیوان خانے میں چمڑے کے مضبوط تھیلے میں کچھ سامان اٹھائے اسماعیل داخل ہوا تھا آگے بڑھ کر پہلے اس نے ابراہیم بیگ سے مصافحہ کیا پھر ریکا کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا چلو بہن گھر چلیں۔ مہمانوں کے لئے میں نے جو چیزیں لی ہیں ان سے مہمانوں کی تواضع بھی کرنی ہے - ریکا فورا" اٹھ کھڑی ہوئی اور ابراہیم بیگ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی میں پیر بابا کو بتا دوں گی کہ آپ صبح حصار شہر کے لئے روانہ ہونے والے ہیں اور واپسی پر آکر آپ ان سے ملیں گے اس کے ساتھ ہی ریکا اسماعیل کا ہاتھ تھامے دیوان خانے سے نکل گئی تھی۔

حصار شہر کی مسجدوں میں فجر کی اذانیں گونج اٹھی تھیں۔ فضاؤں کے اندر ایک ہلچل ایک نور کا رقص پھیلنے اور بکھرنے لگا تھا۔ مارتینا ان اذانوں کی آوازوں پر اٹھ کھڑی ہوئی تھی پہلے اس نے منہ صاف کیا باہر رکھے مٹی کے کورے مٹکے سے اس نے پانی پیا اس کے بعد شب خوابی کا لباس اتار کر اس نے

دوسرا صاف ستھرا لباس پہنا وضو کیا پھر وہ اپنے کمرے کے ایک کونے میں مصلہ ڈال کر فجر کی نماز ادا کرنے لگی تھی۔ نماز کے بعد وہ اپنے مصلے پر بیٹھ کر کافی دیر تک دعا مانگتی رہی پھر وہاں سے اٹھی مصلہ تہہ کر کے اس نے ایک طرف رکھ دیا اور میز پر آکر وہ ان کتابوں میں سے ایک کا مطالعہ کرنے لگی تھی جو آتہ جان نے اسے لاکر دی تھیں۔

باہر اب سورج طلوع ہونے کو تھا شب کی دلہن کا سہاگ اور چاندنی کی مطربہ کوچ کرنے اور رخصت ہونے کو تھیں‘ کوئے گمنامی کے تاریک ترین تہہ خانوں کی دوشیزگی ہر سمت پر ہر جہت آگ گلاب ہونٹوں کی طرح بکھر گئی تھی۔ جسم و جان کی آمیزشوں میں ارمانوں کے طوفان شادابی سے عاری چہروں پر گل ریزی و گل بیزی نور سے خالی آنکھوں میں گلسازی و گلباری رقص کرنے لگی تھی۔ پون میں مسکراتے پھول جاگ اٹھے تھے۔ صحرا صحرا گلشن گلشن زمین کا کنوارا پن مہک اٹھا تھا۔

مطالعہ کرتے کرتے مارتینا نیچے سرائے کے صحن سے اٹھنے والی آوازوں پر چونک سی پڑی ہاتھ میں پکڑی ہوئی کتاب اس نے سامنے میز پر رکھ دی سرائے کے صحن کی طرف کھلنے والی کھڑکی کی طرف وہ بھاگ کر گئی پردہ ہٹا کر جب اس نے نیچے دیکھا تو اس کی حالت ہی بدل کر رہ گئی تھی اس کے اندر کچھ ایسی تبدیلی کچھ ایسا انقلاب رونما ہوا تھا لگتا تھا جیسے اس کے دل کے اندھیروں میں جلترنگ کا جادو‘ چشم و عارض پر گلابی رس کا نزول‘ ذہن کے شکستوں کے غبار اور گمبھیر خیالات میں ماہ عسل کی بے خوابی‘ صورت کدہ مہتاب پر حیا آمیز رنگ اور گیت بھرے لمحوں میں غنچے غنچے کے ہونٹوں پر محبت کی مہریں رقص کرنے لگی ہوں۔ مارتینا نے دیکھا سرائے کے پشتی حصے میں خلیل بیگ کا جو سکونتی مکان تھا اس کے سامنے جو کھلا صحن تھا اس میں ابراہیم بیگ اور آتہ جان کھڑے آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔

ابراہیم بیگ کو آتہ جان کے ساتھ سرائے کے صحن میں دیکھ کر مارتینا کی حالت عجیب سی ہو رہی تھی اس کے چہرے پر خوشیاں ہی خوشیاں اس کی آنکھوں میں لذتیں ہی لذتیں ناچ اٹھی تھیں۔ اس سے وہ رس رچے موسم میں شبنم کے جھلمل قطرے کی طرح پرکشش‘ صندل صندل جنگل کی فسوں تر رات میں کار شعبدہ گر کی گونج جیسی پرکشش ہو گئی تھی۔ اس کے نشاط بھرے چہرے اور اس کی ناچتی آنکھوں سے مجموعی طور پر یوں تاثر ملتا تھا جیسے اس کی زندگی اور اس کی زیست میں کوئی مبتدی اور کوئی منتہی بے بساطی اور بے قراری میں ایک دوسرے سے گلے مل گئے ہوں یا صبح ازل سے لیکر شام ابد تک سناٹوں کے صحرا اور نصیب کی سحر میں چھم چھم نرم ہوا کے جھونکے اور رم جھم بادو باراں عجیب اور انوکھی سرگوشیاں کرنے لگے ہوں۔

مارتینا کھڑکی میں پردے کی اوٹ میں کھڑی ہو کر اس وقت تک ابراہیم بیگ اور آتہ جان کی طرف دیکھتی رہی جب تک وہ سرائے کی صحن میں ایک دوسرے سے گفتگو کرتے رہے پھر اس نے دیکھا وہ دونوں حرکت میں آئے تھے آتہ جان خلیل بیگ کے سکونتی مکان میں گھس گیا تھا جبکہ ابراہیم بیگ ان سیڑھیوں کی طرف آیا تھا جو صحن سے اوپر کی منزل کی طرف جاتی تھیں۔ مارتینا نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ابراہیم بیگ اسی کی طرف آرہا ہے لہٰذا اس نے کھڑکی کا پردہ درست کیا پھر وہ بھاگی ہوئی آئینے کے پاس گئی پہلے اپنے بال درست کئے ایک جائزہ اس نے اپنے لباس کا لیا پھر وہ اسی میز پر آکر مطالعہ کرنے لگی تھی جہاں پر تھوڑی دیر پہلے بیٹھی پڑھ رہی تھی۔ تاہم گاہے گاہے چور اور دزدیدہ نگاہوں سے وہ اس کھڑکی کی طرف دیکھ لیتی تھی جو سیڑھیوں کی طرف کھلتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد مارتینا کو ابراہیم بیگ سیڑھیوں کے ذریعے اوپر آتا دکھائی دیا۔ ابراہیم بیگ کو اپنی طرف آتے دیکھ کر مارتینا کی حالت عجیب سی ہو رہی تھی۔ اس کا چہرہ بہار کے پیلے سورج کی دھوپ جیسا ہو گیا تھا۔ روح پر طاری

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سرور اور باطن کی گہرائیوں میں برزخ کی سی سنگینی اور کڑی دھوپ کی سرزمین کی پیاس جیسی تشنہ لبی جوش مارنے لگی تھی۔ گو مارتینا کی زندگی میں وہ لمحہ شب نگاروں میں کرنوں کے ظہور کے نزول جیسا پرکشش اور جاذب نظر تھا پھر بھی نہ جانے کیوں جوں جوں ابراہیم بیگ سیڑھیاں چڑھتا ہوا اسے قریب آتا محسوس ہو رہا تھا توں توں خوشبو کے آوارہ اور مہربان موسم اور ان دیکھے چہروں کو چومنے کی خواہش کی طرح ذہنی طور پر اپنے آپ کو سرگرداں محسوس کرتی تھی جب سیڑھیاں چڑھنے کی چاپ ختم ہو گئی تب اس نے اندازہ لگا لیا کہ ابراہیم بیگ اب سیڑھیاں چڑھنے کے بعد اس کے کمرے کی طرف آرہا ہے لہٰذا اس سے وہ کچھ یوں محسوس کرنے لگی جیسے وہ گداز چھاؤں میں ریت کی پیاسی گہرائیوں میں دھنستی ہوئی نیچے ہی نیچے جا رہی ہو اور اس کا بدن پتھر اور چہرہ خونچکاں ہو کر رہ گیا ہو۔

مارتینا ان ہی خیالات میں الجھی ہوئی تھی کہ ابراہیم بیگ اس کے کمرے کے دروازے پر نمودار ہوا۔ یہ وہی کمرا تھا جس میں بیٹھ کر مارتینا مطالعہ کر رہی تھی۔ دروازے پر کھڑا ہو کر تھوڑی دیر تک ابراہیم بیگ بڑی توجہ اور انہماک سے مارتینا کو دیکھتا رہا جو بظاہر تو مطالعے میں غرق تھی لیکن اندر ہی اندر وہ بڑی بے چینی اور بڑی بیقراری سے ابراہیم بیگ کی آواز سننے کی منتظر تھی اسی دوران ابراہیم بیگ بولا اور مارتینا کو وہ مخاطب کر کے کہنے لگا۔

خاتون کیا میں اندر آ سکتا ہوں - ابراہیم بیگ کی اس آواز پر مارتینا چونک کر اٹھ کھڑی ہوئی گو یہ سارا تاثر ظاہری اور دکھاوے ہی کا تھا اس لئے کہ وہ جانتی تھی کہ ابراہیم بیگ دروازے پر کھڑا اسے گھور کر دیکھ رہا ہے تاہم بڑی تیزی سے وہ اٹھی ہاتھ میں پکڑی ہوئی کتاب میز پر رکھ دی پھر وہ ابراہیم بیگ کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے لہجے کی پوری مٹھاس اور اپنے بدن کی ساری شیرینی کو مجمع کرتے ہوئے بولی اور کہنے لگی آپ کو مجھ سے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے آپ جب اور جس وقت چاہیں ان کمروں میں داخل ہو سکتے ہیں اس پر ابرہیم بیگ کمرے

میں داخل ہوا مارتینا کے سامنے آیا پھر دوبارہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا تم بیٹھو کھڑی کیوں ہو اس پر مارتینا پھر پہلے جیسے مٹھاس میں بولی اور کہنے لگی آپ بھی تو بیٹھیں اس پر ابراہیم بیگ فوراً" وہاں بیٹھ گیا اس کے بیٹھنے کے بعد مارتینا بھی اپنی نشست پر بیٹھ گئی تھی تھوڑی دیر تک اس کمرے میں خاموشی رہی پھر ابراہیم بیگ بولا اور مارتینا کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

مارتینا جانتی ہو میں بخارا سے حصار شہر کیوں آیا ہوں اس اچانک سوال پر مارتینا نے چونک کر ابراہیم بیگ کی طرف دیکھا پھر وہ اپنی آنکھوں سے شرارت ٹپکاتے ہوئے کہنے لگی۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ سوال کرنے کی کوئی تک ہی نہیں ہے۔ حصار شہر میں آپ کا اپنا گھر ہے آپ جب اور جس وقت چاہیں بخارا سے حصار شہر آسکتے ہیں اس پر ابراہیم بیگ اپنی بات میں ذرا زور پیدا کرتے ہوئے کہنے لگا دیکھ مارتینا میری باتوں کو ٹالنے کی کوشش نہ کر۔ جو میں پوچھتا ہوں اس کا سنجیدگی سے جواب دو اس پر مارتینا پھر شرارت آمیز لہجے میں بولی اور کہنے لگی۔ آپ نے کیسے اندازہ لگا لیا کہ میں سنجیدہ نہیں ہوں۔ اور پھر آپ کا بخارا سے حصار شہر آنا کوئی نئی بات نہیں ہے پہلے بھی تو آپ بخارا سے حصار اور حصار سے بخارا آتے جاتے رہے ہوں گے اس پر کمرے میں تھوڑی دیر تک سکوت اور خاموشی طاری رہی اس دوران ابراہیم بیگ نے شاید کچھ سوچا پھر دوبار، وہ مارتینا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو مارتینا دادا نے مجھے اس لئے بلایا ہے تاکہ میری شادی تمہارے ساتھ کر دی جائے اس سلسلے میں تمہارا کیا خیال ہے ابراہیم بیگ کے منہ سے یہ الفاظ سن کر مارتینا کے پیاسے بدن کی مٹی گرم ریت میں تازہ گلاب، ذات کے آنگن میں پیار کے حروف آئینوں کے عکس کے اندر رقص شرر کی طرح سلگ اٹھی تھی۔ مارتینا کے جسم سے کنوار پنے جیسی ایسی خوشبو اٹھ رہی تھی جیسے ہر سو چنبیلی کی سی کوئی انجانی اور نا آشنا خوشبو مہک اٹھی ہو۔ اس سے مارتینا کا بے صدا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جسم دور اڑانوں سے جان چھڑاتے پرندوں اور سرابوں کے سمندر سے نکلتے مسافر جیسا سکون اور اطمینان محسوس کر رہا تھا۔

مار تینا خاموش بیٹھی رہی جبکہ ابراہیم بیگ بڑے غور اور انہماک سے اسے دیکھتا رہا۔ مار تینا کے خدو خال سے اس وقت اس کے دل سے اٹھتی اس کے مقدر کی عبارت کو واضح طور پر پڑھا جا سکتا تھا۔ مار تینا کے سرخ اور چکنے ہونٹ اس وقت گلاب پر آگ کے سایوں اور شعور کی آواز پر خواب و خیال کے لہجوں کی طرح کپکپا رہے تھے اس کی سحر شناس آنکھیں اندھیروں میں مہتاب کرنوں اور آبدار آئینوں کی طرح چمک رہی تھیں اس کے چہرے کی ریشمی ملائمت میں پھولوں کی خوشبو' رنگوں کے عکس' زیست کا گداز پن' جذبوں کی لذت اور گلابی سائے بڑے خوش کن انداز میں رقص کر رہے تھے۔ مار تینا اسی طرح شرماتی لجاتی ہوئی ابراہیم بیگ کے سامنے بیٹھی رہی۔ ابراہیم بیگ پھر بولا اور اس سے پوچھنے لگا۔

مار تینا تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا - یہ خاموشی جو تم نے اختیار کر رکھی ہے میرے سوال کا جواب نہیں ہے اگر تم نہ بولیں تو میں سمجھوں گا کہ تم میری کسی بات کا جواب دینے کی روادار نہیں ہو۔ ابراہیم بیگ کے ان الفاظ پر مار تینا ایک طرح سے تڑپ سی اٹھی تھی۔ پھر وہ مدھم آواز اور دھیمے لہجے میں بولی کیا پوچھا ہے آپ نے اس پر ابراہیم پھر بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ مار تینا مجھے دادا نے خط لکھ کر اس لئے طلب کیا ہے کہ وہ میری شادی تمہارے ساتھ کرنا چاہتے ہیں کیا تم اس شادی پر رضامند ہو اور کیا اس میں تمہاری خوشی اور رضامندی شامل ہے اس پر مار تینا نے اپنا جھکا ہوا چہرا اوپر کیا لمحہ بھر کے لئے اس نے ابراہیم بیگ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا پھر نگاہیں جھکاتے ہوئے بولی اور کمرے میں اس کی آواز بلند ہوئی - اگر یہی سوال میں آپ سے کروں تب آپ کا کیا جواب ہوگا۔ ابراہیم بیگ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

دادا نے مجھے خط ہی اس انداز کا لکھا تھا کہ اگر میری تم سے شادی کرنے کی مرضی نہ ہوتی یا میں تمہیں پسند نہ کرتا ہوتا تو پھر میں بخارا سے یہاں نہ آتا۔

ابراہیم بیگ کا یہ جواب سن کر مار تینا کے جسم میں خوشی اور سرشاری رقص کر رہی تھی اس کے لبوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ ناچ اٹھی تھی اس کی آنکھوں کے اندر دور دور تک خوش آئند جذبے جوش مارنے لگے تھے۔ ایک بار پھر اس نے اپنی جھکی ہوئی گردن سیدھی کی اور ابراہیم بیگ سے کہنے لگی - اگر میں آپ کے ساتھ شادی پر رضامند نہ ہوتی تو دادا آپ کو ایسا خط ہی نہ لکھتے جسے پڑھ کر آپ حصار شہر آئے ہیں۔ مار تینا کا یہ جواب سن کر ابراہیم بیگ ایسا خوش ایسا مسرور ہوا کہ وہ اپنا آپ تک بھول گیا ایک دم اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا مار تینا کا ریشمی اور گداز ہاتھ اس نے اپنے ہاتھ میں لیا اور بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہنے لگا دیکھ مار تینا تو نے مجھے ایسا جواب دے کر میرے دل پر خوشیاں ہی خوشیاں برسادی ہیں دیکھ میں تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ زندگی بھر تمہیں خوش رکھنے کی کوشش کروں گا مار تینا نے اپنا ریشمی نازک اور گداز ہاتھ ابراہیم بیگ ہی کے ہاتھ میں رہنے دیا پھر وہ بولی اور کہنے لگی۔

میں بھی آپ سے عہد کرتی ہوں کہ زندگی بھر آپ کی خدمت کروں گی آپ کو خوش رکھنے کی حتی المقدور کوشش کروں گی ہاں آپ حصار شہر میں کب تک قیام کریں گے - اس پر ابراہیم بیگ بولا اور کہنے لگا شاید شام سے پہلے ہی پہلے دادا میری اور تمہاری شادی کر دیں گے میں نے دیکھا ہے کہ انہوں نے تمہارے لئے بے شمار قیمتی ملبوسات تیار کر کے رکھے ہیں میں نے آج صبح ان سے پوچھا کہ یہ ملبوسات آپ نے کس کے لئے اور کب تیار کر لئے اس پر وہ کہنے لگے یہ سب میری بیٹی مار تینا کے لئے ہیں ان کا کہنا تھا کہ مجھے خط لکھنے کے بعد انہوں نے تمہارے لئے یہ لباس تیار کروانے شروع کر دئے تھے دادا کہہ رہے تھے کہ مجھے یقین تھا کہ تم مار تینا کو پسند کروگے اور بخارا سے حصار شہر ضرور آؤ گے اور سنو

مار تینا شادی کے دو تین روز بعد میں بخارا واپس چلا جاؤں گا دادا کہہ رہے تھے تم اکیلے بخارا چلے جانا مار تینا میرے پاس حصار شہر ہی میں رہے گی ابراہیم بیگ کے ان الفاظ پر مار تینا تڑپ سی اٹھی اور شوخ اور تیز نگاہوں سے اس نے ابراہیم بیگ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

یہ الفاظ دادا کے نہیں بلکہ میں خیال کرتی ہوں کہ آپ مجھے تنگ کرنے کے لئے اپنے پاس سے کہہ رہے ہیں دادا یہ الفاظ کبھی بھی نہیں کہہ سکتے اس پر ابراہیم نے ایک بھرپور اور بلند قہقہہ لگایا اور کہنے لگا ہاں یہ الفاظ دادا نے نہیں بلکہ میں نے ہی ادا کئے ہیں بہرحال آج ہم دونوں کی شادی ہو جائے گی دو تین دن ہم یہاں رہیں گے اس دوران اپنی تیاری تم مکمل کر لینا اس کے بعد ہم بخارا کی طرف کوچ کر جائیں گے اور ہاں آتہ جان کہہ رہا تھا کہ وہ بھی ہمارے ساتھ بخارا جانا چاہتا ہے ۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ مار تینا فوراً" بولی اور کہنے لگی یہ میرے دل کی آواز ہے میں چاہتی ہوں کہ آتہ جان ہمارے ساتھ بخارا جائے آپ کبھی اگر گھر نہ ہوں گے تو اس حویلی میں آتہ جان کی موجودگی میں میں اجنبیت محسوس نہ کروں گی ۔ ابراہیم بیگ اپنی جگہ پر کھڑا ہوتا ہوا بولا اگر ایسا ہے تو پھر آتہ جان کو ضرور ہم اپنے ساتھ لے کر جائیں گے۔ اس بار مار تینا نے بڑی تشویش آمیز نگاہوں سے ابراہیم بیگ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

آپ بیٹھیں نا۔ کہاں جا رہے ہیں کیا آپ صبح کا ناشتہ میرے ساتھ نہیں کریں گے اس پر ابراہیم بیگ کہنے لگا اب میں نیچے جاتا ہوں دادا خود تھوڑی دیر تک اوپر آنے والے ہیں وہ تمہیں اپنے ساتھ نیچے لے کر جائیں گے اس کے بعد تم ناشتہ بھی ہمارے ساتھ ہی کرو گی دوپہر کا کھانا بھی ہمارے ساتھ ہی کھاؤ گی اور تم رہو گی بھی نیچے ہی۔ وہیں ہماری شادی ہوگی اس کے بعد ہم تین دن تک سرائے کے اسی پشتی سکونتی حصے میں قیام کریں گے پھر بخارا کی طرف کوچ کر جائیں گے۔ ابراہیم بیگ کا یہ جواب سن کر مار تینا مطمئن ہو گئی تھی پھر ابراہیم بیگ تیزی سے باہر نکلا اور سیڑھیاں اترتا ہوا وہ نیچے چلا گیا تھا۔

ابراہیم بیگ کے جانے کے بعد مار تینا بھی اپنی جگہ سے اٹھی اور اپنا سارا سامان سمیٹنے لگی تھی۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد وہ تھوڑی دیر پھر اسی نشست پر آکر بیٹھی اتنے میں خلیل بیگ اور آتہ جان اس کے کمرے میں داخل ہوئے انہیں دیکھتے ہی مار تینا اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی خلیل بیگ آگے آئے اور مار تینا کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ مار تینا بیٹی شاید تمہیں خبر ہو گئی ہوگی کہ ابری بخارا سے پہنچ چکا ہے اور وہ تمہارے ساتھ شادی پر رضامند ہے اس پر مار تینا گردن جھکاتے ہوئے کہنے لگی دادا میں جانتی ہوں وہ پہنچ چکے ہیں اور تھوڑی دیر پہلے وہ مجھ سے مل کر بھی گئے ہیں انہوں نے مجھ سے میرا عندیہ پوچھا تھا کہ میں ان سے شادی پر رضامند ہوں یا نہیں اس پر خلیل بیگ نے بڑے خوش کن انداز میں پوچھا پھر تو نے کیا جواب دیا میری بیٹی ۔ مار تینا شرماتے شرماتے کہنے لگی۔

دادا میں نے کیا کہنا تھا میں نے انہیں یہ بتا دیا کہ اگر میری رضامندی نہ ہوتی تو دادا آپ کو حصار شہر آنے کے لئے خط نہ لکھتے ۔ مار تینا کی یہ بات سن کر خلیل بیگ خوش ہو گیا تھا پھر وہ کہنے لگا دیکھ مار تینا میری بیٹی میں اور آتہ جان تمہیں لینے آئے ہیں۔ اب تم اوپر نہیں رہو گی نیچے ہمارے ساتھ چل کر رہو گی۔ شام سے پہلے ہی تمہاری اور ابری کی شادی کر دی جائے گی۔ ابری کا ارادہ ہے کہ وہ شادی کے بعد دو تین دن یہاں رہے گا اور پھر تمہیں اور آتہ جان کو لیکر وہ بخارا روانہ ہو جائے گا۔ پھر خلیل بیگ نے کمرے کا جائزہ لیا اس نے دیکھا کہ مار تینا نے اپنا سارا سامان سمیٹ دیا ہوا تھا۔ یہ دیکھتے ہوئے خلیل بیگ سرائے کے طرف کھلنے والی کھڑکی کے قریب آیا منہ کھڑکی سے باہر نکالا اور دو تین بار انہوں نے زور سے پکارا ابری۔ ابری بیٹے جلدی اوپر آؤ تھوڑی ہی دیر بعد ابراہیم بیگ بھی دو دو تین تین سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اوپر آیا اور خلیل بیگ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔ دادا آپ نے مجھے بلایا ہے۔ خلیل بیگ بڑی محبت بڑی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شفقت میں کہنے لگا۔

ہاں بیٹے میں نے تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ مارتینا کا سامان نیچے لے چلو جتنا سامان تم اور مارتینا اٹھا سکتے ہو اٹھالو باقی میں اور آتہ جان اٹھالاتے ہیں اس پر ابراہیم بیگ کہنے لگا دادا آپ کو اور آتہ جان کو کوئی سامان اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے سارا سامان میں اور مارتینا خود ہی اٹھا کر لے جائیں گے اس پر ابراہیم بیگ طوفان کی طرح حرکت میں آیا - مارتینا کا تقریباً" سارا ہی سامان اس نے خود اٹھا لیا کتابیں اور چند ایک دوسری چیزیں تھیں - جو مارتینا کو اٹھانی پڑیں پھر وہ چاروں آگے پیچھے سیڑھیاں اتر کر سرائے کے پشتی حصے میں سکونتی مکان میں داخل ہوئے۔ ابراہیم بیگ نے سارا سامان ایک طرف رکھ دیا جو چیزیں مارتینا نے اٹھا رکھیں وہ بھی اس نے وہیں رکھ دیں پھر خلیل بیگ مارتینا کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

مارتینا بٹی میرے ساتھ آؤ میں نے اور آتہ جان نے مل کر تم دونوں کے لئے جو شادی کا کمرہ سجایا ہے وہ میں تمہیں دکھاتا ہوں۔ مارتینا بیچاری شرماتی ہوئی چپ چاپ خلیل بیگ کے ساتھ ہولی تھی۔ پھر خلیل بیگ اسے ایک کمرے میں لایا۔ مارتینا نے دیکھا اس کمرے کی خوب صفائی ستھرائی کی گئی تھی۔ کمرے کا سارا فرنیچر تبدیل کر کے سارا آرائشی سامان نیا لگایا گیا تھا کمرے کے اندر کھڑکیوں اور دروازوں پر خوبصورت اور قیمتی پردے بھی بالکل نئے تھے وہ کمرہ دکھاتے ہوئے خلیل بیگ بولا اور مارتینا سے پوچھنے لگا۔

مارتینا بٹی تجھے یہ کمرہ پسند آیا اس پر مارتینا بڑی انکساری کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی دادا اگر آپ اس کمرے کو نہ بھی سجاتے تب بھی مجھے پسند تھا میرے لئے کیا یہی سب سے بڑی نعمت نہیں ہے کہ مجھے ایک خوشگوار اور پُر سکون زندگی کی ابتداء کرنے کا موقع فراہم کر رہے ہیں۔ اس پر خلیل بیگ کہنے لگا نہیں بٹی ایسا نہیں ہے تم اس گھر کی مالک ہو۔ بٹی اب تم اس کمرے میں بیٹھو

میں آتہ جان اور ابری مل کر شادی کا انتظام کرتے ہیں ابھی ہمارے قبیلے کی کچھ عورتیں بھی پہنچنا شروع ہوجائیں گی وہ بھی تمہیں شادی کے لئے تیار کر دیں گی۔ اس کے ساتھ ہی خلیل بیگ اس کمرے سے نکل گیا جبکہ مارتینا آگے بڑھ کر ایک نشست پر چپ چاپ بیٹھ گئی تھی۔

شام سے قبل ہی قبل بڑی دھوم دھام بڑی شان و شوکت سے ابراہیم بیگ اور مارتینا کی شادی ہوگئی تھی - شادی کے بعد ابراہیم بیگ نے مارتینا کے ساتھ تین روز تک حصار شہر میں قیام کیا اس کے بعد وہ مارتینا اور آتہ جان کو لیکر حصار شہر سے بخارا کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

ایک روز صبح ہی صبح ابراہیم بیگ مارتینا اور آتہ جان کے ساتھ بخارا شہر میں اپنی حویلی میں داخل ہوا۔ حویلی کے ایک حصے سے درمیانی عمر کا ایک آدمی بھاگتا ہوا باہر آیا اور بڑی خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اس نے بھاگ کر ابراہیم بیگ کے گھوڑے کی باگ پکڑلی تھی۔ ابراہیم بیگ ایک جست کے ساتھ اپنے گھوڑے سے اتر گیا آتہ جان اور مارتینا بھی اپنے گھوڑوں سے اتر چکے تھے۔

اتنی دیر تک درمیانی عمر کی ایک عورت بھی وہاں آکر کھڑی ہو گئی تھی۔ اس موقع پر ابراہیم بیگ حرکت میں آیا مارتینا اور آتہ جان کو مخاطب کرتے ہوئے وہ اس مرد اور عورت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

سنو مارتینا اور آتہ جان یہ جو شخص تمہارے سامنے کھڑا ہے اس کا نام عثمان لی ہے اس کے ساتھ اس کی بیوی ہے اس کا نام اوغوزہ ہے اب یہی دونوں میاں بیوی اس حویلی کے خدمت گار ہیں باقی سارے ملازموں کو میں نے فارغ کر کے لشکر میں بھرتی کر دیا ہے یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم بیگ تھوڑی دیر رکا پھر وہ دوبارہ بولا اور کہنے لگا عثمان لی میرے بھائی اور اوغوزہ میری بہن یہ دو ہستیاں جو تم میرے ساتھ دیکھتے ہو ان میں سے یہ ایک مارتینا ہے یہ میری بیوی ہے دوسرا میرا عزیز آتہ جان ہے یہ بھی اب اسی حویلی میں رہے گا۔ ابراہیم بیگ کے یہ

الفاظ سن کر عثمان لی اور اوغوزہ دونوں میاں بیوی خوش ہو گئے تھے پھر اوغوزہ بھاگ کر آگے بڑھی اور مارتینا کے گھوڑے کی باگ اس نے پکڑنا چاہی پر مارتینا نے اسے باگ دینے سے انکار کر دیا۔ مارتینا کی یہ حرکت دیکھ کر ابراہیم بیگ خوش ہوا پھر وہ ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو عثمان لی اور اوغوزہ تم اس حویلی کے ملازم نہیں اس حویلی کے اور اس خاندان کے افراد بھی ہو۔ تم جانتے ہو کہ میں نے یا میرے باپ نے کبھی تم دونوں کو ملازم نہیں سمجھا لہذا تم دونوں کو میرے یا میری بیوی کے گھوڑوں کی باگ پکڑنے کی ضرورت نہیں ہے ہم تینوں خود گھوڑوں کو اصطبل میں باندھیں گے اور دیکھو میری بیوی کا تعلق فرانس سے ہے پر یہ اسلام قبول کر چکی ہے اور مجھے امید ہے کہ تم دونوں اسے اپنے لئے بڑا پر خلوص مہربان اور رحمدل پاؤ گے۔ یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم بیگ جب خاموش ہوا تو مارتینا بھی بولی اور اوغوزہ کو وہ مخاطب کر کے کہنے لگی۔

سن اوغوزہ مجھے اس سے غرض نہیں کہ اس سے پہلے تم کیا کچھ کرتی رہی ہو یا اس حویلی میں تمہارے ساتھ کیا سلوک رہا ہے لیکن آج کے بعد تم میری بہن ہو۔ جو میں خود کھاؤں گی تمہیں بھی کھلاؤں گی۔ جس قسم کا کپڑا میں خود پہنوں گی تمہیں بھی پہننے کو دوں گی۔ میرے ساتھ رہتے ہوئے اپنے آپ کو کسی بھی احساس کمتری میں مبتلا کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ اور ہاں راستے میں ابراہیم بیگ نے مجھے بتایا تھا کہ تم کھانے بہت اچھے تیار کرتی ہو اور گھر کی صفائی ستھرائی کا بھی خوب خیال رکھتی ہو۔ سنو اوغوزہ اب یہ گھر کے سارے کام میں اور تم دونوں مل کر کیا کریں گی۔ مارتینا کی اس گفتگو سے اوغوزہ اور عثمان لی دونوں خوش ہو گئے تھے اس کے بعد ابراہیم بیگ مارتینا اور آتہ جان اپنے گھوڑوں کو اصطبل میں لائے گھوڑوں کی زینیں انہوں نے اتار کر ایک طرف رکھ دیں اتنی دیر تک عثمان لی اور اوغوزہ نے گھوڑون کو پانی پلاکر ان کے آگے چاراہ ڈال دیا تھا۔

اصطبل سے نکلنے کے بعد ابراہیم بیگ آتہ جان اور مارتینا کو حویلی کے دیوان خانے میں لایا تھا عثمان لی اور اوغوزہ بھی ان کے ساتھ دیوان خانے میں آگئے تھے۔ ابراہیم بیگ اور مارتینا ایک نشست پر بیٹھ گئے تھے جبکہ دائیں طرف کی نشست پر آتہ جان بیٹھا تھا۔ بائیں طرف کی نشست پر ابراہیم نے عثمان لی اور اوغوزہ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا جب وہ دونوں میاں بیوی بیٹھ گئے تب ابراہیم بیگ پھر بولا کہنے لگا۔

اوغوزہ میری بہن آج کھانا تم تیار کرو کل سے مارتینا تمہارے ساتھ اس کام میں شریک ہو گی میرے خیال میں سفر کے باعث آج یہ تھکاوٹ محسوس کر رہی ہوگی۔ اس پر مارتینا فوراً" بڑی چستی کے انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی اور گہری مسکراہٹ میں وہ اپنی آواز کی پوری شیرینی میں ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگی آپ میری تھکاوٹ کی کوئی فکر نہ کریں میں ابھی اور اسی وقت سے اوغوزہ کے ساتھ گھر کے کاموں میں حصہ لینا شروع کر دوں گی تاکہ مجھے حویلی کے کمروں اس کے باورچی خانوں اور اس کے طہارت خانوں سے بھی آگاہی ہو جائے۔ مارتینا کی اس گفتگو پر ابراہیم بیگ بڑا خوش ہوا پھر وہ دوبارہ بولا اور کہنے لگا اچھا اگر یہ بات ہے تو پھر دونوں بہنیں حرکت میں آؤ کھانا تیار کرو۔ اس لئے کہ بھوک لگی ہے۔ ابراہیم بیگ کی یہ گفتگو سن کر اوغوزہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ جب وہ دیوان خانے سے باہر جانے لگیں تو ابراہیم بیگ نے عثمان لی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

عثمان لی تمہیں شاید کھانے کے لئے کچھ سامان بازار سے خرید کر لانا پڑے گا۔ ٹھہرو میں تمہیں رقم دیتا ہوں اور جو سامان تمہیں مارتینا اور اوغوزہ کہتی ہیں وہ خرید لاؤ۔ اس پر اوغوزہ بولی اور کہنے لگی۔ گھر پر کھانا تیار کرنے کی ہر شے موجود ہے صرف گوشت لانا پڑے گا۔ ابراہیم بیگ نے فو۔" عثمان لی کو رقم مہیا کر دی اور وہ دیوان خانے سے نکل گیا تھا اس کے ساتھ ہی مارتینا اور اوغوزہ بھی

کھانا تیار کرنے کے لئے دیوان خانے سے چلی گئی تھیں۔

مار تینا اوغوزہ اور عثمان لی کو ابھی دیوان خانے سے نکلے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ دیوان خانے میں ایشان خواجہ اپنے بیٹے اسماعیل کے ساتھ داخل ہوئے انہیں دیکھتے ہی ابراہیم بیگ فورا" اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ ابراہیم بیگ نے فورا" آگے بڑھ کر ایشان خواجہ اور اسمٰعیل سے مصافحہ کیا اس کے بعد آتہ جان نے بھی بڑے پر جوش انداز میں دونوں کے ساتھ مصافحہ کیا پھر ابراہیم بیگ بولا اور آتہ جان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ آتہ جان یہ میرے پیرو مرشد ایشان خواجہ ہیں جن کا میں تم لوگوں سے اکثر ذکر کرتا رہا ہوں اور ان کے ساتھ ان کا بیٹا اسمٰعیل ہے اس کے بعد ابراہیم بیگ دوبارہ بولا اور ایشان خواجہ کو وہ مخاطب کر کے کہنے لگا۔

پیر بابا یہ میرا عزیز آتہ جان ہے۔ انتہائی خوش طبع اور انتہائی صاحب علم انسان ہے اب یہ یہاں مستقل طور پر میرے ہی ساتھ رہے گا مجھے امید ہے کہ آپ اس کی صحبتوں اور اس کی باتوں سے ضرور لطف اندوز ہوں گے یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم بیگ تھوڑی دیر کے لئے رکا دوبارہ بولا اور کہنے لگا۔

پیر بابا آپ دونوں باپ بیٹا بیٹھئے میں مار تینا کو بلاتا ہوں میں اکثر اس سے آپ کا ذکر کرتا رہا ہوں وہ آپ کو دیکھ کر بڑی خوش ہوگی۔ ابراہیم بیگ کی اس گفتگو پر ایشان خواجہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا پھر تعجب میں انہوں نے پوچھا ابری میرے بیٹے یہ مار تینا کون ہے۔ ابراہیم بیگ مسکراتے ہوئے کہنے لگا پیر بابا بنیادی طور پر یہ مار تینا ایک فرانسیسی لڑکی ہے پر اب یہ میری بیوی ہے اسلام قبول کر چکی ہے انتہائی مخلص اور خوش طبع لڑکی ہے آپ یقیناً" اس سے مل کر خوش ہونگے۔ ابراہیم بیگ کی اس گفتگو پر ایشان خواجہ کا رنگ پیلا سا ہو گیا تھا اور وہ تعجب کے سے انداز میں ایک طرح سے حیرت اور پچھتاوے کا سا اظہار کرتے ہوئے بولے اور کہنے لگے۔ ابراہیم بیگ تم نے شادی بھی کر لی اور مجھے بتایا تک ہی نہیں اس پر ابراہیم بیگ بولا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

پیر بابا جس روز اسمٰعیل ریکا مجھ سے ملنے کے لئے آئے تھے آپ جانتے ہیں اسی روز میں حصار شہر کی طرف کوچ کرنے والا تھا میں شادی کرنے ہی حصار شہر جا رہا تھا میں نے جان بوجھ کر آپ سے اس کا ذکر نہیں کیا تھا میں چاہتا تھا کہ واپس آکر آپ کو اپنی شادی کا بتاؤں گا اور آپ بیحد خوش ہوں گے۔ ایشان خواجہ تاسف انگیز سے انداز میں کہنے لگے اس طرح اچانک شادی کر کے ابری تم نے مجھے ایک الجھن اور ایک پچھتاوے سے دوچار کر کے رکھ دیا ہے۔ ابراہیم بیگ فورا" بولا اور فکر انگیز سے انداز میں پوچھنے لگا۔ کیسی الجھن اور پچھتاوے پیر بابا۔ ایشان خواجہ کہنے لگے۔

دیکھ ابری میں نے بھی تمہارے لئے ایک لڑکی پسند کر رکھی تھی اور میں اس کے ساتھ تمہاری شادی کرنا چاہتا تھا۔ کاش جس روز اسماعیل اور ریکا تم سے ملنے آئے تھے اس روز ہی تم نے اپنی شادی سے متعلق بتا دیا ہوتا تو اس روز ہی میں تمہارے ساتھ تمہاری شادی کے موضوع پر گفتگو کر لیتا۔ بہر حال اب جب کہ تمہاری شادی ہو چکی ہے تو کیا کیا جا سکتا ہے۔ اس پر ابراہیم بیگ تڑپ کر بولا اور پوچھنے لگا۔ پیر بابا وہ کون سی لڑکی تھی جس سے آپ میری شادی کرنا چاہتے تھے اس پر ایشان خواجہ کہنے لگے - یہ بات میں تم سے پھر کسی وقت کروں گا۔ اب اس وقت اس تلخ موضوع کو نہ چھیڑو تم میری بیٹی مار تینا کو بلاؤ۔ میں دیکھوں تو وہ فرانسیسی لڑکی کیسی ہے اور تمہارے ساتھ وہ کیسی جچتی ہے اس پر ابراہیم بیگ دیوان خانے کے دروازے پر آیا اور زور سے پکارنے لگا۔

مار تینا مار تینا تم کہاں ہو بھاگ کر میرے پاس آؤ۔ ابراہیم بیگ کا یوں پکارنا تھا کہ مار تینا بھاگتی ہوئی دیوان خانے کے سامنے نمودار ہوئی۔ ابراہیم بیگ اسے لیکر دیوان خانے میں داخل ہوا اور ایشان خواجہ کی طرف اشارہ کر کے وہ مار تینا سے کہنے لگا۔ دیکھ مار تینا یہ سامنے میرے پیر بابا ایشان خواجہ بیٹھے ہیں اور ساتھ ان کا بیٹا اسمٰعیل ہے۔ تم جانتی ہو کہ ان کا ذکر تمہارے سامنے میں اکثر کرتا رہا

ہوں پھر ابراہیم بیگ ایشان خواجہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا پیر بابا یہ میری بیوی مارتینا ہے۔ ایشان خواجہ اپنی جگہ سے اٹھے بڑے پیار سے انہوں نے مارتینا کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ پھر خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہنے لگے۔ ابراہیم بیگ خدا تمہاری اس جوڑی کو مبارک کرے۔ جیسے تم خوش شکل جوانمرد اور جاذب نظر ہو ویسے ہی تمہیں بیوی بھی ملی ہے مجھے امید ہے کہ تم دونوں کا نباہ خوب ہوگا۔ ایشان خواجہ جب خاموش ہوئے تو ابراہیم بیگ بولا اور مارتینا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

مارتینا اوغوزہ کے ساتھ مل کر کھانا اب جلدی تیار کرو۔ پیر بابا اور اسمٰعیل دونوں کھانا کھا کر جائیں گے اس پر مارتینا پلٹی اور فوراً" دیوان خانے سے نکل گئی تھی جبکہ ابراہیم بیگ اپنی نشست پر آبیٹھا تھا اس موقع پر ایشان خواجہ پھر بولے اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے پوچھنے لگے۔

ابری بیٹے کیا تم نے اپنی شادی کی اطلاع بخارا کے امیر سعید عالم خان اور اپنے دست راست بخارا کی افواج کے سپہ سالار رحمان قل بیگ کو دی ہے۔ اس پر ابراہیم بیگ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ پیر بابا اگر میں انہیں اطلاع کرتا تو آپ کو بھی یہاں سے حصار شہر کی طرف جانے سے پہلے اپنی شادی کی خبر کرتا۔ میں آنے والے جمعے کو اپنی شادی کے سلسلے میں ایک شاندار دعوت کا انتظام کر رہا ہوں۔ اس طرح سبھی کو میری شادی کی اطلاع ہو جائے گی۔ اور ہاں پیر بابا آپ یہ تو کہئے کہ آپ اپنی طرف سے کس لڑکی کے ساتھ میری شادی کرنا چاہتے تھے۔ اس پر ایشان خواجہ نے گھورتی ہوئی نگاہوں سے ابراہیم بیگ کی طرف دیکھا اور ٹالنے کے سے انداز میں وہ کہنے لگے۔۔

سنو ابری بیٹے اس موضوع کو چھوڑو اس لئے کہ اس موضوع کا وقت اب گزر چکا ہے۔ اس پر ابراہیم بیگ بولا پیر بابا بھلے اس کا وقت گزر ہی چکا ہے مگر مجھے خبر تو ہو کہ آپ کس سے میری شادی کرنا چاہتے تھے۔ اس پر ایشان خواجہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بولے میں تمہیں ریکا سے بیاہ دینا چاہتا تھا۔ میں اسے اپنی بیٹی بنا چکا ہوں وہ بھی اسلام قبول کر چکی ہے اور جانتے ہو وہ تمہیں اندر ہی اندر پسند بھی کرتی ہے گو شروع میں اس نے تمہارے ساتھ اپنا رویہ انتہائی تلخ رکھا تم سے اپنی نفرت کا اظہار بھی کیا تم پر گولی چلا کر تمہیں زخمی بھی کیا لیکن بعد میں جب اسے تمہاری اصلیت کا پتہ چلا تو جس قدر وہ تم سے بیزاری اور نفرت کرتی رہی تھی اس سے کئی گناہ بڑھ کر اب وہ تم سے محبت کرتی ہے۔ میں واپس جا کر جب اس سے بتاؤں گا کہ ابراہیم بیگ شادی کر کے لوٹا ہے اور اپنی بیوی کو ساتھ لیکر آیا ہے تو یقین جانو اسے بیحد دکھ ہوگا بلکہ تمہاری شادی کا سن کر میں کہتا ہوں اسے دلی صدمہ ہوگا تاہم جو ہونا تھا ہو چکا اب ہو چکنے والے کام پر پچھتاوا کیسا۔ ایشان خواجہ کی یہ گفتگو سن کر ابراہیم بیگ کسی الجھن میں مبتلا ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر وہ کچھ سوچتا رہا۔ ایشان خواجہ نے بھی اس کی کیفیت کو بھانپ لیا تھا لہٰذا انہوں نے موضوع سخن بدلا اور وہ بخارا کی بدلتی ہوئی حالت پر ابراہیم بیگ اور آتہ جان کے ساتھ گفتگو کرنے لگے تھے۔ تھوڑی دیر بعد مارتینا اوغوزہ اور عثمان لی کھانے کے برتن اٹھائے دیوان خانے میں داخل ہوئے سب نے مل کر کھانا کھایا اس کے بعد ایشان خواجہ اپنے بیٹے اسماعیل کے ساتھ وہاں سے چلے گئے تھے۔

ایشان خواجہ اور ان کا بیٹا اسماعیل دونوں اپنی حویلی میں داخل ہوئے۔ ایشان خواجہ نے حویلی کے دیوان خانے کی طرف جاتے ہوئے اسماعیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اسماعیل بیٹے ریکا کو میرے پاس دیوان خانے میں بھیج دینا اس کے ساتھ ہی ایشان خواجہ دیوان خانے میں گھس گئے تھے۔ جبکہ اسماعیل آگے بڑھ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد دیوان خانے میں حسین ریکا داخل ہوئی۔ ہاتھ کے اشارے سے ایشان خواجہ نے اسے اپنے سامنے بیٹھنے کو کہا۔ پھر وہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سنو بیٹی میں ابراہیم بیگ سے ملکر آرہا ہوں وہ حصار شہر سے لوٹ آیا ہے

ایشان خواجہ کی زبان سے ابراہیم بیگ کی واپسی کا سن کر ریکا ایسی خوشی ایسی مسرت کا شکار ہوئی کہ لگتا تھا اس کی ذات کے تہ بے نشان میں نشاط نو کی کیفیت طاری ہو گئی ہو اور اس کی حصار آرزو کی ہر شام جان معطر معطر ہو کر رہ گئی ہو۔ ابراہیم بیگ کا سن کر ریکا ایسی خوش ایسی پرسکون دکھائی دینے لگی تھی جیسے گلہائے ہزار رنگ میں لطف و لذت کے لمس کی شبنم سے لپٹا ہوا کوئی شاداب و شگفتہ پھول - ابراہیم بیگ کی آمد کا سن کر ریکا بیچاری اپنے جذبات کی کچی عمر کی دھند سے نکل کر شباب کی پختگی میں داخل ہوتے ہوئے سکون آگئیں گداز معصوم تازہ لمحوں اور ثمر شگوفوں سے بغلگیر ہو گئی تھی۔ اس دوران ایشان خواجہ بالکل خاموش رہ کر اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات کو بڑے غور سے دیکھتے رہے - پھر دوبارہ بولے اور ریکا کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگے۔

ریکا بیٹی جہاں تم ابراہیم بیگ کی آمد کا سن کر خوشی اور مسرت کا اظہار کر رہی ہو وہاں تمہیں میں یہ بری خبر بھی سنواؤں کہ ابراہیم بیگ شادی کر چکا ہے اور وہ اپنی بیوی کو حصار شہر سے اپنے ساتھ بخارا لیکر آیا ہے میں اس کی بیوی سے بھی مل کر آرہا ہوں اس کا نام مارتینا ہے اور اس کا تعلق فرانس سے ہے۔ ابراہیم بیگ کی شادی کا سن کر ریکا کے چہرے پر ایک انقلاب رونما ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے پر جہاں تھوڑی دیر پہلے تک خوشیاں ہی خوشیاں برس رہیں تھیں - وہاں اب اپنے جذبات کے عمق میں ساعتوں کی تخلیق کے روگ درد کے لمبے سفر اور اسیر سلاسل کی سی اذیت کا شکار ہو کے رہ گئی تھی۔ اس کے چہرے پر بڑی تیزی سے رنگ بدلنے لگے تھے۔ اداسیاں اور افسردگیاں اس کی موٹی موٹی خوبصورت آنکھوں کے اندر ہجوم کرنے لگیں تھیں جن کے پیچھے آنسوؤں کی نمی صاف دکھائی دے رہی تھی۔ اس کا سرخ و سفید چہرہ پیلا ہٹ میں بدلنے لگا تھا اور اس کے جسم پر کپکپی سی طاری ہو گئی تھی تھوڑی دیر تک وہ اسی کیفیت میں ڈوبی

اپنی آنکھیں بند کئے کچھ سوچتی رہی اس دوران اس کی آنکھوں سے چند آنسو ٹپک کر اس کے دامن میں گر گئے تھے۔ ایشان خواجہ اس کی حالت پر بیچارے کٹ کر رہ گئے تھے تاہم اسے خاموشی سے دیکھتے رہے - جلد ہی ریکا نے اپنی آنکھیں خشک کیں پھر ایشان خواجہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ رندھی ہوئی آواز اور بین کرتے ہوئے لہجے میں کہنے لگی۔

پیر بابا میں نے تو سوچ رکھا تھا کہ جس طرح زرد برگ کی رگوں پر اوس بکھرتی ہے ایسے میں بھی ابراہیم بیگ کے دل کی سونی وادیوں میں امید بن کر برس جاؤنگی - پر پیر بابا ایسا نہیں اب تو میری حالت سرما کی اجنبی دیسوں کی ان مرغابیوں کی طرح ہو گئی ہے جو زندگی کے گمنام راستوں میں کھو جاتی ہیں پیر بابا میں ٹوٹی قبروں کے میلے کتبوں اور کھنڈروں کی سرزمین میں دھکے کھانے پر مجبور ہو گئی ہوں۔ میں کیا جانتی تھی کہ گداز وقت کی جدب تلے شفق کی ٹھنڈی چتائیں میری منتظر ہیں اور یہ کہ کاسہ آسمان پر میری سوچوں کے شیشے کرچی کرچی ہو کر بکھر جائیں گے - پیر بابا میرے بخت کے دشت میں وداع شام کے لمحوں اور مقدر کی راہوں پر گھرے موت کے بھنور کے سوا کچھ نہیں رہا میں سمجھتی ہوں اب تک میں آب رواں پر لکھے نام اور دشت میں کھوئے پھول کی تلاش میں یونہی بیکار اور عبث بھاگتی رہی ہوں۔ آہ پیر بابا میری روح کی روشنی میرے جسم کی خوشبو میرے چہرے کا تبسم حتیٰ کہ میری ذات کی ہر شئے شبہات کے شعلوں کی نذر ہو کر رہ گئی ہے۔

پیر بابا کاش میں نے شروع میں ابراہیم بیگ سے نفرت کر کے وقت ضائع نہ کیا ہوتا - اس وقت ہی اگر میں اسے اپنی ذات کا رفیق اور اپنی زیست کے راستوں کا ہم سفر چن لیتی تو پیر بابا آج یہ دن مجھے دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ پر میں اب پہلے جیسی جرمن ریکا نہیں رہی - میں اسلام قبول کر چکی ہوں میں اب ایک مسلمان لڑکی ہوں اور بدلتے حالات کا پوری قوت پوری جان سے مقابلہ کرونگی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پیر بابا میں ہمت ہار کر اپنے سامنے آنے والے ناپسندیدہ حالات سے فرار نہیں کروں گی - زندگی کے دکھوں اور زیست کی ہر راہ کی مشکل کو صبر اور تحمل سے برداشت کرتے ہوئے آگے بڑھونگی۔ پیر بابا آج کے بعد میں باقاعدگی کے ساتھ بخارا کے اسلحہ خانہ میں جاؤں گی اور وہاں کام کیا کروں گی اس طرح میرا وقت اچھا گزرے گا اور میرا دل بھی بہلا رہے گا یہاں تک کہنے کے بعد ریکا جب خاموش ہوئی تو ایشان خواجہ بولے اور کہنے لگے۔ تیرا کہنا درست ہے بیٹی تو ضرور بخارا کے اسلحہ خانہ میں کام شروع کر دے لیکن کیا تو ابراہیم بیگ کے پاس نہیں جائے گی۔ اسے اس کی شادی پر مبارک باد نہیں دے گی۔ دیکھ بیٹی اسلام میں ایک سے زائدہ شادیاں جائز ہیں کیا خبر مارتینا کیساتھ ساتھ تمہیں بھی پسند کرے اور تمہارے ساتھ بھی شادی کر لے لہٰذا میری بیٹی دیکھ ابراہیم بیگ سے تعلقات منقطع نہیں کرنے اس سے میل جول رکھنا ہے وہ ہمارا عزیز ہے اسے میں نے اپنا بیٹا بنا رکھا ہے - وہ بڑا مخلص ہے اور زندگی کے معاملات میں بددیانتی کرنے والا نہیں ہے۔ایشان خواجہ کی یہ گفتگو سن کر ریکا کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں اس کے چہرے پر مستقبل کی امیدیں رقص کرنے لگی تھیں پھر وہ کہنے لگی۔ پیر بابا آپ ٹھیک کہتے ہیں میں ابراہیم بیگ سے ملنے ضرور جاؤنگی۔ مارتینا سے بھی ملونگی دونوں کو شادی کی مبارکباد دوں گی اور بدلتے ہوئے حالات کا آپ کی خواہش کے مطابق مقابلہ کرونگی ایشان خواجہ ریکا کی گفتگو سن کر خوش ہوئے تھے۔ پھر وہ ریکا کو لیکر مطالعہ کے کمرے کی طرف چلے گئے تھے۔ ○

جمعہ کے روز ریکا ایشان خواجہ کے ہاں صفائی ستھرائی کر رہی تھی۔ کہ حویلی میں ابراہیم بیگ داخل ہوا۔ ابراہیم بیگ کو دیکھتے ہی ریکا پھول کی طرح کھل اٹھی تھی۔ اس کے چہرے اس کی آنکھوں میں دور دور تک خوشیاں ہی خوشیاں ناچ اٹھی تھیں۔ صفائی کا کام اس نے بند کر دیا بڑے غور اور بڑے توجہ کے ساتھ وہ ابراہیم بیگ کے نزدیک آنے کا انتظار کرنے لگی تھی۔ ابراہیم بیگ اس کے قریب

آیا اور ریکا کو مخاطب کر کے وہ پوچھنے لگا۔ سنو ریکا کی پیربابا گھر پر ہیں س پر ریکا خوش کن لہجے میں بولی اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ پیر بابا تو گھر پر ہیں پر سب سے پہلے میں آپ کو آپ کی شادی کی مبارک باد دیتی ہوں۔ اس پر ابراہیم بیگ بولا اور کہنے لگا۔

نہیں ریکا شادی کی مبارک بادیوں تو نہیں دی جاتی تمہیں تو اتنی بھی توفیق نہ ہوئی کہ تم میری حویلی میں چل کے آتیں میری بیوی مارتینا اور مجھے شادی کی مبارک باد دیتیں۔ جس طرح تم نے مبارکباد دی ہے۔ کیا کسی کو اس کی شادی پر یوں مبارک باد دی جاتی ہے۔ اس پر ریکا شرمندگی کے سے احساس میں کہنے لگی۔ ہاں یہ تو مجھ سے غلطی ہوئی بہرحال میں کسی دن وقت نکال کر آپ کے ہاں آؤنگی۔ آپ کی بیوی مارتینا سے بھی ملونگی۔ آپ کا عزیز آتہ جان بھی یہاں آپ کے یہاں آیا ہوا تھا میں اس سے بھی ملی ہوں وہ مارتینا کے حالات مجھے اور پیر بابا کو تفصیل کے ساتھ سنا کر گیا ہے۔ اس کے حالات سن کر مارتینا کے ساتھ مجھے دلی ہمدردی ہو گئی ہے۔ وہ بڑی دلیر لڑکی ہے۔ جو ان حالات میں اپنی ذات کو برقرار رکھ سکی میں سمجھتی ہوں کہ یہ آپ کی بھی بڑی فراخدلی ہے کہ آپ نے غریب الوطنی کی حالت میں بے بس اور لاچار ہو جانے والی مارتینا کو اپنایا اور اس سے شادی کی۔

ریکا کے خاموش ہونے پر ابراہیم بیگ بولا اور کہنے لگا۔ یہ درست ہے کہ مارتینا ایک دلیر اور اولوالعزم لڑکی ہے لیکن سنو ریکا تم بھی اس سے کم نہیں ہو۔ جن حالات سے تم گزری ہو انہیں کسی طرح بھی عذاب سے کم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بہرحال تمہاری دلیری اور جراتمندی ہے کہ تم روسیوں کی قید اور ان کی صعوبتیں جھیلنے کے باوجود اپنی عزت اپنی آبرو کو بچانے میں کامیاب رہی ہو مجھے خوشی ہے کہ تم پیر بابا کے ہاں خوش اور مطمئن ہو اور میری یہ خوشی اس وقت اور دوبالا ہو گئی تھی کہ تم اسلام قبول کر چکی ہو۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ابراہیم بیگ شاید ریکا کے ساتھ اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتا لیکن اسے رک جانا پڑا اس لئے کہ دیوان خانے سے ایشان خواجہ نکلے تھے ان کے ساتھ اسمٰعیل بھی تھا۔ ایشان خواجہ کو دیکھتے ہی تیزی سے ابراہیم بیگ ان کی طرف بڑھا اپنے سر کو خم کرتے ہوئے اس نے ان کے ساتھ مصافحہ کیا پھر ایشان خواجہ نے اس مخاطب کرتے ہوئے پوچھا تم کب کے ائے ہوئے ہو ابری بیٹے - اس پر ابراہیم بیگ کہنے لگا۔ پیر بابا میں ابھی ابھی آیا ہوں بس یہ ریکا سے گلہ شکوہ کر رہا تھا کہ یہ ہماری شادی کی ہمیں مبارک باد دینے بھی نہیں آئی - اور ہاں آج میری شادی کے سلسلے میں دعوت ہے جس میں خود امیر سعید عالم بھی شامل ہوں گے اس پر ایشان خواجہ گلے شکوے کے سے انداز میں کہنے لگے لیکن ابری بیٹے تم نے تو ہمیں اس دعوت کی کوئی اطلاع کی ہی نہیں اس پر ابراہیم بیگ بڑی عاجزی اور انکساری سے کہنے لگا۔

پیر بابا آپ کو اطلاع کرنے کی کیا ضرورت ہے آپ سب لوگ تو میرے گھر کے افراد ہیں اطلاع تو اجنبی اور بیگانوں کو کی جاتی ہے میں آیا ہی اس لئے ہوں کہ آپ کو ساتھ لے کر جاؤں گا۔ مارتینا اور آتہ جان بڑی بے چینی سے آپ سب لوگوں کا انتظار کر رہے ہیں آپ سارے کام کاج بند کروایئے خود بھی میرے ساتھ چلئے اور ریکا اسماعیل خدیجہ اور عائشہ بھی چلیں گی دعوت کا انتظام بھی یہی سب لوگ جا کر کریں گے اور رات بھی ان سب کو وہیں رہنا ہوگا۔ ابراہیم بیگ کی یہ باتیں سن کر ریکا خوش ہو گئی تھی اس موقع پر ایشان خواجہ بولے اور ریکا کو مخاطب کر کے پوچھنے لگے۔

ریکا بیٹی تمہارا کیا خیال ہے چلنا چاہئے اس پر ریکا مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ پیر بابا کیوں نہیں چلنا چاہئے ہم ابراہیم بیگ کی شادی کی دعوت میں شرکت نہیں کریں گے تو پھر کس کی دعوت میں جائیں گے۔ اس پر ایشان خواجہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولے اگر یہ بات ہے تو بیٹی چھوڑو اس کام کاج کو۔ میں اور

اسماعیل تو تیار ہیں تم خدیجہ اور عائشہ کو ساتھ لو اور چلو۔ ریکا نے صفائی کا کام فوراً" چھوڑ دیا اور وہ دائیں طرف مڑتی ہوئی ایک کمرے میں داخل ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ تیار ہو کے باہر آئی اپنے ساتھ وہ عائشہ اور خدیجہ کو بھی لے آئی تھی۔ حویلی کے کمروں کو انہوں نے مقفل کیا پھر سب باہر آئے۔ باہر کے صدر دروازے کو بھی انہوں نے تالا لگایا پھر وہ ابراہیم بیگ کے ساتھ ہو لئے تھے۔

سب کو لے کر ابراہیم بیگ جب اپنی حویلی میں داخل ہو تو انہیں دیکھتے ہی مارتینا بڑی تیزی سے اٹھی پہلے اس نے ایشان خواجہ کو سلام کیا پھر لپکتے ہوئے آگے بڑھ کر ریکا کو اپنے ساتھ لپیٹا لیا تھا پھر وہ سرگوشی کے انداز میں اس کے کان میں کہنے لگی اگر میں غلطی پر نہیں تو تم ہی ریکا ہو ابراہیم بیگ مجھے تمہارے حالات تفصیل سے سنا چکے ہیں میں تمہاری ہمت تمہاری دلیری کی داد دیتی ہوں کہ ان حالات میں بھی تم نے زندہ رہنے کی جدوجہد اور کوشش کی۔ ایسی دلیر لڑکی کو میں سلام کرتی ہوں دیکھو ابراہیم بیگ کی بیوی کی حیثیت سے میں تمہیں اس حویلی میں نہ صرف یہ کہ خوش آمدید کہتی ہوں بلکہ تم پر یہ بھی انکشاف کرتی ہوں کہ ہمیشہ اس حویلی میں تمہارا قیام اور تمہاری آمد ہمارے لئے خوشی اور سکون کا باعث ہوا کرے گی۔

مارتینا کی یہ گفتگو سن کر ریکا ایسی متاثر اور خوش ہوئی کہ اس نے پورے زور کے ساتھ مارتینا کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے اس کی پیشانی چوم لی پھر وہ کہنے لگی دیکھ مارتینا تو انتہائی خوش قسمت اور انتہائی نیک بخت ہے کہ تو ابراہیم بیگ کی زندگی کی ہم سفربنی ابراہیم بیگ کو تو میں پہلے ہی شادی کی مبارک باد دے چکی ہوں اب میں تمہیں بھی شادی کی مبارک باد دیتی ہوں اس موقع پر ابراہیم بیگ حرکت میں آیا اور مارتینا کو مخاطب کر کے کہنے لگا مارتینا پیر بابا اور اسماعیل بیگ کو تم پہلے ہی جانتی ہو کہ جو دو لڑکیاں ہیں یہ پیر بابا کی بیٹیاں ہیں بڑی کا نام خدیجہ

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

اور چھوٹی کا نام عائشہ ہے۔ مارتینا فوراً ریکا سے علیحدہ ہو گئی پھر باری باری اس نے خدیجہ اور عائشہ کو لپٹا کر انہیں پیار کیا پھر سب دیوان خانے میں بیٹھ گئے تھے۔

تھوڑی دیر تک سب بیٹھ کر باہم گفتگو کرتے رہے اس کے بعد دعوت کے انتظام میں لگ گئے تھے اسی روز جمعے کی نماز کے بعد ابراہیم بیگ کی حویلی میں دعوت کے انتظامات شروع ہو گئے تھے اس شام اپنی شادی کے سلسلے میں ابراہیم بیگ نے بہترین اور شاندار دعوت کا انتظام کیا جس میں بخارا کے حکمران سعید عالم کے علاوہ شہر کے تمام چیدہ چیدہ لوگوں اور ابراہیم بیگ کے جاننے والوں نے شرکت کی تھی اس دعوت کے موقع پر شہر کے عمائدین کی بیگمات کا مارتینا کے ساتھ تعارف بھی کروایا گیا دعوت کے بعد ایشان خواجہ ریکا خدیجہ عائشہ اور اسماعیل نے وہیں رات گزاری دوسرے روز وہ ابراہیم اور مارتینا سے اجازت لے کر اپنی حویلی چلے گئے تھے۔ ○

جنگ عظیم ختم ہو گئی جس میں جرمنی اور ترکی کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اسی دوران روس کے اندر بھی ایک انقلاب رونما ہوا۔ روس کا حکمران ان دنوں الیگزینڈر سوم تھا جو اپنے باپ کو قتل کرنے کے بعد روس کا بادشاہ بنا تھا لیکن جنگ عظیم میں حصہ لینے کی وجہ سے روس کے اندر بے چینی اور اضطراب نیچے سے اوپر تک پھیل گیا تھا روس پہلے فوج پر انحصار کر کے اپنے حالات کو سنوار لیا کرتا تھا لیکن اس موقع پر روس اپنی فوج پر بھی انحصار نہ کر سکا اس لئے کہ بری اور بحری دونوں افواج میں بغاوت پھیل چکی تھی بالشویکی روس کے اندر ایک انقلاب لانے کے درپے تھے فوج کے اندر بغاوت پھیل جانے کی وجہ سے بالشویکی انقلابی قوتوں کو اور تقویت ملی انہوں نے انقلاب لانے کی رفتار تیز کر دی بظاہر اور بڑا ہی مستحکم دکھائی دیتا تھا مگر درحقیقت جو رو استبداد اور مطلق العنانی سازشوں اور بدعنوانیوں کی وجہ سے کھوکھلا ہو کر رہ گیا زمین بوس ہو گیا - آخر کار بالشویکی

روس میں انقلاب لانے میں کامیاب ہو گئے پہلے انہوں نے روس کے شہزادے لوڈس کی قیادت میں عبوری حکومت قائم کی لیکن جب لوڈس نے دیکھا کہ حالات دن بدن بگڑتے چلے جا رہے ہیں تو اس نے استعفیٰ دے دیا اور ایک بالشویک لیڈر کرنسکی کو وزیراعظم بنایا گیا۔

لیکن کرنسکی کی حکومت بھی زیادہ عرصہ نہ چل سکی اس لئے کہ جلدی ہی سائینٹفک سوشلزم کے علمبرداروں یعنی بالشویکیوں کے راہنما لینن کی سرکردگی میں ہڑتالوں ہنگاموں اور منظم بلووں کے ذریعے کرنسکی کی حکومت کو معطل کر دیا گیا اور پھر اکتوبر 1917ء میں لینن کی سرکردگی میں بالشویکیوں نے روس میں اقتدار پر قبضہ کر لیا تھا۔

روس میں انقلاب برپا ہوتے ہیں روسی علاقوں میں جس قدر مسلمان ریاستیں تھیں جن پر ماضی میں روس کے زاروں نے زبردستی قبضہ کر لیا تھا انہوں نے آزادی کا اعلان کر دیا لہٰذا انقلاب برپا ہوتے ہی ایدل اورال' شمالی قفقاز' کریمیا' آز بائیجان' قازقستان' ترکستان' خیوہ اور بخارا کی مسلم ریاستوں نے آزادی کا اعلان کر دیا روس میں انقلاب برپا ہوتے ہیں سوشلسٹوں کے درمیان جگہ جگہ جنگ اور بلوے چھڑ گئے تھے۔ ایسی حالت میں روسی کمیونسٹوں اور بالشویکیوں نے بڑی عیاری فریب اور دھوکہ دہی سے کام لیا انہوں نے روس کے محکوم مسلمانوں کی ہمدردی جیتنے اور ان کا تعاون حاصل کرنے اور اپنی شرائط منوا کر سفید فوجوں کا ساتھ دینے سے روکنے کے لئے ایک اہم اعلان کیا جو سوشلسٹ روس کی تاریخ میں روسی انقلاب کا اعلان کہا جاتا ہے اس اعلان پر خود لینن کے دستخط تھے اور اس اعلان میں کہا گیا تھا۔

”روس کے مسلمانو والگا اور کریمیا کے ترکوں! تاتارو! ترکستان کے ساتا رو! برانس کا کیشیا کے ترکو تاتارو اور وہ سب لوگ جن کی مسجدیں اور عبادت گاہیں تباہ کر دی گئیں اور جن کا مذہب روسی غاصب زاروں اور فرمانرواؤں نے

پامال کر دیا آج سے تمہارے دین و ایمان تمہاری روایات تمہاری قومی اور ثقافتی اداروں کی آزادی اور حرمت اور تحفظ کا اعلان کیا جاتا ہے اپنی قومی زندگی کی تعمیر آزادی سے اور بے روک ٹوک کرو۔ یہ تمہارا حق ہے سوویت یونین صرف تم سے تعاون چاہتی ہے عوامی کیساروں کی کونسل نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ مختلف قومیں جو روس کے اندر بستی ہیں ان کے متعلق اپنی پالیسی کی بنیاد مندرجہ ذیل اصولوں پر رکھے گی۔

اول یہ کہ روسی مسلمانوں کو مساوی حقوق اور حاکمیت حاصل ہوگی۔ دوئم یہ کہ روسی قوموں کو حق خود ارادیت حاصل ہوگا۔ نیز انہیں روس سے الگ ہو کر آزاد اور خود مختار ریاستیں قائم کرنے کا بھی پورا اور مکمل حق حاصل ہوگا۔"

اس موقع پر حالانکہ جنگ عظیم میں حصہ لینے کی وجہ سے ترکی کی کمر ٹوٹ چکی تھی لیکن پھر بھی ترکی ان نو آزاد مسلم ریاستوں کی طرف متوجہ ہوا ان ساری نو آزاد ریاستوں کو اپنے حق میں کر کے ترکی نے ایک بڑی قوت بنانا چاہا لیکن انگریز بڑا عیار اور دھوکہ باز ہے اس نے یہ دیکھا کہ اگر روس کی نو آزاد مسلم ریاستیں ترکوں کے حق میں ہوگئیں تو اس طرح اسلام ان علاقوں میں ایک بہت بڑی طاقت اور قوت بن کر نمودار ہوگا لہٰذا انگریز فوراً" حرکت میں آئے وہ نہ صرف ترکوں کے مقاصد میں حائل ہو گئے بلکہ انہوں نے روس اور جرمنی کے تعلقات کو بھی بگاڑ کر رکھ دیا اس طرح انگریزوں کی عیاری فریب اور دھوکہ دہی کی وجہ سے نئی نئی آزاد ہونے والی مسلم ریاستیں ترکی کی طرف مائل نہ ہو سکیں اس کے علاوہ انگلستان نے روس کو یہ شہ اور موقع بھی فراہم کیا کہ وہ فوراً" حرکت میں آئے اور طاقت اور قوت استعمال کرتے ہوئے وہ دوبارہ ان مسلم ریاستوں کو اپنی مملکت میں شامل کر کے اپنی فوجی قوت میں اضافہ کر لے انگلستان ان دنوں سب سے بڑی فوجی طاقت خیال کیا جاتا تھا لہٰذا اس کی طرف سے یہ شہ ملنے پر روس شیر ہوگیا اور اس نے اندر ہی اندر کوششیں شروع کر دیں کہ ان مسلم ریاستوں کی آزادی چھین کر انہیں دوبارہ محکوم بنا دیا جائے۔

روس میں انقلاب برپا کر کے حکومت حاصل کرنے والے سوشلسٹوں کی فوجی قوت اس وقت چونکہ بکھری ہوئی تھی اس کے علاوہ ان کی سرخ افواج روس کے قدیم بادشاہوں کی سفید فوج کے خلاف برسرپیکار تھی لہٰذا فی الفور روس نو آزاد مسلم ریاستوں کے خلاف کوئی فوجی کارروائی تو نہ کر سکا لیکن اندر ہی اندر انہوں نے اپنے کام کی ابتداء کی بظاہر روسی حکمران ان نو آزاد مسلم ریاستوں کے ہمدرد اور غمگسار بننے کی کوشش کرتے رہے۔ اندر ہی اندر یہ مسلمانوں کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے کام کی ابتداء کر چکے تھے۔

روسی حکمران لینن اور اسٹالین کے جتنے بھی اعلانات مسلمانوں کے حق میں تھے وہ صرف دکھاوے کے دانت تھے ایسا کر کے وہ پھر مسلم ریاستوں کو حاصل کرنے کے اپنے مقصد کے پیچھے لگے ہوئے تھے دوسری طرف مسلمانوں کی بھاری تعداد ان کے دام فریب میں آگئی تھی روس کے اعلانات کی وجہ سے وہ سوشلسٹ روس کو نجات دہندہ سمجھنے لگے تھے۔

اس دام کے حلقے اور بھی مضبوط کرنے کے لئے اسٹالن نے کچھ سطحی قسم کے اقدامات بھی کئے مثلاً" 12 دسمبر 1917ء کو قرآن کریم کا ایک نسخہ جو حضرت عثمانؓ سے منسوب تھا اور پیٹروگراڈ نیشنل لائبریری میں محفوظ تھا مسلمانوں کے حوالے کر دیا گیا اس طرح جنوری 1918ء میں عالم اسلام کی ایک تاریخی عمارت بھی ایک کمیٹی کی نگرانی میں دے دی گئی ان اقدامات کے ساتھ کیمونسٹ نے اپنے حامی دین اسلام ہونے کا پروپیگنڈہ بھی بڑے زور و شور سے شروع کر دیا تھا۔

اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے روس نے کچھ غیرذمہ دار اور کم علم ملاؤں کو بھی اپنے ساتھ ملانا شروع کر دیا تھا روسی حکمرانوں نے پہلے ملا نورو حیدوف کو اپنے ساتھ ملایا پھر داغستان سے انہوں نے ملا ترکو حاجی شیشان سے ملا سلطان ایدل اورال سے رسولوف کو اپنے ساتھ ملایا اور ان ملاؤں کے

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

ذریعے یہ پروپیگنڈہ کرنا شروع کیا کہ سوشلزم دراصل اسلام ہی کی دوسری شکل و صورت ہے ان اقدام اور پروپیگنڈے کے نتیجے میں اپنی نوعیت کی ایک نرالی تحریک مسلمانوں کے اندر اٹھ کھڑی ہوئی کفر و الحاد کے صنم خانے کو کعبے کے پاسبان مل گئے۔ سادہ لوح بے بصیرت اور لالچی ملا دام ترغیب میں گرفتار ہو گئے ان ملاؤں نے سوشلزم کو عین اسلام قرار دے دیا اسلامی سوشلزم کی اصلاح پہلی بار ان ہی ملاؤں نے استعمال کی۔

ان بے بصیرت ملاؤں کی پروپیگنڈہ مہم نے ترکستانی اور تاتاری مسلمانوں کی نوزائیدہ ریاستوں کو سب سے بڑا نقصان پہنچایا جو ایدل اورال کریمیا ترکستان شمالی قفقار اور ٹرانس کا کیشیا میں قائم ہو گئی تھیں ان ملاؤں نے نہ صرف یہ کہ ان لوگوں میں اختلاف پیدا کیا اور دشمنوں کے خلاف قائم کردہ محاذ میں شگاف ڈالے بلکہ انہیں سوشلسٹ حکومت کے متعلق انتہائی خوش فہمیوں میں مبتلا کیا یہ داخلی کشمکش ان کی قوت دفاع پر اثر انداز ہوئی سب سے بڑھ کر یہ کہ انہوں نے دشمن کے ہاتھ مضبوط کئے۔

اس طرح وقت گزرتا رہا سوشلسٹوں کی سرخ فوج آہستہ آہستہ روس کے قدیم شہنشاہوں کی سفید فوج کے خلاف کامیابیاں حاصل کرتی رہی جس کے نتیجے میں سوشلسٹوں کے پاؤں روس میں جم گئے جب سوشلسٹوں نے دیکھا کہ انہوں نے روس میں سفید فوج کا خاتمہ کر دیا ہے۔ شہنشاہیت کے حامی اب ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو مسلمانوں کے حق میں جو انہوں نے اعلان انقلاب برپا کیا تھا اسے بالائے طاق رکھ دیا سرخ فوج جو اب سفید فوج کے ساتھ جنگ کرنے سے فارغ ہو چکی تھی اسی سرخ فوج کو اب روسی غاصب حکمرانوں نے مسلمان ریاستوں کے خلاف استعمال کرنے کا تہیہ کر لیا تھا تاکہ جن جن مسلمان ریاستوں نے اعلان آزادی کر دیا ہے ان پر حملہ آور ہو کر انہیں دوبارہ اپنے اندر ضم کر لیا جائے اس کام کی ابتداء سب سے پہلے مسلم ریاست ایدل اورال سے کی گئی تھی۔

یہ ریاست دو حصوں میں تقسیم تھی، ایک ایدل اور دوسرا حصہ اورال۔ ایدل میں کٹر قسم کے تاتاری آباد تھے، جبکہ اورال میں باشکیری آباد تھے۔ باشکیری بھی ایک طرح سے تاتاریوں ہی کی ایک شاخ تھے روس نے اس مسلم ریاست پر قبضہ کرنے کے لئے بڑی عیاری اور فریب سے کام لیا اس نے اس ریاست پر قبضہ کرنے کے لئے اپنے دو ایجنٹوں کا انتخاب کیا ایک ملا نور و حیدوف اور دوسرا زکی ولیدوف - نور وحیدوف کو ایدل میں مقرر کیا گیا جبکہ زکی ولیدوف کو اورال میں باشکیریوں کے اندر بھجوایا گیا۔ یہ دونوں جو بظاہر اپنی شکل و صورت سے مسلمانوں کے ایک زبردست عالم دین لگتے تھے لیکن اندر ہی اندر یہ مسلمانوں کے اندر انتشار پیدا کرنے والے روسی ایجنٹ تھے۔

ملا نوروحیدوف نے دن رات ایک کر کے ایدل میں کام شروع کیا جبکہ زکی ولیدوف نے اورال میں اپنے کام کی ابتداء کی انہوں نے کوشش کر کے اپنے حامی لوگ پیدا کئے اور انہیں سوشلزم کی طرف مائل کرنا شروع کیا ان کی جدوجہد سے ایدل اور اورال دونوں حصوں میں ایک خاصا بڑا ایسا گروہ پیدا ہو گیا جو روسی کمیونسٹوں کا حامی تھا روسیوں نے جب دیکھا کہ ایدل اورال میں اب اس کے حامی کافی ہو گئے ہیں اور نوروحیدوف اور زکی ولیدوف نے ان کی مرضی اور منشا کے مطابق کام کیا ہے تو وہ حرکت میں آئے ایدال اور اورال پر انہوں نے حملہ کیا اور اسے فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا یوں ایدل اورال اپنے اعلان آزادی کے چند ماہ بعد ہی دوبارہ غلام بنا لیا گیا تھا۔

ایدل اور اورال پر قبضہ کرنے کے بعد روسیوں نے دوسری مسلم ریاست یعنی شمالی قفقار کا رخ کیا شمالی قفقار کے اندر دو علاقے پڑتے تھے داغستان اور شیشان - ان دونوں علاقوں کے مسلم عوام نے روس میں انقلاب برپا ہوتے ہی اسلامی حکومت قائم کر لی اور شیخ نجم الدین کو اپنا امام منتخب کیا اور اسلامی ریاست

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے قیام کا اعلان کر دیا۔ شیخ اوزون حاجی اس ریاست کے نائب امام منتخب کئے گئے تھے داغستان کی ریاست نے ترکی اور جرمنی سے تعلقات استوار کرنے کے لئے اپنے وفود استنبول اور جرمنی بھیجے لیکن دونوں حکومتیں جنگ میں شکست کھانے کے بعد خود افراتفری کا شکار ہو رہی تھیں۔اس لئے کوئی فیصلہ نہ کر سکیں۔

ادھر کیمونسٹ حکومت نے جو کرنسکی کا تختہ الٹنے کے بعد خانہ جنگی کا شکار ہو چکی تھی اب قوت بڑھانے اور داغستان عوام کی ہمدردی جیتنے کے لئے ایک آزادی اسلامی ریاست کو شروع میں تسلیم کر لیا۔ اسی دوران مئی 1919ء میں جنرل ڈنیکن کی کمان میں سفید فوجوں نے اس ریاست پر حملہ کر دیا اہل داغستان نے کمال جرات مندی کا ثبوت دیا اور سفید فوج کو انہوں نے شکست دی کر مار بھگایا۔

اسی اثناء میں سرخ افواج بھی بن بلائے مدد کو آن پہنچی سفید فوجیں تو شکست کھا ہی چکی تھیں مگر داغستان پر اب سوشلسٹوں کے منحوس سائے لہرانے لگے تھے۔ سوویت فوج نے کچھ عرصہ تک داغستان کی اس اسلامی ریاست کے وجود کو گوارا کیا جونہی روس کے اندر خانہ جنگی کا زور ٹوٹا اور کیمونسٹ طاقت بن کر ابھری انہوں نے داغستان کی اسلامی حکومت کی بھی بساط لپیٹ کر رکھ دی چاروں طرف سے وہ شمالی قفقار کی اس ریاست پر حملہ آور ہوئے اور اس سارے علاقے کی اس ریاست پر حملہ آور ہوئے اور اس سارے علاقے کو بھی فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔۔

روس میں کیمونسٹ انقلاب برپا ہونے کے بعد نومبر 1917ء جمہوریہ کریمیا وجود میں ائی۔ جس کے صدر مفتی اکبر منتخب ہوئے تھے اس مسلم ریاست نے فوراً ہی پولینڈ اور چند دوسرے ممالک کے ساتھ سفارتی سطح پر روابط قائم کر لئے تھے بعض دوسری حکومتوں نے بھی اسے تسلیم کر لیا تھا لیکن آزاد مسلم ریاست کریمیا کی زندگی انتہائی مختصر تھی۔ بحراسود میں متعین روسی بحری بیڑہ کریمیا کی

مسلم ریاست کے مرکزی شہر سمفرپول کی طرف بڑھا سوران نامی ایک قصبے کے قریب روسیوں اور مسلمانوں کے درمیان ایک ہولناک جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں کریمیا کے تاتاریوں کو شکست ہوئی اور کیمونسٹوں کی سرخ فوج نے کریمیا کے مرکزی شہر سمفرپول پر قبضہ کر لیا اس طرح آزاد مسلم ریاست کریمیا کی آزادی بھی چند ماہ کے بعد ہی دم توڑ گئی تھی۔

کریمیا کے بعد آذربائیجان کی باری آئی۔ اس ریاست کا مرکزی شہر باکو تھا لیکن باکو میں بدقسمتی سے ان دنوں روسی کیمونسٹوں کی اکثریت تھی جب آذربائیجان کی مسلم زیست نے آزادی کا اعلان کیا تو باکو کی روسی کیمونسٹ آبادی نے مسلمانوں کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں نے اورایک شہرکو اپنا دارالحکومت بنا کر اپنی آزادی کا اعلان کر دیا دوسری طرف آذربائیجان کے سب سے بڑے شہر باکو میں کیمونسٹ روسی اکثریت نے مسلمانوں کے خلاف سازشیں اور پر فریب کارروائیاں شروع کر دی تھیں وہ چاہتے تھے کہ آذربائیجان پھر پہلے کی طرح روسی ریاست کی شکل و صورت اختیار کر لے آذربائیجان کے مسلمانوں کو جب باکو اور اس کی پشت پناہی کرنے والی روسی حکومت سے خطرات دکھائی دیئے تو انہوں نے اس سلسلے میں ترکی سے مدد طلب کی۔

ترکی گو اس وقت جنگ عظیم میں شکست اٹھانے کے بعد ٹوٹ پھوٹ چکا تھا تاہم وہ آذربائیجان کے مسلمانوں کی مدد کے لئے فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

آذربائیجان کے مسلمانوں کی مدد کے لئے ایک لشکر ترکی نے اپنے جرنیل نوری پاشا کی قیادت میں مقرر کیا نوری پاشا آذربائیجان کے مسلمانوں کی مدد کے لئے آندھی طوفان کی طرح اٹھا اور باکو پر وہ حملہ آور ہوا۔ روسی سرخ

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فوج نے ترکوں کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی آخر باکو پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اس فتح کے تین دن بعد فتح علی خان خویار کی سربراہی میں آذربائیجان کی حکومت قائم ہوئی پھر دسمبر 1918ء کو بالغ رائے دہی کی بنیاد پر دستور ساز اسمبلی کے لئے عام انتخابات ہوئے 120 میں سے 84 نشستوں پر حزب مساوات قائم ہوئی علی مردان توپچی باشی اسمبلی کا اسپیکر مقرر ہوا یوں آذربائیجان مکمل طور پر ایک آزاد اسلامی ریاست کی حیثیت سے وجود میں آیا جسے اس وقت کی اتحادی طاقتوں نے تسلیم بھی کر لیا تھا۔

لیکن روس نے کبھی بھی آذربائیجان کی آزادی کو دل سے تسلیم نہیں کیا تھا باکو میں شکست اٹھانے کے بعد کمیونسٹ اور بالشویک اور زیادہ تیزی اور تندی کے ساتھ آذربائیجان کے خلاف حرکت میں آگئے تھے آخر جب روسی کمیونسٹ روس میں اپنے حالات سنوارنے میں کامیاب ہو گئے ۔

تو وہ ایک سیلاب کی طرح آذربائیجان پر چڑھ دوڑے اور اسے اپنے سامنے مغلوب کر کے اپنا حصہ بنا کر رکھ لیا۔

آذربائیجان کے بعد مسلم ریاست قازقستان کا نمبر آیا قازقستان ترکستان ہی کا ایک حصہ تھا لیکن زار شاہی روس نے اسے ترکستان سے عملاً" اور تہذیبی طور پر کاٹ دینے کی ہر ممکن تدبیر کی تھی حتیٰ کہ جو امور روس کے دوسرے مسلمان مقبوضہ علاقوں میں ممنوع اور بغاوت کے مترادف تھے قازقستان میں ان کے حوصلہ افزائی کی گئی زاران روس کی یہ پالیسی بڑی حد تک کامیاب رہی۔ قازقستان کے دانشور ان ملی ان۔ سیاسی تحریکوں سے الگ تھلگ رہے جو دوسرے مقبوضہ علاقوں میں جاری تھی تاہم 1916ء میں قازقوں کی بغاوت نے جو جبری فوجی بھرتی کی وجہ سے شروع ہوئی تھی صورتحال قازقستان میں بھی بدل کر

رکھ دی تھی۔۔

دوسری مسلمان ریاستوں کی طرح قازقستان نے بھی اپنی آزادی کا اعلان کر دیا لیکن کمیونسٹوں سے جو خدا اور رسول کے کھلے منکر اور نسلاً" یہودی تھے کسی بھی صورت مسلمانوں کی آزادی اور ان کے اتحاد کو قبول نہ کیا لہٰذا 1918ء میں روس کی سرخ کمیونسٹ فوجوں نے ایدل اور سائبیریا کی طرف سے قازقستان پر حملہ کیا قازقستان میں جو ان کے پہلے سے ایجنٹ تھے جو کمیونزم اور سوشلزم کی طرف مائل ہو چکے تھے انہوں نے سرخ افواج کا ساتھ دیا اور یوں روس قازقستان پر بھی قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ ○

قازقستان پر قبضہ کرنے کے بعد روس اسلامی ریاست ترکستان کی طرف بڑھا ترکستان کی داستان بھی بڑی عجیب ہے زاروں کے عہد میں انتظامی اور سیاسی اعتبار سے ترکستان دو حصوں میں تقسیم تھا ترکستان کے جنوبی حصے میں بخارا اور خیوا کی بڑی سلطنتیں تھیں۔ جبکہ شمالی ترکستان جس کا مرکزی شہر تاشقند تھا۔ اس میں کوئی اتنی بڑی قوت نہ تھی اور دوسرے یہ کہ تاشقند میں روسی کمیونسٹوں کی اکثریت تھی تاہم دوسری مسلمان ریاستوں کی طرف دیکھتے ہوئے شمالی ترکستان کے لوگوں نے بھی آزادی کا اعلان کر دیا لیکن تاشقند کے لوگوں نے اس آزادی کا ساتھ نہ دیا اس لئے کہ اس میں رہنے والے زیادہ تر کمیونسٹ تھے جس کی بنا پر مسلمانوں نے یہ اقدام کیا کہ انہوں نے تاشقند کے بجائے خوقند کو اپنا مرکزی شہر بنا کر آزادی کا اعلان کر دیا۔ اس طرح شمالی ترکستان دو حصوں میں بٹ گیا۔ ایک حصے کا مرکزی شہر خوقند اور دوسرے کا تاشقند تھا۔ خوقند پر مسلمانوں کی حکومت تھی تاشقند پر کمیونسٹ قبضہ جما گئے تھے۔

روسی دھوکے بازوں نے پہلے یہ کام کرنا شروع کیا کہ خوقند کی مسلم ریاست اور تاشقند کی کمیونسٹ ریاستوں کو آپس میں لڑا کر انہیں کمزور کرنے کی کوشش کی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لیکن جب روسی ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہوئے تو انہوں نے براہ راست خوقند کی مسلم ریاست پر حملہ کر دیا۔ فوج اگرچہ تھوڑی اور بے سرو سامانی کی حالت میں تھی تاہم اس نے چار دن تک مقابلہ کیا آخر شدید جنگ کے بعد روسی افواج نے خوقند پر قبضہ کر لیا۔ کیمونسٹوں نے تین دن تک شہر میں قتل و خونریزی اور لوٹ مار کا بازار گرم کئے رکھا۔ اس قتل عام میں کتنے مسلمان مارے گئے۔ آج تک صحیح جواب نہیں مل سکا۔ ایک اندازے کے مطابق چودہ ہزار آدمی مارے گئے ۔ اس طرح خوقند کی نو آزاد مسلم ریاست بھی روسی قوت کے سامنے سرنگوں ہو گئی تھی۔

ترکستان کے بعد خیوا یعنی خوارزم شاہی کا نمبر آیا۔ خوارزم میں اپنی آزادی کے وقت سے ہی داخلی افتراق اور تشدد پھیلا ہوا تھا۔ اس لئے کہ اس ریاست میں شروع سے ہی مسلمان ازبکوں اور ترکمانوں کے درمیان ایک کشمکش چل رہی تھی۔ اس ریاست کا حکمران پہلے خیوا کا خان سید عبد اللہ تھا اس کے دور میں ایک ترکمان محمد قربان جنید خان نے حکومت پر قبضہ کر لیا اور خان سید عبداللہ کی حیثیت کٹھ پتلی بن کر رہ گئی تھی۔

نئے حکمران جنید خان کا تعلق چونکہ ترکمانوں سے تھا لہٰذا ازبک آبادی جنید خان سے نفرت کرنے لگی تھی۔ جنید خان اس مخالفت کو جبر و تشدد کے ہتھیاروں سے کچلنے میں مصروف ہو گیا۔ دوسرے مسلمان علاقوں کی طرح یہاں بھی آزاد خیالی کی روش چل رہی تھی۔ بخارا کے جدیدیوں کی طرح یہاں بھی جدیدی اپنی پوری قوت سے سرگرم تھے اور وہ علی الاعلان اور کھلم کھلا روسی کیمونسٹوں کا ساتھ دے رہے تھے۔

جنید خاں کے تسلط سے پہلے ازبکوں کی غالب اکثریت خیوا کے خان کی ہمنوا تھی۔ جدیدیوں نے جنید خاں کے خلاف محاذ قائم کیا تو یہ ازبک بھی ان کے پرچم تلے جمع ہو گئے تھے۔ آہستہ آہستہ حالات بگڑتے چلے گئے تھے۔ یہاں تک ترکمان

اور ازبک مسلمان ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے تھے خوارزم کی سلطنت میں دور دور بلکہ ہر طرف بدامنی اور انتشار کا دور دورہ پھیل گیا تھا۔ جدیدی چونکہ شروع ہی سے کیمونسٹ خیالات کے حامل تھے لہٰذا ان حالات میں انہوں نے روسیوں سے رابطہ قائم کیا اور خوارزم میں انہیں مداخلت کرنے کی دعوت دی۔

جدیدیوں کی اس دعوت پر روسی بیحد خوش ہوئے انہوں نے اپنے دو جرنیل مقرر کئے ایک فرنز دوسرا کو ئی شیف ان دونوں جرنیلوں کی کمانداری میں ایک بہت بڑا لشکر دیکر خوارزم کی طرف روانہ کیا گیا۔ خوارزم کی سرحدوں پر پہنچ کر یہ لشکر اپنے دونوں جرنیلوں کی سرکردگی میں دو حصوں میں بٹ گیا ۔ ایک حصہ کی طرف بڑھا جہاں جنید خان فوج لئے پڑاؤ کئے ہوئے تھے۔ دوسرے حصے نے ارگنج کا رخ کیا۔ روسیوں نے ایسا اس لئے کیا تاکہ خوارزم کی فوجی طاقت کو دو حصوں میں بانٹ کر کمزور کر دیا جائے اور اس پر قبضہ کرنے میں انہیں کوئی تکلیف نہ ہو۔

جنید خان نے اپنی طرف سے دشمنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ لیکن اسے شکست ہوئی اور پیچھے ہٹ کر پھر مزاحمت کی لیکن عام آبادی کی تائید اور حمایت سے وہ چونکہ محروم ہو چکا تھا۔ لہٰذا اس کے قدم کہیں بھی جمنے نہ پائے جس کے نتیجے میں خوارزم کا مرکزی شہر خیوا روسیوں کے سامنے سرنگوں ہو گیا جنید خان نے بھاگ کر قراقم کے علاقے میں پناہ لی جہاں وہ عرصہ تک مردان حر کے ساتھ مل کر روسی افواج سے لڑتا رہا۔ خیوا کا خان سید عبداللہ روسیوں کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنکر رہ گیا تھا۔ پھر آخر وہ حکومت سے ہی دست بردار ہو گیا۔ پھر آہستہ آہستہ جنید خان کی قوت مزاحمت بھی ٹوٹ کر دم توڑ گئی اور یوں خوارزم پر بھی روسیوں نے مکمل طور پر قبضہ کر لیا تھا۔ اب باقی صرف بخارا کی سلطنت رہتی تھی جو روسیوں کی نگاہوں میں ان کے جسم پر ایک پھوڑا بنی ہوئی تھی۔

دوسری مسلم ریاستوں کی طرح روسی انقلاب کے بعد سلطنت بخارا نے بھی اپنی آزادی کا اعلان کر دیا تھا ۔ آزادی کے اعلان سے پہلے مملکت بخارا کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حکمران سعید عالم خان نے ہر مکتبہ خیال کے لوگوں کو دعوت دی تاکہ اعلان آزادی سے پہلے ان سے مشورہ کیا جائے ۔ علماء امراء اور اور فرقہ جدیدیہ بخارا کے لوگوں سے بخارا کے امیر نے عام قومی معاملے میں رائے طلب کی۔ چند روز کی گفت و شنید کے بعد آخر جن لوگوں کو امیر نے مشورہ کے لئے طلب کیا تھا ان کی متفقہ رائے کے مطابق اٹھائیس جمادی الثانی ر کو بروز جمعہ علی الصباح منشور آزادی کا اعلان کیا۔

آزادی کا اعلان چونکہ صلاح مشورہ کے بعد رات ہی کے وقت کر دیا گیا تھا لہٰذا منشور آزادی جو امیر بخارا کی طرف سے جاری ہوا تھا۔ اسے تحریری شکل میں مسجدوں چوراہوں اور مختلف جگہوں پر لوگوں کے پڑھنے کے لئے آویزاں کر دیا گیا تھا۔ لوگ نماز فجر مسجد میں پڑھنے لگے تو ہر مسجد کے دروازے پر منشور آزادی کا اعلان آزادی چسپاں تھا۔ لوگ ہجوم در ہجوم آکر اسے پڑھنے لگے پھر اعلان آزادی کو عام شہروں میں مشتہر بھی کیا گیا۔ اس منشور کو تاریخی اہمیت حاصل ہے۔ اس تاریخی منشور آزادی کے الفاظ جو امیر بخارا کی طرف سے جاری ہوئے کچھ یوں تھے۔

"جہاں تک ہمارے عوام کی فلاح اور خوشحالی کا معاملہ ہے ہم نے طے کر لیا ہے کہ اپنی انتظامیہ کے تمام شعبوں میں وسیع اصلاحات کریں گے اور اپنے عوام کی آرزوؤں کے عین مطابق انتخابات کے ذریعے تمام ناروا اور ناشائستہ باتوں کا قلع قمع کریں گے۔

اپنی رعایا کو یہ یاد دلاتے ہوئے کہ مفید اصلاحات کا واحد ذریعہ اور تمام تر بہتری مقدس شریعت اسلامی میں ہے۔ ہم ہر ایک سے اپنی اعانت کے لئے کہیں گے تاکہ ہم بخارا کو علم اور ترقی کی روشنی سے جگمگا سکیں۔ ایسی روشنی جو سب کے لئے مفید ہو سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہمیں اپنے قوانین پر عمل در آمد اور واجبات کی وصولی کے لئے ایک غیر متزلزل بنیاد رکھنی ہے"

مزید یہ کہ ہمیں اپنی ریاست میں صنعت و تجارت خصوصاً" عظیم روس کے ساتھ بہتر تعلقات پر توجہ دینی ہوگی۔ حکومت کے تمام ملازمین آئندہ سخت ضابطوں کے تحت کام کریں گے ۔انہیں متعین تنخواہوں کے علاوہ اپنے سرکاری فرائض کی ادائیگی کے دوران میں مزید کچھ حاصل کرنے پر سخت پابندی ہوگی ۔ ہم ایسا ہر ممکن طریقہ اختیار کریں گے جس کے ذریعے پوری مملکت میں اسلامی شریعت کے اصولوں کے مطابق علم کی ترقی اور افزائش ہو سکے ۔

دارالحکومت میں رہنے والے لوگوں کی فلاح کو ہم اپنا نجی معاملہ سمجھتے ہیں ہمارا عزم ہے کہ انہیں اپنے پسندیدہ اور معزز افراد پر مشتمل کونسل کے انتخاب کی اجازت دیں جو ہماری حکومت کے شہر اول کی صحت و صفائی اور رہائشی ترقی کے سلسلے میں اپنی ذمہ داری ادا کر سکے۔

ہم سرکاری بجٹ بنانے اور پیش کرنے کے لئے اور سرکاری حسابات اور تمام اخراجات کا مستعد نظام قائم کرنے کے لئے آج کے بعد سے سرکاری خزانہ قائم کر رہے ہیں یہ لازم ہے کہ ہمارے عوام اپنی حفاظت اور خوشحالی کے لئے کی جانے والی کوششوں سے آگاہ رہیں۔ ہم اپنے دارالحکومت میں ضرورت کے مطابق اشاعتی ادارے کے قیام کا حکم بھی جاری کرتے ہیں تاکہ عوام کو مفید معلومات اور خبروں سے بروقت آگاہ رکھا جا سکے۔

اپنے لوگوں کو ہر ممکن سہولت پہنچانے کی خاطر ہم نے ہر ممکن تدبیر کی ہے کہ جب اور جیسے حالات کا تقاضا ہو ۔ ہماری مملکت بخارا میں حکومت خود اختیاری کو ترقی دی جا سکے۔ اس مبارک موقع پر ہم اپنے ہمسائے روس کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے اور اپنے عوام کی رائے اور اجازت سے ان تمام قیدیوں کی رہائی کا اعلان کرتے ہیں جو ہماری جیلوں میں بند ہیں"۔

اس اعلان آزادی کے منتشر ہوتے ہی تمام مملکت میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہر شخص مطمئن نظر آتا تھا۔ لوگوں نے امیر بخارا کے دور اندیشانہ اقدام کو اتحاد بین

www.iqbalkalmati.blogspot.com

الملی اور قدیم اور جدید کے اتحاد سے تعبیر کیا۔ خوشی کے اس موقع پر اسی دن یعنی جمعہ کے روز دس بجے کے قریب لب حوض دیوان بیگی بخارا شہر سے خوشی کے اظہار کے لئے ایک عظیم الشان جلوس نکالا گیا۔

جلوس میں ہر مکتبہ فکر کے ایک لاکھ کے قریب افراد شامل تھے۔ اس جلوس کی قیادت خود فرقہ جدیدیہ کے نمائندین کر رہے تھے۔ جب یہ جلوس مسجد لب حوض دیوان بیگی سے روانہ ہوا تو راستہ بھر جلوس کے شرکاء خوشی کے نعرے لگاتے ہوئے رجز کے انداز میں ترکی نظمیں پڑھتے جا رہے تھے۔

یہ جلوس خوشی کے نعروں کے ساتھ جب جامع مسجد پہنچا تو تھوڑی دیر بعد امیر بخارا سعید عالم بھی مع ارکان دولت و امراء مرکزی جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے پہنچ گئے۔ مسجد کے دروازے سے لیکر منبر تک امیر بخارا کا انتہائی جوش و خروش سے استقبال کیا گیا۔ ہزاروں لوگ بے تابانہ سعید عالم زندہ باد خلق بخارا زندہ باد منشور آزادی زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔

امیر بخارا نے اپنے مختصر سے خطبے میں قوم کو عظیم منشور آزادی پر مبارکباد پیش کی اور عوام کو نصیحت کی کہ اس نعمت پر خداوند قدوس کا شکر بجا لائیں اور ملک و ملت کی خوشحالی اتحاد اور ترقی کے لئے کام کریں۔ اس تقریر کا سامعین پر بہت اثر ہوا ہر مکتبہ خیال کے لوگ خوش ہوئے پھر سب نے ملکر نماز جمعہ ادا کی۔ نماز کے بعد پیش امام نے مسلمانوں کے اتحاد، خوشحالی اور مملکت کی سالمیت اور آزادی اور ترقی اور امیر بخارا اور تمام حاضرین مجلس کے لئے دعائے خیر کی۔

جدیدی جو اس سے پہلے ہمیشہ حکومت اور امیر بخارا کی مخالفت میں پیش پیش رہتے تھے وہ بھی اس اعلان آزادی سے بیحد خوش اور مطمئن ہوئے۔ آزادی کے پہلے روز انہوں نے بخارا کے سب لوگوں کے ساتھ ملکر جشن منایا لیکن دوسرے دن اس جدیدی فرقہ نے اپنا جلوس نکالا اس جلوس میں جدیدی تحریک کے سارے ارکان نے شمولیت اختیار کی یہ جلوس بخارا کے حوض دیوان بیگی سے شروع ہو کر

جامع مسجد پائندہ تک پہنچا جہاں جدیدیہ کے راہنماؤں نے تقاریر کیں اور امیر بخارا کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے روس کی غلامی کا جوا اتار کر آزادی کا اعلان کیا ہے۔ فرقہ جدیدیہ بخارا نے اس شاندار مظاہرے کے لئے سبز رنگ کے مخمل کا جھنڈا خاص طور پر بنایا تھا اور اس پر کاتبوں سے یہ الفاظ تحریر کرائے تھے "زندہ باد امیر عالم خان حریت پرور"

سڑکوں اور شاہراہوں پر جلسے کیے گئے اسی دن یعنی ہفتے کو جدیدیوں نے اظہار تشکر کے لئے بہت بڑا مظاہرہ کیا جسے مظاہرہ یوم تشکر کا نام دیا گیا اور جس کے لئے انہوں نے بہترین اور عمدہ انتظام کئے تھے۔ مظاہرہ تشکر میں بھی جدیدیوں نے ایک پرچم لہرایا اس پرچم پر سنہری حرفوں میں لکھا تھا۔ "ہم امیر بخارا کا شکریہ ادا کرتے ہیں"۔

اس جلوس کے بعد جدیدیوں نے امیر بخارا سے یہ بھی مطالبہ کیا کہ اب جبکہ امیر نے بخارا کی آزادی کا اعلان کر دیا ہے تو نئی انتظامیہ میں جدیدیوں کے رہنماؤں کو بھی شامل کیا جائے۔ امیر بخارا نے جدیدیوں کے اس مطالبے کو بڑی فراخدلی اور بڑے خلوص کے ساتھ قبول کر لیا۔ انہوں نے بخارا کے قاضی القضاء برہان الدین کی جگہ جدیدیوں کے بزرگ رہنما شریف جان کو بخارا کا قاضی مقرر کیا۔ اور پھر رئیس بخارا نظام الدین کو ہٹاکر جدیدیوں کے رہنما ملاعبداصد کو رئیس بخارا مقرر کیا گیا۔ مگر چند ہی ہفتوں کے بعد ان لوگوں نے اپنے غلط رویے سے یہ ثابت کر دکھایا کہ وہ ان عہدوں کے قابل نہیں ہیں اور یہ کہ وہ مملکت بخارا کے مخلص اور جانثار نہیں ہیں لہٰذا امیر بخارا نے دونوں کو ان کے عہدوں سے برطرف کر کے پہلے کی طرح قاضی برہان الدین کو قاضی القضا اور نظام الدین کو رئیس بخارا مقرر کر دیا تھا۔

جس دن اعلان آزادی ہو اتھا۔ اسی دن شام کے قریب جلسے جلوسوں میں حصہ لینے کے بعد ابراہیم بیگ اپنی حویلی میں لوٹا ہی تھا کہ اس کے پیچھے پیچھے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایشان خواجہ ریکا، اسماعیل، خدیجہ اور عائشہ حویلی میں داخل ہوئے۔ ابراہیم بیگ، مارتینا اور آنہ جان نے بڑے پرجوش انداز میں ان کا استقبال کیا۔ ایشان خواجہ اور اسماعیل دونوں ابراہیم بیگ اور آنہ جان سے گلے ملے اور آزادی کی مبارک باد دی۔ اسی طرح عائشہ اور خدیجہ اور ریکا بھی مارتینا سے گلے مل کر آزادی کی مبارک باد دے رہی تھیں۔ پھر ابراہیم بیگ اور مارتینا سب کو دیوان خانے میں لے گئے تھے۔ گفتگو کا آغاز کرنے کے لئے سب سے پہلے مارتینا بولی اور ایشان خواجہ کو وہ مخاطب کر کے کہنے لگی۔

پیر بابا اگر آپ میری بات مانیں آپ سے ایک گذارش کروں اس پر ایشان خواجہ نے چونک کر مارتینا کی طرف دیکھا پھر وہ پدرانہ لہجے اور گہری شفقت میں مارتینا سے کہنے لگے دیکھ بیٹی تو بلا جھجک کہہ جو تو کہنا چاہتی ہے اگر بات میرے بس کی ہوئی تو میں کیوں تمہاری خاطر اسے تسلیم نہیں کروں گا۔ تم جانتی ہو ابراہیم بیگ کو میں اپنے سگے بیٹوں کی طرح مانتا ہوں اور اس ناطے سے اب تم بھی میری بیٹی ہی ہو۔ ایشان خواجہ کی اس گفتگو سے حوصلہ پا کر مارتینا نے لمحہ بھر کے لئے کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ بولی اور کہنے لگی۔

پیر بابا میں چاہتی ہوں کہ آپ ریکا کو چند روز کے لئے میرے پاس چھوڑ جایئے اس کی صحبت میں میرا وقت اچھا گزر جائے گا جب سے میں نے اس کے حالات تفصیل کے ساتھ سنے ہیں تب سے میرے دل میں اس کے لئے ایک ہمدردی اور عقیدت پیدا ہو چکی ہے۔ مارتینا کی اس گفتگو کے جواب میں ریکا ہلکے ہلکے مسکرا رہی تھی۔ پھر ایشان خواجہ بولے اور کہنے لگے۔ بیٹی ایسا کرنے کے لئے تمہیں مجھ سے اجازت لینے کی تو ضرورت نہیں ہے۔ تم جب چاہو ریکا کو اپنے ہاں روک سکتی ہو۔ تم اسے میری حویلی میں آکر کان سے پکڑ کر یہاں لا سکتی ہو۔ بہرحال میری بیٹی تمہیں اجازت ہے تم جتنے دن چاہو ریکا کو اپنے ساتھ رکھ سکتی ہو۔ اس پر مارتینا پھر بولی اور کہنے لگی۔ پیر بابا اس کے لئے میں آپ کی

ممنون اور شکر گزار ہوں۔ اعلان آزادی کے بعد میں محسوس کرتی ہوں کہ ابراہیم اور آنہ جان دونوں کی مصروفیات بخارا میں بڑھ جائیں گی - للذا ان کی غیر موجودگی میں کم از کم ریکا اگر کبھی کبھی میرے پاس ہو تو اس کی محبت اور اس کی رفاقت میں میرا وقت اچھا گزر جایا کریگا۔ یہاں تک کہنے کے بعد مارتینا جب خاموش ہوئی تو ابراہیم بیگ بولا اور اپنی بیوی مارتینا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھو مارتینا جو بات تم چاہتی ہو وہ تو پیر بابا نے منظور اور قبول کر لی ہے۔ اب تم اٹھو اور سب کے لئے کھانا تیار کرو۔ میرے خیال میں آزادی کی خوشی میں آج سب لوگ ہمارے یہاں ہی رات بسر کریں گے رہا سوال ریکا کو رکھنے اور روکنے کا تو اسے تم جتنے دن چاہو اپنے پاس روک سکتی ہو اس سلسلے میں تمہیں مکمل آزادی ہے۔ ابراہیم بیگ کی یہ گفتگو سن کر مارتینا اور ریکا دونوں خوش ہو گئیں تھیں۔ پھر دونوں نے نگاہوں نگاہوں میں ایک دوسرے کو اشارہ کیا اور وہاں سے وہ اٹھ کر کھانا تیار کرنے لگیں تھیں۔ کمرے سے نکلتے ہوئے دونوں خدیجہ اور عائشہ کو بھی اپنے ساتھ لے گئیں تھیں۔

جلد ہی دونوں نے مل کر کھانا تیار کر لیا - سب نے ملکر کھانا کھایا۔ کافی دیر تک وہ بیٹھ کر اعلان آزادی اور اس کے نتیجے میں پیش آنے والے خدشات پر گفتگو کرتے رہے - وہ رات ایشان خواجہ نے اپنے بچوں اور ریکا کے ساتھ ابراہیم بیگ کی حویلی میں ہی بسر کی - دوسرے روز وہ اسماعیل عائشہ اور خدیجہ کو لیکر واپس چلے گئے ریکا نے بھی چند روز مارتینا کے ہاں قیام کیا۔ پھر وہ بھی واپس چلی گئی تھی اس لئے کہ وہ اب بڑی باقاعدگی سے بخارا کے اسلحہ اور بارود خانے میں کام کرنے لگی تھی۔

بخارا کے اعلان آزادی کے جلد ہی بعد بخارا کے حالات خراب ہونا شروع

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہو گئے تھے وہ اس طرح کہ کاکیشیا تاتار اور روسی ترکستان سے انتہا پسند جدیدی بھاگ کر بخارا میں آ داخل ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ ایران سے بھی وہاں کے بادشاہ قاچار سے تنگ آکر جدیدی بخارا میں پناہ گزین ہوئے تھے۔ ایران کے یہ جدیدی اپنے آپ کو مشروطیت خواہ کہلانا پسند کرتے تھے۔ ان سب انتہا پسند جدیدیوں نے بخارا کے اندر یہ انقلاب برپا کیا کہ بخارا کے جدیدی جو پہلے بخارا کے اندر اعتدال پسند زندگی پسند کر رہے تھے انہیں بھی ان نئے آنے والوں نے انتہا پسندی کی راہ پر ڈالا تھا۔

بخارا کے جدیدی اس سے پہلے کیمونزم اور سوشلزم لانے میں انتہا پسند نہیں تھے۔ بلکہ سوشلزم کی طرف رجحان رکھنے کے ساتھ ساتھ وہ اسلام پسند بھی تھے۔ لیکن ایران ، کاکیشیا ، تاتار اور روسی ترکستان سے آنے والے ان انتہا پسند جدیدیوں نے بخارا کے جدیدیوں کے اندر بھی ایک انقلاب برپا کر دیا۔ انہیں سوشلزم اور کیمونزم کی طرف مائل کیا۔ لگتا تھا یہ سب کچھ روسی حکومت کے ایما پر کیا جا رہا تھا۔ بخارا کے جدیدی امیر بخارا کے اعلان آزادی اور منشور آزادی پر مطمئن اور خوش تھے اور اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ مطمئن زندگی بسر کر رہے تھے۔ پر ان نئے جدیدیوں نے انہیں اکسایا اور اسی اکساہٹ میں ان جدیدیوں نے ایک کانفرنس بلائی اور امیر بخارا سے مزید اصلاحات اور مطالبات کا تقاضا کیا۔ یہ اصلاحات مطالبات یکسر نا انصافی اور زیادتی پر مبنی تھے۔ یہ ایسے ہی مطالبات تھے جو ایران سے جلاوطن ہو کر آنے والے ایرانی مشروطیت خواہوں نے اپنے بادشاہ سے کیئے تھے اور جواب میں ان کے حکمرانوں نے انہیں ایران سے نکال باہر کیا تھا۔

بخارا کے ان جدیدیوں نے جواب انتہا پسند ہو گئے تھے - اور بڑی سرگرمی اور بڑی تگ و دو کے بعد وہ سوشلزم اور کیمونزم کا پرچار کرنے لگے تھے۔ عبدالرؤف فطرت، فیض اللہ عینی خواجہ اور مرزا نذراللہ کو اپنے مرکزی رہنما کے

طور پر منتخب کر لیا تھا اور انہیں یہ اجازت دے دی تھی کہ ان کے حقوق کی خاطر وہ امیر بخارا سے گفتگو کریں۔ ان لوگوں نے طویل مطالبات اور اصلاحات کی ایک فہرست امیر بخارا کو پیش کی۔ یہ مطالبات سارے کے سارے ہی نہ صرف یہ کہ غیر شرعی بلکہ غیر مناسب بھی تھے۔ انتہا پسند جدیدیوں کے ان لیڈروں نے بخارا کے امیر کو یہ بھی دھمکی دی کہ اگر ان کے یہ مطالبات منظور نہیں کیے جاتے تو پھر بخارا کا امیر بخارا کے تخت سے دستبردار ہو کر حکومت اپنے چچا صدیق حسن خان حشمت کے حوالے کر دے۔ جدیدی ایسا اس لئے کر رہے تھے کہ امیر بخارا کا چچا صدیق حسن خان بھی جدیدیوں کا ہم خیال ہی تھا۔

بخارا کے انتہا پسند جدیدی بالکل اسی طرز پر امیر بخارا سے تخت سے دستبردار ہونے کا مطالبہ کر رہے تھے جس طرح کہ کرنسکی وغیرہ نے زار روس نکولائی دوم سے بیٹے کے حق میں دستبردار ہونے کا مطالبہ کیا تھا۔ اور انکار کرنے پر اس کو گرفتار کر کے نظر بند کر دیا تھا۔ یا جس طرح ایرانی مشروطیت خواہوں نے ایران کے شاہ قاچار سے دستبردار ہونے کا مطالبہ کیا تھا اس پر شاہ ایران نے ان کی گرفتاری کا حکم دے دیا تھا۔ کچھ پکڑ لئے گئے اور کچھ بھاگ کر بخارا میں پناہ گزین ہو گئے تھے اور بخارا میں وارد ہونے والے انہی مشروطیت خواہوں نے بخارا میں بھی گندگی کیمونزم اور سوشلزم پھیلانے میں انتہا کر دی تھی۔

فرقہ جدیدیہ کے ان انتہا پسندوں کے تازہ مطالبات کے پیش نظر امیر بخارا نے مجلس شوریٰ طلب کی جس میں بخارا کے امراء، علماء اور کارکردگان عساکر کے علاوہ بخارا کی افواج کے سپہ سالار رحمان قل بیگ نائب سپہ سالار ابراہیم بیگ اور ان کے علاوہ فرقہ جدیدیہ کے چند قائدین کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ طویل بحث مباحثے اور مذاکرات کے بعد مجلس شوریٰ نے کثرت رائے سے کہا کہ تجدد پسندوں کے مزید مطالبات نا صرف عہد شکنی کے مترادف ہیں بلکہ قرآن و سنت کے بھی خلاف ہیں۔ اس مجلس شوریٰ کے متفقہ فیصلے کے مطابق امیر بخارا نے جدیدیوں کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تمام مطالبات یکسر مسترد کر دیئے تھے۔

اپنے مطالبات مسترد ہونے کی وجہ سے جدیدی سیخ پا ہو گئے تھے۔ وہ بخارا شہر کے اندر جگہ جگہ ہنگامے اور جلسے جلوس برپا کرتے۔ بخارا کے امن و امان کو تباہ کرنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔

○

ابراہیم بیگ اور مارتینا ایک روز اپنی حویلی کے دیوان خانے میں اکٹھے بیٹھے گھریلو موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ آتہ جان بھی ان کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور گفتگو میں حصہ لے رہا تھا۔ اسی دوران حویلی کے بیرونی دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ آتہ جان جب اٹھ کر باہر جانے لگا تو ابراہیم بیگ فوراً کھڑا ہو گیا اور آتہ جان کو مخاطب کر کے کہنے لگا آتہ جان تم بیٹھو میں خود دیکھتا ہوں۔ دستک دینے والا کون ہے۔ ابراہیم بیگ بڑی تیزی سے دیوان خانے سے نکلا حویلی کا صدر دروازہ جب اس نے کھولا تو دروازے پر امیر بخارا کا ایک کارندہ کھڑا تھا۔ ابراہیم بیگ کو دیکھتے ہی وہ کہنے لگا۔

امیر ابراہیم بیگ آپکو امیر بخارا نے طلب کیا ہے انہوں نے فی الفور قصر بخارا کے دارالعدل میں آپ کو بلایا ہے ۔ کچھ اور لوگ بھی وہاں جمع ہیں اور امیر بخارا کسی نہایت اہم موضوع اور سنجیدہ صورتحال پر آپ کے ساتھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر ابراہیم بیگ تھوڑی دیر تک کچھ متفکر ہوا پھر وہ امیر بخارا کے اس کارندے کو مخاطب کر کے کہنے لگا تم چلو میں تمہارے پیچھے پیچھے دارالعدل کی طرف آتا ہوں۔ وہ کارندہ فوراً مڑا اور چلا گیا۔ ابراہیم بیگ نے پہلے کی طرح حویلی کا صدر دروازہ بند کر دیا پھر وہ حویلی کے دیوان خانے میں داخل ہوا تھا اسے دیکھتے ہی مارتینا نے پوچھا۔

دروازے پر دستک دینے والا کون تھا۔ اس پر ابراہیم بیگ کسی قدر سنجیدگی اور پریشانی میں کہنے لگا۔ دستک امیر بخارا کے ایک کارندے نے دی تھی۔ امیر بخارا نے مجھے فی الفور قصر بخارا کے دارالعدل میں طلب کیا ہے۔ کارندے کا کہنا

تھا کہ کچھ اور لوگ بھی وہاں جمع ہیں اور امیر بخارا کسی اہم مسئلے پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ میرا دل کہتا ہے کہ یہ صلاح مشورہ یہ گفتگو ضرور جدیدیوں ہی سے متعلق ہوگی جنہوں نے آج کل شہر کے اندر ہنگامہ آرائی کھڑی کر دی ہے۔ ابراہیم بیگ کی یہ گفتگو سن کر مارتینا بیچاری فکر مندی کے سے لہجے میں بولی اور کہنے لگی۔

خدا غارت کرے ان انتہا پسند جدیدیوں کو اچھا خاصا انہوں نے منشور آزادی پر خوشی اور اطمینان کا مظاہرہ کیا تھا پھر ناجانے باہر سے آنے والے جدیدی انہیں سانپ کی طرح سونگھ گئے اور یہ اپنے خول سے باہر نکل کر ایسے مطالبات کرنے لگے ہیں جو کسی بھی صورت میں اس قابل نہیں کہ امیر بخارا انہیں تسلیم کر لیں۔ برحال آپ ہاتھ منہ دھوئیں میں آپ کا دوسرا لباس نکالتی ہوں اسے پہن کر جائیں لیکن جلدی لوٹ کر آیئے گا جب تک آپ آئیں گے نہیں میں آپ کی واپسی کے لئے انتہائی پریشان اور فکر مند رہوں گی۔ اگر آپ نے آنے میں دیر کی تو میں آتہ جان کو آپ کے پیچھے روانہ کر دوں گی۔ مارتینا کی اس محبت اور چاہت پر ابراہیم بیگ نے مسکراتے ہوئے کہا تم میرا لباس نکالو میں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گا۔

جلدی گھر لوٹ آؤنگا۔ ساتھ ہی ابراہیم بیگ طہارت خانے میں چلا گیا اتنی دیر تک مارتینا اس کا نیا لباس نکال لائی تھی جو دوسرے کمرے میں جا کر ابراہیم بیگ نے تبدیل کر لیا تھا۔ پھر وہ حویلی سے نکل کر بخارا کے شاہی محل کے ورالعدل کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

✿

ابراہیم بیگ جب دارلعدل میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ دارلعدل میں پہلے ہی بخارا کے قاضی القضا وزیراعظم' وزیر داخلہ ' سپہ سالار رحمٰن قل بیگ'

رئیس بخارا کے علاوہ کچھ اکابرین اور علماء بھی تشریف رکھتے تھے۔ دارالعدل میں داخل ہونے کے بعد ابراہیم بیگ نے بڑے پرجوش انداز میں سب کے ساتھ مصافحہ کیا پھر وہ بخارا کی افواج کے سپہ سالار رحمان قل بیگ کے پہلو میں آبیٹھا تھا کچھ ہی دیر بعد امیر بخارا بھی ایک پشتی دروازے سے نمودار ہوئے اور اپنی نشست پر آکر بیٹھ گئے تھے تھوڑی دیر تک دارلعدل میں خاموشی طاری رہی پھر اس دارلعدل کی بلند چھت کی عمارت میں امیر بخارا کی گونج دار آواز سنائی دی۔

میرے ساتھیو! میرے رفیقو! تم سب لوگوں کو دالعدل میں بلانے کا مقصد اور مدعا جدیدیوں سے متعلق کوئی آخری فیصلہ کرنا ہے تم سب لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو کہ جدیدیوں نے شہر کے اندر ہنگامہ آرائی بلوے فساد اور افراتفری کا ایک عالم کھڑا کر رکھا ہے مجھے خدشہ ہے کہ اگر یہی حالات جاری رہے تو یہ لوگ اپنی حدود سے بڑھکر شہر کے اندر لوٹ مار کا بازار بھی گرم کر سکتے ہیں اور اگر ایسا ہوا تو پھر کسی کی جان کسی کا مال محفوظ نہیں رہے گا میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ایسا وقت آنے سے پہلے جدیدیوں سے متعلق ہمیں مل جل کر کوئی آخری فیصلہ کر لینا چاہئے اسی لئے میں نے تم لوگوں کو مشورے کے لئے بلایا ہے اب تم لوگ کہو کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ یہاں تک کہنے کے بعد جب امیر بخارا خاموش ہوئے تو قاضی القضا علامہ برہان الدین بولے اور امیر بخارا کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

اے امیر آپ کا کہنا درست اور بجا ہے لیکن میری آپ سے گزارش یہ ہے کہ ان جدیدیوں سے متعلق کوئی آخری فیصلہ کرنے سے پہلے ہمیں انہیں سنبھلنے کا ایک موقع فراہم کرنا چاہئے میرے خیال میں آپ اپنے چند آدمیوں پر مشتمل ایک وفد انتہا پسند جدیدیوں کے لیڈروں کی طرف بھجوائیں۔ یہ وفد ان کے ساتھ گفتگو کرے۔ ہو سکتا ہے کہ اس گفتگو کے نتیجے میں امن سکون اور سارے مسائل کے حل کی کوئی راہ نکل آئے۔ یہاں تک کہنے کے بعد جب علامہ برہان الدین خاموش ہوئے تو وزیراعظم وزیرداخلہ اور رئیس بخارا نے بھی علامہ برہان الدین کی اس تجویز کی حمایت اور تائید کی تھی اس پر امیر بخارا پھر بولے اور کہنے لگے۔

میرے رفیقو! میرے ساتھیو! میں تمہارے اس مشورے تمہاری اس تجویز کو قبول کرتا ہوں لیکن ساتھ ہی تمہارے سامنے یہ خدشہ بھی پیش کرتا ہوں کہ اگر کسی بھی تجویز پر انتہا پسند جدیدیوں نے مسائل کو حل کرنے کی ہر کوشش کو ناکام بنانے کی کوشش کی تو پھر تم لوگوں کا کیا ردعمل ہوگا۔ اس پر بخارا کا وزیراعظم اپنی جگہ پر کھڑا ہوا اور امیر بخارا کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔ اے امیر! آپ اپنی طرف سے ایک کوشش کر دیکھئے اگر جدیدیوں نے ضد اور ہٹ دھرمی سے کام لیا اور کسی بات پر وہ صلح کرنے پر وہ آمادہ نہ ہوئے تو پھر جو بھی فیصلہ آپ ان کے خلاف کریں گے ہم آنکھیں بند کر کے آپ کی تائید کریں گے وزیراعظم کا یہ جواب سن کر امیر بخارا خوش ہو گئے تھے دوبارا وہ بولے اور کہنے لگے اگر یہ معاملہ ہے تو پھر تم سب ہی مل جل کر وفد کے اراکین کا نام تجویز کرو تاکہ اس وفد کو جدیدیوں کے رہنماؤں کی طرف گفت و شنید کے لئے روانہ کیا جائے۔

اس پر بخارا کے رئیس اٹھے اور امیر بخارا کو مخاطب کر کے کہنے لگے اے امیر! اس وفد کے ارکان کے طور پر میں تین نام پیش کرتا ہوں ایک علامہ برہان الدین دوسرے امیر لشکر رحمان قل بیگ اور تیسرے نائب امیر لشکر ابراہیم بیگ۔ ان تینوں کو آپ وفد کی صورت میں گفت و شنید کے لئے جدیدیوں کے رہنماؤں کی طرف بھجوائیے پھر دیکھتے ہیں کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ امیر بخارا نے رئیس بخارا کی اس گفتگو کو پسند کیا پھر وہ اس کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔ اگر ایسا ہے تو اپنے ایک کارندے کو جدیدیوں کے صدر فیض اللہ خواجہ کی طرف روانہ کرو اور اسے اطلاع کرو کہ امیر بخارا کی طرف سے ایک وفد جس میں برہان الدین' رحمان قل بیگ اور ابراہیم بیگ شامل ہیں ان سے موجودہ حالات کو حل کرنے کے لئے گفتگو کرنا چاہتا ہے پھر دیکھو وہ کیا جواب دیتے ہیں اس کے ساتھ ہی رئیس بخارا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

باہر نکلا تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اور امیر بخارا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اے امیر! میں نے اپنا ایک کارندہ جدیدیوں کے صدر فیض اللہ خواجہ کی طرف روانہ کر دیا ہے اب دیکھئے وہ کیا جواب لاتے ہیں۔

رئیس بخارا کا یہ جواب سن کر امیر بخارا خوش اور مطمئن ہو گئے تھے پھر امیر بخارا مجلس کے اراکین کے ساتھ بخارا کے دوسرے مسائل پر گفت و شنید کرنے لگے تھے یہ گفتگو کافی دیر تک جاری رہی یہاں تک کہ جس کارکن کو رئیس بخارا نے بھجوایا تھا وہ واپس لوٹا امیر بخارا کے وہ سامنے کھڑا ہوا اور امیر کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

یا امیر میں جدیدیوں کے صدر فیض اللہ خواجہ کی طرف گیا تھا اور اسے آپ کا پیغام پہنچایا وہ گفتگو کے لئے تیار ہیں ان کا کہنا ہے کہ امیر کے وفد سے پہلے بڑے بڑے جدیدی رہنما عبدالرؤف فطرت کے گھر میں جمع ہو جائیں گے لہٰذا امیر کا وفد عبدلرؤف فطرت ہی کے گھر میں آئے اس پر امیر بخارا پھر بولے قاضی القضا علامہ برہان الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

میرے عزیز میرے محترم آپ ابھی اور اسی وقت رحمان قل بیگ اور ابراہیم بیگ کے ساتھ عبدالرؤف فطرت کے گھر کی طرف روانہ ہو جائیں جب تک آپ جدیدیوں کے رہنماؤں کے ساتھ گفتگو کر کے لوٹتے نہیں اس وقت تک یہ مجلس جاری رہے گی تاکہ ہم جان سکیں کہ جدیدیوں کے رہنماؤں کے ساتھ تمہاری کیا گفتگو اور کیا فیصلہ ہوا ہے۔ اب آپ تینوں اس کام کی بسم اللہ کریں اور یہاں سے روانہ ہوں۔ اس پر علامہ برہان الدین رحمان قل بیگ ابراہیم بیگ اپنی اپنی جگہوں سے اٹھے اور تینوں دارالعدل سے نکل گئے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد یہ تینوں عبدالرؤف فطرت کی حویلی میں داخل ہوئے۔

ان کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی عبدالرؤف فطرت کی حویلی کے دیوان خانے میں عبدالرؤف فطرت کے علاوہ فیض اللہ خواجہ، صدر الدین عینی خواجہ مرزا نذراللہ اور چند دوسرے جدیدیوں کے لیڈر اور رہنما بیٹھے ہوئے تھے۔ علامہ برہان الدین رحمان قل بیگ اور ابراہیم بیگ جب دیوان خانے میں داخل ہوئے تو سارے جدیدی رہنماؤں نے اپنی جگہوں سے اٹھ کر ان تینوں کا شاندار استقبال کیا ان تینوں سے فیض اللہ خواجہ نے بیٹھنے کے لئے کہا وہ تینوں اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے تھوڑی دیر تک دیوان خانے میں خاموشی طاری رہی اس کے بعد بخارا کے قاضی کلاں علامہ برہان بولے اور کمرے میں ان کی آواز گونجی۔

سنو میرے جدیدی بھائیو امیر بخارا نے ہم تینوں کو ایک وفد کی صورت میں تمہاری طرف اس لئے روانہ کیا ہے کہ باہم گفتگو سے صلح صفائی کا کوئی درمیانی راستہ نکال لیا جائے تاکہ بخارا کی نو آزاد سلطنت کے حالات خراب نہ ہوں تم لوگ دیکھتے ہو کہ روسی حکمران جو اپنی سلطنت کو وسعت دینے کے بھوکے اور لالچی ہیں یکے بعد دیگرے ساری ہی مسلم ریاستوں کو لقمہ تر کی طرح نگل چکے ہیں اب ان کی نگاہیں بخارا پر جمی ہوئی ہیں اور کسی بھی وقت وہ بخارا پر حملہ آور ہو سکتے ہیں لہٰذا ہم سب کا یہ ملی فرض ہے کہ بخارا کے اندورنی حالات کو خراب نہ ہونے دیں بخارا کی اس نو آزاد مسلم ریاست کو ایک استحکام اور مضبوطی دیں چاہے اس کے لئے ہمیں کیسی ہی اور کتنی ہی بڑی قربانی کیوں نہ دینی پڑے۔ علامہ برہان الدین کی اس گفتگو کے جواب میں جدیدیوں کا صدر فیض اللہ خواجہ بولا اور کہنے لگا۔

سلطنت بخارا کے قاضی کلاں کو خبر ہونی چاہئے کہ امیر بخارا کے ساتھ صلح صفائی کے لئے ہم پہلے ہی تحریری طور پر اپنے مطالبات پیش کر چکے ہیں۔ قاضی برہان الدین مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تم لوگ اپنے مطالبات پیش کر چکے ہو میں ان مطالبات کا بغور مطالعہ اور جائزہ بھی لے چکا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہوں لیکن وہ سب کے سب مطالبات ایسے ہیں جو ناقابل قبول ہیں بلکہ سراسر قرآن و سنت کی بھی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ ابراہیم بیگ کی اس گفتگو کے جواب میں جدیدی رہنما مرزا نذراللہ بولا اور کہنے لگا۔

سنو برہان الدین ہم تو صرف اپنے مطالبات کو جانتے ہیں ہم کسی قرآن و سنت کو نگاہ میں نہیں رکھتے۔ اس پر رحمان قلی بیگ نے فوراً مرزا نذراللہ کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ سنو نذراللہ ایسی گفتگو نہ کرو۔ قرآن و سنت ہی ہماری بنیاد اور اساس ہے اگر اس بنیاد اور اساس کو ہٹا لیا جائے تو ہمارے پاس کچھ بھی نہیں رہتا۔ اس پر مرزا نذراللہ بڑی ڈھٹائی سے بولا تم لوگوں کے پاس کچھ نہ رہتا ہوگا لیکن ہمارے پاس تو اس قرآن و سنت کی غیر موجودگی میں ہی سب کچھ رہتا ہے اور بچتا ہے۔ نذراللہ کی اس گفتگو پر ابراہیم بیگ نے اس کی طرف کھا جانے والی نگاہوں سے دیکھا وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے علامہ برہان بولے اور نذراللہ کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگے۔

سنو نذراللہ ایسی گفتگو کرنے سے خدا کا خوف کھاؤ تم لوگ تو اس سے پہلے یوں نہ تھے اللہ اور رسول کو ماننے والے لوگ تھے لیکن اب تم لوگوں کو کیا ہوا کہ تم یکسر ہی تمام اسلامی شعائر سے بغاوت اور سرکشی کرنے لگے ہو۔ اس پر نذراللہ پھر بولا اور کہنے لگا ہم نہ کسی اسلامی شعائر کو جانتے ہیں اور نہ خدا اور رسول کو اس طرح مانتے ہیں جس طرح تم لوگ تسلیم کرتے ہو بلکہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ ہمارے نظریات اب تم لوگوں کی نسبت روس کے کمیونسٹوں اور سوشلسٹوں سے زیادہ نزدیک ہیں جن کا یہ کہنا ہے کہ کوئی خدا اور رسول نہیں ہے اور یہ کہ یہ کائنات فطرت کا ایک ہنگامہ اور حادثہ ہے جس کے تحت یہ نمودار ہوئی اور خود بخود ہی رواں دواں ہے اس پر علامہ برہان الدین پھر بولے اور سارے جدیدی رہنماؤں کو مخاطب کر کے پوچھا کیا تم سب لوگوں کے خیالات مرزا نذراللہ سے ملتے جلتے ہیں اس پر عبدالرؤف فطرت بولا اور کہنے لگا۔ آپ یوں

سمجھیں کہ نذراللہ ہمارے ہی خیالات کی ترجمانی کر رہا ہے۔ اس موقع پر ابراہیم بیگ کی جوان اور توانا آنکھوں کے اندر غصے کی آگ بھڑک اٹھی تھی پھر وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اس سے پہلے ہی قاضی کلاں علامہ برہان الدین بول پڑے اور سارے ہی جدیدی لیڈروں کو وہ مخاطب کر کے کہنے لگے۔

جدیدی رہنماؤ! خدا کی ذات اور آخرت کے منکر نہ بنو۔ خدا تو ہر جگہ ہے وہ ہر چیز میں اپنی موجودگی کا پتہ آپ سے آپ دیتا ہے نہ جانے تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ تم خداوند قدوس کی ذات کا انکار کر کے اپنے آپ کو ایسے گناؤنے جرم اور ناقابل معافی گناہ میں مبتلا کرتے ہو۔ سنو جدیدی رہنماؤ! دنیا کی تمام چیزوں کو چھوڑ کر انسان اگر صرف اسی ایک بات پر غور کرے کہ وہ خود کیسے پیدا ہوا تو اسے نہ قرآن کی تعلیم توحید میں شک رہ سکتا ہے اور نہ ہی اس کی تعلیم آخرت میں کوئی شبہ پیدا ہو سکتا ہے۔

انسان آخر اس طرح تو پیدا ہوتا ہے کہ مرد اپنا مادہ حیات عورت کے رحم میں پہنچاتا ہے مگر نطفہ میں بچہ پیدا کرنے کی اور لازماً انسان ہی کا بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت آپ سے آپ نہیں پیدا ہو گئی یا یہ صلاحیت انسان نے خود پیدا نہیں کی یا خدا کے سوا کسی اور نے پیدا نہیں کر دی۔

اور سنو جدیدی رہنماؤ! بچے کی پیدائش سے پہلے بچے کی درجہ بدرجہ تخلیق اور پرورش اور ہر بچے کی الگ صورت گری اور ہر بچے کے اندر مختلف ذہنی جسمانی قوتوں کو ایک خاص تناسب کے ساتھ رکھنا جس کے ساتھ وہ ایک خاص شخصیت بن کر ابھرے کیا یہ سب ایک خدا کے سوا کسی اور کا کام ہے کیا اس میں ذرہ برابر کسی اور کا دخل ہے۔ کیا یہ کام ماں باپ خود کرتے ہیں یا ڈاکٹر کر گزرتا ہے یا وہ حادثہ کرتا ہے جسے تم کہتے ہو کہ یہ حادثہ اس کائنات کی تخلیق کا باعث بنا یا سورج چاند یا تارے کرتے ہیں جو خود ایک قانون کے غلام ہیں یا وہ فطرت کرتی ہے جو بجائے خود کوئی علم حکمت ارادہ اور اختیار نہیں رکھتی۔

پھر کیا یہ فیصلہ کرنا بھی خدا کے سوا کسی اور کے اختیار میں ہے کہ بچہ لڑکی ہو یا لڑکا خوبصورت ہو یا بدصورت طاقتور ہو یا کمزور اندھا ہو یا بہرہ لولا لنگڑا ہو یا صحیح لااعضاء یا کند ذہن ہو کیا خدا کے سوا کوئی اور یہ طے کرتا ہے کہ کون سی قوم کی تاریخ میں یا کسی قوم کے اندر اچھی یا بری صلاحیتوں کے آدمی پیدا کرے جو اسے عروج کی طرف لے جائیں یا زوال کی طرف دھکیل دیں اگر کوئی شخص ضد اور ہٹ دھرمی میں مبتلا نہ ہو تو وہ خود محسوس کریگا کہ شرک اور دھریت کی بناء پر ان سوالات کا کوئی معقول جواب نہیں دیا جا سکتا۔ سنو اگر تم لوگ ہٹ دھرمی سے کام نہ لو اور روس کے کیمونسٹوں اور سوشلزم کی اندھی تقلید نہ کرو تو تمہاری باتوں کا معقول جواب ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ انسان پورا کا پورا خدا کا ساختہ اور پرداختہ ہے اور جب حقیقت یہ ہے کہ خدا کے ساختہ اور پرداختہ انسان کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اپنے خالق کے مقابلے میں اپنی آزادی اور خود مختاری کا دعویٰ کر بیٹھے۔

اور سنو جدیدی رہنماؤ! جس طرح انسان کی اپنی پیدائش اس کے بس میں نہیں ہے اسی طرح اس کی موت بھی اس کے اختیار میں نہیں ہے یہ خدا ہی طے کرتا ہے کہ کسی کو ماں کے پیٹ میں مرجانا ہے اور کسے پیدا ہوتے ہی مرنا ہے کسے کس عمر تک پہنچ کر مرنا ہے جس کی موت کا جو وقت خدا وند نے مقرر کر دیا ہے اس سے پہلے دنیا کی کوئی طاقت اسے مار نہیں سکتی اور اس کے بعد وہ ایک لمحے کے لئے زندہ نہیں رہ سکتا مرنے والے بڑے بڑے اسپتالوں میں بڑے بڑے ڈاکٹروں کی آنکھوں کے سامنے مرتے ہیں بلکہ ڈاکٹر اور معالج خود بھی اپنے وقت پر مرجاتے ہیں کبھی کوئی نہ موت کے وقت کو جان سکا ہے اور نہ آتی ہوئی موت کو روک سکا ہے نہ یہ معلوم کر سکا ہے کہ کس کی موت کس کے ذریعے سے کہاں واقع ہونے والی ہے۔

سنو جدیدی رہنماؤ! جس طرح انسان کی پیدائش اور اس کی موت اس کے قبضہ قدرت میں نہیں بلکہ خدا وند قدوس کے ہاتھ میں ہے اسی طرح انسان کے رزق کی پیداوار بھی انسان کی کوشش کا دخل اس سے بڑھ کر کچھ نہیں، ہے کہ کسان کھیتی میں بیج ڈال دے زمین جس میں کاشت کی جاتی ہے یہ انسان کی بنائی ہوئی نہیں ہے اس زمین کو روئیدگی کی صلاحیت انسان نے نہیں بخشی اس میں وہ مادے جس سے انسان کی غذا کا سامان بہم پہنچتا ہے انسان نے فراہم نہیں کئے ہیں اس کے اندر جو بیج کسان ڈالتا ہے اس کو نشو و نما کے قابل بھی کہ ان نے نہیں بنایا ان بیجوں میں یہ صلاحیت کہ ہر بیج سے اسی نوع کا درخت پھوٹے جس کا وہ بیج ہے انسان نے پیدا نہیں کی اس کاشت کو لہلہاتی ہوئی کھیتوں میں تبدیل کرنے کے لئے زمین کے اندر جس عمل اور زمین کے اوپر جس ہوا پانی حرارت، برودت اور موسمی کیفیت کی ضرورت ہے ان میں سے کوئی بھی چیز کسی انسانی تدبیر کا نتیجہ نہیں ہے سب کچھ اللہ ہی کی قدرت اور اسی کی پروردگاری کا کرشمہ ہے پھر جب یہ معاملہ تمہارے سامنے روز نمودار ہوتا ہے تو تم کیوں خدا کی خلاف گفتگو کرتے ہو۔

سنو آخرت کا انکار کرنے والے میرے جدیدی بھائیو میری اس بات پر اگر تم مزید غور کرو تو اس بیج سے تمہیں آخرت اور دوبارہ پیدا کئے جانے کی دلیل بھی ملے گی۔ کسان جو بیج زمین میں بوتا ہے وہ بجائے خود مردہ ہوتا ہے مگر جب زمین کی قبر میں کسان اسے دفن کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اندر وہ نباتی زندگی پیدا کر دیتا ہے جس سے کونپلیں پھوٹتی ہیں اور لہلہاتی ہوئی کھیتیاں شان بہار دکھاتی ہیں۔ یہ بیج کی صورت میں بیشمار مردے ہماری آنکھوں کے سامنے دن رات قبروں سے جی جی کر اٹھ رہے ہیں یہ معجزہ کچھ کم عجیب ہے کہ کوئی شخص اس دوسرے عجیب معجزے کو ناممکن قرار دے دے جس کی خبر قرآن دے رہا ہے یعنی انسان کی دوسری زندگی قرآن کے مطابق ضروری ہے۔

مزید سنو جدیدی بھائیو! کہ جس طرح انسان کی پیدائش اس کی موت اور اس

کا رزق خدا وند قدوس کے ہاتھ میں ہے اسی طرح وہ پانی جس سے انسان اپنی پیاس بجھاتا ہے اور زندہ رہتا ہے یہ پانی بھی خدا وند قدوس ہی کے قبضہ قدرت میں ہے یہ پانی جو انسانی زندگی میں روٹی سے بھی زیادہ ضروری ہے انسان کا اپنا فراہم کیا ہوا نہیں ہے بلکہ اسے خدا وند قدوس ہی فراہم کرتا ہے زمین میں یہ سمندر جو خدا وند قدوس نے پیدا کئے ہیں خدا ہی کے سورج کی گرمی سے سمندروں کا پانی بھاپ بن کر اٹھتا ہے اور پھر خدا نے اس پانی میں یہ خصوصیت پیدا کی ہے کہ ایک خاص درجہ حرارت پر وہ بھاپ میں تبدیل ہو جاتا ہے اور خدا وند قدوس ہی کی پیدا کردہ ہوائیں اسے لیکر اٹھتی ہیں۔۔

یہ خدا وند قدوس ہی کی قدرت اور حکمت ہے کہ وہ بھاپ جمع ہو کر بادل کی شکل اختیار کرتی ہے اللہ ہی کے حکم سے یہ بادل ایک خاص تناسب سے تقسیم ہو کر زمین کے مختلف خطوں میں پھیلتے ہیں تاکہ جس خطہ زمین کے لئے پانی کا جو حصہ مقرر کیا ہے وہ اس کو پہنچ جائے پھر خود خدا وند بالائی فضا میں وہ ماحول پیدا کرتا ہے جس سے یہ بھاپ پھر سے پانی میں تبدیل ہوتی ہے۔ پس میرے بھائیو! خدا نے انسان کو صرف پیدا ہی نہیں کیا بلکہ اس کی پرورش کے سارے سامان بھی اس نے کئے ہیں۔ پھر خدا وند قدوس کی ہی تخلیق سے وجود میں آکر خدا وند قدوس کا ہی رزق کھا کر اس کا پانی پی کر انسان کو ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے ایک ہی خدا ا ر مالک کے خلاف بدزبانی کرے۔۔

یہاں تک کہنے کے بعد علامہ برہان الدین تھوڑی دیر کے لئے رکے پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہے تھے میرے جدیدیٔ بھائیو! بات یہیں پرختم نہیں ہو جاتی بلکہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جس طرح خدا وند قدوس اس بات پر عاجز نہ تھا کہ تمہیں تمہاری موجودہ شکل و ہیئت میں پیدا کرے اس طرح خدا وند اس سے بھی عاجز نہیں کہ تمہاری تخلیق کا طریقہ بدل کر کسی اور شکل و ہیئت میں کسی اور دوسری صفات اور خصوصیت کے ساتھ انسان کو پیدا کر دے۔۔

آج اگر انسان کی تخلیق کا طریقہ یہ ہے کہ وہ بطن مادر میں نطفہ پیدائش کی وجہ سے بچے کی صورت میں برآمد ہوتا ہے تو یہ طریقہ بھی خدا وند قدوس ہی کا مقرر کیا ہوا ہے لیکن خدا کے پاس بس یہی ایک لگا بندھا طریقہ نہیں ہے جس کے سوا وہ کوئی اور طریقہ اور عمل نہ جانتا ہو قیامت کے روز خدا وند انسان کو اس عمر کے انسان کی شکل میں بھی پیدا کر سکتے ہیں جس عمر میں انسان مرا تھا۔

سنو جدیدیوں آج انسان کی بنائی ساعت اور دوسرے حواس کا پیمانہ اگر خدا وند قدوس نے کچھ اور رکھا ہے مگر خدا وند کے پاس انسان کے لئے بس یہی ایک پیمانہ نہیں ہے جسے وہ بدل نہ سکے۔ قیامت کے روز خدا وند اسے بدل کر کچھ سے کچھ کر دیں گے یہاں تک کہ انسان وہ دیکھ اور سن سکے گا جو یہاں نہیں دیکھ سکتا ۔ آج انسانی کھال اور انسان کے ہاتھ پاؤں اور آنکھوں میں کوئی گویائی نہیں ہے مگر زبان کو جو بولنے کی طاقت دی ہے اسی خدا وند نے دی ہے پھر خدا اس سے عاجز نہیں ہے کہ قیامت کے روز تمہارا ہر عضو اور تمہارے جسم کی کھال کا ہر ٹکڑا خدا وند قدوس کے حکم سے بولنے لگے۔

آج انسان ایک خاص عمر تک ہی جیتا ہے اس کے بعد مرجاتا ہے انسان کا یہ جینا اور مرنا بھی خدا وند قدوس کا ہی مقرر کردہ اور ایک قانون کے تحت ہے کل خدا ایک دوسرا قانون انسانی زندگی کے لئے بنا سکتے ہیں جس کے تحت انسان کو کبھی بھی موت نہ آئے آج انسان ایک خاص حد تک ہی عذاب برداشت کر سکتا ہے جس سے زائد عذاب اگر اسے دیا جائے تو وہ زندہ نہ رہ سکے یہ ضابطہ بھی خدا وند قدوس کا بنایا ہوا ہے کل خدا وند قدوس ایک دوسرا ضابطہ بنا سکتے ہیں جس کے تحت انسان ایسا عذاب ایسی طویل مدت تک بھگت سکے گا جس کا انسان اس وقت تصور بھی نہیںٔ کر سکتا۔ آج انسان سوچ بھی نہیں سکتا کہ کوئی بوڑھا جوان ہو جائے کبھی بیمار نہ ہو کبھی اس پر بڑھاپا نہ ائے ہمیشہ ہمیشہ ایک ہی عمر کا جوان رہے مگر یہاں جوانی پر بڑھاپا خدا وند کے بنائے ہوئے قوانین حیات ہی سے۔ تو

آتا ہے۔ کل خداوند قدوس انسانی زندگی کے لئے کچھ دوسرے قوانین بھی بنا سکتے ہیں جن کے مطابق جنت میں جاتے ہی ہر بوڑھا جوان ہو جائے اور اس کی جوانی اور تندرستی لازوال ہو کر رہ جائے۔

سنو میرے جدیدی بھائیو! میری اس ساری گفتگو کا مقصد اور لب لباب یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کے ہر مرحلے اور ہر مقصد کے لحاظ سے خداوند قدوس کا محتاج اور اس کی طاقت اور قوت کے سامنے عاجز اور بے بس ہے لہٰذا جب انسان اپنی زندگی کے ہر معاملے میں خداوند قدوس کا محتاج ہے تو پھر اس محتاج اور عاجز انسان کو اپنے ہی خداوند اپنے ہی مالک اپنے ہی رازق اپنے ہی خالق کے خلاف بدزبانی نہیں کرنی چاہئے۔ سنو مرزا نذراللہ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ بدزبانی واپس لو اسی میں تمہاری بہتری اسی میں تمہاری فلاح اور اسی میں تمہاری خیر ہے۔ جواب میں نذر اللہ بولا اور کہنے لگا۔

سنو علامہ برہان الدین ہم لوگ پڑھے لکھے ہیں شستہ اور شائستہ ہیں روس میں اٹھنے والی کمیونزم اور سوشلزم کی تحریکوں کے علمدار ہیں۔ ہم پرانے اور فرسودہ نظام کو ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ یہ کائنات ایک حادثے کے تحت نمودار ہوئی ہے اور حادثاتی ہی طور پر رواں دواں رہ کر اپنے انجام کو پہنچ جائے گی۔ کوئی بھی اس کی ابتداء اور اس کی انتہا کرنے والا نہیں ہے اس پر علامہ برہان الدین بولے اور کسی قدر غصیلی آواز میں کہنے لگے - دیکھ نذراللہ ایسی بدشگونی کی گفتگو نہ کر۔ خود آجکل کا یہ انسان تسلیم کر رہا ہے کہ ساری کائنات تزوج کے اصول پر بنائی گئی ہے اور دنیا کی تمام اشیاء کا زوج زوج اور جوڑا جوڑا ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جو آخرت کے وجود پر صریح شہادت دے رہی ہے۔ نذراللہ! اگر تم غور کرو تو اس سے خود تمہاری عقل یہ نتیجہ اخذ کر سکتی ہے کہ جب دنیا کی ہر شے کا ایک جوڑا ہے اور کوئی چیز اپنے جوڑ سے ملے بغیر نتیجہ خیز نہیں ہوتی تو اس دنیا کی یہ زندگی کیسے بے جوڑ ہو سکتی ہے

اس کا جوڑا لازماً" آخرت ہے وہ نہ ہو تو یہ قطعاً" بے نتیجہ ہو کر رہ جائے - اس پر مرزا نذر اللہ بیگ کے ان الفاظ پر ابراہیم بیگ کی آنکھوں میں غصے اور غضبناکی کی چنگاریاں پھوٹنے لگی تھیں۔ علامہ برہان الدین نے بھی دیکھ لیا تھا کہ ابراہیم بیگ بارود کی چنگاریوں کی طرح پھٹنے والا ہے وہ اس سے کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ اس دوران ابراہیم بیگ بولا اور مرزا نذراللہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا -

سنو نذراللہ ضد اور ہٹ دھرمی کی اور بات ہے ورنہ کائنات کے اندر اس قدر شواہد پھیلے ہوئے ہیں کہ تمہیں ماننا پڑے گا کہ خدا موجود ہے اور وہی اس کائنات کو چلا رہا ہے - سن نذراللہ بطخ کا وہ ننھا بچہ جس کی عمر اگر خواہ ایک ہی دن کیوں نہ ہو اسے جب ہم پانی کے اندر چھوڑتے ہیں تو وہ تیرنے لگتا ہے نذراللہ بطخ کے اس نوزائیدہ بچے کو تیرنے کا فن کیا تو یا تیرا باپ سکھاتے ہیں بتا کس صناع کس حکیم کس کاریگر نے بطخ کے اس نومولود بچے کو تیرنے کا فن سکھایا اور سن بدبخت نذراللہ انسان کا بچہ جو اپنی تخلیق کے لحاظ سے زیادہ بے بس اور لاچار ہے جب یہ بچہ پیدا ہوتا ہے تو یہ بچہ کس کے سکھانے پر اپنی زبان اور اپنے تالو میں ماں کی چھاتی کو لیکر دودھ کی صورت میں خوراک حاصل کرتا ہے کیا بچے کو خوراک حاصل کرنے کا یہ طریقہ نذراللہ نے یا تیرے کم بخت دادا نے سکھایا - یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم بیگ رکا پھر وہ پہلے سے بھی زیادہ غصے اور غضبناکی میں کہنے لگا سن نذراللہ تو انتہائی بدبخت اور انتہائی مکار اور گنہ گار انسان ہے جو ہم سب کی موجودگی میں خداوند قدوس کے وجود کا انکار کرتا ہے جبکہ دنیا کے ہر کام دنیا کی ہر شے میں خدا خود اپنے وجود کی نشان دہی کرتا ہے۔ ابراہیم بیگ کی یہ ساری گفتگو سن کر تمام جدیدی رہنما پریشان اور دنگ رہ گئے تھے اس لئے کہ ابراہیم بیگ نے ان کے سامنے جو دو مثالیں پیش کی تھیں ان کا ان میں سے کسی کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ وہ سوچوں میں پڑ گئے تھے اس پر رحمان قل بیگ بولا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سنو جدیدی رہنماؤ! ہم تمہارے ساتھ بحث کو طول دینا نہیں چاہتے۔ ہمارے نظریئے کے مطابق تم لوگ بھٹکے ہوئے اور گمراہ قسم کے انسان ہو۔ ہم تو تم سے یہ معاملہ طے کرنے آئے ہیں کہ جو مطالبات تم نے امیر بخارا کی خدمت میں پیش کئے ہیں کیا تم انہیں واپس لیتے ہو اس پر فیض اللہ خواجہ بولا اور کہنے لگا۔ نہیں ہم ہرگز اپنے مطالبات واپس نہیں لیں گے۔ اس پر ابراہیم بولا اور پوچھنے لگا کیا تم ان مطالبات میں کمی بیشی بھی نہیں کرنا پسند کرو گے۔ اس بار عبدالرؤف فطرت کہنے لگا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اس بار رحمان قل بیگ نے پوچھا کیا ان مطالبات سے ہٹ کر بھی کوئی ایسا طریقہ ہے کہ تمہارے اور امیر بخارا کے درمیان صلح کا کوئی راستہ نکل آئے۔ اس پر صدرالدین عینی خواجہ بولا اور کہنے لگا۔ اب ہمارے سامنے دو ہی راستے ہیں اول یہ کہ جو مطالبات ہم نے پیش کئے ہیں ان کو من و عن امیر بخارا تسلیم کرلے اور اگر امیر بخارا ہمارے ان مطالبات کو تسلیم نہیں کرتا تو پھر بخارا کی حکومت سے دستبردار ہو جائے اور اپنی جگہ اپنے چچا صدیق خان کو بخارا کا حکمران بنا دے اس پر ابرہیم بولا اور صدر الدین عینی خواجہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میں جانتا ہوں کہ امیر بخارا کی جگہ تم اس کے چچا صدیق خان کو کیوں بخارا کا حکمران بنانا چاہتے ہو اس لئے کہ وہ بھی تمہاری طرح سوشلزم اور کیمونزم کی طرف جھکاؤ رکھتا ہے لیکن یاد رکھو کہ جو مطالبات تم نے پیش کئے ہیں وہ کسی بھی صورت تسلیم نہیں کئے جائیں گے اور تمہارے اس مطالبے کو بھی رد کر دیا جائیگا کہ امیر بخارا دست بردار ہو کر اپنے چچا صدیق خان کو بخارا کا حکمران بنا دے۔ ہم تمہیں چند دن کی مہلت دیتے ہیں اپنے حالات اور اپنے مطالبات پر غور کرو اور میں تمہیں تنبیہہ کرتا ہوں۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر حالات کی گرفت خود تمہارے ہاتھوں سے ایسی نکلے گی کہ تمہیں پچھتاوے کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوگا اس کے ساتھ ہی ابراہیم بیگ نے علامہ برہان الدین اور رحمان قل بیگ کو مخصوص اشارہ کیا پھر وہ تینوں اپنی جگہ سے اٹھے اور عبدالرؤف فطرت کی حویلی کے اس دیوان خانے سے نکل گئے تھے۔ ○

علامہ برہان الدین رحمان قل بیگ اور ابراہیم بیگ دوبارہ قصر بخارا کے دارالعدل داخل ہوئے۔ امیر بخارا اور دوسرے اعیان سلطنت کے علاوہ دوسرے علماء فضلا اسی طرح اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھے ان کا انتظار کر رہے تھے وہ تینوں اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے پھر امیر بخارا نے ان تینوں کو مخاطب کر کے پوچھا میرے تینوں رفیقان کار کہو جدیدیوں کے ساتھ تمہاری کیا گفتگو ہوئی اور تم لوگ کس فیصلے پر پہنچے ہو۔

اس پر ابراہیم بیگ اور رحمان قل بیگ نے ایک دوسرے کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا پھر رحمان قل بیگ نے ابرہیم بیگ کو کچھ کہنے کے لئے کہا جس پر ابرہیم بیگ کھڑا ہوا پھر وہ امیر بخارا اور مجلس شوریٰ کے ارکان کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

صاحبو! میں یہ کہوں گا کہ ان جدیدیوں کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے قطعاً کسی قسم کی تاخیر اور دیر نہ کی جائے اور اگر تاخیر کی گئی تو یاد رکھئے جدیدی ان سرزمینوں میں وہ انقلاب وہ بے حیائی وہ بلولے کھڑے کرنے کی کوشش کریں گے جو یہاں کے مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت ہوں گے۔ اے امیر یہ جدیدی پہلے ایسے نہیں تھے خدا اور رسول کو ماننے والے تھے دین سے بھی ان کا تعلق تھا۔ اسلام کی بھی قدر کرنے والے تھے لیکن دوسرے مفتوحہ مسلمان علاقوں سے جو جدیدی بھاگ کر آئے ہیں ہمارے جدیدی ان ہی سے متاثر ہوئے ہیں ایران سے مشروطیت خواہ بھی ہماری سرزمینوں میں داخل ہو کر ان جدیدیوں کی گمراہی اور بدراہی کا باعث بنے ہیں اس کے ساتھ اے امیر میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ ان جدیدیوں کے تعلق اب براہ راست روسی کیمونسٹ اور سوشلسٹ حکومت سے ہے وہ ان کی پشت پناہی کر رہی ہے۔ اور انہیں ہی کو آڑھ بنا کر وہ دوسری مسلم

ریاستوں کی طرح بخارا کو بھی ہڑپ کرنا چاہتی ہے۔

اس تحقیق کی روشنی میں امیر بخارا نے فرقہ جدیدیہ کے انتہا پسندوں کے خلاف کاروائی کا ارادہ کیا انہوں نے اس وقت جو معزز افراد ان کی مجلس شوریٰ میں شامل تھے انہی افراد پر مشتمل ایک کمیشن مقرر کیا اس کا نام عکس الحرکت کمیشن رکھا گیا اور اس کے ذمہ یہ کام لگایا گیا کہ وہ جدیدیوں کے معاملات کی خوب تحقیق اور چھان بین کرے اور پھر ان کے خلاف اپنی سفارشات مرتب کرے۔

عکس الحرکت کمیشن نے حکومت کو مشورہ دیا کہ جدیدیوں کا چونکہ باہر کی روسی حکومت سے رابطہ اور تعلق ہے لہذا وہ کھلے غدار ہیں اس لئے انہیں سزا دینے میں کوئی تاخیر نہیں کرنی چاہیئے عکس الحرکت کے اس فیصلے کے نتیجے میں امیر بخارا فوراً" حرکت میں آئے۔

چنانچہ کئی ممتاز اعضائے فرقہ جدیدیہ کو قید و بند کی سزائیں دی گئیں۔ ان کی منقولہ و غیر منقولہ املاک ضبط کر لی گئیں۔ صدر الدین خواجہ عینی اور مرزا نذر اللہ کو گرفتار کر کے پچھتر پچھتر کوڑوں کی سزا دی گئی۔ مرزا نذر اللہ اس سزا کے چار دن بعد جاں بحق ہو گیا۔ فرقہ جدیدیہ نے مرزا نذر اللہ کو اپنا اولین شہید آزادی وطن قرار دیا۔ فرقہ جدیدیہ کے بہت سے ارکان بھاگ کر اور مفرور بن کر روسی ترکستان میں پناہ گزین ہو گئے۔ یہی بھاگنے والے ملک پر سرخ اندھیرے لیکر آئے۔ یہ بخارا کے ڈوبنے سے پہلے کا منظر تھا۔ غیر ملکی سازش قومی وحدت کو پارہ پارہ کرنے میں کامیاب ہوتی جا رہی تھی۔

امیر بخارا کے عکس الحرکت کے نتیجے میں بخارا سے فرار ہونے والے فرقہ جدیدیہ کے ارکان کی تعداد ایک سو ستر کے لگ بھگ ہو گئی تھی۔ یہ لوگ تاشقند کی طرف بھاگ گئے تھے اس کے علاوہ ثمرقند' فرغانہ روسی ترکستان اور دوسرے مسلمان علاقوں کے ہم خیال افراد بھی ان کے ساتھ آکر ملتے رہے۔ ایران کے مشروطیت خواہ بھی ان کے ساتھ جا ملے۔ اس طرح ان کی تعداد بڑھتے بڑھتے سینکڑوں تک پہنچ گئی تھی۔ یہ مفرور جدیدی روسی ترکستان میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔ بخارا کے حریفوں اور دشمنوں نے مفروروں کو ہاتھوں ہاتھ لیا تاکہ مناسب وقت پر انہیں آلہ کار بنا کر بخارا کی سلطنت کا خاتمہ کیا جا سکے۔

اس جدیدی فرقہ نے تاشقند میں اپنی پوزیشن مضبوط کرنے کے بعد سارے جدیدیوں کا ایک اجلاس تاشقند میں طلب کیا۔ اس میں انہوں نے ایک انتہا پسند جماعت کے طور پر اپنے آپ کو منظم کرنے کا فیصلہ کیا۔ نئی جماعت کو انہوں نے فرقہ جدیدیہ پاش بخارا کا نام دیا۔ اسی اجلاس میں انہوں نے اپنی جماعت کے لئے مستقل پرچم کا انتخاب بھی کیا۔ اس سے پہلے فرقہ جدیدیہ بخارا کا اپنا پرچم نہ تھا اور وہ اپنی جدوجہد کے لئے بخارا کے قومی پرچم ہی کو استعمال کرتے تھے۔ جدیدیوں کا یہ نیا پرچم ترنگا تھا یہ سبز' سیاہ اور سرخی مائل تین پٹیوں اور تینوں پٹیوں پر لکھے ہوئے حروف رفاقت' عدالت اور حریت سے مزین تھا۔

تاشقند میں اس فرقہ جدیدیہ کی جب قوت اور طاقت بڑھنے لگی تو یہ بخارا کی اسلامی سلطنت کے خلاف حرکت میں آئے انہوں نے تاشقند میں اپنی جلاوطن حکومت بنا لی۔ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے اور اپنے ساتھیوں کے اندر ایک اتحاد' تعاون کی فضا پیدا کرنے کے لئے انہوں نے اپنا ایک نعرہ بھی تخلیق کر لیا تھا جو کچھ یوں تھا۔

انتقام انتقام اے رفیقان۔
اے جفادیدہ گان اے رفیقان۔
بعد از درجہان حکمران۔
حریت عدالت رفاقت۔

تاشقند میں ان جدیدیوں کی جلاوطن حکومت اب دن بدن طاقت اور زور پکڑنے لگی تھی ان جدیدیوں نے اپنے ایک ساتھی جس کا نام احمد زکی ولیدی تھا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس کے سپرد یہ کام لگایا تھا کہ وہ روسی حکومت کے ساتھ رابط اور میل ملاپ رکھے اور یہ کہ وہ روسی حکومت اور جدیدیوں کو قریب تر لانے کے ساتھ ساتھ ان سے بخارا کی اسلام پسند حکومت کے خاتمہ کے لئے بھی مدد اور حمایت طلب کرے۔ پس یہ احمد زکی ولدی فورا" حرکت میں آیا اور روسی کمیونسٹ پارٹی اور سوشلسٹ حکمرانوں کے ساتھ اس نے گہرے تعلقات و روابط قائم کر کے بخارا کی اسلامی سلطنت کو کمیونسٹوں کے سامنے جھکانے کی سازش اور سازباز شروع کر دی تھی۔

تاشقند میں ایک روز فرقہ جدیدیہ کے بڑے بڑے راہنماؤں کا ایک اجلاس طلب کیا گیا اس اجلاس میں عبدالرؤف فطرت اور فیض اللہ خواجہ جیسے لوگ بھی شامل تھے اس اجلاس کی صدارت بھی فیض اللہ خواجہ ہی کر رہا تھا۔ جب سارے لوگ جمع ہو گئے تب فیض اللہ خواجہ نے اپنے سارے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ میرے ساتھیوں تم جانتے ہو کہ احمد ذکی ولید روسی حکومت کے ساتھ تعلقات استوار کئے ہوئے ہے۔ روسی حکومت نے ہمیں یہ واضح طور پر کہہ دیا ہے کہ اگر وہ بخارا کی اسلامی حکومت کے خلاف حرکت میں آئیں تو وہ ان کی پوری پوری مدد کریگا - روسی حکومت نے ہمیں یہ بھی اشارہ دیا ہے کہ ان کا جرنیل کالی سوف خوقند کو فتح کرنے کے بعد اسی شہر میں اپنے لشکر کے ساتھ بیکار بیٹھا ہوا ہے لہٰذا جدیدیوں کے سرکردہ رہنما خوقند جا کر روسی جرنیل کالی سوف سے ملیں اور اسے بخارا پر حملہ آور ہونے کی دعوت دیں روسی حکومت نے ہم پر یہ بھی واضح کیا ہے کہ جدیدیوں کے اس وفد کے پہنچنے سے پہلے ہی روسی حکومت کالی سوف کو جدیدیوں کا ساتھ دینے اور بخارا پر حملہ آور ہونے کے احکامات صادر کر چکی ہوگی لہٰذا ہمارا فرض یہ ہے میرے بھائیو کہ اپنا ایک وفد خوقند شہر کالی سوف کی طرف بھجوائیں اور اسے بخارا پر حملہ آور ہونے کی دعوت دیں۔

میرے بھائیو بخارا میں اپنے دشمنوں کو زیر کرنے کا ایک یہی طریقہ کار ہمارے پاس ہے کیا تم لوگوں کو اس طریقہ کار کے خلاف کوئی اعتراض ہے اس پر

سارے ہی جدیدی رہنماؤں نے اس سے اتفاق کیا کہ کالی سوف کو بخارا پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی جائے اس فیصلے کے بعد جدیدیوں کے صدر فیض اللہ نے اطمینان کا اظہار کیا اپنی جگہ اس نے عبدالرؤف فطرت کو تاشقند میں جدیدیوں کا قائم مقام صدر مقرر کیا اور خود یہ فیض اللہ اپنے دوسرے چند جدیدی رہنماؤں کو لیکر خوقند کی طرف روانہ ہو گیا تھا تاکہ وہاں وہ روسی جرنیل کالی سوف کو بخارا پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دے سکے۔

ایک روز شام سے تھوڑی دیر قبل بخارا کے جدیدیوں کا صدر فیض اللہ خواجہ روسی جرنیل کالی سوف کے خیمے میں داخل ہوا۔ خوقند پر قبضہ کرنے کے بعد روسی جرنیل کالی سوف نے اپنے لشکر کے ساتھ خوقند شہر سے باہر خیموں کا شہر قائم کرکے پڑاؤ کر رکھا تھا۔ فیض اللہ خواجہ جب روسی جرنیل کالی سوف کے خیمے میں داخل ہوا تو اپنی جگہ سے اٹھ کر کالی سوف نے فیض اللہ اور اس کے ساتھیوں کا بہترین استقبال کیا اس استقبال میں کالی سوف کے ساتھ اس کے کچھ نائب بھی شامل تھے سب بڑی عزت اور احترام کے ساتھ فیض اللہ خواجہ اور اس کے ساتھیوں کو ان نشستوں کی طرف لائے جو خیمے کے اندر بنی ہوئی تھیں۔ جب سب ان نشستوں پر بیٹھ گئے تب کالی سوف نے فیض اللہ خواجہ کو مخاطب کرتے ہوئے بڑے نرم الفاظ میں کہا۔

محترم فیض اللہ مجھے میرے کچھ مخبروں نے اطلاع کی ہے کہ آپ کسی انتہائی اہم کام کے سلسلے میں مجھ سے ملنے تاشقند سے تشریف لائے ہیں کہئے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ اس پر فیض اللہ خواجہ بولا اور کہنے لگا۔ محترم کالی سوف تم جانتے ہو۔ ہم جدیدی بخارا سے بھاگ کر تاشقند میں پناہ لے چکے ہیں۔ تاشقند میں ہم نے جلاوطن حکومت بھی قائم کر لی ہے اب جبکہ تم خوقند شہر پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو چکے ہو۔ میں اور میرے ساتھی تم سے یہ کہنے آئے ہیں کہ خوقند

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی طرح اب تم لوگوں کو بخارا پر بھی حملہ آور ہونا چاہئے ورنہ یاد رکھئے اگر آج بخارا پر حملہ نہ ہوا تو کل کو یہی بخارا روسی حکومت کے سامنے ایک تیز دھار کا خنجر ثابت ہوگا وہ خنجر جو کسی بھی وقت روسی حکمران کے پیٹ میں پیوست ہو سکتا ہے اس لئے کہ جوں جوں وقت گزرے گا بخارا کی سلطنت دوسرے ملکوں کے بل بوتے پر طاقت اور قوت حاصل کرتی رہے گی اور پھر اس پر قبضہ کرنا روسی حکومت کے لئے انتہائی مشکل بلکہ ناممکن ہو جائیگا۔

سنو کالی سوف روس کی بالشویک حکومت اب تمام روسی علاقوں پر قبضہ کر چکی ہے اب اس کے سامنے صرف بخارا کی حکومت ہے اگر ان دنوں اس نوزائیدہ مملکت پر حملہ کر دیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ اہل بخارا اس حملے کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے سنو کالی سوف بخارا پر اس وقت ملاؤں کی حکومت ہے اور مسلمانوں کے یہ ملاں تقریر کرنے کا فن تو خوب جانتے ہیں لیکن دشمن سے ٹکرانے اور جہاد میں عملی حصہ لینے سے گریز ہی کرتے ہیں۔ کالی سوف میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جب تم اپنے لشکر کے ساتھ بخارا پر حملہ آور ہوگے تو کوئی بھی قوت تمہارے حملے کے سامنے مزاحمت کرنے والی نہ ہوگی اور تم بڑی آسانی سے بخارا پر قبضہ کر لوگے اور اگر تم بخارا پر قبضہ کرتے ہو تو یاد رکھو تمہاری حکومت کی نگاہوں میں تمہاری بڑی عزت اور تکریم ہوگی اور ہو سکتا ہے بخارا کی فتح کی خوشی میں تمہاری بالشویک حکومت تمہیں اس سے بھی کوئی بڑا عہدہ عنایت کر دے یہاں تک کہنے کے بعد جب فیض اللہ خواجہ خاموش ہوا تو روسی جرنیل کالی سوف بولا اور کہنے لگا۔

سنو فیض اللہ خواجہ تمہارے آنے سے کئی ماہ پہلے ہی میں بخارا پر حملہ کرنے کے بارے میں سوچ و بچار کر چکا ہوا، میں نے حملہ آور ہونے کے لئے کچھ معلومات بھی حاصل کی تھیں جن کی روشنی میں میں نے بخارا پر حملہ آور ہونے کا ارادہ ترک کر دیا تھا اس پر فیض اللہ خواجہ نے چونک کر پوچھا وہ کیوں کالی سوف۔

اس پر کالی سوف بولا اور کہنے لگا میرے مخبروں نے مجھے اطلاع دی تھی کہ اگر ان دنوں میں بخارا پر حملہ آور ہوا تو روسیوں کو سخت مزاحمت کا سامنا ہوگا۔ فیض اللہ نے پھر سوالیہ انداز میں پوچھا کس کی طرف سے مزاحمت کھڑی کرنے کی نوبت آئے گی ۔ اس پر کالی سوف بولا اور کہنے لگا میرے مخبروں نے مجھے یہ اطلاع دی ہے کہ بخارا کے لشکر میں اس وقت دو ہستیاں ایسی ہیں جو روسی لشکر کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن سکتی ہیں ایک بخارا کا سپہ سالار رحمان قل بیگ اور دوسرا نائب امیر ابراہیم بیگ ۔ مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ یہ دونوں جرنیل نہ صرف یہ کہ روسی ترک اور عرب طریقہ جنگ سے نہ واقف اور آگاہ ہیں بلکہ یہ بڑی جاں فروشی اور بڑی جاں نثاری سے جنگ کرنے کا بھی بڑا وسیع تجربہ رکھتے ہیں لہٰذا مجھے خدشہ ہے کہ اگر ہم نے بخارا پر جنگ مسلط کرنے کی کوشش کی تو کہیں بخارائی فوج سے ہمیں شکست ہی نہ اٹھانی پڑے اور اگر ایسا ہوا تو میں اپنی انقلابی حکومت کی نگاہوں میں اپنا وقار کھو بیٹھوں گا اور یہ کہ اس فتح کے بعد بخارا کی حکومت اور زیادہ شیر ہو جائے گی اس پر فیض اللہ خواجہ فوراً بولا اور کالی سوف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو کالی سوف یہ سب تمہارے وہم اور خدشات ہیں تمہارے مخبروں نے نہ جانے یہ اطلاع کہاں سے حاصل کر لی ہیں کہ اگر تم بخارا پر حملہ آور ہوتے ہو تو بخارا کی فوجی قوت تمہارے لئے ایک مزاحمت بن جائیگی یاد رکھو کوئی بھی قوت تمہاری مزاحمت نہیں بنے گی۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جونہی تم بخارا پر حملہ آور ہوگے بخارا کے کئی گروہ تمہارے ساتھ آملیں گے۔ اس وقت ہمارے کئی ساتھی خفیہ طور پر بخارا کے اندر کام کر رہے ہیں وہ بھی تمہارے حق میں آواز اٹھائیں گے اس کے علاوہ جب تم خوقند سے اپنے لشکر کے ساتھ بخارا کی طرف کوچ کروگے تو جدیدیوں کا ایک لشکر جو اس وقت تاشقند میں ہے وہ بھی بخارا کی حکومت کے خلاف جنگ کرنے کے لئے تمہارے لشکر میں شامل ہو جائے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گا ۔ فیض اللہ کی اس گفتگو سے روسی جرنیل کالی سوف کو بڑی ہمت ہوئی لہٰذا اس نے فیصلہ کن انداز میں فیض اللہ خواجہ کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

سنو فیض اللہ تمہارے حوصلہ دلانے سے میں اپنے گزشتہ ارادوں کو تبدیل کرتا ہوں میں سمجھتا ہوں کہ میرے مخبروں کی نسبت تم بخارا کے حالات بہتر جانتے ہو اس لئے کہ تم اور تمہارے ساتھی بخارا کے رہنے والے ہو اور ہماری نسبت تم بخارا کی حکومت اور فوجی طاقت کو بھی بہتر طور پر سمجھتے ہو لہٰذا سنو فیض اللہ خواجہ تم آج کی رات ہمارے ہاں ایک معزز مہمان کی حیثیت سے گزارو کل صبح ہی صبح تم یہاں سے تاشقند روانہ ہو جانا اور اپنے لشکر کے ساتھ تم ٹھیک پندرہ دن بعد اس جگہ میرا انتظار کرنا جہاں خوقند سے بخارا کی طرف جانے والی شاہراہ سلطنت بخارا کی حدود میں داخل ہوتی ہے پھر میں تم لوگوں کے ساتھ مل کر بخارا کی سلطنت پر حملہ آور ہوں گا اور یکے بعد دیگرے اس کے چھوٹے چھوٹے شہروں کو فتح کرنے کے بعد ہم بخارا کا محاصرہ کرلیں گے اور پھر تم دیکھو گے کہ تمہاری حمایت کے ساتھ ہم بخارا کو فتح کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اس پر فیض اللہ خواجہ پھر بولا اور کہنے لگا ۔ بخارا پر اس حملے میں تمہارا ساتھ دینے کے لئے ہماری ایک شرط بھی ہے اس پر کالی سوف نے چونک کر پوچھا کیا شرائط ہیں تمہاری۔ فیض اللہ خواجہ کہنے لگا۔۔

وہ یہ کہ جب امیر بخارا کو تم لوگوں کے مقابلے میں شکست ہو اور بخارا پر تمہیں فتح نصیب ہو تو وہاں پر تم حکومت کرنے کے لئے اپنے آدمی مقرر نہیں کرو گے بلکہ بخارا کی حکومت تم ہم جدیدیوں کے حوالے کر دو گے۔ اس پر کالی سوف نے بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ سنو فیض اللہ خواجہ اگر یہ تم نہ بھی کہتے تب بھی میں ایسا ہی کرتا اس لئے کہ تم میں اور ہم میں اب کوئی فرق نہیں ہے تم جدیدی لوگ میں جانتا ہوں ہمارے لئے مخلص ہو اور تم لوگ بالشویکیوں اور کمیونسٹوں کے پروردہ اور ان ہی لوگوں کے مخلص اور جاں نثار ہو لہٰذا سنو

فیض اللہ خواجہ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ بخارا کو فتح کرنے کے بعد اس کی حکومت میں تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کے حوالے کروں گا۔ اب تم اٹھ کر آرام کرو۔ کالی سوف کا یہ جواب سن کر فیض اللہ خوش ہو گیا تھا پھر وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اٹھ کر کالی سوف کے لشکر کے مہمان خانے کی طرف چلا گیا تھا۔

ایک روز دوپہر کے تھوڑی دیر بعد ابراہیم بیگ ملوتینا اور آتہ جان دوپہر کے کھانے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ حویلی کے دروازے پر زوردار دستک ہوئی اس پر آتہ جان نے اٹھ کر حویلی کے صدر دروازے کی طرف جانا چاہا لیکن ابراہیم بیگ اپنی جگہ سے اٹھا اور آتہ جان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا ۔ آتہ جان تم بیٹھو میں خود دیکھتا ہوں۔ کس نے دستک دی ہے۔ اس پر جب ابراہیم بیگ نے حویلی کا صدر دروازہ کھولا تو اس نے دیکھا۔ بخارا کی افواج کا سپہ سالار رحمان قل بیگ اپنے سفید رنگ کے گھوڑے کی باگ پکڑے حویلی کے دروزاے پر کھڑا تھا قبل اس کے کہ ابراہیم بیگ رحمان قل بیگ سے کچھ پوچھتا رحمان قل بیگ نے ابراہیم بیگ کو مخاطب کرنے میں پہل کی پھر وہ کہنے لگا۔

ابری میرے بھائی جلدی کرو۔ امیر بخارا نے فی الفور مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب کیا ہے اس لئے کہ ان کے جاسوسوں ان کے مخبروں نے اطلاع کی ہے کہ روسی جرنیل کالی سوف خوقند کی طرف سے بخارا پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔ امیر بخارا کا ایک کارکن مجھے بلانے گیا تھا۔ میری طرف سے وہ سیدھا تمہارے پاس آنا چاہتا تھا لیکن میں نے اسے منع کر کے واپس بھیج دیا میں نے اسے کہا کہ میں خود ابراہیم بیگ کی حویلی سے ہو کر جاتا ہوں اور اسے اپنے ساتھ لیتا آؤں گا لہٰذا میرے بھائی دیکھ جلدی کر وقت ضائع نہ کر تاکہ مجلس شوریٰ کے باقی ارکان کو ہم دونوں بھائیوں کا انتظار نہ کرنا پڑے۔ جواب میں ابراہیم بیگ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دائیں طرف سے مراد پیکندی اپنے سیاہ رنگ کے گھوڑے پر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سوار نمودار ہوا۔ یہ وہی مراد پیکندی تھا جس کا تعارف پیر بابا نے ابراہیم بیگ کے ساتھ کرایا تھا اور جس کے متعلق پیر بابا یعنی ایشان خواجہ نے ابراہیم بیگ سے کہا تھا۔ بظاہر وہ جدیدی ہے لیکن وہ جدیدیوں کے خلاف بخارا کی سلطنت کے لئے کام کریگا - مراد پیکندی کو اپنی طرف آتے دیکھ کر ابراہیم بیگ نے رحمان قل بیگ کی طرف دیکھا پھر وہ بڑی رازداری سے کہنے لگا۔

دیکھ رحمان یہ جو شخص آتا ہے یہ مراد پیکندی ہے بظاہر یہ کٹر قسم کا جدیدی ہے لیکن اندر ہی اندر یہ ہمارے ساتھ کام کر رہا ہے یہ ہماری طرف آرہا ہے شاید یہ ہمارے لئے کوئی اہم خبر رکھتا ہے دیکھ رحمان میرے بھائی اپنے گھوڑے کو اندر لے آ تاکہ مراد پیکندی کے ساتھ ہم راز داری سے گفتگو کر سکیں۔ ابراہیم بیگ کی اس گفتگو کا رحمان قل بیگ نے کوئی جواب نہ دیا تاہم وہ فوراً" اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے حویلی میں داخل ہو گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اس کے پیچھے پیچھے مراد پیکندی بھی ابراہیم بیگ کی حویلی میں داخل ہوا۔ صحن میں آکر مراد پیکندی اس جگہ اپنے گھوڑے سے اترا جہاں پہلے سے رحمان قل بیگ اور ابراہیم بیگ کھڑے تھے پھر وہ ابراہیم کے نزدیک آیا اور بڑی راز داری سے کہنے لگا۔

امیر ابراہیم بیگ بظاہر تو میں کٹر قسم کا جدیدی ہوں لیکن آپ جانتے ہیں کہ میں جدیدیوں کے خلاف آپ لوگوں کو خبریں بہم پہنچانے والا ہوں جبکہ جدیدیوں کو میں نے یہ تاثر دے رکھا ہے کہ آپ لوگوں سے میں اس لئے ملتا ہوں کہ جدیدیوں کے لئے آپ لوگوں سے خبریں حاصل کروں - حقیقت میں یہ ہے کہ میں ایشان خواجہ کو اپنا پیر مرشد تسلیم کرتا ہوں اور ان کے حوالے سے ابراہیم بیگ آپ میرے پیر بھائی ہیں۔ میرے خوش قسمتی ہے کہ اس وقت بخارا کی فوج کا سپہ سالار رحمان قل بیگ بھی یہیں ہے۔ سنو میرے دونوں بھائیو میں تمہارے لئے یہ اطلاع رکھتا ہوں کہ ٹھیک پندرہ دن بعد روسی جرنیل کالی سوف خوقند سے کوچ کرنے کے بعد بخارا پر حملہ آور ہوگا دیکھو میرے بھائیو۔ کالی سوف کو بخارا

پر حملہ آور ہونے کی دعوت روس نواز جدیدیوں نے دی ہے۔ جدیدیوں کا صدر اور تاشقند میں جدیدیوں کی جلاوطن حکومت کا سربراہ فیض اللہ خواجہ خود خوقند جا کر کالی سوف کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور اسے یقین دلایا تھا کہ اگر وہ اس موقع پر بخارا پر حملہ آور ہو جائے تو اس کی فتح یقینی ہے ساتھ ہی فیض اللہ خواجہ نے کالی سوف کو یہ بھی یقین دلایا ہے کہ جدیدیوں کا ایک لشکر بھی اس جگہ آکر کالی سوف کے ساتھ مل جائیگا جہاں خوقند سے آنے والے شاہراہ بخارا کی سلطنت کی حدود میں داخل ہوتی ہے۔ میرے بھائیو یہی اطلاع میں تمہیں کرنے آیا ہوں کہ کالی سوف کے حملہ آور ہونے سے پہلے ہی تم لوگ اپنے دفاع اور اس کی جارحیت سے بچنے کے انتظامات کر لو۔

یہاں تک کہنے کے بعد مراد پیکندی جب خاموش ہوا تو ابراہیم بیگ نے آگے بڑھ کر مراد پیگندی کو گلے لگا لیا۔ پھر وہ کہنے لگا مراد میرے بھائی میرے عزیز میرے دوست تمہاری بڑی مہربانی تمہارا بڑا شکریہ کہ تم نے ہمیں یہ اطلاع فراہم کی - خوش قسمتی سے اس وقت رحمان قل بیگ بھی یہیں ہے اور اس نے بھی یہ خبر براہ راست تم سے سن لی ہے۔ دیکھ مراد اب تو جا اور دشمن پر کڑی نگاہ رکھ اس کے بعد بھی ہمارے لئے کوئی اہم خبر ہو تو ہمیں پہنچا دینا میں اور رحمان قل بیگ اس وقت قصر بخارا کی طرف جا رہے ہیں۔ اس لئے کہ امیر بخارا نے فی الفور مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب کیا ہے۔ میرے خیال میں وہ اسی متوقع روسی حملے ہی سے متعلق صلح مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر مراد پیکندی دوبارہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور حویلی سے وہ نکل گیا تھا۔ ابراہیم بیگ نے اصطبل سے اپنا گھوڑا نکالا اس پر زین ڈالی پھر وہ اور رحمان قل بیگ دونوں اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور قصر بخارا کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

رحمان قل بیگ اور ابراہیم بیگ دونوں جب قصر بخارا کے دارالعدل میں داخل ہوئے تو مجلس شوریٰ کے تقریباً" سب ہی ارکان اپنی نشستوں پر موجود تھے۔

رحمان قل بیگ اور ابراہیم بیگ اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ انہیں زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا تھا کہ امیر بخارا سعید عالم بھی دارالعدل کے ایک پشتی کمرے سے نکل کر سامنے والی بلند شاہ نشین پر آبیٹھے تھے۔ تھوڑی دیر تک امیر بخارا سعید عالم اپنے سامنے قطار در قطار بیٹھے مجلس شوریٰ کے ارکان کا جائزہ لیتے رہے پھر وہ بولے اور ان سب ارکان کو مخاطب کر کے کہنے لگے ۔

میرے رفیقان کار تمہیں یہ سن کر شاید دکھ اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑے کہ روسی جرنیل جس نے مسلم ریاست ترکستان اور اس کے مرکزی شہر خوقند کو زیر وزبر کرنے کے بعد اور وہاں پر ہزاروں مسلمانوں کا قتل عام کیا بخارا کا رخ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ جہاں تک میرے جاسوسوں اور مخبروں کی اطلاعات کا تعلق ہے ان کے مطابق چند روز تک کالی سوف بخارا پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریگا - یہ اجلاس اسی سلسلے میں طلب کیا گیا ہے۔ تاکہ روسیوں کے اس متوقع حملے کے سامنے ہم اپنی تیاریاں مکمل کرنے کے ساتھ ساتھ اس حملے کو پسپا کرنے کے طریقوں پر بھی غور کر سکیں۔ یہاں تک کہنے کے بعد امیر بخارا جب خاموش ہوئے تو ابراہیم بیگ اپنی جگہ سے اٹھا اور امیر بخارا کو مخاطب کر کے کہنے لگا -

اے امیر کیا اس موقع پر بخارا کی افواج کے نائب سپہ سالار کی حیثت سے مجھے بھی کچھ کہنے کی اجازت ہے - اس پر امیر بخارا نے بڑی خندہ پیشانی اور بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ سنو ابراہیم بیگ اس موضوع پر کچھ کہنے کے لئے تمہیں اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے تم بخارا کے عساکر کے نائب امیر ہو اور ہر موقع پر تم مشورہ دینے کے ساتھ ساتھ بلا جھجک اپنے خیالات کا اظہار بھی کر سکتے ہو کہو ابراہیم بیگ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس پر ابراہیم بیگ بولا اور کہنے لگا۔

اے امیر جہاں تک مجھے اطلاعات فراہم ہوئی ہیں ان کے مطابق پندرہ دن بعد روسی جرنیل کالی سوف اپنے لشکر کے ساتھ خوقند سے کوچ کر کے بخارا پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا۔ اسے اس حملے کی دعوت تاشقند میں جدیدیوں کی جلاوطن حکومت کے سربراہ فیض اللہ خواجہ نے دی ہے۔ فیض اللہ خواجہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ تاشقند سے خوقند گیا تھا۔ جہاں اس نے روسی جرنیل کالی سوف کو بخارا پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی - اسی کی ترغیب پر اب کالی سوف بخارا پر حملہ آور ہو گا اور فیض اللہ خواجہ اور کالی سوف میں یہ بھی طے پایا ہے کہ جدیدیوں کا ایک لشکر بھی تاشقند سے نکل کر اس جگہ کالی سوف کے لشکر سے آملے گا جہاں خوقند سے آنے والی شاہراہ بخارا کی سلطنت کی حدود میں داخل ہوتی ہے لہٰذا اے امیر کالی سوف کے حملہ آور ہونے سے پہلے ہی پہلے ہمیں اپنے دفاع اور کالی سوف کے خلاف جوابی ضرب لگانے کے لئے اپنی تیاریاں مکمل کر لینی چاہئیں - یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم بیگ خاموش ہوا تو امیر بخارا پھر بولا اور کہنے لگے۔

سنو ابری بیٹے! میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میرے مخبروں سے بھی کالی سوف اور جدیدیوں سے متعلق زیادہ معلومات فراہم کی ہیں انہی معلومات کی روشنی میں میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ بخارا کی افواج کے نائب سالار کی حیثیت سے تم کالی سوف کے اس حملے سے نپٹنے کے لئے کیا مشورہ دیتے ہو۔ یہاں تک کہنے کے بعد امیر بخارا جب خاموش ہوئے تو ابراہیم بیگ پھر بولا اور کہنے لگا۔ -

یا امیر میرا ناقص مشورہ یہ ہے کہ کالی سوف اور جدیدیوں کے مشترکہ لشکر کو سلطنت بخارا کی آخری حدود پر روکنے کے بجائے ہمیں اپنا دفاع بخارا کی اصل دفاع لائن کے قریب کرنا چاہیے وہ اس طرح کہ ابھی کالی سوف کے حملہ آور ہونے میں پندرہ دن باقی ہیں۔ ہمیں اس شاہراہ کے کنارے مورچے کھود لینے چاہئیں جو شاہراہ خوقند سے بخارا کی طرف آتی ہے - بخارا کی دفاعی لائن جہاں شروع ہوتی ہے وہاں یہ شاہراہ کوہستانی سلسلوں سے گھری ہوئی کئی وادیوں میں سے ہو کر گزرتی ہے۔ انہیں وادیوں میں سے کسی ایک میں ہمیں کالی سوف اور

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جدیدیوں کے مشترکہ لشکر کی راہ روک لینی چاہیے۔

ابراہیم بیگ تھوڑی دیر رکا پھر وہ دوبارہ بولا اور کہنے لگا۔ یا امیر ہمیں اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر لینا چاہیے - ایک حصہ امیر لشکر رحمان قل بیگ کی سرکردگی میں ہو۔ دوسرا میں خود اپنے پاس رکھوں گا۔ ایک لشکر کالی سوف کے لشکر کو سامنے کی طرف سے روکے جبکہ دوسرا لشکر پشت کی طرف سے حملہ آور ہو - اور وہ اس طرح کہ کالی سوف کی آمد سے پہلے پہلے ہمیں بخارا کی دفاعی لائن کے قریب دور خندقیں کھود لینے چاہئیں۔ کچھ خندقیں اس جگہ ہوں جہاں سامنے کی طرف سے کالی سوف کے حملے کو روکنے کے علاوہ اس پر جوابی حملہ کیا جائے گا۔ دوسری خندقیں اس وادی کے عقبی کوہستانی سلسلے کے اوپر ہوں جس کے پاس سے گزر کر کالی سوف اپنے لشکر کے ساتھ وادیوں میں داخل ہو گا۔ ہمیں اپنی ہلکی پھلکی توپیں بھی خچروں پر لاد کر انہی خندقوں تک پہنچا دینی چاہئیں مجھے امید ہے کہ ہمارے نئے جرمن صناعوں کی بنائی ہوئی ہلکی پھلکی توپیں بھاری روسی توپوں کے مقابلے میں انتہائی کارگر ثابت ہونگی۔ اس طرح کالی سوف جب بخارا کی دفاعی لائن وادیوں میں داخل ہوگا تو ہمارے لشکر کا ایک حصہ سامنے کی طرف سے اس پر حملہ آور ہوگا اور جب کالی سوف جوابی حملہ کریگا تو اس وقت تک ہمارے لشکر کا دوسرا حصہ کالی سوف کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہوجائے گا - اس طرح اس دوطرفہ حملے سے ہم کالی سوف اور اس کے لشکریوں کو ایک طرح سے پیس کر رکھ دیں گے۔ یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم بیگ جب خاموش ہوا تو امیر بخارا اس دفعہ عساکر بخارا کے سپہ سالار رحمان قل بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

رحمان قل بیگ تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال ہے۔ اس پر رحمان قل بیگ نے اپنے اطمینان اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا یا امیر میں ابراہیم بیگ کی تجویز سے مکمل اتفاق کرتا ہوں۔ دوسرے الفاظ میں آپ یوں سمجھ سکتے ہیں کہ ابراہیم بیگ کے یہ الفاظ میرے ہی دل کی پکار ہیں۔ اور اے امیر میں دیکھتا ہوں کہ ابراہیم بیگ نے ابھی اپنی گفتگو مکمل نہیں کی - اسے اپنی گفتگو مکمل کر لینے دیجئے جہاں تک میرا تعلق ہے میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ جو لشکر سامنے کی طرف سے کالی سوف کے لشکر کو روکے گا اس کی کمانداری مجھے سونپ دی جائے اور جو لشکر پشت کی طرف سے کالی سوف کے لشکر پر حملہ آور ہوگا اس کے لئے میں ضمانت دیتا ہوں کہ اس کا کمانڈر اگر ابراہیم بیگ کو بنایا جائے تو ابراہیم بیگ اپنی دانشمندی اپنی فہم و فراست اور اپنی جرات و دلیری سے روسیوں کی صفوں کی صفیں الٹ کر رکھ دے گا۔ یہاں تک کہنے کے بعد رحمان قل بیگ دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھ گیا تھا۔ اس کے بعد امیر بخارا نے ابراہیم کو مخاطب کرتے ہوئے پھر کہا۔

ابراہیم بیگ میں دیکھتا ہوں امیر لشکر رحمان قل بیگ بھی تم سے پورا پورا اتفاق کرتے ہیں میں خیال کرتا ہوں کہ تم دونوں جنگی نقطہ نگاہ سے ایک دوسرے سے خوب واقف اور آگاہ ہو اور ایک دوسرے کے نقطہ نگاہ کو سمجھتے بھی ہو - پر دیکھ ابراہیم بیگ جو لشکر روسی جرنیل کالی سوف لیکر خوقند سے بخارا پر حملہ آورہ ہوگا۔ اس لشکر کی تعداد ہمارے لشکر سے کئی گنا زیادہ ہوگی - لہٰذا یہ بات کیا تم لوگوں اور اہل بخارا کے لئے تشویش ناک نہ ہوگی اس پر ابراہیم بیگ پھر بولا اور کہنے لگا۔

یا امیر قوموں کی زندگی میں ایسے مواقع آتے ہی رہتے ہیں جہاں آزادی عزت نفس کی خاطر قوم کے فرزندوں کو اپنی جانیں قربان کر دینا پڑتی ہیں یا امیر ہم خدا وند نے چاہا تو روسی لشکریوں پر اس طرح وارد ہوں گے جیسے بے نور اجالوں میں اترتا سورج اپنا سماں باندھتا ہے۔ جس طرح یخ بستہ قلب میں آگ بھڑک اٹھتی ہے اور جسم کے زندان میں قید دل بیکراں سمندر انتقام کی ستم گر آگ جوش مارتی ہے ایسے ہی ہم بھی روسیوں پر حملہ آور ہوں گے۔ یا امیر ہم دشمن کو اپنی آنکھ کا آنسو نہیں بننے دیں گے اس کی حالت ایک دعائے بے رسا اور ایک

فریاد بے اثر جیسی بنا کر رکھیں گے۔

یا امیر حیرت تو اس بات کی ہے کہ وہ جدیدی جنہوں نے آزادی بخارا کی خوشی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا آج وہی جدیدی نا صرف مسلمانوں کے دشمن ہیں بلکہ اپنے وطن اپنی جائے پیدائش کے بھی بدترین دشمن ثابت ہو کر روسی کیمونسٹوں اور سوشلسٹوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ یا امیر آج کا شخص مٹی کے گھروندے اور کھلونے کی طرح روز بنتا اور بگڑتا ہے ۔ لوگ ایسے بے مروت اور بدوضع ہو گئے ہیں کہ پھولوں کا لہجہ دکھا کر کانٹے کی سی خلش ذہن اور دل کو دے جاتے ہیں۔ ہر صبح نئے خواب دکھاتے ہیں پر سیسے کی طرح پگھلے الفاظ کانوں میں ڈال دیتے ہیں ۔ یا امیر دنیا کی وضع روز ایک صورت بدلتی ہے۔ لوگ بچے کی قلقاری جیسی معصومیت کے پردے میں اذیتوں کا ہدف بنانے لگتے ہیں۔

یا امیر مسلمانوں کے دل کا جو ہر ایمان ہے یہ روسی کیمونسٹ اور سوشلسٹ سوڈے کی میٹھی بوتل کی طرح اشتراکیت کی تحریک ہمارے حلقوم سے نیچے اتارنا چاہتے ہیں پر یہ ازم ہم اسلام پسندوں کے دل کے پیمانے میں ڈھل نہیں سکتا۔ یا امیر اس حقیقت فریب دنیا کے جھوٹے سچے خوابوں میں خداوند نے چاہا تو ہم روسیوں کے اس حملے کو یوں ناکام بنائیں گے جیسے فرد عمل کے حروف سیاہ کو مٹا کر رکھ دیا جاتا ہے۔ ہم اپنے خون کی خوشبو اپنے عمل کی کرنوں سے اپنے وطن کی آزادی کی پیش لفظ لکھیں گے۔ اپنی سونی بنجر دھرتی کو سرسبز و شاداب بنائیں گے ۔

یا امیر یہ حملہ آور روسی ہمیں اپنے سامنے گاجر مولی کی طرح بے ضرر نہیں پائیں گے ۔ ہم منزل ہیں راستہ نہیں سمندر ہیں دریا نہیں ہم غموں کی دھوپ کو پگھلا کر سرشاریوں کی نئی فصل اگائیں گے۔ گو روسیوں کے بے پناہ لشکر کے مقابلے میں ہماری کوئی حیثیت نہ ہوگی پھر بھی اے امیر ہم بھلے ایک لوہی سہی پر لوہی سے الاؤ کی تمازت ہوتی ہے۔

اے امیر مجھے امید ہے کہ ہم روسی لشکر کی حالت کالے نوحوں کے تاربختی سیاہ شب کی برہنہ میت جیسی کریں گے اور جس طرح پیلی کہر کو سرما کی دھوپ پی جاتی ہے۔ ایسے ہی ہم بھی انہیں مار بھگانے میں کامیاب ہوں گے یہ روسی ہم پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر کے دھوپ میں موم کے گھر کے متلاشی ہو رہے ہیں۔ گو یہ لوگ اپنے آپ کو انقلابی اور ترقی پسند خیال کرتے ہیں لیکن یہ پرانے غلامانہ دور کے زاروں ہی کا قدیم جذبہ جدید اظہار کے ساتھ لیکر اٹھے ہیں۔ ہم خداوند نے چاہا تو ان کی منزل کا نشہ خزاں کے نوحہ میں بدل دیں گے ۔ یہ روسی کیمونسٹ اور سوشلزم کے پروردہ حکمران کسی کو سرابوں کے صحرا کے علاوہ کچھ نہیں دے سکتے ۔ میں جانتا ہوں یا امیر دوسروں کے حق میں کانٹے بونے والے یہ روسی اپنے مخالفین کے دریاؤں بستیوں کا سحر توڑنے گھروں کو خاک و خون کر کے وحشتوں کے مناظر کھڑے کرنے کے بڑے شوقین اور دلدار ہیں۔ پر قسم خداوند ذوالجلال کی جب ہم بھی ان پر حملہ آور ہوں گے تو روسی ہمارے سامنے بولتے زخموں سیلاب غم اور زیست اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہو کر رہ جائیں گے۔ یا امیر آپ اہل بخارا کا حوصلہ بلند رکھئے آپ دیکھیں گے ہم روسیوں کو میرے اللہ نے چاہا تو بخارا میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ کالی سوف کو مجھے امید ہے کہ اپنے اللہ کی نصرت کے سہارے ہم بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم بیگ اپنی جگہ پر بیٹھ گیا تھا ۔

ابراہیم بیگ کے بیٹھ جانے کے بعد بخارا کا امیر شب شمس توپچی باشی اٹھا اور امیر بخارا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اے امیر ہم اس جنگ کا سارا بوجھ رحمان قل بیگ اور ابراہیم بیگ کے کاندھوں پر نہیں ڈالیں گے ۔ یا امیر ہم سب شوریٰ کے ارکان سروں پر کفن باندھ کر ابراہیم بیگ اور رحمان قل بیگ کے لشکروں میں شامل ہوں گے اور دشمن پر ثابت کر دیں گے کہ بھلے مسلمانوں کے اور اسلام کے بدترین دشمن جدیدئے ان کے ساتھ ہیں لیکن ہم مسلمان اپنے تعاون اپنے اتحاد

کی بنا پر زندہ اور بیدار ہیں اور روسیوں کے ہر حملے کو روکنے اور اسے پسپا کرنے کی جرات اور ہمت رکھتے ہیں ۔ یہاں تک کہنے کے بعد بخارا کا امیر شب شمس توپچی باشی خاموش ہوا تو امیر بخارا سعید عالم بولے اور کہنے لگے۔

سنو میرے رفیقان کار قسم خداوند کی تمہارے جذبہ جہاد نے میرے ولولوں کو جوان اور میری ہمت کو لازوال بنا کے رکھ دیا ہے مجھے امید ہے کہ جس قوم میں تم جیسے فرزند ہوں اس قوم کو شکست نہیں دی جا سکتی۔ بشرطیکہ اس قوم میں خود اس قوم کے افراد ہی کوئی درز اور کوئی دراڑ پیدا کرنے کی کوشش نہ کریں۔ سنو مجلس شوریٰ کے اراکینو میں خود بھی جنگ کے دوران بخارا کے قصر میں بیٹھ کر فتح اور شکست کا انتظار نہیں کروں گا بلکہ میں بخارا کی دفاعی لائن کے قریب رہ کر اپنے لشکر کی کارگزاری کا خود جائزہ لوں گا۔ امیر بخارا سعید عالم کے اس جذبہ سے مجلس شوریٰ کے ارکان میں ایک نئی روح ایک نیا ولولہ بکھر گیا تھا۔ پھر وہ سب باری باری اٹھ کر اپنے لشکر میں شامل ہونے اور حصہ لینے کا اظہار کرنے لگے تھے۔ اس کے بعد مجلس شوریٰ کا وہ اجلاس ختم کر دیا گیا تھا۔

ان پندرہ دنوں کے اندر اندر رحمان قل بیگ اور ابراہیم بیگ نے ایک انقلاب برپا کر کے رکھ دیا بخارا کے پاس جو روس کی بنی ہوئی پہلے بڑی بڑی توپیں تھیں۔ انہیں ڈھال کر جرمن ضاعوں نے ہلکی پھلکی توپوں میں تبدیل کر دیا تھا جو بڑی تیزی سے حرکت میں آتی تھیں اور اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ بھاری روسی توپوں کی نسبت گولہ بھی زیادہ بہتر نشانے پر اور دور پھینکتی تھیں۔ ان ہلکی ہلکی جرمن ضاعوں کی بنائی ہوئی توپوں کو خچروں پر لاد کر بخارا کی دفاعی لائن کے قریب پہنچا دیا گیا پھر وہاں پتھروں اور مٹی کے دمدموں کے پیچھے توپیں نصب کرنے کے ساتھ ساتھ لشکریوں کی حفاظت کے لئے مختلف شکلوں کے گہرے مورچے بھی کھود

لئے گئے تھے یہ محاذ رحمان قل بیگ کی سرکردگی میں دے دیا گیا تھا۔ تاکہ وہ کالی سوف کے لشکر کو روکے۔۔

دوسری طرف جہاں خوقند سے آنے والی شاہراہ بخارا کی دفاعی لائن کی قریبی وادیوں میں داخل ہوتی تھی اس شاہراہ کے دائیں طرف جو بلند پہاڑی سلسلہ تھا۔ اس بلند پہاڑی سلسلے کو ابراہیم بیگ نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اپنی آماجگاہ بنا لیا تھا۔ اس بلند کوہستانی سلسلے کے اوپر خچروں کے ذریعے توپیں پہنچا دی گئی تھیں اور توپیں اس طرح نصب کی گئی تھیں کہ خوقند کی طرف سے آنے والے کسی شخص کو وہ نصب شدہ توپیں دکھائی نہ دیتیں تھیں ہاں جب کوئی وادی میں داخل ہو تو سامنے کی طرف سے کوئی اگر غور سے دیکھے تو توپوں کے دھانوں کو دیکھا جا سکتا تھا لیکن ان دہانوں کو بھی ایک طرح سے ابراہیم بیگ اور اس کے ساتھیوں نے چھپانے کی پوری کوشش کی تھی اس لئے کہ توپوں کے آگے جھاڑ جھنکار اور درختوں کی ٹہنیاں پھینک دی گئیں تھیں۔ کوہستانی سلسلے کے اوپر سپاہیوں کے لئے بڑے اور گہرے مورچے نہیں کھودے گئے تھے بلکہ چھوٹے چھوٹے گڑھے کھودے گئے تھے جن کے اندر تین تین چار چار سپاہی ملکر بیٹھ سکتے تھے اور ان گڑھوں کے آگے بڑے بڑے پتھر رکھ دئے گئے تھے ۔ جن پتھروں کے اوپر سپاہی اپنی بندوقیں رکھ کر نیچے وادی میں دشمن کا بہتر طور پر نشانہ لے سکتے تھے۔ یہ سارے انتظامات کرنے کے بعد وادی کے سامنے والے حصے میں اپنے لشکر کے ساتھ رحمان قل بیگ اور وادی کی دوسری سمت کوہستانی سلسلے کے اوپر ابراہیم بیگ اپنے لشکر کے ساتھ روسی لشکر کی آمد کا انتظار کرنے لگا تھا۔ اس کے علاوہ رحمان قل بیگ اور ابراہیم بیگ نے چاروں طرف دور دور تک اپنے مسلح جاسوس پھیلا دیئے تھے تاکہ روسی مخبر اگر ان کی کمین گاہوں کا پتہ لگانے کی کوشش کریں تو ان کا قلع قمع کیا جا سکے۔

ایک روز شام سے تھوڑی دیر پہلے ابراہیم بیگ ایشان خواجہ کی حویلی میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

داخل ہوا ۔اپنا گھوڑا اس نے حویلی سے باہر ہی باندھ دیا تھا۔ حسین و خوبصورت ریکا نے بھی اسے حویلی میں داخل ہوتے دیکھ لیا تھا۔ ابراہیم بیگ کو دیکھتے ہی ریکا بھاگ کر اس کی طرف آئی اور کسی قدر پریشان لہجہ میں وہ پوچھنے لگی اے امیر آپ تو اپنے لشکر کے ساتھ بخارا سے کوچ کر چکے تھے پھر کیا بات ہے کہ میں آپ کو آج اس حویلی میں دیکھ رہی ہوں اس پر ابراہیم بیگ نے لمحہ بھر کے لئے بڑے غور اور اور انہماک سے ریکا کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگا تمہارا اندازہ درست ہے ریکا میں بخارا سے تو اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کر چکا ہوں لیکن میں ایک ضروری کام کے سلسلے میں بخارا آیا ہوں کہو پیر بابا اس وقت کہاں ہیں۔ اس پر ریکا بڑی نرمی اور اپنے جسم کی پوری مٹھاس میں کہنے لگی ۔ پیر بابا اس وقت دیوان خانے میں بیٹھے ہیں۔ آپ ان سے مل سکتے ہیں ابراہیم بیگ نے خاموش رہ کر تھوڑی دیر کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ ریکا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو ریکا پیر بابا سے ایک موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے میں تمہارا عندیہ اور تمہارا ارادہ جاننا چاہتا ہوں اس پر ریکا نے چونک کر ابراہیم بیگ کی طرف دیکھا پھر وہ پریشانی کے عالم میں پوچھنے لگی آپ مجھ سے کیا جاننا چاہتے ہیں اس پر ابراہیم بیگ بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ ریکا تو جانتی ہے میری بیوی **ملوتینا** کے ہاں بچے کی پیدائش متوقع ہے میں نہیں جانتا کہ روسیوں کے ساتھ ہم جس جنگ کی ابتدا کر رہے ہیں یہ جنگ کتنا عرصہ طول پکڑتی ہے ۔ میں نہیں جانتا اس جنگ سے مجھے زندہ لوٹنا بھی پڑیگا یا نہیں ۔ اس پر ریکا بیچاری افسردہ پریشان اور اداس ہو گئی تھی اور وہ چونک کر کہنے لگی۔ یا امیر ایسی مایوسی کی باتیں تو نہ کریں خداوند مہربان جلد آپ کو آپ کے گھر لوٹا کر لائے گا اور آپ ایک فاتح کی حیثیت سے بخارا شہر میں داخل ہونگے تب میں آپ کو آپ کی فتح کی مبارک باد دوں گی بلکہ آپ کی حویلی میں آکر آپ کی فتح کے گیت گاؤں گی اور انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ جیسا میں چاہ رہی ہوں ۔ ریکا کے خاموش ہونے پر ابراہیم بیگ پھر بولا اور ریکا کو مخاطب کر

کے وہ کہنے لگا۔

سنو ریکا میں چاہتا ہوں کہ جب تک میں اپنے گھر سے غیر حاضر ہوں تم میری حویلی میں رہو۔ **ملوتینا** کی دیکھ بھال تم سے بڑھ کر کوئی نہیں کر سکتا ۔ میں تمہارے خلوص تمہاری جانثاری سے متاثر ہوں اور **ملوتینا** بھی تمہیں پسند کرتی ہے اور میں اسی کی مرضی اور اسی کی خواہش پر تم سے یہ بات کرنے آیا ہوں کہ جب تک محاذ جنگ پر ہوں تم **ملوتینا** کے پاس رہو ویسے بھی وہ اکیلی ہے اس لئے کہ آتہ جان میرے ساتھ جنگ میں شرکت کر چکا ہے آتہ جان کی غیر موجودگی میں میں محسوس کرتا ہوں کہ **ملوتینا** کو تمہاری سخت ضرورت ہے۔ دیکھ ریکا انکار مت کرنا مجھے امید ہے کہ تم میری بات مان کر **ملوتینا** کے پاس رہنے پر آمادا ہو جاؤ گی۔ تمہاری آمادگی جاننے کے بعد ہی پھر میں اس سلسلے میں پیر بابا سے گفتگو کروں گا ۔ ابراہیم بیگ کی اس عاجزانہ اور انکساری سے بھرپور گفتگو پر ریکا بیچاری تھوڑی دیر تک اپنے ہونٹ کاٹتی رہی۔ لگتا تھا ابراہیم بیگ کی باتوں سے اس کے ضبط کے بندھن ٹوٹ پڑے ہوں اس کی آنکھوں کے پس منظر میں آنسوؤں کی گہری نمی جھلکنے لگی تھی پھر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور ابراہیم بیگ کو وہ مخاطب کر کے کہنے لگی۔

یا امیر آپ کو میرے ساتھ اس قدر عاجزی اور انکساری کے ساتھ تو گفتگو نہیں کرنی چاہیے تھی۔ نہ ہی آپ کو میری مرضی اور میرا عندیہ جاننے کی ضرورت تھی کہ میں آپ کی حویلی میں رہتی ہوں یا نہیں یا امیر آپ کے تو مجھ پر بے شمار احسانات ہیں آپ نے نا صرف یہ کہ مجھے روسیوں کی قید سے چھڑایا۔ آپ نے نا صرف یہ کہ مجھے صحرائے قزلقم کے روسی عقوبت خانوں سے نجات دی ۔ آپ نے نا صرف یہ کہ مجھے پیر بابا کے ہاں رکھ کر مجھے ایک ٹھکانہ مجھے ایک آسرا فراہم کیا بلکہ آپ کا سب سے بڑا احسان مجھ پر یہ ہے کہ آپ نے مجھے بخارا لا کر مجھے اسلام کی دولت بے بہا سے ہمکنار کیا یا امیر آپ کے مجھ پر ایسے احسانات ہیں اگر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں ساری زندگی آپ کی اور آپ کی بیوی ملوتینا کی خدمت کرتی رہوں تو آپ کے ان احسانات کا بوجھ ہلکا تک نہیں کر سکتی۔ آپ مجھ سے یہ التماس نہ کیجئے کہ میں جا کر ملوتینا کے پاس رہوں واللہ آپ مجھے یہ حکم دے سکتے ہیں کہ میں ابھی اور اسی وقت ملوتینا کے پاس رہوں - پھر آپ دیکھئے گا آپ کے حکم دیتے ہی میں اپنا بوریا بستر سمیٹ کر ملوتینا کے پاس جارہوں گی - یا امیر آپ مجھے کوئی کام سونپ کے تو دیکھئے۔ آپ مجھے کوئی حکم تو دیکر دیکھئے آپ نے تو اب تک میرے ساتھ اجنبیت اور نا آشنائی ہی برتی ہے۔ کاش میں آپ کو بتا سکتی کہ میرے دل میرے دماغ اور میرے ذہن میں آپ کا کس قدر اعلیٰ و ارفع مقام ہے۔ یہاں تک اپنی روتی ہوئی آواز میں کہنے کے بعد ریکا جب خاموش ہوئی تو ابراہیم بیگ بولا اور کہنے لگا۔

سنو ریکا میں تمہارا انتہا درجے کا شکر گزرا اور ممنون ہوں کہ تم میری عزت میرا احترام کرتی ہو۔ اب آؤ میرے ساتھ پیر بابا کے پاس اس لئے کہ تمہیں اپنے ساتھ حویلی لے جانے کے لئے پیر بابا کی اجازت ضروری ہے وہ اس لئے کہ وہ تمہیں اپنی بیٹی بنا چکے ہیں۔ اور اس سلسلے میں ان سے اجازت نہ لینا ایک طرح کی خیانت اور بد دیانتی ہے۔ ریکا بیچاری چپ چاپ ابراہیم بیگ کے پیچھے پیچھے دیوان خانے کی طرف ہولی تھی۔ دونوں آگے پیچھے دیوان خانے میں داخل ہوئے۔ اندر پیر بابا بڑے انہماک کے ساتھ کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے۔ ابراہیم بیگ کو اپنے دیوان خانے میں دیکھتے ہی وہ حیرت اور استعجاب سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے پھر وہ چونک کر بولے اور کہنے لگے۔

ابراہیم بیگ تم یہاں تمہیں تو اس وقت اپنے محاذ جنگ پر ہونا چاہئے تھا یہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ تم اس وقت بخارا میں ہو اس پر ابراہیم بیگ بولا ور کہنے لگا پیر بابا آپ کا کہنا درست ہے میں محاذ جنگ کے سارے انتظامات درست کرنے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے یہاں آیا ہوں - آپ کی حویلی میں داخل ہونے کے

بعد پیر بابا میں ریکا کے ساتھ تفصیل سے گفتگو کر چکا ہوں۔
آپ جانتے ہیں میری بیوی ملوتینا کے ہاں بچہ کی پیدائش متوقع ہے آتہ جان میرے ساتھ جنگ میں شرکت کر چکا ہے لہٰذا میں ریکا کو حویلی میں چھوڑ کر جانا چاہتا ہوں تاکہ میری غیر موجودگی میں یہ ملوتینا کی دیکھ بھال کر سکے اس لئے کہ ریکا سے بہتر کوئی اور نہیں جس کے حوالے میں ملوتینا کو کر سکوں لہٰذا پیر بابا آپ ریکا کو میرے ساتھ جانے کی اجازت دیجئے - میں ریکا کو اپنی حویلی میں چھوڑ کر محاذ جنگ پر فوراً" روانہ ہو جانا چاہتا ہوں۔ یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم بیگ خاموش ہو گیا پیر بابا تھوڑی دیر تک اسے باپ کی سی شفقت سے بھرپور نگاہوں سے دیکھتے رہے پھر وہ کسی قدر ڈانٹ دینے کے سے انداز میں بولے اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

ابراہیم بیگ تمہیں تو انکساری اور عاجزی سے ریکا کے سلسلے میں مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں ریکا کس قدر تمہارا احترام کس قدر تمہاری عزت کرتی ہے۔ بخدا اگر ریکا کو تم یوں کہو کہ ساری رات تمہارے انتظار میں کھڑی رہے تو یہ ایسی غمگسار ایسی پر خلوص لڑکی ہے کہ اس انتظار میں یہ بیچاری ساری رات آنکھیں جھپکے بغیر کھڑی رہے گی۔ سن ابری جہاں ریکا میری بیٹی کی جگہ ہے وہاں تو میرے بیٹے کی مانند ہے - تو دن کی روشنی اور رات کی تاریکی میں جب بھی ریکا کو اپنے ساتھ لے جانا چاہو تجھے اس کی اجازت ہے سن ابراہیم بیگ تو وہ بیٹا ہے جس پر میں امن میں بھی اور بدترین حالات میں بھی بھروسہ کر سکتا ہوں۔ ابراہیم بیگ تیری سیرت تیرا اخلاص اور تیرا رہن سہن ایک کھلی ہوئی کتاب اور ایک آئینہ کی طرح میرے سامنے ہے۔ لہٰذا میرے بیٹے تجھے اس کی اجازت ہے۔ پیر بابا کا یہ جواب سن کر ابراہیم بیگ خوش ہو گیا تھا۔ پھر وہ بڑی ارادت مندی سے آگے بڑھا - پیر بابا کے دونوں گھٹنے پکڑتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پیر بابا میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں آپ کا شکریہ ادا کر سکوں کاش مجھے محاذ جنگ پر جانے کی جلدی نہ ہوتی تو میں آپ کے پاس تھوڑی دیر بیٹھتا ۔ اب مجھے اجازت دیجئے میں جاتا ہوں ریکا کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں اس پر ریکا بولی اور کہنے لگی آپ تھوڑی دیر انتظار کیجئے ۔ میں فالتو کپڑے اور دوسرا سامان لے آؤں پھر آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔ اس پر ابراہیم بیگ بولا اور کہنے لگا نہیں ریکا یوں نہیں جو سامان تمہارا یہاں ہے اسے یہیں رہنے دو جو کپڑے تم نے پہن رکھے ہیں انہی کپڑوں میں تم میرے ساتھ ہو لو۔ پھر دیکھو وہاں میں اور **ملاوتینا** تمہارے لئے کیا انتظامات کرتے ہیں۔ ریکا بیچاری چپ چاپ ابراہیم بیگ کے ساتھ ہو لی اور پھر وہ دنوں حویلی سے نکل کر باہر آئے ابراہیم بیگ نے باہر بندھا ہوا اپنا گھوڑا کھولا پھر وہ ریکا کو لے کر اپنی حویلی کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

ابراہیم بیگ جب ریکا کو لے کر اپنی حویلی میں داخل ہوا تو عثمان لی اور اس کی بیوی اوغوزہ صحن میں ہی کھڑے تھے۔ ریکا کو ابراہیم بیگ کے ساتھ دیکھ کر وہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرنے لگے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی ابراہیم بیگ نے خوشی میں چلانے کے انداز میں کہا سنو عثمان لی اوغوزہ دیکھو میں ریکا کو اپنے ساتھ لے آیا ہوں سنو اسے اپنے ساتھ لانے میں مجھے کوئی جدوجہد نہیں کرنی پڑی۔ قسم خداوند کی یہ اپنی مرضی اور اپنی خوشی سے آئی ہے ۔ اس کے خلوص نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔ عثمان لی تم میرا گھوڑا اصطبل میں باندھو میں ریکا کو لے کر **ملاوتینا** کے پاس جاتا ہوں۔ عثمان لی بھاگ کر آگے بڑھا اور ابراہیم بیگ کے گھوڑے کو وہ اصطبل کی طرف لے گیا تھا۔ ریکا کو لے کر ابراہیم بیگ آگے بڑھا اور **ملاوتینا** کی خوابگاہ میں داخل ہوا۔ اندر **ملاوتینا** مسہری پر آرام کر رہی تھی ریکا کو دیکھتے ہی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ ریکا بھاگ کر آگے بڑھی اور پہلے وہ **ملاوتینا** سے لپٹ کر تھوڑی دیر اس کی پیشانی چومتی رہی پھر **ملاوتینا** کو اس نے بستر پر لٹا دیا اور کہنے لگی۔ تم آرام کرو اٹھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب میں آگئی ہوں تمہیں کسی بھی کام کے

سلسلے میں کوئی زحمت نہیں کرنی پڑے گی۔ **ملاوتینا** مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ ریکا میری بہن مجھے اٹھ کر بیٹھنے دو ایسی کوئی بات نہیں اٹھ بیٹھ چل پھر سکتی ہوں۔ اس کے ساتھ ہی **ملاوتینا** اٹھ کر بیٹھ گئی پھر وہ ابراہیم بیگ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

آپ نے ریکا کو اپنے ساتھ وہاں سے کوئی سامان تو نہیں لانے دیا۔ اس پر ابراہیم بیگ بولا اور کہنے لگا۔ نہیں ہرگز نہیں میں اسے صرف انہی کپڑوں میں لے کر آیا ہوں جو کپڑے یہ پہنی ہوئی ہے۔ اب تم ریکا کو ساتھ لو اور اسے وہ چیزیں دکھاؤ جو تم نے اس کے لئے تیار کر رکھی ہیں۔ **ملاوتینا** اپنی جگہ سے اٹھی ریکا کا ہاتھ اس نے اپنے ہاتھ میں لیا پھر وہ کہنے لگی۔ اٹھو ریکا میرے ساتھ آؤ۔ ریکا چپ چاپ اٹھ کر کھڑی ہوئی پھر **ملاوتینا** نے اپنی خوابگاہ کی الماری کھول کھول کر وہ کپڑے اور لباس ریکا کو دکھانے شروع کئے جو **ملاوتینا** نے اس کے لئے تیار کروائے تھے۔ ریکا وہ ساری چیزیں دیکھ کر بے پناہ خوشی اور مسرت کا اظہار کر رہی تھی۔ ریکا کے لئے تیار کی جانے والی چیزیں اسے دکھانے کے بعد **ملاوتینا** اور ریکا دونوں مسہری پر آکر بیٹھ گئیں تھیں۔ انہیں یوں خوش و خرم اور ایک دوسرے سے گھل مل کر گفتگو کرتے دیکھ کر ابراہیم بیگ بھی خوش ہو گیا تھا پھر وہ **ملاوتینا** اور ریکا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ میرے خیال میں تم دونوں بہنیں بیٹھ کر اب باہم گفتگو کرو میں اب کوچ کرتا ہوں ہاں کوچ سے پہلے میں تم دونوں سے یہ ضرور کہوں گا کہ میری روانگی کے بعد روسیوں کے مقابلے میں بخارا کے لشکر کی فتح و کامیابی کی دعائیں ضرور کرنا اس پر **ملاوتینا** کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ ریکا پہلے ہی بول پڑی اور کہنے لگی۔

اے امیر آپ نہ بھی کہیں تب بھی ہماری دعائیں ہمیشہ آپ کی کامیابی اور آپ کی فتح مندی کے لئے ہیں ۔ صرف ہماری ہی نہیں اے امیر سلطنت بخارا کی ہر ماں ، ہر باپ ، ہر بہن ، ہر بیٹی دست بدعا ہے کہ ان روسیوں بھیڑیوں کے مقابلے

میں خداوند زندہ و مہربان مسلمانوں کو فتح، نصرت اور کامیابی عطا فرمائے۔۔ ریکا کی اس دعا کے جواب میں ابراہیم بیگ اور ملاتینا نے ایک ساتھ آمین کہا پھر ریکا اور ملاتینا دونوں کو ابراہیم بیگ نے الوداع کہا اور خوابگاہ سے نکل کر وہ اصطبل کی طرف بڑھا تھا۔ ریکا اور ملاتینا بھی اٹھ کر خوابگاہ سے نکلی تھیں پھر وہ حویلی کے صدر دروازے کے قریب آکھڑی ہوئیں۔ اتنی دیر تک ابراہیم بیگ بھی اصطبل سے اپنا گھوڑا لیکر نکلا پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور ریکا اور ملاتینا کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ حویلی سے کوچ کر گیا تھا۔

ہلکی ہلکی بوندا باندی جاری تھی روسی جرنیل کالی سوف اپنے لشکر کے ساتھ خوقند سے بخارا کی طرف جانے والی شاہراہ پر رواں دواں تھا۔ بخارا کی حدود پر جدیدیوں کا ایک لشکر بھی اس سے آکر مل گیا تھا متحدہ لشکر ہنستے چہروں کی طراوت لئے بخارا کی حدود میں داخل ہو کر آگے بڑھنے لگا تھا۔ اس متحدہ لشکر نے سلطنت بخارا کی حدود میں داخل ہو کر بڑی آسانی سے سلطنت بخارا کے شہر ضیاء الدین اور کرمینہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ ان شہروں پر قبضہ کرنے کے بعد روسیوں اور جدیدیوں کے حوصلے بڑھ گئے تھے وہ یہ خیال کرنے لگے تھے کہ یا تو بخارا کے حکمران اپنے آپ کو اس قدر کمزور محسوس کر رہے ہیں کہ وہ روسیوں کا مقابلہ ہی نہیں کرنا چاہتے یا انہوں نے اپنے دفاع کو صرف بخارا تک ہی محدود کر رکھا ہے۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے روسی جرنیل کالی سوف کے حوصلے بھی بلند ہو گئے تھے لہٰذا ان دو شہروں پر قبضہ کرنے کے بعد اس نے اپنی پیش قدمی کرنے کی رفتار کو اور تیز کر دیا تھا۔

روسی اور جدیدی بے حد خوش اور مطمئن تھے اس لئے کہ بے کراں خلاؤں کی وسعت تک ان کے سامنے نہ کوئی جذبہ تھا نہ کوئی چہرہ خواہشوں کی سربریدہ لاشوں کی طرح چاروں طرف چپ کا سناٹا اور کربناک خاموشی طاری تھی لہٰذا یہ متحدہ لشکر خزاں کے زرد آنچل پھیلاتا اور کڑے عزابوں کے محور گھماتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ بوندا باندی اب بھی جاری تھی لگتا تھا بادل زمین کا سینہ چوم کر رو رہے ہیں۔ سیٹیاں بجاتی ہوائیں ماحول کو پر اسرار بنائے ہوئے تھیں۔ روسی لشکر کی

آوازوں کا سیل ہر مجلس خواباں اور محفل یاراں کو کوچہ قاتل حلقہ بسمل اور حادثہ تقدیری میں بدلتا جا رہا تھا۔ دشت و صحراء، شہر و قریہ' زمین و فلک کو حادثہ و سانحہ سمجھنے والے یہ روسی رگیں کھنگالتی اور بدن ٹٹولتی سردی میں خیرہ شکر کے کھل کا مظاہرے کرتے ہوئے برابر آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ وہ پیش قدمی کرتے ہوئے بخارا کی دفاعی لائن کے قریب پہنچ گئے تھے۔

روسی جرنیل کالی سوف جب اپنے اس متحدہ لشکر کے ساتھ ان وادیوں میں داخل ہوا جن کے دونوں کناروں پر رحمان قل بیگ اور ابراہیم بیگ اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ کمین گاہوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تو اچانک اایک حادثہ ایک انقلاب رونما ہوا اس لئے کہ روسی لشکر جب ان وادیوں میں آگے بڑھتے ہوئے کچھ فاصلہ طے کر گئے تو سامنے کی طرف سے بکھری خاموشیوں اور سکوت کے بے کراں انبوہ کے اندر زندگی کی گرم بازاری اٹھ کھڑی ہوئی تھی اس لئے کہ رحمان قل بیگ نے سامنے کی طرف سے حملہ کر دیا تھا۔ ہلکی پھلکی جرمن توپیں آگ اگلنے لگی تھیں روسی ضاعوں کی چار کارتوس کی بندوقوں کے سامنے جرمنوں نے جو اہل بخارا کو نئی بندوقیں بنا کر دی تھیں وہ زیادہ بہتر ثابت ہو رہی تھیں۔ ان بندوقوں سے کام لیتے ہوئے بخارا کے لشکریوں نے روسیوں پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی تھی۔ جرمن توپوں کے حرکت میں آنے سے فضاؤں میں ابر آتش پھیلتا دکھائی دینے لگا تھا۔ اس اچانک حملے سے روسیوں کے کاسہ ذات کے رنگوں میں خون گھل کے رہ گیا تھا۔ جرمن توپیں اس تیزی کے ساتھ گولے برسانے لگیں تھیں جیسے کسی کے احساس کی کھڑکیوں سے تن کے بھید آپ سے آپ ظاہر ہونے لگے ہوں۔

رحمان قل بیگ کے اس اچانک حملے نے روسیوں کو بوکھلا کر رکھ دیا تھا۔ وہ تو بالکل بے پرواہ اور مست ہو کر اپنی پیش قدمی جاری کیے ہوئے تھے لیکن اس اچانک حملہ سے ان کی موج ہوس میں افسردہ چراغوں کا دھواں موسم گل کی داستانوں میں ساعتوں کی بے کلی اور یادوں کے خوابوں میں زرد کی فصلیں کھڑی کر دی تھیں ان کی زیست کی لذتیں اور آرزوئے خیال عجیب سے کرب کی صورتوں سے دو چار ہو گئے تھے رحمان قل بیگ کے اس اچانک حملہ سے روسیوں کے جسم تو جسم روح میں بھی احساس کے سوزاں شعلے بھڑک اٹھے تھے۔

سامنے کی طرف سے رحمان قل بیگ کے حملہ آور ہونے کی وجہ سے روسی بوکھلا کر پیچھے ہٹے تھے۔ یہ حملہ ان کی توقعات کے خلاف تھا اس لئے کہ وہ امید تک نہیں کر سکتے تھے کہ ان وادیوں میں اچانک سامنے کی طرف سے گھات میں بیٹھے ہوئے رحمان قل بیگ کے لشکری ان پر حملہ آور ہو جائینگے۔ بدحواسی میں پیچھے ہٹتے ہوئے روسیوں نے چاہا کہ سامنے کی طرف سے جو ان پر گولیوں کی بوچھاڑ اور توپوں کے گولے پھینکے جا رہے ہیں اُن کی مار اور زد سے دور نکل کر وہ اپنے لئے مورچے کھود کر جنگ کو طول دینے کی کوشش کریں لیکن ان کی بدقسمتی کہ جونہی وہ پیچھے ہٹے ان کی پشت کی طرف سے کوہستانی سلسلوں کے اوپر سے ابراہیم بیگ نے بادلوں کی گرج اور آندھیوں کے زور کی طرح حملہ کر دیا تھا۔ اب سامنے ہی سے نہیں بلکہ پشت کی طرف سے بھی روسیوں پر توپوں سے گولے اور بندوقوں سے گولیاں داغی جانے لگی تھیں۔ روسیوں کی حالت اب اس دو طرفہ حملے سے ایسی ہونے لگی تھی جیسے بخت کے دشت میں امرت کے ساگر کی متمنی روحیں موت کے پنجوں کا شکار ہو کر حشر کے رقص میں کھو کر رہ گئی ہوں۔ ابراہیم بیگ نے کمال سرفروشوں کے وجدان' ظلمت کے وقت پر شعلہ زن بجلیوں کی طیلسان آبرو کی طرح حملہ آور ہو کر روسیوں کی بدبختی اور ان کی لاچارگی میں اور زیادہ اضافہ کر دیا تھا۔ اس موقع پر ابراہیم بیگ ایک بلند چٹان کی اوٹ میں آیا اور اپنی پوری آواز کی طاقت اور قوت سے وہ اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"سنو میرے راز ممات و حیات کے امین ساتھیو! تم لوگ شہیدوں کی عظمت غازیوں کا ثابت ہو۔ تم لوگ اپنے وطن کی ماؤں کی حرمت، بہنوں کی عظمت اور

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بیٹیوں کی عصمت کے امین اور محافظ اور پاسبان ہو۔ یاد رکھو آج تم میں سے جس نے کوتاہی کی خداوند قدوس اسے اس کوتاہی کی کبھی معافی عطا نہیں کریں گے۔ سنو میرے ساتھیو اپنے قوم اور اپنے خداوند کے حضور سرخرو ہونے کا یہ ایک بہترین موقع ہے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاؤ۔ روسیوں کو ادھیڑ کر رکھ دو اور انہیں بتاؤ کہ ہم زندہ و بیدار ہیں اور اپنی سرزمین اور اپنے وطن کی حفاظت کر سکتے ہیں یاد رکھو آج ہم میں سے جس نے بھی وطن کے دفاع میں کوتاہی کی اس سے بڑھ کر کوئی غدار اور اس سے بڑھ کر کوئی بے ایمان نہ ہوگا۔"

ابراہیم بیگ کے ان زہریلے الفاظ نے اس کے لشکریوں پر ایسا اثر کیا کہ وہ پہلے سے بھی بڑھ چڑھ کر روسیوں پر گولے اور گولیاں برسانے لگے تھے۔ ان کے حملہ آور ہونے سے یوں لگتا تھا۔ جیسے فطرت نے حوصلہ شکن آگ و شرر کے سارے دہانے کھول دئے ہوں۔ ابراہیم بیگ اور اس کے ساتھی حملہ آور ہوتے ہوئے روسیوں کے لئے غم دہر کی زنجیر، مجبوریوں کی چٹان اور دشت خزاں میں تاریکیاں محیط کرتے بادل ثابت ہو رہے تھے۔ ابراہیم بیگ اور اس کے ساتھی کمال سرفروشی اور جانثاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے نئے صحیفوں کی تحریروں میں سچائیوں کی علامت بن کر آوازوں کو عکس زنجیر کرنے والے جذبوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے روسیوں پر حوصلہ شکنی طاری کرنے لگے تھے۔

اس دو طرفہ حملہ کی مار سے بچنے کے لئے روسیوں نے اپنی بڑی بڑی توپوں کی آڑ میں وادی کے اندر گہرے مورچوں کے علاوہ بڑ بڑے دمدمے بھی تعمیر کر لئے تھے۔ شاید وہ ایسا کر کے جنگ کو طول دینے کا ارادہ رکھتے تھے۔ روسی جرنیل کالی سوف جنگ کو طول دیکر بخارا کے لشکروں کو تھکا کر شاید اپنی کامیابی کے دروازے کھولنا چاہتا تھا۔ لہٰذا اس نے مورچوں کے اندر اپنے لشکر کو محفوظ کر لیا۔ بڑے بڑے اونچے اور طویل دمدمے دونوں طرف تعمیر کر کے اس کے پیچھے اس نے اپنی توپوں کو بھی محفوظ کر لیا تھا۔ اس طرح جنگ طول پکڑنے لگی۔

جوں جوں دن گزرتے رہے روسی جرنیل کالی سوف نے خوقند اور تاشقند شہر سے اپنا رابطہ قائم کر لیا۔ ان شہروں سے اسے رسد اور کمک بھی ملنے لگی تھی۔ یہ رسد اور کمک اس شاہراہ سے نہ آتی تھی جو خوقند سے بخارا کی طرف آتی تھی اس لئے کہ وہ شاہراہ ابراہیم بیگ کی توپوں اور گولیوں کی مار میں تھی اس شاہراہ کے بہت پیچھے روسیوں نے مشرق کی طرف بل کھا کر ایک نئی شاہراہ بنا لی تھی اور اسی شاہراہ سے ہوتے ہوئے اور مشرق کی طرف سے ایک لمبا چکر کاٹنے کے بعد ان وادیوں میں کالی سوف کو بڑی تیزی کے ساتھ رسد اور خوراک فراہم ہونے لگی تھی۔

دوسری طرف رحمان قل بیگ کے لئے تو رسد اور کمک کا کوئی مسئلہ نہیں تھا کیونکہ اس کی پشت پر بخارا تھا اور بخارا سے اسے ہر وقت ضرورت کی ہر شئے میسر ہو رہی تھی اب ابرہیم کو رسد اور کمک کا سامان فراہم کرنے کے لئے رحمان قل بیگ نے ایک بڑی عمدہ اور پیاری چال چلی جس طرح روسیوں نے ان وادیوں کے مشرقی حصے میں ایک نئی شاہراہ تعمیر کر کے کالی سوف کے لئے رسد اور کمک کا سلسلہ جاری کیا تھا اسی طرح رحمان قل بیگ بھی بڑی تیزی سے حرکت میں آیا انہی وادیوں کے غربی حصے میں اس نے ایک کچی شاہراہ بنا ڈالی اور اس شاہراہ کے ذریعے کوہستانی سلسلے میں گھات لگا کر بیٹھے ابراہیم کو بھی رسد اور کمک کا سامان ملنے لگا تھا اس طرح جنگ طول پکڑنے لگی یہاں تک کہ روسیوں اور اہل بخارا کے درمیان اس جنگ کو دس دن گزر گئے۔

گیارہویں دن وادیوں کے غربی طرف جو شاہراہ تعمیر کی گئی تھی جس کے ذریعے سے ابراہیم بیگ کو رسد اور کمک کا سامان آ رہا تھا، کمک اور رسد بخارا کا امیر شب شمس توپچی باشی لے کر آیا تھا۔ اس کمک میں مسلح جوانوں کی خاصی بڑی تعداد تھی اور خوراک کے بہت بڑے ذخائر تھے۔ شمس توپچی جب کوہستانی کے اوپر ایک بڑی چٹان کے پیچھے ابراہیم بیگ کے پاس آیا تو ابراہیم بیگ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا استقبال کیا۔ شمس توپچی دور ہی سے اپنے بازو پھیلا کر بھاگا اور قریب آ کر اس نے پوری قوت اور پورے زور سے ابراہیم بیگ کو اپنے ساتھ

لپٹا لیا پھر وہ دیوانہ وار اور ایک جنون کے سے عالم میں ابراہیم بیگ کی پیشانی اس کے گال اس کا منہ اس کی گردن اس کا سر چومنے لگا تھا پھر شمس توپچی باشی الگ ہوا اور ابراہیم بیگ کو وہ مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابراہیم بیگ میرے بھائی میرے رفیق تم اور رحمان قل بیگ دونوں میری قوم کے فرزند اپنے وطن اپنی قوم کی راتوں کا سحر اور آسمان سے نازل ہونے والی بہاروں کے فرشتے ہو۔ تم دونوں بخارا کی شام ظلمت میں جوانوں کے پر عزم تیور اور ارض و سماں کی خاموشیوں میں شب کی دہلیز پر گرتی اوس میں اپنی قوم کے قوی دست و بازو ہو۔ تم دونوں نے خود کاری و خودگری کا مظاہرہ کر کے تاریخ میں ایک دلنشین باب کی ابتداء کی ہے۔

ابراہیم بیگ میری قوم کے عزیز فرزند یہ روسی ہم پر وحشت پرستی کا فرمان جاری کرنا چاہتے تھے۔ ہمارے بچوں کے خیالات پر مدغن لگا کر ہمیں اپنے ظالم و ستم کا نشانہ بنانا چاہتے تھے۔ لیکن تم دونوں نے روسیوں کے ظلم و تشدد کی میزان کو توڑ دیا۔ یہ روسی ہم پر حملہ آور ہو کر ہمارے لئے بے یقینی کی فضا پیدا کر کے ہماری حالت خشک ڈال پر بیٹھے اداس پرندے جیسی کرنا چاہتے تھے۔ یہ ظالم روسی اس مزرع خیرو شر میں ہماری حالت دشت دل میں دوپہر کی لو، دھوئیں سے ہلکی تحریروں اور عجیب بے وزنی کی کیفیت جیسی کرنا چاہتے تھے۔ لیکن میرے بھائی تم اور رحمان قل بیگ نے ان روسیوں کی راہ روک کر اپنی کمالیت کا خوب مظاہرہ کیا ہے۔ تم دونوں بھائی بخارا کے لوگوں کے لئے دھلے شفاف منظر گھنے پیڑ کے سائے، مہکتی گھاس کی ٹھنڈک اور امن و راحت کی نوید ہو۔ ابراہیم بیگ میرے بھائی بخارا کے کشادہ گھروں کے آنگنوں کے اندر ہماری مائیں اور بہنیں اپنے نورانی لبوں سے تم اور رحمان کے لئے دعاگو ہیں۔ میرے بھائی اہل بخارا کو فخر ہے کہ روسیوں کی سیاہ رنگ تقدیر کے سامنے تم دونوں نے اپنی حیات کو معجز نما بنا کر لا کھڑا کیا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد شمس توپچی باشی خاموش ہوا پھر وہ بڑی رازداری سے ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگا ابراہیم بیگ میں ذرا پیچھے ہٹتا ہوں اس لئے کہ بخارا سے ایک اور ہستی بھی تم سے تنہائی اور علیحدگی میں کچھ گفتگو کرنا چاہتی ہے سن ابراہیم بیگ میرے بھائی میرے دوست میرے رفیق میرے ہمنوا بخارا سے ریکا نام کی وہ جرمن لڑکی بھی اس رسد اور کمک کے سامان کے ساتھ آئی ہے جس پر تمہارے بے شمار احسانات ہیں۔ میرے بھائی وہ لڑکی بھی تم سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔ وہ تمہیں ایک خوشخبری بھی سنائے گی۔ وہ خوشخبری میں بھی تم سے کہہ سکتا تھا لیکن وہ خوش خبری اسی لڑکی ہی کی زبان سے تمہیں سننی چاہئے اس لئے یہ خوش خبری اسی لڑکی کی زبان ہی کو زیب دیتی ہے۔ دیکھ میرے بھائی میں پیچھے ہٹتا ہوں اور اس لڑکی کو بھیجتا ہوں کہ تیرے ساتھ گفتگو کرے۔ ابراہیم بیگ شمس توپچی باشی کی اس گفتگو کا کوئی جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ شمس توپچی باشی ایک دم پیچھے ہٹ گیا پھر تھوڑی دیر بعد بخارا سے جو لشکر کمک کے طور پر آیا تھا اس میں سے ریکا نمودار ہوئی بڑی تیزی سے چلتی ہوئی وہ ابراہیم بیگ کے پاس آئی۔ ابراہیم بیگ اسے وہاں دیکھ کر دنگ رہ گیا پھر وہ ریکا کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔

ریکا تم یہاں تم بخارا کو چھوڑ کر یہاں میدان جنگ میں کیوں آگئی ہو اس پر ریکا ابراہیم بیگ کے اور قریب ہو کر بڑی رازداری میں کہنے لگی یا امیر آپ ضرور مجھ سے خفا ہوں گے کہ آپ ملوتینا کی نگرانی کے لئے اپنی حویلی میں چھوڑ آئے تھے اور میں یہاں کیوں چلی آئی۔ یا امیر یہ آپ کے حکم کی عدولی ضرور ہے لیکن میں آپ سے یہ خوش خبری کہوں کہ آپ کے ہاں بیٹا ہوا ہے۔ آپ کی روانگی کے دو ہی روز بعد ملوتینا کے ہاں بیٹے نے جنم لیا اس بچے کی شکل و صورت یا امیر بالکل آپ جیسی ہے۔ ریکا کے منہ سے بچہ کی پیدائش کا سن کر ابراہیم بیگ کے چہرے پر خوشیاں ہی خوشیاں مسرتیں ہی مسرتیں رقص کرنے لگی تھیں۔ اس سے ابراہیم کے چہرے پر فلک پر اڑتے بادلوں کے ٹھنڈے جزیروں جیسی کیفیت حلاوت بھری پریوں کی چھاؤں جیسی جاذبیت بکھر گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں محبت

کے حروف اس کے سفینہ جسم و جان اور شعور کی داستانوں کو رنگین کر گئے تھے لگتا تھا بیٹے کی پیدائش سے اسے ایسی خوشی ہوئی ہو کہ یہ خوشخبری ' سے آرزوں کے نوشگفتہ پھولوں کی پر تو خندہ لبی جیسا شاداں اور پر سکون بنا گئی ہو ابراہیم کے سامنے کھڑی ریکا تھوڑی دیر تک اس کے چہرے پر بدلتی کیفیت کو غور سے دیکھتی رہی پھر وہ انتہائی مٹھاس اور شیرینی میں بولی اور ابراہیم کو وہ مخاطب کر کے پوچھنے لگی۔

یا امیر آپ نے میرے یہاں آنے کا برا تو نہیں مانا میں ڈرتی یہاں آئی تھی کہ آپ کہیں مجھ سے ناراض ہی نہ ہوں۔ لیکن میں آپ کے سکون کے لئے یہ کہوں کہ آپ کی بیوی ملاو تینا اور بچہ دونوں ٹھیک ہیں۔ ملاو تینا اب اٹھتی پھرتی چلتی بھی ہے اور گھر کے سارے کام کاج بھی کرنے لگی ہے۔ میں نے یونہی ایک روز اس کے سامنے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ کاش روسیوں کے خلاف اس جنگ میں ایک مسلمان لڑکی کی حیثیت سے میں بھی حصہ لے سکتی۔ یا امیر اس سے پہلے میں نے جنگ عظیم میں جرمن قوم کی طرف سے حصہ لیا تھا۔ پر اے امیر اسلام قبول کرنے کے بعد میری بڑی خواہش تھی کہ میں ان روسی بھیڑیوں کے خلاف اپنی ملت کے لئے کچھ کروں۔ یا امیر اللہ کرے آپ کو میرا یہاں آنا ناگوار نہ گذرا ہو یا امیر یہاں رہ کر میں بہت سے کام کر سکتی ہوں میں آپ لوگوں کے لئے توپوں میں گولے بھر سکتی ہوں۔ اگر کوئی توپ خراب ہو تو اسے ٹھیک کر سکتی ہوں۔ ریکا شاید مزید کچھ کہتی پر ابراہیم بیگ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

سنو ریکا مجھے تمہارا یہاں آنا ہر گز ناگوار نہیں گزرا سب سے پہلے تو میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میری غیر موجودگی میں میری بیوی کی مدد کی اور مشکل وقت میں اس کے کام آئیں زندگی میں اگر کوئی لمحہ آیا تو میں تمہیں تمہاری اس خدمت کا صلہ ضرور دوں گا۔ سنو ریکا تمہارا یہاں آنا میرے لئے خوشی کا باعث ہے کہ تم ملت اسلامیہ کے ایک فرد کی حیثیت سے اپنا فرض ادا کرنے کی

خواہش اور آرزو رکھتی ہو میں ابراہیم بیگ تم جیسی سرفروش لڑکی کو سلام کرتا ہوں جو اپنے دین اور اپنی ملت کی خدمت کا اس قدر جذبہ رکھتی ہے۔

ابراہیم بیگ کی یہ گفتگو سن کر ریکا کی حالت خوشی اور مسرت میں عجیب سی ہو گئی تھی وہ رنگ بکھیرتی فضاؤں میں سحر کے گیت اور صبحوں کی صباحت جیسی پر کشش، پر فضا، پر فسوں صداؤں میں بانسریوں کے نغموں جیسی سحر خیز گونجتی ہواؤں میں سر سکون بکھیرتے ترنم، زندگی کے البموں میں رقص کرتے چاند زیست کے سمندر اور طلب کے تقاضوں میں منزل کے نشان اول اور آرزوں کے اسم اعظم کی طرح خوش کن اور پر فشاں ہو کر رہ گئی تھی۔ ابراہیم بیگ تھوڑی دیر تک ریکا کی اس بدلتی ہوئی کیفیت کا جائزہ لیتا پھر وہ بڑی نرمی میں ریکا کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔

ریکا ریکا کیا تم نے کھانا کھایا ہے۔ اس پر ریکا اپنی پوری مٹھاس میں کہنے لگی یا امیر آپ میری بھوک پیاس کی فکر نہ کریں میں کھانا کھا چکی ہوں اتنی دیر تک آتہ جان وہاں آگیا اور ابراہیم بیگ نے فورا" اسے مخاطب کر کے کہا۔ دیکھ آتہ جان یہ جو ابھی کمک آئی ہے۔ اس میں شمس توپچی باشی ہو گا اسے فورا" بلا کر میرے پاس لاؤ۔ آتہ جان فورا" وہاں سے چلا گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد آتہ جان کے ساتھ بخارا کا امیر شب شمس توپچی باشی آیا وہ ابراہیم بیگ کے سامنے آکھڑا ہوا ابراہیم بیگ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھو شمس میرے بھائی جب تک خوقند اور تاشقند شہروں سے روسی جرنیل کالی سوف کو رسد اور کمک ملتی رہے گی اس وقت تک یہ جنگ طول پکڑتی رہے گی۔ جنگ کا طول پکڑنا ہمارے لئے نقصان دہ اور روسیوں کے لئے فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ یہ جنگ زیادہ طول نہ پکڑے تمہارے یہاں آجانے سے میرے حوصلوں میں اور زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ دیکھ شمس میرے بھائی اب، تم اس کوہستانی سلسلے میں رہ کر لشکر کی کمانداری کرو گے۔ میں لشکر کا ایک حصہ چند توپیں لے کر مشرقی کوہستانی سلسلے کی طرف جاؤں گا جہاں روسیوں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نے کمک فراہم کرنے کے لئے ایک نئی شاہراہ تعمیر کر ڈالی ہے جونہی اس شاہراہ پر خوقند اور تاشقند سے روسیوں کی کمک آئے گی میں اس پر حملہ آور ہو کر اس کی راہ روک دوں گا اس طرح جب روسی جرنیل کالی سوف کو خوقند اور تاشقند سے کمک بند ہو جائے گی تو یہ جنگ کے طول سے گھبرائے گا اور ایک نہ ایک روز یہ ہمارے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جائیگا۔ یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم بیگ جب خاموش ہوا تو شمس توپچی باشی بولا اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابراہیم بیگ میرے بھائی جیسا آپ چاہیں گے ویسا ہی ہو گا میں اس کوہستانی سلسلے پر رہ کر لشکر کی کمانداری کروں گا اور آپ بڑے اطمینان کے ساتھ روسیوں کی رسد اور کمک کو روک سکتے ہیں۔ ابراہیم بیگ میرے رفیق میں پہلے تمہیں رحمان قل بیگ کے محاذ کی کیفیت اور صورتحال نہ بتا سکا تھا اس لئے کہ میں جلد از جلد اپنی بہن ریکا کو تمہارے پاس بھیجنا چاہتا تھا۔ تاکہ یہ تمہیں خود تمہارے بچے کی مبارک باد دے۔ اب میں تمہیں رحمان قل بیگ کے محاذ کی اصل صورتحال بتاتا ہوں۔

دیکھ ابراہیم بیگ میرے بھائی بخارا کا بچہ بچہ جاگ اٹھا ہے۔ کیا عورتیں کیا مرد کیا بوڑھے کیا بچے روسیوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ امیر بخارا خود بنفس نفیس رحمان قل بیگ کے لشکر مین شامل ہو چکے ہیں۔ اور ان کے اس طرح شامل ہونے سے بخارا کے لوگوں میں ایسا جوش و جذبہ ہے کہ رحمان قل بیگ کے لشکر کے پیچھے ہزاروں لوگ چھریوں خنجروں اور دوسرے ہتھیاروں سے اپنے آپ کو مسلح کر کے روسیوں پر ٹوٹ پڑنے کو تیار ہیں۔ یہاں تک کہنے کے بعد شمس توپچی باشی جب خاموش ہوا تو ابراہیم بیگ پھر بولا اور کہنے لگا۔

شمس میرے بھائی میرے آدمیوں کی اطلاع کے مطابق آج روسیوں کو ایک کمک اور رسد خوقند اور تاشقند شہر سے ملنے والی ہے۔ لہٰذا میں ابھی اور اسی وقت مشرقی کوہستانی سلسلے کی طرف منتقل ہونا چاہتا ہوں۔ تاکہ خوقند اور تاشقند سے آنے والی کمک اور رسد روسی جرنیل کالی سوف کو نہ مل سکے اور اگر اسے یہ

رسد اور کمک نہ ملی تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ روسی ہمارے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جائیں گے اس پر شمس توپچی باشی نے بڑی ارادتمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ ابراہیم بیگ میرے بھائی آپ جس وقت چاہیں مشرقی کوہستانی سلسلے کی طرف کوچ کر سکتے ہیں۔ آپ اس محاذ کی فکر نہ کریں۔ شمس آپ کا بھائی اس محاذ کی حفاظت کے لئے اپنی جان تک نچھاور کر دیگا۔ شمس توپچی باشی کی اس گفتگو سے ابراہیم بیگ خوش ہوا پھر وہ شمس سے مخاطب ہو کر کہنے لگا میں لشکر کے اس حصہ کو علیحدہ کرتا ہوں جو میں نے مشرقی کوہستانی سلسلے کی طرف لے جانا ہے اس کے ساتھ ہی ابراہیم بیگ وہاں سے ہٹ گیا۔ ریکا بھی اس کے پیچھے پیچھے ہولی تھی تھوڑا سا آگے جا کر ریکا نے پھر ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہا۔

یا امیر میں بھی آپ کے ساتھ مشرقی کوہستانی سلسلوں میں خدمت انجام دوں گی مجھے امید ہے کہ آپ انکار کر کے مجھے مایوس نہیں کریں گے۔ اس پر ابراہیم بیگ بڑی میٹھی نگاہوں سے ریکا کی طرف دیکھتے ہوئے نرم لہجے میں کہنے لگا سنو ریکا میں کیوں انکار کر کے تمہارا دل توڑوں گا تم بخوشی میرا ساتھ دو۔ بلکہ میں خیال کرتا ہوں کہ اگر تم میرے ساتھ مشرقی کوہستانی سلسلوں کی طرف جاتی ہو تو تمہارے اس ساتھ سے مجھے خوشی اور اطمینان ہو گا۔ ابراہیم بیگ کی یہ باتیں سن کر ریکا خوشی میں جھوم سی گئی تھی پھر تھوڑی دیر بعد ابراہیم بیگ لشکر کا ایک حصہ اور چند توپیں لے کر مشرقی کوہستانی سلسلے کے اس حصے کی طرف منتقل ہو گیا تھا جہاں سے وہ نئی شاہراہ گذرتی تھی۔ جو روسیوں نے خوقند اور تاشقند شہر سے اپنے جرنیل کالی سوف کو رسد اور کمک فراہم کرنے کے لئے بنائی تھی۔

* * *

اسی روز رات کے پچھلے حصے میں جب کہ بخارا کی مسجدوں میں ابھی فجر کی اذانیں نہ ہوئی تھیں۔ روسیوں کا ایک کاروان اس شاہراہ پر نمودار ہوا یہ کاروان روسی جرنیل کالی سوف کے لئے تاشقند سے خوراک اور تازہ دم دستے لے کر آرہا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھا۔ اس کاروان کی آمد کی خبر ابراہیم بیگ کے جاسوس اسے کر چکے تھے لہٰذا جونہی وہ روسی کاروان نئی شاہراہ پر پیش قدمی کرتا ہوا اس جگہ آیا جہاں شاہراہ کے قریب کوہستانی سلسلے کے اوپر ابراہیم بیگ گھات میں بیٹھ چکا تھا تو پھر ایک قیامت ایک انقلاب برپا ہو گیا۔ ابراہیم بیگ نے کوہستانی سلسلے کے اوپر سے اس روسی کاروان پر گولیوں کی بوچھاڑ اور توپوں کے گولے کچھ ایسی تیزی اور ایسی سرعت کے ساتھ پھینکے کہ اس روسی کاروان کے اندر ایک بھگدڑ افراتفری کا عالم برپا ہو گیا تھا۔ بے شمار روسی ابراہیم بیگ کی گولہ باری سے اور گولیوں کی بوچھاڑ سے زخمی ہو کر موت کی نیند سو گئے تھے۔ اس کے بعد ابراہیم بیگ نے ایک اور قدم اٹھایا اور وہ یہ کہ اپنے لشکر کا کچھ حصہ لے کر وہ کوہستانی سلسلے سے نکلا اور جو روسی ادھر ادھر بھاگ کر اپنی جانیں بچانے کی کوشش کر رہے تھے ان کا تعاقب کر کے انہیں اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

اس روسی کاروان سے ابراہیم بیگ کو خوراک کے ان گنت ذخائر اور بے شمار اسلحہ بارود اور ہتھیار ہاتھ لگے تھے اور ان کو سمیٹ کر وہ دوبارہ اپنے اسی کوہستانی سلسلے پر آگیا تھا۔ جہاں وہ اپنی غیر موجودگی میں شمس توپچی باشی کو اپنا نائب مقرر کر کے گیا تھا۔

رحمان قل بیگ کے کیمپ میں امیر بخارا سعید عالم خان فجر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے ہی تھے کہ ان کی خدمت میں رحمان قل بیگ حاضر ہوا۔ امیر بخارا نے اسے تشویش کی نظر سے دیکھا پھر وہ کسی قدر پریشانی اور جستجو کے عالم میں رحمان قل بیگ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھنے لگے۔ سنو رحمان محاذ جنگ سے متعلق کیا تم کوئی اچھی خبر لے کر آئے ہو اس پر رحمان قل بیگ امیر بخارا کے نزدیک آیا اور ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں وہ کہنے لگا۔ یا امیر میں آپ کے لئے ایک بہت ہی اچھی بلکہ خوشخبری لے کر آیا ہوں اس پر امیر بخارا نے اس بار پرسکون

لہجہ میں پوچھا۔ تم میرے لئے کیسی اور کونسی خوشخبری لے کر آئے ہو جواب میں رحمان قل بیگ کہنے لگا۔

یا امیر شمالی محاذ پر ابراہیم بیگ نے ایک بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ روسی جرنیل کالی سوف کے لئے تاشقند سے ایک بہت بڑا فوجی قافلہ رسد اور کمک کے طور پر آرہا تھا اگر یہ فوجی کاروان کالی سوف سے آملتا تو کالی سوف کی عسکری قوت میں نہ صرف یہ کہ خوب اضافہ ہوتا بلکہ اس کاروان کے آملنے سے وہ کئی ہفتوں تک جنگ کو طول دے سکتا تھا اس لئے کہ اس کاروان میں نہ صرف یہ کہ تربیت یافتہ لشکری شامل تھے بلکہ ہتھیار گولہ بارود کے علاوہ خوراک کے وسیع ذخائر بھی تھے۔

یا امیر یہ روسی فوجی کاروان رات کے پچھلے حصے میں کالی سوف سے آملنا چاہتا تھا لیکن ابراہیم بیگ بڑی دانشمندی اور بڑی بیداری کے ساتھ حرکت میں آیا۔ رات کے پچھلے حصے میں اس نے روسی کاروان پر شب خون کے سے انداز میں حملہ کر دیا۔ جس قدر مسلح روسی کالی سوف سے ملنے آرہے تھے۔ ان سب کو ابراہیم بیگ نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اور جس قدر اسلحہ بارود اور خوراک کے ذخائر روسی کاروان لے کر آرہا تھا ان سب پر ابراہیم نے قبضہ کر لیا ہے۔ یا امیر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ابراہیم بیگ کے اس طرح رسد اور کمک کاٹ دینے کی بناء پر کالی سوف اب ایک دو روز سے زیادہ ہمارے سامنے مزاحمت نہیں کر سکے گا۔ اسے اب ہر صورت میں ہمارے سامنے ہتھیار ڈال کر صلح کی درخواست کرنی پڑے گی۔

امیر بخارا شاید تھوڑی دیر خاموش رہ کر اس خبر سے لطف اندوز ہوتے رہے اس دوران ان کے لبوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ کھیلتی رہی پھر وہ بولے اور رحمان قل بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگے سنو رحمان بیگ ابراہیم بیگ نے جو معرکہ مارا ہے۔ یہ صرف وہی انجام دے سکتا تھا۔ رحمان قل بیگ ابراہیم بیگ یقیناً" ان جوانوں ان جرنیلوں اور ان فرزندوں میں سے ہے جو اپنے دشمنوں پر گہر افشاں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گراتے بادلوں، سیاہ صحرا، عداوت کی دھوپ اور آندھیوں کے غبار کی طرح چھا جانے کا فن خوب جانتے ہیں ابراہیم بیگ سلطنت بخارا کا وہ فرزند ہے جو عداوتوں کے بحر میں امتوں کے اجالے سنہری عکس اور مقدس لہو کی خوشبو کی طرح ابھرنا جانتا ہے۔ روسی کاروان کو تباہ و برباد کر کے اور ان کے مال و متاع، خوراک کے ذخیروں اور اسلحہ بارود پر قبضہ کر کے ابری نے یقیناً" یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ ایسے فرزندوں میں سے ہے۔جو پیاس کے صحرا میں اجالوں کی تازگی اور شفق شام وادیوں میں نئی صبح کی تخلیق کا معجزہ دکھانے کا ہنر اور ضائی جانتے ہیں۔

سنو رحمان قل بیگ ابھی اور اسی وقت میری طرف سے کسی کو ابراہیم بیگ کی طرف روانہ کرو اسے میری طرف سے اس عظیم کامیابی پر مبارکباد دو اسے یہ بھی کہلا بھیجو کہ اے فرزند عظیم اس کامیابی کے موقع پر اگر ہم تمہارے پاس ہوتے تو تمہیں تمہاری خواہش اور مرضی کے مطابق نوازتے تمہیں بیٹوں کی طرح گلے لگا کر تمہاری کامیابی پر مبارک باد دیتے۔ اسے یہ بھی پیغام بھجواؤ کہ اے فرزند عظیم اپنے کام کو اسی طرح جاری رکھو تو عنقریب روسی اس کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ رحمان قل بیگ اب تم جاؤ اور اپنے کام میں لگ جاؤ اس کے ساتھ ہی رحمان قل بیگ وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ ○

اپنی رسد اور کمک کا سلسلہ کٹ جانے کی وجہ سے روسی جرنیل کالی سوف اپنے لشکر کے ساتھ زیادہ عرصہ مزاحمت نہ کر سکا اسے جب یہ خبر ملی کہ ابراہیم بیگ نے اس کی رسد کمک کاٹ کر اس کے لئے تاشقند سے آنے والے سامان پر قبضہ کر لیا ہے تو اس کے اور اس کے لشکریوں کے حوصلے ٹوٹ گئے جس کے بعد ایک روز اس نے اپنی شکست تسلیم کر کے اپنے قاصد بھجوا کر امیر بخارا اور رحمان قل بیگ سے صلح کی درخواست کی تھی۔ امیر بخارا نے صلح کی یہ درخواست قبول کر لی اور یہ طے پایا کہ جن وادیوں میں جنگ ہو رہی تھی ان کے بیچ جنگ کی وجہ سے جو ایک ٹرین کھڑی ہوئی تھی اسی ٹرین کے اندر صلح نامہ لکھا جائے دونوں فریقین ایک ریلوے ویگن میں صلح کی شرائط طے کرنے پر آمادہ

ہو گئے تھے۔

روسی جرنیل کالی سوف کے ہتھیار ڈالنے اپنی شکست تسلیم کرنے اور صلح کی درخواست کرنے کے بعد ریلوے ویگن نمبر 82482 میں جنگ بندی کے معاہدہ پر طرفین نے دستخط کئے۔ اس معاہدہ پر امیر بخارا کی طرف سے اس کے نمائندوں نے اور روس کی طرف سے اس کے جرنیل کالی سوف نے دستخط کئے تھے۔ اس معاہدہ کی شرائط کے مطابق سلطنت بخارا کو روس نے بھاری تاوان جنگ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ پچاس ہزار بندوقیں، پانچ سو میدانی توپیں دینے کا بھی وعدہ کیا۔ تاہم روس بعد میں اپنے اس معاہدہ سے پھر گیا اور ان چیزوں کی ادائیگی کرنے سے اس نے صریحاً" انکار کر دیا تھا۔

اس فتح سے بخارا کی سیاسی اہمیت اور بڑھ گئی تھی جو روسی استعماریوں کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ ماسکو حکومت بالشویزم کو ساری دنیا خصوصاً ایشیا میں پھیلانے کے منصوبے تیار کر رہی تھی اور بخارا، افغانستان اور ایران کے لئے وہ اس پالیسی پر عمل کر رہی تھی کہ۔

جن ممالک میں حکمرانوں کی استبدادی حکومت ہے جیسے افغانستان، ایران اور بخارا وہاں پارلیمانی ادارے لوگوں کو ایسی قوت فراہم کریں جس سے بتدریج ظالم حکمرانوں کی پوزیشن کمزور ہو اور ان ممالک میں کیمونسٹ افکار کو کام کرنے کے مواقع ملیں۔ایشیا میں بالشزم کا مکمل نفوذ دنیا کے انقلاب کی کنجی ہے۔۔

چونکہ کالی سوف کو بخارا پر حملہ کی دعوت جدیدیوں کے صدر فیض اللہ خواجہ نے دی تھی لہٰذا اس معاہدہ کے بعد کالی سوف ریلوے ویگن سے نکل کر فیض اللہ خواجہ کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ فیض اللہ خواجہ تم تو کہتے تھے کہ یہ بخارا پر حملہ لمحوں ہی میں ختم ہو جائے گا اور کوئی ہماری مزاحمت نہیں کریگا اور لمحوں کے اندر ہم بخارا کو فتح کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ جبکہ تم دیکھتے ہو کہ بخارا کی افواج نے ہمیں شکست دی ہے اور ہمیں بدترین شرائط کے تحت ان سے جنگ بندی کا معاملہ طے کرنا پڑا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم نے بخارا کی

فوجی قوت کے ساتھ ساتھ رحمان قل بیگ اور ابراہیم بیگ کی ذہانت اور فہم فراست کا غلط اندازہ لگایا ہے۔ روسی جرنیل کالی سوف کے اس استفسار پر جدیدیوں کے صدر فیض اللہ خواجہ نے جو الفاظ کہے۔ بڑے عبرت خیز ہیں۔ فیض اللہ خواجہ نے روسی جرنیل کالی سوف سے کہا۔

"ہمیں شکست اس لئے ہوئی ہے کہ یہ بزرگوں کے جوشیلے وارث ملا ناقص اسلحہ سے مسلح چاقوؤں اور زنگ آلود تلواروں کے ساتھ پوری شدد سے لڑے ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کس طرح ان میں سے بہت سے ملا ایک ہاتھ میں لاٹھی لئے اور منہ میں چاقو پکڑے ہوئے ہماری مشین گنوں کی طرف ثابت قدمی سے بڑھ رہے تھے۔ انہوں نے خود کو توپوں سے ٹکرا دیا اور ہمارے کئی توپچیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا"۔

فیض اللہ خواجہ کا یہ جواب سن کر روسی جرنیل کالی سوف کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا۔ جنگ بندی کے معاہدہ کرنے کے بعد وہ اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا اور پھر وہ واپس خوقند کی طرف چلا گیا تھا۔ ○

جنگ بندی کے بعد ابراہیم بیگ اپنی حویلی میں داخل ہوا آتہ جان اور ریکا بھی اس کے ساتھ تھے۔ شاید مارتینا کو اس کے شہر میں داخل ہونے کی اطلاع ہو چکی تھی اور وہ صحن میں ہی کھڑی اس کی منتظر تھی۔ اس نے اپنی گود میں اپنا بچہ اٹھایا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی عثمان لی اور اوغوزہ کے ساتھ ساتھ پیر بابا ایشان خواجہ اسماعیل' عائشہ اور خدیجہ بھی کھڑے ہوئے تھے اپنے گھوڑے سے اتر کر ابراہیم بیگ جب صحن میں آیا تو سب سے پہلے مارتینا اس کی طرف بڑھی اسے فتح کی مبارک باد دی اور بچے کو اس کی گود میں دے دیا۔ ابراہیم بیگ نے بچے کو گود میں لے کر غور سے اسے دیکھا جی بھر کے اسے پیار کیا اس کے بعد مارتینا نے بچے کو لے لیا اتنی دیر تک ایشان خواجہ اس کی طرف بڑھے اسے گلے لگا کر فتح کی مبارک باد دی۔ اس کے بعد دوسرے لوگ بھی ابراہیم بیگ کو اس شاندار فتح پر مبارک باد دے رہے تھے۔ اس کے بعد ابراہیم بیگ نے عثمان لی اور اوغوزہ کو مخاطب کر کے کہا سنو میرے ساتھیو آج ایک بہترین دعوت کا اہتمام کرو۔ پیر بابا عائشہ خدیجہ اسماعیل اور ریکا چند روز یہیں رہیں گے۔ اور جتنے دن ان کا یہاں قیام ہوگا۔ فتح کی خوشی میں یہاں جشن منایا جائے گا۔ ابراہیم بیگ کے ان الفاظ پر سب خوش ہو گئے تھے۔ عثمان لی اور اوغوزہ دعوت کا انتظام کرنے کے لئے حرکت میں آگئے تھے جبکہ باقی لوگوں کو ابراہیم بیگ لے کر دیوان خانے کی طرف چلا گیا تھا۔ روسی جرنیل کالی سوف کو چونکہ جدیدیوں نے بخارا پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی تھی۔ لہٰذا امیر بخارا نے ایک کمیٹی ترتیب دی۔ اس کمیٹی میں مفتی شفقت اللہ خواجہ بخاری "مفتی مہرداد' ملاں قطب الدین مفتی اول بخارا' عبداللہ خواجہ' مفتی ایاز مخدوم اور مفتی مظفر بخاری شامل تھے اس کمیٹی کے ذمہ امیر بخارا نے جدیدیوں سے متعلق تحقیقات کرنے کا حکم دیا۔

اس تحقیقاتی کمیٹی نے ثابت کیا کہ فرقہ جدیدیہ بخارا کے ارکان اور ان کے ہم خیال اور ان کے ہمدرد غداران وطن ملت فروش اور ملحد ہیں۔ اپنا یہ فیصلہ دیتے ہوئے ان مفتیان کرام نے جدیدیوں کے قتل کا فتویٰ دیدیا۔ چنانچہ امیر کے حکم سے بہت سے جدیدی قتل کر دیئے گئے۔

ان قتل ہونے والوں میں سربر آوردہ لوگ شامل تھے ان کی املاک کو ضبط کر لیا گیا۔ صرف ان کے اہل و عیال کی کفالت کے لئے ایک حصہ چھوڑ دیا گیا۔ جدیدی رہنما جو قتل ہونے سے بچ گئے وہ روپوش ہو گئے اور پھر فرار ہو کر تاشقند میں فیض اللہ خواجہ اور صدر الدین عینی سے جا ملے تھے۔ اس طرح یہ لوگ کمیونسٹوں سے مل کر بخارا کے خلاف اپنی سرگرمیوں کو اور زیادہ تیز کرنے لگے تھے۔

تاشقند کے جدیدی چاہتے تھے کہ بخارا کی سلطنت ان کے ہاتھ میں آجائے جب بخارائی افواج سے روسی جرنیل کالی سوف کو شکست ہوئی تو انہیں بڑی مایوسی ہوئی لہٰذا انہوں نے بخارا کی اسلامی حکومت کے خلاف اپنا پروپیگنڈا بڑی تیزی سے شروع کر دیا تھا۔ مختلف اخبارات میں امیر بخارا اور اس کے ساتھیوں سے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

متعلق وہ نظمیں اور مضمون چھاپنے لگے۔ سب سے پہلے جدیدیوں کے سرکردہ رہنما صدر الدین عینی نے خونخوار کتے کے عنوان سے ایک نظم چھاپی جو کچھ اس طرح تھی۔

" چند ظالم افراد ایک جگہ جمع ہیں جیسے کہ مذبح میں کچھ خونخوار کتے ہوں ایک کمینے سردار ظالم کے گرد چند ستم پیشہ مردار لوگ جمع ہیں۔ لوگوں کے سروں کو بھیڑیوں کی طرح اور خوشی سے خون کے جام پیتے ہیں"۔

اسی طرح عبدالرؤف فطرت نے کچھ اشعار بھی لکھ کر چھپوائے جو یوں تھے۔

" میں جل گیا ہوں دوستو خدا کے لئے تنہا چھوڑ دو مجھے رونے کے لئے۔
تاکہ میرے آنسوؤں کے قطرے برسیں میری آگ پر کہ میں آج پھر زخمی اور پریشان ہوں۔

ایک اور جدیدی رہنما مرزا برہان دادا نے بھی "کب تک" کے عنوان سے بخارا کی اسلامی سلطنت کے خلاف ایک نظم لکھ کر چھاپی جو کچھ اس طرح تھی۔

" ظالم لوگ کب تک حکومت کرتے رہینگے ان کی مرضی کے مطابق فلک کب تک چلتا رہیگا۔ قاضی' میر' امیر' بھائی' اور ملا ناحق کب تک ہم غریبوں پر حکومت کرتے رہیں گے۔ دین کے نام پر یہ جو روستم کرتے ہیں ہم غریبوں پر مگر یہ گروہ نامسلمانہ کب تک رہیگا۔ شہر کے حاکموں کے جورو ستم سے سب عذاب میں ہیں۔ کا سب' محنت' کش' مزدور اور کسان مگر کب تک اے غیرت مند اولاد بخارا شریف اس قدر برباد ہوتے جا رہے ہو مگر کب تک ظالموں کے ظلم کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دو۔ تم کب تک قید خانے کے اندر جانیں دیتے رہو گے۔ اب وقت آگیا ہے کہ ظالموں سے انتقام لو۔ کب تک قید خانے کی زنجیریں پہنیں رہو گے۔ اب وقت آگیا ہے کہ ظالموں سے انتقام لو۔ کب تک ظالموں کے ظلم کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دو۔ اب وقت آگیا ہے کہ ظالموں کے گھربار کو آگ لگادیں وہ کب تک ہمارے گھروں کو آگ لگاتے رہنیں گے"

ایک اور جدیدی رہنما اسد اللہ کاسانی نے بھی مفلس کے عنوان سے مندرجہ ذیل نظم تحریر کی۔

امیروں کے چرخ ظلم کے نیچے اے مفلس
مکڑی کی طرح دونوں ہاتھ پاؤں سے بندھے ہوئے ہو اے مفلس
دن رات آہو فغان کرتے ہو اے مفلس
صحرا و بیابان میں حیران و پریشان پھرتا ہے اے مفلس

تو اپنی محنت سے خلق کے لئے روٹی حاصل کرتا ہے
پھر کیوں تو آپ ایک روٹی کا محتاج ہے اے مفلس

عیش و عشرت خواب راحت امیروں اور رؤسا کا نصیب ہے
رنج و محنت اور درد و غم تیرے لئے بہت ہے اے مفلس

وہ عالی شان مکانوں میں زندگی بسر کرتا ہے
تو مٹی کے درمیان پریشان حال ہے اے مفلس

فصل بہار میں تو نے زمیندار کے لئے گندم کاشت کی مگر
کھلیانوں کی ڈھیر پر بھی تو بدنصیب ہے اے مفلس

تو ہوائے گرم میں وہ سایہ دار باغوں میں
تو سخت سورج کے نیچے ننگا رہتا ہے اے مفلس

امیروں کا لباس حریر بنا تیرے ہاتھوں کی محنت سے
لیکن تو سردی کے موسم میں بھی بغیر کپڑے کے رہتا ہے اے مفلس

دولت تاشقند جمہوریہ ہمیشہ زندہ رہے
غریبوں کا اتحاد ہمیشہ جہاں میں پائندہ رہے"

روسی جرنیل کالی سوف کی شکست سے تاشقند میں پناہ لینے والے جدیدیوں کو بڑی مایوسی ہوئی تھی۔ اس شکست کی روشنی میں انہوں نے اپنی جلا وطن حکومت کے اندر بھی بہت سی تبدیلیاں کیں۔ سارے سرکردہ جدیدی رہنماؤں کا تاشقند

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں ایک اجلاس طلب کیا گیا۔ جس میں متفقہ فیصلے سے جدیدیوں کی جلاوطن حکومت کا صدر مرزا رحیم خان کو مقرر کیا گیا۔ پہلے صدر فیض اللہ خواجہ کو وزیراعظم اور وزیر خارجہ بنایا گیا۔ وزیر دفاع عبدالحمید عارف ' وزیر مالیات ' عثمان خواجہ ' وزیرا انصاف قاری یونداج کر کیکی ' وزیر داخلہ کمل الدین مخدوم وزیر صحت حسن بھائی اور وزیر زراعت بختیار خاں بخاری کو مقرر کیا گیا تھا۔

جدیدیوں کی اس جلاوطن حکومت کو روس کی بالشویک حکومت نے تسلیم کر کے اس کے ساتھ ایک معاہدہ کیا۔ معاہدہ کی روس سے لینن کی حکومت نے وعدہ کیا کہ وہ بخارا کے عوام کو آزاد کرانے اور مملکت بخارا کے خلاف جدیدیوں کی جلاوطن حکومت کو فوج اور اسلحہ سے مدد دیگا۔

اس کے علاوہ بخارا کی اسلامی مملکت کے خلاف پروپیگنڈہ مہم تیز کرنے کے غرض سے جدیدی فرقہ نے اخبارا ور رسالے شائع کئے۔ سب سے پہلا جو روز نامہ انہوں نے شائع کیا۔ اس کا نام انہوں نے "بخات" رکھا۔ جو تاشقند سے جاری کیا گیا۔ یہ اخبارا فارسی اور ترکی دونوں زبانوں میں شائع ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ ایک اور اخبار بھی شعلہ انقلاب" کے نام سے جاری کیا گیا اسلامی سلطنت کے خلاف خوب خوب پروپیگنڈہ کیا جاتا تھا۔

روسی جرنیل کالی سوف کی شکست کے باعث جدیدیوں نے بخارا کی اسلامی سلطنت کے خلاف پروپیگنڈہ تیز کرنے کے ساتھ ساتھ امیر بخارا کے خلاف تین مختلف چالیں چلیں۔ جو جدیدیوں کی بدقسمتی کی وجہ سے ناکام ہو گئیں۔ پہلی سازش کے طور پر ایک وفد جدیدیوں نے بخارا کے امیر کی طرف روانہ کیا۔ اس وفد کے رہنما رافع مخدوم اور صدری مقصودی کے علاوہ کچھ دوسرے تاتاری لیڈر بھی شامل تھے۔ یہ وفد ایک عرض داشت لے کر امیر بخارا کے سامنے پیش ہوا۔ اس عرض داشت میں درج تھا کہ روسی ترکستان کے مسلمان متفقہ طور پر امیر بخارا کو امیر تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ امیر سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں کے خلاف دفاعی اقدامات کریں۔ بظاہر یہ بڑی مخلصانہ تجویز تھی لیکن امیر نے اس

چال کو جان لیا۔ انہوں نے ارکان وفد پر واضح کیا کہ بخارا کی فوج محدود ہے۔ وہ بمشکل مملکت بخارا کا دفاع کر سکتی ہے۔ روسی ترکستان جیسے بڑے علاقے کا دفاع اس کے بس کا روگ نہیں ہے۔ اس تجویز کا مقصد روسیوں کو بخارا پر حملہ کرنے کا بہانہ فراہم کرنا تھا مگر امیر اس پھندے میں آنے سے بچ گئے تھے۔

دوسری سازش کے تحت ان جدیدیوں نے امیر بخارا کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے چالیس ارمنی دہشت پسندوں کی خدمات حاصل کیں۔ ان دہشت پسندوں کی قیادت عابد ولزگی ' حمید ولزگی اور کریم ولزگی کر رہے تھے۔ اس سازش کے تحت یہ دہشت گرد ایک وفد کی صورت میں امیر بخارا کے پاس بھجوائے گئے۔ یہ سب خفیہ ہتھیاروں سے لیس تھے۔ بظاہر یہ مصالحتی وفد تھا۔ اس لئے کسی کو ان پر شک نہ ہوا تھا۔

دوسری طرف رحمان قل بیگ اور ابراہیم بیگ بھی بڑی فہم و فراست اور بڑے خلوص کے ساتھ امیر بخارا کی حفاظت کر رہے تھے۔ انہوں نے ایک انتہائی مخلص جرنیل ملاں گرے کو امیر کے محافظ دستوں کا راہنما مقرر کیا۔ امیر کے محافظ دستے سادہ کپڑوں میں امیر کے ارد گرد اور قصر بخارا کے آس پاس گھومتے رہتے تھے۔ اور یہ ملاں گرے جو بخارا کی خفیہ سروس کا افسر اعلیٰ تھا ان سارے جوانوں کی کمانداری کرتا تھا جن کے ذمہ امیر بخارا کی حفاظت تھی۔

جب یہ ارمنی دہشت گردوں کا وفد مملکت بخارا کی حدود میں داخل ہوا تو امیر کی فوج کے ایک دستے نے بخارا کی طرف ان کی رہنمائی کی۔ دہشت گردوں کے وفد کے ارکان گھوڑوں پر سوار تھے اور بڑے بڑے چغے اور کھلے لباس پہنے ہوئے تھے۔ ہر شخص بظاہر صرف ایک بندوق سے لیس تھا۔ تاہم بخارا میں داخل ہونے کے بعد گلدستہ کے مقام پر انہیں روک لیا گیا۔

ان میں سے صرف پانچ افراد کو جن میں ان کے قائد بھی شامل تھے۔ امیر بخارا سے ملنے کے لئے اندر جانے کی اجازت دی گئی۔ ان کے اسلحہ ان سے لے لئے گئے۔ لیکن امیر بخارا کے محافظ دستوں کا سالار ملاں گرے بھی عجیب و غریب

www.iqbalkalmati.blogspot.com

انسان تھا۔ اسے شاید اس سازش کا علم ہو چکا تھا لہٰذا دہشت گردوں کے پانچ رہنما جب قصر بخارا میں داخل ہوئے تو ملاں گرے نے ان پانچوں کو گرفتار کر کے کپڑوں میں چھپا ہوا خفیہ اسلحہ برآمد کر لیا۔ اس کے بعد کاروائی کر کے باقی ساتھیوں کو بھی گرفتار کر لیا گیا اور اسی دن عصر کے وقت ان سب کو قتل کر دیا گیا تھا۔ تاہم اتنے بڑے واقعے کی کسی کو کان و کان خبر نہ ہونے دی گئی تھی۔

تیسری سازش جدیدیوں نے امیر بخارا کے خلاف یہ کی کہ آرمینیا کے چند دہشت گردوں کو خفیہ طور پر انہوں نے بخارا میں داخل کیا تاکہ امیر بخارا کو عین اس وقت قتل کر دیا جائے جب وہ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے داخل ہوں لیکن ان لوگوں نے جب جامع مسجد میں عین نماز جمعہ کے دوران امیر بخارا کو قتل کرنا چاہا تو امیر بخارا کے محافظوں نے ان لوگوں کو پکڑ لیا۔ سازش طشت ازبام اور ناکام ہو گئی اور جو لوگ اس سازش میں شامل تھے انہیں قتل کر دیا گیا۔ اس طرح امیر بخارا کو ختم کرنے کی جدیدیوں کی یہ تیسری سازش بھی ناکام ہو گئی تھی۔۔

روسی حکومت نے اب کیونزم کے اثرات روسی ترکستان میں بڑی تیزی سے پھیلانے شروع کر دیئے تھے۔ انہوں نے وسط ایشیا کی کمیونسٹ پارٹی کا قیام عمل میں لایا۔ مسلمان دہقانوں کی تنظیمیں بنانے کا منصوبہ بنایا گیا۔ وسط ایشیا کے مسلمان اشتراکیوں کی پہلی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں مشرق کے کے عوام سے اپیل کی گئی کہ وہ ہندوستان ' افغانستان' ایران' چین بخارا' ایشیائے کوچک اور مشرقی ایشیا کے ستم زدہ اور مظلوم محنت کشوں کو انقلاب لانے میں مدد دیں۔

اس کے علاوہ ماسکو کی مرکزی حکومت میں ترکستانی کمیشن مقرر کیا جس کا مقصد ہر قسم کی بے ضابطگیوں کو ختم کر کے ترکستان میں کیونزم کی صحیح خطوط پر استوار کرنا تھا۔ ترکستانی کمیشن کو ازبک اشتراکیوں کے قومیت پرستانہ اشتراکیت کے

تصور کو سمجھنے میں دیر نہیں لگی اور وہ ان سے اور ان کے قومی پروگرام سے نپٹنے کے لئے منصوبے بنانے لگے۔ ترک کمیشن اور ترکستانی اشتراکیوں نے فرقہ جدیدیہ پر دباؤ ڈالا کہ وہ بخارا کی کیمونسٹ پارٹی کے علاوہ جہاں جہاں بھی جدیدی کام کر رہے تھے۔ انہیں ایک دوسرے میں مدغم کر دیا گیا۔ اور ان سب کو ایک متحدہ قوت دیکر بخارا کی اسلامی مملکت کے خلاف حرکت میں لانے کا تہیہ کیا گیا۔

روسی جرنیل کالی سوف کی شکست کے بعد اور اس کے ساتھ صلح نامہ کے نتیجے میں روسی حکومت نے بخارا میں اپنا سفیر مقرر کیا۔ مگر سفارتی تعلقات کے باوجود بھی روسی حکومت بخارا کے خلاف سازشوں میں مشغول تھی۔ امیر بخارا نے روس کے اس سیاسی رویے اس کی معاندانہ روش اور منافقانہ طرز عمل کے پیش نظر کچھ دفاعی اقدام کرنا شروع کر دیئے۔ امیر بخارا نے اپنے ایک نمائندے جرنیل حاجی سفر بیگ کے ذریعہ انگریزی فوجی مشن مقیم مشہد سے رابطہ قائم کیا۔ اس کے بعد امیر بخارا نے اپنے دو نمائندے مرزا سلیم بیگ پر وانچی اور عبدالرؤف کاروان باشی کو شہر چار جوئے روانہ کیا تاکہ انگریزی مشن کے ارکان کو گفت و شنید کی دعوت دی جائے مگر اس وقت مشن چار جوئے سے جا چکا تھا۔ اس طرح امیر بخارا نے حکومت افغانستان سے بھی ایک معاہدہ کیا جس کے ذریعہ وہ مسلمان حکومتوں کے درمیان برادرانہ تعلقات قائم کئے گئے۔۔

ان سب اصلاحات کے ساتھ ساتھ امیر بخارا نے ایک جرات مندانہ قدم اٹھایا اور وہ یہ کہ انہوں نے اپنا ایک پانچ رکنی وفد جس میں بخارا کے سرکردہ لوگ تھے ماسکو بھیجا تاکہ معاہدہ کالی سوف کی رو سے تاوان جنگ اور اس کی ادائیگی کا مطالبہ روسی حکومت سے کیا جائے۔ اس کے علاوہ اس وفد کے ذریعہ سے امیر بخارا نے بخارا کے ان مقبوضہ علاقوں کی بازیافت کا بھی مطالبہ کیا جو 1868ء میں روسی حکومت نے نام نہاد روسی ترکستان میں شامل کر لئے تھے۔ لیکن روسی حکومت نے امیر کے ان مطالبات پر عمل درآمد کرنے سے تساہل اور پہلو تہی سے

کام لیا۔ جس کے نتیجے میں دونوں حکومتوں کے باہمی تعلقات روز بروز کشیدہ ہوتے گئے۔ روسی حکومت بخارا کی اس جرات مندی سے سخت برہم نظر آتی تھی۔ اور وہ اندر ہی اندر دوسری مسلم ریاستوں کی طرح بخارا کی اسلامی مملکت کا بھی خاتمہ کرنے کا تہیہ کر چکی تھی۔

امیر بخارا کو یقین ہو گیا تھا کہ روسی عنقریب بخارا پر حملہ آور ہو کر اسے دوبارہ اپنی سلطنت میں شامل کرنے کی کوشش ضرور کریں گے۔ اسی لئے اپنے دفاعی انتظامات بہتر بنانے کی غرض سے امیر نے اپنی افواج کو از سر نو منظم کیا۔ اور ان کی تعداد کو بڑھایا۔ یہاں یہ ذکر کرنا بھی ضروری ہے جنگ عظیم کے قیدی جب رہا ہوئے تو کچھ ترک ایران جنگ کچھ یورپی ایران جنگ روسی ترکستان میں قحط پڑنے کی وجہ سے دیگر پناہ گزینوں سمیت بخارا آگئے۔ امیر بخارا نے تمام ترک اسیران جنگ عظیم کو اپنا خونی بھائی سمجھ کر فوج میں شامل کر لیا تھا۔

ان ترک افسروں کی سرکردگی میں ہی ایک بہت منظم اور بہترین اسلحہ سے آراستہ ترک فوج کا ایک دستہ تیار کیا گیا جس نے سقوط بخارا میں اپنے آبائی وطن کے لئے شاندار خدمات انجام دیں۔ یہ ترک افسران بخارا کی باقی افواج کو بھی منظم کرتے رہے۔ ترکوں کے علاوہ یورپ کے دوسرے جنگی قیدی جو بخارا میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے تھے ان میں کچھ کو بخارا کے اسلحہ خانہ میں کام دیا گیا اور کچھ مشرقی بخارا کے شہر سبز کے حاکم اکرام خان طورہ کے پاس بھیج دیئے گئے جہاں انہوں نے اسلحہ سازی میں مقامی انتظامیہ کی مدد کی تھی۔

اسلحہ سازی کے ان کارخانوں میں ان کاریگروں نے بڑی بڑی توپوں کو پگھلا کر چھوٹی چھوٹی توپیں تیار کرنا شروع کیں جو با آسانی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کی جا سکتی تھیں۔ یہ کاریگر کافی عرصہ بخارا اور شہر سبز کے کارخانوں میں مفید کام کرتے رہے۔ روس کی کمیونسٹ حکومت نے سلطنت بخارا کو اپنی حکومت میں شامل کرنے کی کوششیں جاری رکھیں یہاں تک کہ 1920ء کے وسط میں ایک

روسی وفد غوریز کی سرکردگی میں بخارا آیا۔ جولینن کا ایک خط امیر بخارا کے نام لایا۔ گفت و شنید کے بعد امیر بخارا پر ظاہر ہو گیا کہ روسی حکومت معاہدہ کالی سوف کی شرائط کو پس پشت ڈال کر وعدہ در وعدہ اور معاہدہ در معاہدہ کر کے بخارا کو دھوکہ دے رہی ہے۔ اب وہ اس بات پر امیر بخارا سے اصرار کرنے لگے تھے کہ جدیدیوں کو ایک قوت تسلیم کر لیا جائے۔ بہ الفاظ دیگر جدیدیوں کی جلاوطن حکومت کو تسلیم کرانے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ یہ ناقابل قبول شرط تھی ادھر جدیدیوں نے تاشقند میں حکومت بخارا کے خلاف زبردست پروپیگنڈہ مہم شروع کر رکھی تھی۔

تاشقند میں جدیدیوں کی جلاوطن حکومت اور اس کے ارکان امیر بخارا' اہل کاران امیر اور علماء بخارا کو رجعت پسند' تنگ نظر اور سامراجیوں کے ایجنٹ کہتے تھے۔ مگر خود ظالم کے بچے کیمونسٹوں کے ایجنٹ اور آلہ کار بن کر ان کے لئے زمین ہموار کر رہے تھے۔ اور اپنے وطن و ملت کی تباہی اور بربادی کا سامان کر کے انہیں ذرا بھی اپنی غداری اپنی۔بے حیائی اور اپنی وطن فروشی پر شرمندگی اور ندامت نہ ہوئی تھی۔

ایک اور سانحہ بھی بخارا کے سقوط میں کسی حد تک معاون ثابت ہوا یہ پناہ گزینوں کی کثیر تعداد کا بخارا میں و رود تھا۔ یہ پناہ گزین روسی ترکستان کے دوسرے علاقوں یعنی کریمیا' قفقاز اور والگا کے وہ مسلمان تھے جو روسی استعمار کے شکار بن چکے تھے وہ قحط زدہ بدحال اور خانماں برباد تھے مگر انہیں پناہ گزینوں کے بھیس میں روسی ایجنٹ بھی بخارا میں داخل ہو گئے تھے۔

یہ روسی ایجنٹ بخارا پہنچتے ہی سازشوں میں مصروف ہو گئے۔ ان کے چہرے مصیبت زدہ لوگوں جیسے تھے مگر ان کی آستینوں میں سازشوں اور غداریوں کے خنجر چھپے ہوئے تھے بخارا پہنچ کر انہوں نے کامیابی سے سازشوں کا کام شروع کر دیا۔ ان پناہ گزینوں میں سے بعض نے اپنی لڑکیاں عیاش امیروں کے پاس فروخت کر

دیں تاکہ وہ ان کے گھرانوں میں بطور خدمت گار زندگی بسر کریں۔

ان اور ایسے گھرانوں میں سر فہرست کازان کے تاتاری تھے ایسی لڑکیوں کی اکثریت جاسوسی پر مشتمل تھی۔ ایسی لڑکیوں کو روسی جاسوسوں نے سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق امیر اور بااثر گھرانوں میں بھجوایا تھا۔ یہاں تک کہ اہل بخارا کے لئے ان کی شناخت مشکل ہو گئی اور وہ بلا خوف و خطر جاسوسی کا کام انجام دینے لگیں تھیں۔ یہ جاسوس مرد اور لڑکیاں سقوط بخارا کے بعد انہی گھرانوں پر قابض ہو گئے تھے۔ جن میں وہ کام کرتے تھے۔ کمیونسٹ جاسوسوں نے جن لوگوں سے بخارا میں رابطہ قائم کیا اور تعاون حاصل کیا ان میں سر فہرست بخارا کے اقلیتی فرقہ کے یہودی بھی تھے۔ گو حکومت بخارا ان یہودیوں پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھی کئی گرفتاریاں بھی عمل میں لائی گئیں مگر رفتہ رفتہ ان جاسوسوں کی وجہ سے بخارا میں حالات مشکل سے مشکل ترین ہوتے جا رہے تھے۔ اس صورتحال میں جبکہ روس کی طرف سے بخارا پر جنگ کے بادل چھانے لگے تھے۔ بہت سے افغان قبائل بھی سلطنت بخارا کا ساتھ دینے کے لئے اور روسیوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے بخارا میں جمع ہونے لگے تھے۔ ایک روز ابراہیم بیگ، آتہ جان، مار تینا اور ریکا دیوان خانے میں اکٹھے بیٹھے کھانا کھانے کے بعد باہم گفتگو کر رہے تھے۔ کہ مار تینا نے آتہ جان کو مخاطب کر کے کہا۔ آتہ جان کیا ایسا ممکن نہیں کہ افغانستان سے جو قبائل روس کے خلاف سلطنت بخارا کی طرف سے لڑنے کے لئے جمع ہو رہے ہیں۔ ان سے متعلق آپ ہمیں تفصیل بتائیں۔ اس پر آتہ جان نے پوچھا اور کہنے گا۔ میری بیٹی تم کس قسم کی تفصیل جاننا چاہتی ہو اس پر مار تینا پھر بولی اور کہنے لگی۔ آپ ہمیں یہ بتایئے کہ کون کون سے وہ قبائل ہیں جو افغانستان سے اٹھ کر بخارا میں جمع ہو رہے ہیں۔ ان کے نام کیا ہیں ان کی بودو باش کیا ہے۔ ان کے رہنے سہنے کے طور طریقے اور ان کے رنگ ڈھنگ کیا ہیں۔ اگر آپ ہمیں یہ تفصیل بتائیں تو اس طرح میرے اور ریکا کے علم میں

خاصہ اضافہ ہو گا۔ مار تینا کی اس فرمائش پر آتہ جان تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا پھر وہ سنبھلا اور کہنے لگا۔

دیکھ مار تینا اور ریکا بیٹی میں تم دونوں کو ان قبائل سے متعلق تفصیل سے بتاتا ہوں جو افغانستان سے اٹھ کر اور ہتھیاروں سے لیس ہو کر بخارا میں جمع ہو رہے ہیں تاکہ روس کے حملوں کے سامنے بخارا کا دفاع کر سکیں۔ سنو میرے بچو ان میں سر فہرست افغانی ہیں۔ ان افغانیوں کا مستقر افغانستان کا جنوبی اور جنوب مشرقی حصہ ہے۔ اس جنس کی غالب خصلت دشمنی، کینہ انتقام کی دھن، جنگوں میں گھس پڑنا اور ذرا ذرا سی بات پر خصومت و دشمنی کا اظہار ہے ان کی ظاہری صورت ہی سے ان لوگوں کی یہ خصوصیات پوری طرح ظاہر ہو جاتی ہیں۔ ان کے چہرے ہمیشہ سکڑے ہوئے اور خشک ہوتے ہیں اگرچہ یہ لوگ بعض معاملات میں بردباری اور محبت کا بھی اظہار کرتے ہیں۔ مگر ان میں بہت ہی کم ایسے لوگ ملتے ہیں۔ جو ہنس مکھ اور بشاش نظر آئیں۔ اس طرح ان کی زبان خشونت اور ان کی آوازوں کا بھاری پن ان کی خصوصیات درشت مزاجی اور سخت دلی پر دلالت کرتے ہیں۔ نوچ کھسوٹ، لوٹ مار، ڈاکہ زنی اور فتنہ پروری کی طرف ان کی طبیعتوں میں شدید میلان پایا جاتا ہے۔

چونکہ ان لوگوں میں شجاعت، مہم پسندی اور جنگ و جدولی کی طرف میلان طبعی موجود ہے اس لئے ان کی طبیعت نے انہیں ایسے عسکری نظام کی تربیت کا سلیقہ سکھا دیا ہے۔ جو موجودہ زمانہ کے فوجی نظام سے قریب تر ہے۔ اور وہ اس طرح ہوتا ہے کہ یہ لوگ صفیں بناتے ہیں اور ان کی اچھی طرح ترتیب قائم کرتے ہیں۔ اونچے اور نیچے درجہ کے سالار بناتے ہیں جب یہ بڑھتے ہیں تو سالار ان کے آگے ہوتا ہے اور جب جنگ کی آگ بھڑکنے لگتی ہے تو سالار فوراً پیچھے چلے جاتے ہیں۔ فوج آگے ہوتی ہے اور جنگ و قتال میں مشغول ہو جاتی ہے۔ اب ان کے سالار حکم احکام دیتے ہیں اور دیکھتے رہتے ہیں کہ کس وقت کیا عمل

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ضروری ہے۔ حملہ، گھیراؤ، چپ راست، آگے بڑھنا، ٹھہر جانا وغیرہ جس وقت جو عمل ضروری ہوتا ہے فوجیوں سے وہی عمل کراتے ہیں۔

افغانیوں کی عادت ہے کہ ان کا کوئی فوجی بھاگ جائے تو اسے مار ڈالتے ہیں۔ اسی طرح کا ایک واقعہ اصفہان میں پیش آیا۔ کہ ایک سالار نے ایک فوجی کو پیچھے ہٹتے دیکھا اس کے قتل کا ارادہ کیا۔ فوجی نے سزائے قانونی سے بچنے کے لئے اپنا دایاں ہاتھ کٹا ہوا دکھایا۔ سالار نے اسے موت کی سزا سے معاف کر دیا مگر وہ عتاب سے نہیں بچ سکا۔ سالار اس پر راضی نہ ہوا کہ وہ فوجی پیچھے ہٹے اور بھاگ جائے بلکہ جبرا" اسے لشکر میں واپس کر دیا اور کہا ارے او ہجڑے تیرا بایاں ہاتھ تو موجود ہے اگر وہ بھی کٹ جائے تو تیرے منہ میں دانت تو موجود ہیں جس سے تو دشمن کو نوچ سکتا ہے۔ جا اپنے دشمن سے آخری سانس تک جنگ کرتا رہ۔

لشکر کی تربیت سے متعلق احکامات کا نفاذ اور فوجی نظام کی حفاظت کے علاوہ ایک سالار پر یہ فریضہ بھی عائد ہوتا ہے کہ جو فوجی میدان جنگ میں مارے جائیں انہیں میدان سے لائے اور دفن کرے تاکہ لاش کی دشمن توہین نہ کر سکے۔ البتہ جو شکست کھاتے ہوئے قتل ہو جائے اس کی تدفین کے ہرگز روادار نہیں ہوتے۔

افغانوں میں اکثر لوگ اب شہروں اور قصبات میں بودو باش کی طرف مائل ہو گئے ہیں مثلا" باشندگان قندہار وغزنی، جلال آباد وغیرہ لیکن اس کے باوجود وہ اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح سادگی اور سفید پوشی میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ انہوں نے آسائش و خوشحالی کی زندگی اختیار نہیں کی بلکہ ان کی زندگی میں کھرا پن تکشف ہوتا ہے۔ وہ لذت دنیاوی میں بہت کم قناعت کر لیتے ہیں حتیٰ کہ وہ بکریوں کو مع ان کے چمڑ-لوں خشک کر کے کھا جاتے ہیں۔ وہ بکریاں ذبح کر کے ان کا منہ جلا دیتے ہیں اور چمڑا خشک کر کے کھانے کے لئے رکھ چھوڑتے ہیں۔ یہ

لوگ چمچوں سے نہیں کھاتے اور نہ ان کے کھانے میں برتن میز پر رکھے جاتے ہیں بلکہ زمین پر بیٹھ کر اپنے ہاتھوں ہی سے کھا پی لیتے ہیں۔

افغانستانیوں کی اکثریت نیلے رنگ کے عمامے باندھتی ہے سرداروں اور بڑے لوگوں میں اکثر مختلف رنگوں کے کشمیری شال سروں پر باندھنے کا رواج ہے۔ گرم علاقوں کے باشندے دیسی جوتے پہنتے ہیں اور صدریاں پہنا کرتے ہیں۔ وہ قمیض بھی پہنتے ہیں۔ جو پنڈلیوں کے نصف تک ہوتی ہے۔ ان کی آستینیں بہت وسیع ہوتی ہیں۔ اکثر افغانی چوڑے کمر کے پٹکے استعمال کرتے ہیں جو پسلیوں سے رانوں تک ہوتے ہیں۔ قبائلی عام طور پر اپنے بال کٹواتے نہیں بلکہ بعض تو اپنے بالوں کو لمبی لمبی چوٹیوں کی صورت میں گوندھ بھی لیتے ہیں۔

افغان عورتیں لمبے لمبے لباس پہنتی ہیں اور کمر پٹکے چھاتیوں کے قریب ہی سے نیچے باندھ لیتی ہیں۔ اس طرح ابھار نمایاں طور پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ پہاڑوں میں بسنے والے قبائل کی بہت سی عورتیں گھوڑوں کی دموں کے بال کاٹ کر اپنے بالوں میں جوڑ لیا کرتی ہیں۔ غرزائی قبیلہ کی عورتیں اپنی پیشانی کے بالوں سے چکیتیوں کی شکل کے حلقے بنا کر پیشانی پر لٹکا لیتی ہیں۔ ان سے ناک چھپ جاتی ہے اور کان لوؤں تک مسلسل لٹکتے ہیں۔ گویا گول سا نقاب بن جاتا ہے اور اپنے کانوں میں چاندی، لوہے، کانسی اور بلور کی موٹی موٹی بھاری بالیاں بھی پہن لیتی ہیں۔

شہر کی عورتیں چہروں کو چھپاتی ہیں۔ اس کے برخلاف قصبات اور دیہاتوں کی رہنے والیاں کھلے منہ رہتی ہیں اور مردوں کے ساتھ بے تکلف لین دین رکھتی ہیں۔ ان میں ہر ایک مردوں کے ہاتھ پکڑ کر خوشی کے موقعوں پر دائرہ بنا کر ناچتی ہیں تہواروں اور خوشی کی تقریبات کے مواقع پر مرد اکیلے بھی ناچتے ہیں۔ اس ناچ کا نام ان کی زبان میں غٹن ہے۔

افغانی اگرچہ فقیر ہی کیوں نہ ہو ہر افغانی کو یہ زعم ہے کہ صرف افغانی ہونے

کی وجہ سے وہ دنیا کا سب سے شریف آدمی ہے۔ اس کو یقین ہے کہ ایمان کامل اور اسلام خالص صرف افغانستان نسل میں موجودہ ہے۔ یا عرب میں۔ افغانیوں کا کوئی قبیلہ جب کوئی فیصلہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے سرداروں کو مشورہ کے لئے ایک جگہ جمع کرے۔

اس اجتماع کو جرگہ کہا جاتا ہے اگر ایک قبیلہ کا کوئی شخص کسی آدمی کو قتل کر دے تو مقتول کے قبیلے کا ہر فرد قاتل قبیلے سے ایک آدمی کو قتل کر کے انتقام لینا اپنے اوپر واجب سمجھتا ہے۔ حاکم کی طرف سے قصاص لینے کو کافی نہیں سمجھتے۔ واقعہ کو سالہا سال گزر جائیں لیکن وہ خون کے انتقام کو معاف نہیں کرتے۔ اس کی صرف ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ خود قاتل مقتول کے قبیلہ سے پناہ کا طالب ہو اور اسے پناہ دے دی جائے۔ یہی کیفیت اس وقت ہوتی ہے۔ جب کسی خاندان کا کوئی آدمی کسی دوسرے خاندان کے ہاتھوں مارا جائے۔

افغانیوں کا طریقہ ہے کہ باہر سے آنے والوں کی حمایت کرتے ہیں۔ جو ان سے پناہ کا طالب ہو اس کی حفاظت اپنی جان ومال کے ذریعہ کرتے ہیں۔ افغانی چاہے شہری ہو یا دیہاتی اکثر مسلح رہتا ہے۔ ایک قسم کی چھوٹی تلوار ہوتی ہے۔ جسے سیلاوہ اور نورا کہتے ہیں ایک سیدھا خنجر ہوتا ہے۔ جسے چھرا کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ آتشیں ہتھیار مثلاً" بندوق وغیرہ ان کے پاس ہوتے ہیں۔ کوہستانیوں کی بندوقیں فتیلہ والی ہوتی ہیں۔ افغانیوں میں قبائل کے مابین اور خانزادوں کی باہمی جنگیں ہمیشہ ہی جاری رہتی ہیں۔ ایسا بہت ہوتا ہے کہ بیٹے نے باپ کو بھائی نے بھائی کو قتل کر دیا۔ محارب قبیلوں میں مصالحت اسی صورت میں ہوتی ہے جبکہ باہمی شادی بیاہ کا رشتہ ہو جائے۔

افغانیوں میں بعض قبیلوں کی غذا مکئی ہے۔ بعض کی باجرا بعض جو کھاتے ہیں اور بعض گیہوں ' رہا سالن تو یہ اکثر کے لئے پینیر یا گوشت ہوتا ہے۔ جاڑوں میں گوشت اور پنیر ایک ساتھ پکا کر ایک مرکب بھی تیار کر لیتے ہیں۔ روٹی عام طور پر توے پر پکاتے ہیں۔ سفر میں روٹی گرم پتھر یا انگاروں پر پکا لیتے ہیں اور اسے کاک کہتے ہیں۔

افغانستان کا دوسرا بڑا قبیلہ ہزارہ ہے یہ لوگ غزنی کے شمال سے ہرات کے شمال تک پھیلے ہوئے ہیں ان کی اصل مغل نسل ہے۔ یہ بات ان کے چہروں سے ظاہر ہے۔ ان کی آنکھیں تنگ' پلکیں اوپر کو مڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ ان کی داڑھیاں محض چند بال کی ہوتی ہیں۔ جو تھوڑیوں پر ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ان کے چہروں کی ساخت چینیوں کے چہروں سے مشابہت رکھتی ہے۔

ان کے اصلاً" تاتاری ہونے کا پتہ دیتی ہے بعض مورخین کا قول ہے کہ یہ لوگ چنگیز خان کی فوج کے بچے کھچے لوگ ہیں۔ بلکہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ ابھی تین سو سال پہلے یہ مغلئی بولی بولا کرتے تھے لیکن جو شخص ان لوگوں کی فارسی زبان پر قدرت تامہ اور ترکمان اور ازبک کی ترک آبادیوں کے قریب سکونت رکھتے ہوئے بھی اپنی زبان کو مغلئی زبان سے بالکل مختلف یا غیر ممزوج رکھنے کو دیکھتا ہے اسے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ چنگیز خان سے مدتوں پہلے ہی سے اپنے موجودہ وطن میں آباد ہیں۔۔

یہ قبیلہ وحشت' خشونت اور بربریت میں ڈوبا ہوا ہے ہاں یہ ایک قسم کے اونی کپڑے کی صنعت میں مہارت رکھتے ہیں جسے برک کہا جاتا ہے۔ یہ کپڑا اتنا اچھا ہوتا ہے کہ یورپ میں بھی بہت کم اونی کپڑا اس درجہ کا بنایا جاتا ہے۔

قبیلہ ہزارہ کے لوگ سوائے جمشیدی کے سب کے سب آگے سے کھلی قبا پہنتے ہیں اور اس کے اوپر کمر پٹکے باندھ لیتے ہیں لیکن اگر قبا برک کی ہو تو اس کی آستینیں کسی دوسرے کپڑے مثلاً" ریشم وغیرہ سے بنا لیتے ہیں۔ جاڑوں میں سر پر کپڑے کی ٹوپی پہنتے ہیں۔ ہزارہ کی عورتیں سر پر پگڑی باندھتی ہیں اور مردوں کی

طرح مذکورہ بالا قبا بھی پہنتی ہیں۔

افغانستان کے دوسرے بڑے قبائل میں ازبک اور ترکمان دو بڑے قبیلے ہیں۔ یہ لوگ اصلاً" تاتاری قبیلے ہیں اور آج تک ترکی بولتے ہیں۔ ان میں سے پہلا قبیلہ یعنی ازبک علاقہ بلخ میں آباد ہے۔ اور دوسرا یعنی ترکمان شہر میمنہ اسور ہرات کے درمیان یہ سب کے سب ان ازبکوں اور ترکمانوں ہی کی شاخیں ہیں جو اس وقت سلطنت بخارا کے اندر آباد ہیں۔ سلطنت بخارا کے ازبک اور ترکمان بھی سلطنت کے مشرقی حصوں میں زیادہ تر آباد ہیں۔ ازبک جو چنگیز خان کے ایک پوتے کی طرف نسبت رکھتے ہیں۔ ان کا پیشہ زیادہ تر کھیتی' باغبانی' انگور کی کاشت اور جانوروں کی پرورش ہے۔ یہ اپنے سروں پر چھوٹی پگڑیاں باندھتے ہیں اور اس کا شملہ کان پر لٹکاتے ہیں۔ ریشم وغیرہ کا دہرا روئی بھرا ہوا جبہ پہنتے ہیں اور ان میں سے بعض تو اوپر نیچے تین تین اور چار چار ایسے جبے پہن لیتے ہیں۔ انہیں شہسواری اور نیزہ بازی کی مہارت حاصل ہوتی ہے۔

ان میں سے کوئی شخص جب کسی سے ملاقات کے لئے جاتا ہے تو دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر پہلے سورۃ فاتحہ پڑھتا ہے اس کے بعد میزبان اسے روٹی کا ایک ٹکڑا پیش کرتا ہے جو آنے والا پورے احترام کے ساتھ قبول کر کے اپنی جیب میں رکھ لیتا ہے۔ انہیں چائے پینے کا بڑا شوق ہے۔ گھوڑے کا گوشت کھانے کو برا نہیں سمجھتے۔ ان میں کچھ علماء بھی پائے جاتے ہیں۔

دوسری طرف ترکمان اونی کپڑے برک کے جبے پہنتے ہیں اور سروں پر پوست کی ٹوپی اوڑھتے ہیں۔ یہ لوگ بڑے اہتمام کے ساتھ گھوڑے پالتے ہیں اور ان کی تربیت کرتے ہیں۔ اس جنگلی اور وحشی قبیلہ کے اکثر لوگ لوٹ مار پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ ایرانی علاقوں پر اور شہر ہرات کے اطراف میں ڈاکے مارتے

ہیں اور مردوں' عورتوں کو گرفتار کر کے غلام اور لونڈی کی طرح بیچ دیتے ہیں۔

افغانستان میں ایک اور بڑا قبیلہ قزلباش ہے۔ قزلباش ایک ترکی لفظ ہے جس کا مطلب ہے لال سر۔ ایران کے صفوی بادشاہوں کی ساری فوج اس لقب سے ملقب تھی کیونکہ انہیں شاہی فرمان کے تحت سروں پر سرخ پگڑیاں باندھنی پڑتی تھیں۔ افغانستان میں قزلباشی تقریباً" سارے کے سارے کابل میں آباد ہیں۔ باقی کا وطن غزنی اور قندہار ہے۔ اس گروہ کی اصل ایران ہے۔ ان کو لکھنے پڑھنے عبارت نویسی اور دفتری کاموں کی اچھی صلاحیت ہے۔ اس لئے حکومت افغان کے شاہی دفاتر میں بہت دکھائی دیتے ہیں۔ اکثر امراء اپنی اولاد کی تربیت اور انہیں شعر و ادب کی تعلیم کے لئے قزلباشوں کو مقرر کر لیتے ہیں۔ یہ لوگ ذکاوت' ذہانت' اور نظامت میں افغانستان کے دوسرے باشندوں سے ممتاز ہیں۔ ان میں شجاعت اور آگے بڑھنے کی صفت بھی پائی جاتی ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد آتہ جان رک گیا۔ تھوڑی دیر اس نے دم لیا پھر وہ مارتینا اور ریکا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ میری بیٹیو' میری بچیو میں نے تمہیں افغانستان میں بسنے والے قبائل سے متعلق تفصیل سے بتا دیا ہے۔ اس تفصیل میں ازبک اور ترکمانوں کی تفصیل بھی آگئی ہے۔ اور یہ ازبک اور ترکمان وہی قبائل ہیں جو آج کل سلطنت بخارا کے اندر آباد ہیں۔ لہٰذا اب مجھے تم دونوں بیٹیوں کو سلطنت بخارا کے اندر بسنے والے قبائل کے متعلق بتانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ یہاں تک کہنے کے بعد آتہ جان جب خاموش ہوا تو مارتینا اور ریکا تو گھر کا کام کاج کرنے کے لئے کمرے سے باہر نکل گئیں تھیں۔ جبکہ آتہ جان اور ابراہیم بیگ وہیں بیٹھ کر باہم باتیں کرنے لگے تھے۔

کمرے سے نکل کر ریکا نے مارتینا کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا اب گھر کا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کونسا کام کرنا ہے جس کے لئے تم مجھے وہاں سے اٹھا کر لائی ہو۔ اس پر مارتینا مسکراتے ہوئے کہنے لگی دیکھ میری بہن۔ گھر کے کام کا تو ایک بہانہ تھا میں ایک اور ہی موضوع پر تمہارے ساتھ گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ مارتینا کے ان الفاظ پر ربیکا نے ایک طرح سے پریشانی اور جستجو میں مارتینا کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگی وہ کونسا موضوع ہے جس پر تم علیحدگی میں مجھ سے گفتگو کرنا چاہتی ہو۔ اس پر مارتینا بولی اور کہنے لگی تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے بس تم میرے ساتھ آؤ پھر میں بتاتی ہوں کہ میں کس موضوع پر تمہارے ساتھ گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ اس پر ربیکا خاموشی سے مارتینا کے ساتھ ہولی تھی۔۔

مارتینا ربیکا کو اپنی خوابگاہ میں لے گئی تھی۔ اس نے ربیکا کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور وہ اس سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔ دیکھ ربیکا میری بہن جو گفتگو میں تم سے کرنے لگی ہوں اسے راز داری میں رکھنا۔ جو کچھ میں تم سے پوچھوں اس کا جواب سچ سچ دینا میرا دل رکھنے کی خاطر یا اپنے جذبات کو چھپانے کی خاطر دیکھ میری بہن جھوٹ مت بولنا۔ میں تمہیں بہن سمجھتی ہوں اور سمجھتی رہوں گی۔ اس پر ربیکا بولی اور کہنے لگی کہو تم کیا کہنا چاہتی ہو میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ جو کچھ بھی تم پوچھو گی سچ کہوں گی اس پر مارتینا نے پوچھا۔

یہ کہو کہ کیا تم امیر ابراہیم بیگ کو پسند کرتی ہو۔ مارتینا کے اس اچانک سوال پر ربیکا بیچاری کہیں کھو ہی گئی تھی۔ اس کی آنکھوں کی چمک چہرے کی رونق جاتی رہی تھی اور اس کی گردن جھک گئی تھی۔ مارتینا پھر بولی اور کہنے لگی دیکھ ربیکا میری بہن میرے اس سوال کا جواب خاموشی نہیں ہے۔ میں تمہاری زبان سے کچھ سننا چاہتی ہوں اور تمہارے اسی جواب ہی کی روشنی میں میں کچھ کر گزروں گی اور یہ اطمینان رکھو کہ جو کچھ میں کروں گی وہ تمہارے حق میں بہتر ہی ہوگا اس پر ربیکا نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ لمحہ بھر کے لئے اس نے بڑے غور سے مارتینا کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگی۔

دیکھ مارتینا میری بہن میں تم سے جھوٹ نہیں کہوں گی شروع میں میں امیر ابراہیم کو ناپسند کرتی تھی بلکہ یوں کہہ لو کہ میں ان سے نفرت کرتی تھی۔ ان سے ہی نہیں بلکہ میں سارے ان روسی علاقہ کے مسلمانوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی تھی اس لئے کہ میں ان سب کو روسی ہی خیال کرتی تھی۔ امیر ابراہیم کے گو مجھ پر بڑے احسانات ہیں انہوں نے مجھے روسیوں کی قید سے نکالا۔ صحرائے قزلقم کے عقوبت خانوں سے مجھے نجات دی۔ میری حفاظت کے لئے پیر بابا کے ہاں رکھا جہاں انہی کے طفیل سے مجھے اسلام کی بے بہا دولت نصیب ہوئی۔ پیر بابا کے ہاں رہتے ہوئے مجھے مسلمانوں کے اخلاق اور سیرت کا عملی مظاہرہ دیکھنے کا موقع ملا۔ تب مجھے احساس ہوا کہ روسیوں اور ان مسلمانوں میں اخلاق اور کردار کے لحاظ سے زمین آسمان کا فرق ہے۔

پیر بابا ایشان خواجہ کے یہاں ہی رہتے ہوئے مجھے مسلمانوں کی اصلیت کی خبر ہوئی تب ہی مجھے ان احسانات کا اندازہ ہوا جو امیر ابراہیم بیگ نے مجھ پر کئے تھے۔ پھر مارتینا میری بہن وہ ناپسندیدگی وہ نفرت جو شروع میں مجھے امیر ابراہیم بیگ سے تھی اس کی جگہ ہمدردی نے لے لی پھر یہ ہمدردی بڑھتی گئی میرے دل میرے شعور اور لاشعور میں عجیب سے جذبے پرورش پاتے رہے۔ یہاں تک کہ میں یہ محسوس کرنے لگی کہ میں ابراہیم بیگ کو ٹوٹ کر پیار کرتی ہوں اور ان کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔

دیکھ مارتینا میری بہن جس روز امیر ابراہیم نے بخارا سے حصار شہر کی طرف جا کر تمہارے ساتھ شادی کرنی تھی اس روز پیر بابا ابراہیم سے مل کر ان کے ساتھ میرا رشتہ طے کرنا چاہتے تھے لیکن دیکھ میری بہن خداوند قدوس اور قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ پیر بابا سے ملنے والے کچھ لوگ آگئے اور پیر بابا امیر ابراہیم سے نہ مل سکے مجھے انہوں نے امیر کے پاس بھیج دیا تاکہ میں ان کے باپ اور چچا کی فوتگی کا افسوس کروں میں امیر سے مل کر چلی گئی اس وقت نہ مجھے خبر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھی اور نہ پیر بابا کو علم تھا کہ اس رات امیر ابراہیم تم سے شادی کرنے کے لئے حصار شہر جا رہے ہیں۔ پھر جب وہ تم سے شادی کر کے لوٹے تب مجھے اور پیر بابا کو علم ہوا کہ انہوں نے شادی کر لی ہے۔ پیر بابا اس بات پر بڑے پچھتائے کہ انہوں نے ابراہیم بیگ کی روانگی سے پہلے ہی میرے ساتھ شادی کے موضوع پر گفتگو کیوں نہ کر لی لیکن وقت گزر چکا تھا اور پچھتاوے سے کیا حاصل۔

دیکھ مار تینا میری بہن اب جبکہ تو امیر ابراہیم کی بیوی ہے مجھے تم سے کوئی گلہ شکوہ نہیں ہے۔ مجھے امیر ابراہیم سے بھی کوئی شکایت نہیں ہے اس لئے کہ نہ کبھی میں نے ان کے سامنے اظہار محبت کیا نہ ہی میرے سلوک میری نفرت اور میری ناپسندیدگی کی وجہ سے انہوں نے کبھی مجھ میں دلچسپی لینے کی کوشش کی لہٰذا دیکھ میری بہن جو کچھ ہوا یہ میری اپنی غلطی تھی۔ اور مجھے اپنی غلطی کی سزا مل چکی ہے۔ میری خدائے عظیم سے دعا ہے کہ تم امیر ابراہیم بیگ کی بیوی کی حیثیت سے کامیاب زندگی بسر کرو۔ یہاں تک کہنے کے بعد ریکا جب خاموش ہوئی تو مار تینا بولی اور ریکا کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگی۔

دیکھ ریکا میری بہن بات ختم نہیں ہو گئی نہ ہی تمہیں کسی فیصلہ پر پچھتانہ پڑیگا۔ میری بہن مجھے اسماعیل' خدیجہ اور عائشہ کی باہم گفتگو سے یہ پتا چل گیا تھا کہ تم امیر ابراہیم بیگ کو پسند کرتی رہی ہو۔ اور یہ کہ پیر بابا تمہاری شادی ان سے کرنا چاہتے تھے۔ دیکھ ریکا میری بہن ایک مسلمان مرد بیک وقت ایک سے زائد شادیاں کر سکتا ہے لہٰذا میں تمہیں مایوس اور ناکام نہیں ہونے دوں گی میری بہن تمہاری شادی بھی امیر ابراہیم بیگ کے ساتھ ہو گی۔ یہ شادی میں خود کراؤنگی - دیکھ میری بہن میں تمہیں مایوسیوں میں نہیں ڈوبنے دوں گی۔ تم نے پہلے ہی جنگ عظیم میں جو دکھ اٹھائے ہیں وہی تمہارے لئے کافی ہیں۔ میں تمہیں اس غریب الوطنی میں مزید دکھوں اور تکلیف کا سامنا نہیں کرنے دوں گی دیکھ میری بہن میں کسی مناسب وقت پر امیر ابراہیم بیگ سے بات کروں گی اور پھر تم دیکھو

گی کہ عنقریب وہ دن آئے گا جب تمہارا بھی نکاح امیر کے ساتھ ہوگا اور تم بھی اس حویلی میں میرے ساتھ امیر کی بیوی کی حیثیت سے رہو گی۔ اور تمہیں وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اس حویلی میں مجھے ہیں۔

مار تینا کی اس گفتگو سے ریکا بیچاری اتنی متاثر ہوئی کہ وہ حرکت میں آئی اور اپنی پوری قوت سے اس نے مار تینا کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا پھر وہ مار تینا کی پیشانی اس کے گال اس کی تھوڑی اس کا منہ چومتے ہوئے کہنے لگی مار تینا میری بہن تم عظیم ہو میں سمجھتی ہوں کہ نہ میں اب جرمن ہوں اور نہ تم فرانسیسی ہم دونوں ہی مسلم قوم سے تعلق رکھتی ہیں اور بخارا کی رہنے والی ہیں بس اس کے علاوہ نہ کوئی ہماری حیثیت ہے نہ ہماری پہچان جو مقام تم مجھے دینے کا عزم کر چکی ہو اس کام کے صلہ میں دیکھ میری بہن اگر میں ساری عمر تیری خدمت کرتی رہوں تب بھی میں تیرے اس احسان کا بوجھ نہ اتار سکوں گی۔ ریکا کی اس گفتگو کے جواب میں مار تینا جھٹ بولی اور کہنے لگی۔

ریکا میری بہن یہ تم پر کوئی احسان نہیں ہے۔ قسم خداوند کی امیر ابراہیم بیگ پر تم مجھ سے زیادہ اور پہلے حقدار ہو یہ علیحدہ بات ہے کہ قدرت نے مجھے تم سے پہلے ان کا ساتھی بنا دیا۔ ورنہ مجھ سے کہیں بڑھ کر تم امیر کو حاصل کرنے کا حق رکھتی تھیں۔ دیکھ ریکا میری بہن آج سے تم اپنے آپ کو اس گھر کا فرد سمجھو اس گھر کی ہر شئے پر تمہارا ایسے ہی حق ہے جیسے میرا۔ اب اٹھو دونوں بہنیں مل کر گھر کا کام کاج کریں۔ مار تینا کی اس گفتگو پر ریکا خوش ہو گئی تھی پھر دونوں بہنیں خوابگاہ سے نکلیں اور گھر کے کام میں لگ گئیں تھیں

روسی جاسوس بخارا شہر میں بڑی سرگرمی سے اپنا کام کر رہے تھے۔ یہ پناہ گزینوں کی شکل و صورت میں بخارا میں داخل ہوئے تھے۔ ان جاسوس پناہ گزینوں میں سرفہرست فرغانہ کا کریم اخوند٭، نجیب تاتار، حسن زادہ قہقاری، ارزلی بائی تاتار تھے جن کو حکومت بخارا نے سرکاری ملازمتیں تک دیں مگر اس کے باوجود یہ بخارا کے دشمن ثابت ہوئے۔

روسی حکومت نے کالی سوف کی شکست کے بعد اب اپنے جنرل فرنیرے کو ترکستان میں سرخ افواج کا سربراہ اور ترک کمیشن کا اہم رکن مقرر کیا تھا۔ تاشقند میں جدیدیوں کی جلاوطن حکومت کے رہنما جنرل فرنیزے کو سرخ افواج کے ساتھ بخارا پر حملہ کے اسباب مہیا کر رہے تھے۔ انہی اسباب کی روشنی میں اٹھارہ اگست 1920ء کو تاشقند میں ایک خفیہ اجلاس میں بخارا پر حملہ کا فیصلہ کر لیا گیا۔ اور اس فیصلہ کی اطلاع ماسکو میں کمیونسٹ حکومت کے سربراہوں کو بھی کر دی گئی تھی۔

27 اُست 1920ء کو کمیونسٹوں نے تمام معاہدوں بین الاقوامی آداب سیاست اور انسانی ضابطہ اخلاق کو پامال کرتے ہوئے رات کی تاریکی میں بخارا پر

٭ کریم اخوند کو بخارا کے اسلحہ ساز کارخانہ میں بارود بنانے پر مقرر کیا گیا تھا۔ لیکن اس نے وہاں اپنے روسی حکمرانوں کے اشارے پر بارود میں راکھ ملانی شروع کر دی تھی اس کی یہ خیانت بعد میں ظاہر ہوئی اس نے جاسوسی میں دوہرا کردار ادا کیا۔ جنگ بخارا میں کریم اخوند اور نجیب تاتار اور ان کے ساتھیوں نے نا صرف قتل و غارت گری میں زبردست حصہ لیا بلکہ فرقہ جدیدیہ بخارا کے خاندانوں کو بھی ایذاء پہنچائی۔ اسی وجہ سے بعد میں جب بخارا میں جدیدیوں کی حکومت قائم ہوئی تو جدیدیوں کے سربراہ فیض اللہ نے اس کریم اخوند، نجیب تاتار اور اس کے ساتھیوں کو گولی سے اڑا دیا تھا۔

حملہ کر دیا۔ اس سے پہلے وہ حکومت بخارا کو یہ اطمینان دلانے میں کامیاب ہو چکے تھے کہ روس ان سے جنگ نہیں دوستی چاہتا ہے۔ مملکت کے غدار بیٹے یعنی جدیدی بخارا پر حملہ آور ہونے میں ان کے ساتھ تھے۔ حملہ رات بارہ بجے کے بعد انتہائی خاموشی سے کیا گیا تھا۔

سرخ افواج جب بخارا کے ملت اسلامیہ کے آخری حصار پر حملہ آور ہوئیں تو وہ پینسٹھ ہزار باقاعدہ فوج کے علاوہ ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ روسی ترکستانی رضاکاروں پر مشتمل تھی ان کے ساتھ جدیدیوں کی تاشقند میں جلاوطن حکومت کے ارکان بھی شامل تھے۔ بخارا پر حملہ آور ہونے والی سرخ افواج بھاری توپخانے بکتر بند گاڑیوں۔ ٹینکوں ہوائی جہازوں اور اس وقت کے جدید اسلحہ سے لیس تھیں۔ اس حملہ کی قیادت خود جنرل فرنیزے رہا تھا۔ یہی جنرل فرنیرے اس سے پہلے خوارزم میں بھی اسی قسم کا آپریشن کے خوارزم کو روسی سلطنت میں شامل کر چکا تھا۔ حملہ کا سارا منصوبہ انتہائی راز میں رکھا گیا تھا۔ جنگ سے پہلے کیمونسٹ پروپیگنڈہ کو انتہائی موثر انداز میں استعمال کیا گیا تھا۔ ان کے مقابلہ میں امیر بخارا کی فوج کی تعداد پچاس ہزار کے قریب تھی اور دشمن کے مقابلہ میں بے سروسامان تھی۔

سرخ افواج کے کماندار اعلیٰ جنرل فرنیزے نے اس حملہ کے لئے بڑی تیاریاں کی تھیں اور ماسکو سے اس کا برابر رابطہ استوار تھا۔ جہاں سے اسے مسلسل ہدایات مل رہی تھیں۔ اعلان جنگ اچانک حملہ کے ذریعہ کیا گیا۔ بیک وقت گیارہ مقامات پر حملہ کیا گیا۔ اس طرح بخارا کی سلطنت کے لئے ایک طرح سے روسیوں نے بارہ محاذ ایک ہی وقت میں کھول دیئے تھے۔ پہلا محاذ شہر نور آتا دوسرا زہرہ بلاق، تیسرا شہر چار جوئے، چوتھا شہر کرمینا، پانچواں شہر ضیاء الدین، چھٹا شہر فطرچی، ساتواں شہر کاسان جو قرشی شہر کے قریب ہے۔ آٹھواں سبز شہر نواں شہر بوادلیق، دسواں شہر پینک اور گیارہواں پایائے تخت بخارا۔

سخت ترین محاذ جنگ بخارا شہر تھا جہاں سرخ افواج نے بخارا کے مشہور مینار

بخارا پر توپ کا گولہ پھینک کر حملہ کا آغاز کیا تھا۔ اس کے بعد سب محاذوں پر شدید گولہ باری ہو گئی تھی۔ روسی طیاروں نے پایائے تخت بخارا پر ہوائی حملے بھی شروع کر دیئے تھے۔ ان حملوں کے دوران میں بخارا کی افواج نے دو ہوائی جہاز مار گرائے ان میں سے ایک لب حوض دیوان بیگی میں جا گرا جس کا ڈھانچہ مدتوں وہاں پڑا رہا۔ اور دوسرا جہاز دروازہ سمرقند کے باہر گرا تھا۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بالشویک اور کیمونسٹ فوجیں بغیر کسی قابل ذکر مزاحمت کے آخر سیدھی دار لحکومت بخارا تک کیسے پہنچ گئیں۔ ان کا پہنچنا کچھ اس طرح ہوا کہ ہر شہر اور ہر قریہ میں مار آستینوں کا ٹولہ جس میں زیادہ تر سرکاری ملازم اور حکام تھے نگاہ و دل فرش راہ کئے سرخ افواج کی آمد آمد کا منتظر تھا۔ جونہی سرخ فوج قرب و جوار میں نمودار ہوتی یہ مار آستین اس سے جا ملتے اس طرح پندرہ سے زائد شہر بغیر کسی مذاحمت کے پکے ہوئے سیبوں کی طرح روس کی جھولی میں جا گرے تھے۔

رحمان قل بیگ اور ابراہیم بیگ نے بڑی جانثاری اور بڑی سرفروشی سے روسی حملہ کے سامنے اپنا دفاع کیا تھا۔ ابراہیم بیگ نے اپنی بیوی مارتینا اور بچہ کو پیر بابا ایشان خواجہ کے ہاں پہنچا دیا تھا۔ دوسری طرف ریکا بیچاری دن رات ایک کر کے اسلحہ خانے اور بارود خانوں میں کام کر رہی تھی۔

بخارا شہر پر گولہ باری اور بم باری اس قدر شدید تھی کہ اس سے ہونے والی تباہی اور خونیں مناظر کا احوال ناقابل بیان ہے۔ ملت بخارا نے اس جنگ میں بے پناہ شجاعت کا ثبوت دیا۔ رحمان قل بیگ اور ابراہیم بیگ کی سرکردگی میں افواج نے ویسی ہی جاں فروشی کا ثبوت دیا جیسا اس سے پہلے جنگ کالی سوف میں اپنی جانثاری کا مظاہرہ کر چکی تھی فوج اور عوام جوش جہاد میں سرشار تھے۔ اور وہ بخارا کے دروازوں سے نکلتے اور اللہ اکبر کے نعرے لگا کر روسی بالشویکیوں کی مشین گنیں چلانے والوں پر عقابوں کی مانند جھپٹتے اور انہیں موت کے گھاٹ اتار کر نعرے لگاتے ہوئے واپس لوٹ آتے تھے۔

علماء دین اور مذہبی لوگوں نے سب سے زیادہ بڑھ کر جوش و خروش کا مظاہر

کیا ان علماء کے جذبہ کا یہ عالم تھا کہ سروں پر کفن باندھے ہوئے اللہ اکبر کہتے ہوئے دشمنوں کی صفوں کی صفیں الٹ رہے تھے۔ خاص کر یہ علماء جدیدیوں کو کیفر کردار تک پہنچا رہے تھے۔ اور خود بھی جام شہادت نوش کرتے جا رہے تھے۔

کیمونسٹ حملہ آوروں کو تسلیم کرنا پڑا تھا کہ بخارائی عوام نے بے سروسامانی کے باوجود شدید مزاحمت کی جس آن بان سے بخارا کٹ مرا اس کی روداد کیمونسٹ حملہ آوروں کے الفاظ ہی میں کچھ ایس طرح بیان کی جا سکتی ہے کہ۔

" شہر کی دیواروں کے عین اوپر گھمسان کی جنگ ہوئی دونوں فریقین پوری شدت سے لڑے کئی بار قبرستان کے رخ تبدیل ہوئے۔ کئی مرتبہ سرخ جنگجو عین دیوار تک جا پہنچے مگر گولیوں کی بوچھاڑ میں خاصہ نقصان اٹھا کر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے۔ بار بار انہوں نے شہر کی فصیل پر ناکام یورش کی کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا کہ شہر کے دروازے یک بار گی کھلتے - ملاؤں علماء' اور سرکاری افسروں کے گروہ کے گروہ ہجوم کی صورت میں محض چند بندوقوں کے ساتھ یا خالی ہاتھ ہی روسی توپچیوں پر ٹوٹ پڑتے اور انہیں چیر پھاڑ کر رکھ دیتے تھے۔

دو مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ سرخ افواج کے دستوں نے پرانے شہر کے دروازوں کے اندر تک رسائی حاصل کر لی مگر ہر بار رحمان قل بیگ اور ابراہیم بیگ کی سرکردگی میں بخارا کے فوجیوں کی طرف سے ان پر پتھر پھینکے گئے گولیاں چلائی گئیں۔ چھتوں' بالکونیوں سے ان پر گولیوں کی بارش کی گئی اور وہ سرخ افواج کے دستے اپنے پیچھے بہت سے لاشیں چھوڑ کر پسپا ہونے پر مجبور ہو گئے تھے۔۔

اس رات اور اگلے دن ایک لمحہ کے لئے بھی جنگ دھیمی نہ پڑی۔ ہر طرف شعلے تھے۔ توپوں کی گھن گرج اور مشین گنوں کی تڑتڑ چلتی گولیوں کی آوازیں تھیں جو انسانی چیخ و پکار میں گڈمڈ ہو کر رہ گئی تھیں۔

دوسرے روز بھی رحمان قل بیگ اور ابراہیم بیگ کی سرکردگی میں بخارا کی افواج نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ جنرل فرنیرے کی سرکردگی میں سرخ افواج نے اپنے طرف سے بہتیری کوشش کی کہ شہر میں داخل ہوں لیکن وہ ایسا نہ کر سکے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دوسرے روز بھی روسیوں کو ان گنت لاشیں چھوڑ کر شہر سے پیچھے ہٹنا پڑا تھا۔

پھر جنگ کا تیسرا روز آگیا۔ رات کے وقت لڑائی کا زور کسی قدر کم ہو گیا تھا۔ جو دن کو پہلے کہیں زیادہ شدت کے ساتھ پورے محاذ پر بھڑک اٹھی ایک خیال روسی کمیونسٹوں کو برہم کر رہا تھا۔ یہ اس دن کی فیصلہ کن اہمیت کا خیال تھا۔ روسی سوچ رہے تھے کہ اگر وہ ڈٹے نہ رہے اور فصیل شہر سے انہیں پسپا کر دیا گیا تو انقلاب بخارا کئی برسوں کے لئے ملتوی ہو جائے گا اور بغاوت کو بے رحمی سے کچل دیا جائیگا۔ آخر روسیوں نے سردھڑ کی بازی لگا دی۔ ہر چیز جو اہل بخارا کو کسی طرح سے بھی نقصان پہنچا سکتی تھی وہ روسیوں نے اس حملہ میں جھونک دی۔ روسی اپنے کامریڈوں کی زندگی کی قیمت پر آخر کار بخارا شہر کی فصیل میں شگاف ڈالنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ پھر وہ توپیں گھسیٹے ہوئے سیدھے شہر کی فصیل تلے پہنچے اور شہر پر انہوں نے گولہ باری کر کے شہر کی فصیل کے اندر اور شگاف ڈال دیئے تھے۔ روسی فتح کے نعرے لگاتے ہوئے سرپھروں کی صورت میں ان شگافوں سے شہر میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔ پھر شہر میں داخل ہونے سے انہیں کوئی نہیں روک سکتا۔ جبکہ دوسری طرف رحمان قل بیگ اور ابراہیم بیگ شہر کے گلی کوچہ میں روسیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی تیاریاں مکمل کر چکے تھے۔

جونہی یہ روسی فصیل میں پڑنے والے شگافوں سے داخل ہو کر شہر کی گلی کوچوں میں پہنچے ان پر گویا قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ رحمان قل بیگ اور ابراہیم بیگ نے ان پر دستی بموں کی بارش کر دی تھی۔ چھتوں اور دریچوں سے کھولتے ہوئے پانی کی دھاریں اور دہکتے ہوئے انگارے روسیوں پر پھینکے گئے تھے۔ سرخ افواج کے سپاہی جو پاگلوں کی طرح آگے بڑھ رہے تھے۔ ان کے قدم رک گئے اور وہ جو لوٹ مار کا عزم رکھتے تھے ان کی وہ حسرت دل ہی میں رہ گئی اور بخارا کے گلی کوچوں میں اپنے ساتھیوں کی ان گنت لاشیں چھوڑ کر پھر وہ اپنی جانیں بچانے کی خاطر شہر کی فصیل میں پڑنے والے شگافوں سے باہر بھاگ جانے پر مجبور ہو گئے

تھے۔

رحمان قل بیگ اور ابراہیم بیگ کے ساتھ کام کرنے والے بخارا کے لشکریوں کے ساتھ ترکوں نے بھی اس جنگ میں جان کی بازی لگا دی تھی۔ وہ ترک جو ترکستان اور سائبیریا کے روسی جنگی قیدیوں کے کیمپوں سے فرار ہو کر بخارا آگئے تھے انہوں نے اس جنگ میں سر پر کفن باندھ کر اپنا تن من دھن قربان کر دینے کا عزم کر لیا تھا۔ بخارا شہر کے محاذ پر مقابلہ بے حد سخت تھا۔ سرخ افواج کی کمزوری اور مسلمانوں کی بالا دستی کی علامات نمایاں نظر آ رہی تھیں۔ لڑائی کے تیسرے دن کی کارگزاری سے متعلق جدیدیوں کے سربراہ فیض اللہ خواجہ نے بخارا سے باہر خود اپنی جدیدی رہنما ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

" میرے ساتھیو جب سے میں نے یہ خبر سنی ہے کہ جو روسی فصیل میں پڑنے والے شگافوں کے ذریعہ سے شہر میں داخل ہوئے تھے ان میں سے اکثریت کو رحمان قل بیگ اور ابراہیم بیگ نے ترکوں کے ساتھ مل کر موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ تب سے میرے ساتھیو مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا ہے۔ میں اپنے حواس درست کر کے جب روسی جرنیل کے پاس مشورہ کے لئے دوڑا تو اس نے مجھے کہا کہ اگر تم لوگ بخارا کو فتح کرنا چاہتے ہو تو ہمیں جنگ کے لئے مزید رضا کار مہیا کرو لہٰذا میرے ساتھیو میں اب مزید جدیدی رضا کاروں کو جنگ میں جھونکنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔"

بدھ کی صبح جبکہ لڑائی کو متواتر چار دن اور چار راتیں ہو گئیں تھیں اور ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں رکی تھی تو بخارا میں وسط ایشیاء کے قرامینوں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شہر بخارا کے اندر لوٹ مار قتل و غارت گری شروع کر دی تھی۔ ان لٹیروں نے عورتوں بچوں پر دست درازی اور جبرو تشدد کا سلسلہ شروع کر دیا۔

یہ قرامطی وہی پناہ گزین تھے جو مختلف روسی مسلمان علاقوں سے قحط' افلاس

اور کمیونسٹوں کے استبداد اور جبرو تشدد سے بھاگ کر بخارا میں پناہ لینے آئے تھے اور اب یہ ظالم اپنی ہی پناہ گاہ کو تباہ کرنے پر تل گئے تھے۔

امیر بخارا کو جب خبر ہوئی کہ قرامطیوں نے شہر کے اندر قتل و غارت اور لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا ہے۔ تو اس نے ایک تیز رفتار قاصد اور رحمان قل بیگ اور ابراہیم بیگ کی طرف بھجوایا اور انہیں اس صورتحال سے آگاہ کیا۔

رحمان قل بیگ اور ابراہیم بیگ نے آپس میں صلح مشورہ کیا جس کے نتیجے میں یہ فیصلہ ہوا کہ رحمان قل بیگ روسیوں کو شہر میں داخل ہونے سے روکے رکھے گا جب کہ ابراہیم بیگ دو ہزار فوجیوں کو لے کر بخارا شہر کے اندر چھا جائے اور جو بھی قرامطی اور دہشت پسند اسے نظر آئے اسے گولی مار دے۔

دوسری طرف بدبخت یہودی اقلیت نے بھی اپنی وفاداریوں کا مرکز بدل لیا اور اب وہ بھی جدیدیوں اور روسی افواج سے ہمدردی کا اظہار کرنے لگے تھے تاہم دو ہزار لشکریوں کے ساتھ ابراہیم بیگ آندھی کی طرح حرکت میں آیا۔ مشرقی دروازہ سے وہ شہر میں داخل ہوا تھا تو اس نے دیکھا جگہ جگہ شہر میں آگ لگی ہوئی تھی اور قتل و غارتگری کے شرمناک مناظر دیکھ کر ابراہیم بیگ دنگ رہ گیا تھا تاہم اس نے کمال جرات مندی کا مظاہر کرتے ہوئے اپنے دو ہزار ساتھیوں کے ساتھ شہر میں ہنگامے اور قتل و لوٹ مار برپا کرنے والے قرامطیوں کا مکمل طور پر صفایا کر دیا۔ اس کے علاوہ وہ یہودی اور دوسرے دہشت گرد اور جاسوس جو شہر میں بے یقینی کی حالت پیدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے انہیں بھی ابراہیم بیگ نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ بدھ کا پورا دن ابراہیم بیگ شہر کے اندر غداروں اور نمک حراموں کا صفایا کرتا رہا تھا۔

شہر میں فتنہ و فساد اور قتل و غارت گری برپا کرنے والے یہ قرامطی ایشان خواجہ کے گھر میں بھی داخل ہو گئے تھے۔ ایشان خواجہ نے اپنے بیٹے اور بیٹوں کے ساتھ ان کا بڑی جرءت مندی سے مقابلہ کیا۔ لیکن انکا کوئی بس نہ چلا اور یہ ظالم قرامطی ایشان خواجہ ان کی دونوں بیٹیوں بیٹے اسماعیل مارتینا اور ابراہیم بیگ کے بیٹے کو موت کے گھاٹ اتارنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

ریکا ہاتھ میں گن پکڑے بخارا کے اسلحہ خانے سے نکلی تھی شاید اسے اطلاع مل گئی تھی کہ شہر میں جو قتل و غارت کا بازار گرم ہو گیا تھا اس پر ابراہیم بیگ نے قابو پا لیا ہے۔ اپنے ہاتھ میں گن لئے وہ اسلحہ خانہ سے نکلی اور بے تحاشہ بخارا کی گلیوں میں اپنی پوری رفتار سے بھاگنے لگی تھی۔ مختلف گلیوں سے ہوتی ہوئی وہ بیچاری ایشان خواجہ کی حویلی میں داخل ہوئی جب وہ دیوان خانے میں داخل ہوئی تو دنگ رہ گئی۔ اندر ایشان خواجہ کے علاوہ خدیجہ ، عائشہ ، اسماعیل ، مارتینا اور ابراہیم بیگ کے بچہ کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ ریکا پر ایک طرح سے غشی سے طاری ہو گئی تھی۔ ہاتھ میں پکڑی ہوئی گن اس نے ایک طرف رکھ دی۔ پہلے وہ ابراہیم بیگ کے بچہ کی لاشیں کے پاس بیٹھ گئی۔ کافی دیر تک وہ بچہ کا منہ اس کی پیشانی چوم چوم کر اور دھاڑیں مار مار کر روتی رہی اس کے بعد وہ ایک ایک لاش سے لپٹ کر جی بھر کر روئی آخر میں وہ مارتینا کی لاش کے پاس آئی۔ دھاڑیں مارتے ہوئے سسکیاں لیتے ہوئے۔ آنسو بہاتے ہوئے اس نے مارتینا کا چہرہ اس کے گال اور اس کی خون آلود پیشانی بے تحاشہ انداز میں چومی پھر اس نے مارتینا کا سر اپنی گود میں رکھ لیا اور بین کرتی ہوئی آواز میں وہ مارتینا کی لاش کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

مارتینا میری بہن برف کے شہر کی ان ویران گزرگاہوں اور زرد سمندر کی صورت گناہ جرائم کی ان پناہ گاہوں میں میں کس کے ساتھ ہنسوں گی کس کے ساتھ قہقہے لگاؤں گی۔ یہ بے صدا صدیوں کی چونے سے چنی دیواروں کے بند دروازوں کی درزوں سے نکل کر ماضی اور مستقبل دونوں میرے تعاقب میں لمحہ موجود کی حسرت کی طرح لگ جائیں گے۔ یہ ان کے رازوں کی طغیانیاں اور شبستانوں سے روٹھی نیندیں بے رنگ کروں اور لامکان جزیروں اور زمانے کی گزرگاہوں میں میری ذات کے لئے ایک طعنہ بن کر رہ جائیں گی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مار تینا میری بہن میں تو چاند کو چھونے کی طلب میں تیری حویلی میں داخل ہوا کرتی تھی اب کون وقت کی شفاف ردا اوڑھے ہلکی ہلکی پھوار اور سرد سناٹوں میں میرے ذہن کی شیرازہ بندیاں کرے گا۔ کون خیالوں کے صد رنگ موتی مقدر کی راہوں پر میرے لئے چن کر ڈھیر کرے گا۔ مار تینا میری بہن تیرے بعد میں فصیل پر زنگار کی طرح ہو کر رہ جاؤنگی۔

مار تینا آنکھیں کھول! تہذیب کا دل اور علم و ثقافت کا گھوارہ یہ شہر بخارا چشم حیران حقیقت میں ڈوبا ہوا ہے۔ مکانوں کے ملبوں پر بے آسرا ڈیوڑھیاں قہقہے لگا رہی ہیں۔ دریاؤں کی شاہ رگوں میں خون بہنے لگا ہے۔ ایسے میں تیرے پیار کی طغیانی کو یاد کر کے میں کہاں کہاں ٹھوکریں کھاؤں گی۔ شام کی دہلیز پر میرا کوئی گھر کوئی نگر نہ رہے گا۔ میں تو شہر آشتی کے دامن کی طالب کی حیثیت سے تیرا ساتھ چاہتی تھی۔ پر تیرے روٹھ جانے سے میں ان کالی سڑکوں پر موت کی وادیوں میں اجڑے درختوں کی ٹہنیوں کی طرح بے آسرا ہو کر رہ جاؤں گی۔ بخارا شہر میں بوندوں کی طرح برستے آنسو خون میں ڈوبنے لگے ہیں۔

دھواں دھواں خواہشیں ہدف ہدف صدائیں منقش تیرگی کی وحشت کا شکار ہو گئی ہیں۔ اجالوں کے پیرہن کرنوں کے وصال' دھول دھول خوابوں میں بے کسی کی گرد سفر میں کھو گئی ہیں۔ شام کی ذات میں سربریدہ صداقتیں روزن زندان اور فاصلوں کی زنجیروں میں جکڑی جا چکی ہیں۔ سمور و سنجاب کے ریشمی لمس سے لطف اندوز ہونے والے چیتھڑوں کی طرح لخت لخت ہو کر رہ گئے ہیں۔

مار تینا میری بہن دیکھ بخارا شہر میں خونخواری اور غارت گری شب دیگ کی اشتہا انگیز مہک اور سیاہ بخت ہمزاد کی طرح جنوں خیز ہو گئی ہے۔ قطرہ قطرہ سحر کی طرح تیری صحبت میں جو کچھ لکھا تھا سب کالعدم ہوا۔ تیرے ساتھ بیٹھ کر جو کچھ سوچا تھا۔ نذر غم ہوا۔ موت نے زندگی کو ارزاں کر کے راہگزر پر ایک کشکول کی طرح لاکھڑا کیا ہے۔۔

مار تینا میری بہن تیرے بعد میں پلکوں پر ندامت کے آنسو لئے سکھ کے

بندھن اور ہوا کی سرگوشیوں سے محروم ہو جاؤنگی۔ میرے بدن کی آتش صفت زیبائی زندگی کی جلتی دھوپ اور شبنمی ٹھنڈک پر نور شامیں بے مہر سناٹوں اور ہزیمت کے سیاہ عفریتوں کا شکار ہو کر رہ جائیں گی۔۔

یہ سنہری دھوپ میں ڈھلتا آفتاب یہ برسوں کی ریاضت میں ڈوبی کشتی زیست اور برسوں کی ریاضت میں جلتے سورج کے ساتھ لمحوں کے لامختتم سفر میں میرے لئے کوئی دلچسپی کوئی دلفریبی نہ رہے گی اور میں کبھی الزام کی صورت کبھی دشنام کی صورت ابھرتی ڈوبتی موجوں کی طرح بے مقصد سرگرداں ہو کر رہ جاؤنگی۔

یہ ریشمی نیندوں والی راتیں عمر کی منڈیر پر کٹتی جائیں گی۔ سال پرندوں کی طرح ایک ایک کر کے اڑتے رہیں گے۔ تیرے ساتھ گزارے ہوئے لعل بے بہا لمحے دکھ کے خنجر اور دلربا قرینے دکھ کی سانس بن جائیں گے۔ زمین کے ہر مسام سے میرے لئے درد کے دریا بہہ اٹھیں گے۔ اور میں خوش ادا جوان ندیوں کی طرح پتھروں کے سینے سے لگ کر روتی رہ جاؤنگی۔ تیری یادیں اور تیری باتوں کا ایک ایک لفظ جو میرے لئے دلآویز تھا نہ ملنے والی شئے کی طرح مبہم ہو جائے گا۔ شام کے اندھیروں کی سرمئی آہیں دل کے زخموں پر اشکوں کی شبنم میں نمک پاشی کریں گی۔ اس مستقبل میں اب جذبوں کے سنگیت پر نجات کا کوئی استعارہ نہ رہے گا۔ مار تینا میری بہن تو نے تو میرے ساتھ عجیب اور پرکشش وعدے کیئے تھے اب کون ان وعدوں کو نبھانے والا اور کون ان وعدوں کو یاد دلانے والا رہیگا۔ کاش تو اکیلی نہ کوچ کرتی مجھے بھی ساتھ لے جاتی۔ آہ اس برے زمانے نے یہ ظلم کیا کہ تیرے بچے کو بھی مجھ سے چھین لیا اگر یہی میرے پاس رہتا تو اسی کے ساتھ میں اپنے مستقبل کی گھڑیوں کو گزار لیتی اس کی خدمت کرتی اس کا دل بہلاتی اس کے ساتھ زندگی کے لمحے اور ساعتیں گزارتی۔

یہاں تک کہتے کہتے ریکا چونک سی پڑی تھی۔ اس لئے کہ اس کی پیٹھ پر لگاتار کسی کے گرم گرم آنسو گرنا شروع ہو گئے تھے۔ اس نے چونکتے ہوئے جب

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مڑ کر دیکھا تو اس کے بالکل اوپر ابراہیم بیگ کھڑا تھا۔ اس کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو ریکا کی پیٹھ پر گر رہے تھے۔ ابراہیم بیگ کی یہ حالت دیکھتے ہوئے ریکا بیچاری کٹ کر رہ گئی تھی۔ اس کا جی چاہا کہ زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں دھنس کر رہ جائے۔ وہ شاید انتہائی بے بسی کے عالم میں ابراہیم بیگ کو اپنے سامنے کھڑا اور آنسو بہاتا ہوا نہ دیکھ سکی تھی پھر نجانے ریکا کو کیا ہوا کہ وہ بری طرح جھپٹی اور ابراہیم بیگ کی ٹانگوں سے لپٹ کر وہ کسی بچہ کی طرو سسک سسک کر اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگی تھی۔

ابراہیم بیگ نے ریکا کو اس کے شانوں سے پکڑ کر اٹھایا بڑی نرمی سے اسے ایک نشست پہ بٹھایا پہلے اس نے اپنے بچہ کو اٹھا کر اسے پیار کیا اس کی مردہ پیشانی کو چوما پھر اس نے باقی لاشوں کو بھی درست کیا۔ اس کے بعد وہ ریکا کے پاس آیا اور دھیمی نرم آواز میں کہنے لگا۔

ریکا ریکا تم یہیں رہو میں زیادہ دیر یہاں قیام نہیں کر سکتا اس لئے کہ بخارا کو اس وقت میری ضرورت ہے میں جانتا ہوں میرا گھر لٹ چکا ہے میری بیوی میرا بچہ مجھ سے چھن چکے ہیں لیکن میرے فرض کی پکار اس سے بھی زیادہ اہم ہے اور اگر اس میں میں نے سستی کی تو آنے والے لمحے مجھے کبھی معاف نہیں کریں گے

دیکھ ریکا میں جاتا ہوں اور آتہ جان کو بھیجتا ہوں۔ اسے میں سمجھا دوں گا ساری لاشوں کو مزار[1] دروازہ کے باہر وہ دفن کرنے کا انتظام کر دے گا اس لئے کہ مزار دروازہ کی طرف سے دشمن حملہ آور نہیں ہو رہا اور وہاں سکون کے ساتھ تدفین کی جا سکتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ابراہیم بیگ طوفانی انداز میں مڑا اور کمرے سے وہ نکل گیا تھا۔ ابراہیم بیگ کے جانے کے تھوڑی دیر بعد آتہ جان چند عورتوں اور کچھ مردوں کو لے کر وہاں آگیا تھا اس کے بعد وہ لاشوں کی تدفین کا کام کرنے لگے تھے۔

---

[1] ایشان خواجہ ان کے اہل خانہ کو بخارا کے دروازہ مزار کے باہر دفن کر دیا گیا تھا۔ بخارا میں آج بھی لوگ ایشان خواجہ اور ان کے اہل خانہ کو شہدائے ناموس حرم اسلام کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ایشان خواجہ مشہور سادات خاندان سے تعلق رکھتے تھے اس طرح کے گروہی اور انفرادی بزالت اور حمیت کے بے شمار واقعات بخارا شہر میں دیکھنے میں آئے تھے۔

رحمان قل بیگ اور ابراہیم بیگ اب دو مختلف محاذوں پر روسی افواج کے سامنے دفاع کا بند باندھے ہوئے تھے۔ اسی دوران بدقسمتی سے توپ کا ایک گولہ رحمان قل بیگ کے قریب آکر گرا اور رحمان قل بیگ بڑی جراتمندی سے روسیوں کے خلاف لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔ رحمان قل بیگ کی شہادت کے بعد اب جنگ کا سارا بوجھ اور ذمہ داری ابراہیم بیگ پر ہی آن پڑی تھی۔ جنگ کے دوران ہی ابراہیم بیگ کو امیر بخارا نے بخارا کی افواج کا سپہ سالار اعظم بنا دیا تھا لیکن ابراہیم بیگ اب ہر محاذ پر روسیوں کے سامنے بخارا کا دفاع نہ کر پا رہا تھا۔ ایک تو اپنی افواج کی زیادتی کی وجہ سے روسیوں نے جگہ جگہ نئے محاذ کھول دیئے تھے جبکہ ان کے مقابلے میں ابراہیم کے پاس مختصر فوج تھی۔ جنہیں وہ آگے پیچھے دائیں بائیں کرتے ہوئے بڑی مشکل سے دفاع کا بند باندھے ہوئے تھا۔

پھر ایسا ہوا کہ لمحہ بہ لمحہ روس کی سرخ افواج کا دباؤ بخارا کی افواج پر پڑنے لگا۔ پھر مجاہدین کی پسپائی کی اطلاع بخارا پہنچنے لگی۔ سرخ سیلاب کے ریلے کو روکنا اب چند بے سروسامان دیوانوں کے بس کی بات نہ تھی۔ مسلسل پسپائیوں کی وجہ سے جب امیر بخارا کی ہر امید ختم ہو گئی تو طویل صلاح و مشورے کے بعد انہوں نے بخارا چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔

بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب امیر بخارا دستہ عساکر اور دستہ عرب سرباز

کے بقیہ السیف مجاہدین کو لے کر بخارا شہر سے نکلے۔ پہلے وہ خواجہ جہاں کی طرف روانہ ہوئے پھر قرشی شہر پہنچے جہاں سرخ افواج سے ایک بار پھر شدید جھڑپ ہوئی دشمن کے سخت دباؤ کی وجہ سے مجاہدین دو حصوں میں بٹ گئے ایک حصہ امیر بخارا کے ہمراہ حصار کی طرف چلا گیا۔ جبکہ دوسرا حصہ دشمن کے نرغے میں آگیا۔

دشمن کے نرغے میں آنے والے حصے نے گھیرے کو توڑنے کے لئے ایک رات اور ایک دن سخت لڑائی کی۔ مجاہدین نے سرکف ہو کر مقابلہ کیا اور اس بے جگری سے لڑے کہ تقریباً" سب کے سب شہید ہو گئے۔ عینی شاہدوں کا کہنا ہے کہ صرف چند افراد دشمن کا گھیرا توڑ کر حصار شہر پہنچ سکے تھے۔

یکم ستمبر جمعرات کے دن مغرب کے بعد روسی افواج اور ان کے حواری یعنی جدیدی پایہ تخت بخارا کے دروازے کو الا کے باہر باغ عفار خواجہ پر قابض ہو گئے اور شہر میں داخل ہونے کی تیاریاں کرنے لگے تھے۔ دوسرے دن دو ستمبر بروز جمعہ سرخ افواج شہر بخارا کے اندر داخل ہوئی تو ان کو ابراہیم بیگ کے لشکر سے شدید مقابلہ کرنا پڑا۔ شہر بخارا کے ہر چوک بازار اور کوچے اور گھروں میں مزاحمت کی گئی۔ ہر بخارائی جان پر کھیل گیا۔ ابراہیم بیگ نے جب دیکھا کہ اب بخارا شہر کے دفاع کے لئے لڑنا بیکار ہے اس لئے کہ امیر بخارا کے نکل جانے کے باعث بخارا کے لوگ پہلے ہی بددل ہو گئے تھے۔ لہٰذا اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ اور بچے کھچے لشکر کو لے کر ابراہیم بیگ بخارا سے نکل کر شہر حصار کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

یوں بخارا سرنگوں ہوا اور زمین بوس ہو کر سرخ اندھیروں میں ڈوب گیا۔ اب تک کی کارروائی میں سرخ افواج پایہ تخت بخارا سے ملحقہ سات تومنوں کے علاوہ چارجوئے اور کاسان پر قابض ہو چکی تھی باقی محاذوں پر ابھی تک لڑائی جاری تھی۔

چشم دید لوگوں کا کہنا ہے کہ جمعہ دو ستمبر 1920ء کو ایک طرف مملکت بخارا

کے پایہ تخت میں سرخ افواج بخارائی نوجوانوں سے نبرد آزما تھی تو دوسری طرف شہر بخارا کے مختلف دروازوں سے عورتیں بچے اور بوڑھے آہ و فغاں کرتے ہوئے بے سروپا نکل کر پناہ کی تلاش میں بھاگ رہے تھے۔

یہ منظر اس قدر دردناک اور رقت آمیز تھا کہ دیکھا نہ جاتا تھا ہر طرف قتل و غارتگری کے نشانات تھے۔ جلتے ہوئے مکانوں سے دھوئیں کے بادل اٹھ رہے تھے بمباری سے تباہ حال شہر آگ کے شعلوں میں بھسم ہوا جا رہا تھا۔ ہر طرف زخمیوں کی آہ و فریاد سنائی دے رہی تھی ایک قیامت صغریٰ برپا تھی۔ تباہ حال لوگ بخارا کی شکست کو اسلام کی بربادی تصور کرتے اور زبان حال سے اللہ اور اس کے رسول کو مخاطب کرتے ہوئے یوں پکارتے تھے۔

آں ملت نجیب تو دیدی تباہ شد
دین شد ضعیف و دشمن دین کامیاب شد

جمعہ دو ستمبر 1920ء کا سورج طلوع ہوا تو کفر و اسلام کے اس معرکے کے نتیجے میں بخارا کا سبز و مطلہ اور کلمہ توحید سے مزین پرچم جس کے نیچے مسلمانان بخارا صدیوں سے چین امن کی زندگی بسر کر چکے تھے۔ اس کی جگہ اب کفر و الحاد وطن فروشی اور غداری کا نشان بالشویک جھنڈا بلند ہو گیا تھا۔

مدتوں زاران روس کے استعماری پنجے میں رہ کر اور پھر آزادی حاصل کرنے اور پھر محض تین سال پانچ مہینے آزادی کے بعد دو ستمبر 1920ء کو پھر سے سرخ زاروں کو پنجہ استبداد میں پھنس گیا۔ بخارا پر یہ غلامی بخارا کے جدیدیوں نے مسلط کی تھی۔

O

امیر بخارا' بخارا سے نکل کر حصار اور درشنبہ شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک بار پھر کمیونسٹ افواج سے شدید معرکہ پڑا جس میں امیر بخارا کو شدید نقصان ہوا اور ان کے ہزاروں فوجی شہید ہوئے اور کئی عمائدین گرفتار کر لئے گئے۔ بہرحال پچیس ہزار عساکر کے ساتھ وہ شہر قرشی گئے جہاں دشمن کی افواج سے ایک بار پھر مقابلہ ہوا یہاں بھی امیر بخارا کو کامیابی نہ ہوئی تو وہ مشرقی بخارا کے شہر حصار کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ دوسری طرف ابراہیم بیگ بھی اپنے بچے کھچے ساتھیوں کے ساتھ حصار شہر کی طرف کوچ کر رہا تھا۔

ابراہیم بیگ اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے سفر کرتا ہوا مشرق کی سمت بڑھا تھا۔ اس نے بخارا سے نکل کر دریائے کشکا کے کنارے پیش قدمی شروع کی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ روسی بخارا کے علاوہ دوسرے شہروں پر بھی حملہ آور ہو چکے ہیں اور ان پر تقریباً" قبضہ کر چکے ہیں لہٰذا وہ روسیوں کے مزید کسی حملے سے اپنے ساتھیوں کو بچانے کے لئے بڑی تیزی سے سفر کر رہا تھا۔ دریائے کشکا کے کنارے کنارے آگے بڑھتے ہوئے گزر اور شورچی شہروں کے درمیان اس نے پہلی بار اپنے ساتھیوں کو آرام فراہم کرنے کے لئے پڑاؤ کیا۔ گزر اور شورچی شہروں کے درمیان کوہستانی سلسلے میں پہنچنے کے لئے ابراہیم بیگ قرشی شہر کو ذرا فاصلے پر اپنے بائیں ہاتھ میں رکھ کر گزر گیا تھا۔ جس وقت اس نے اپنے ساتھیوں کو شورچی اور گزر کے درمیان اس کوہستانی سلسلے میں پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔ اس وقت سورج غروب ہونے کے قریب تھا۔ جب اس کا بچا کھچا لشکر پڑاؤ کرنے لگا تو اس نے دیکھا اس کے ساتھ آنے والے اس کے جاں نثاروں کی تعداد چھ سات ہزار کے قریب تھی۔ اکثر لوگوں کے پاس سواریاں تھیں۔ کچھ پیدال بھی چلے آرہے تھے کچھ خچروں پر جرمن صناعوں کی بنائی ہوئی ہلکی پھلکی توپیں بھی تھیں پورا لشکر مسلح اور اسلحے سے لیس تھا۔ کچھ سامان رسد اونٹوں پر بھی لاد دیا گیا۔ کچھ اونٹ جو خالی پیٹھ تھے ان پر بخارا سے ابراہیم بیگ کے لشکر کا ساتھ دینے والی عورتیں سفر کر رہی تھیں۔

گزر اور شورچی شہروں کے درمیان پڑاؤ کرنے کا حکم دینے کے بعد ابراہیم بیگ نے چاروں طرف اپنے جاسوس بھی پھیلا دیئے تھے تاکہ اگر روسی اس کا پیچھا کرتے ہوئے اس پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں تو اس کے جاسوس بروقت

اسے اس حملے کی اطلاع کر سکیں۔ ابراہیم بیگ اپنی بیوی بچے کے مارے جانے اور بخارا میں شکست کا داغ اٹھانے کے بعد پہلا سا ابراہیم بیگ نہ رہا تھا لگتا تھا وہ اندر اور باہر بری طرح ٹوٹ پھوٹ گیا ہو۔ اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دینے کے بعد وہ کوہستان کی ایک چوٹی پر ایک سرخ رنگ کی بڑی چٹان کی ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تھا۔ اس کے بہت سے جاں نثار اس کے محافظ اور اس کے سرفروش بھی مسلح حالت میں اس کے گرد جمع ہو گئے تھے ان جاں نثاروں میں آتہ جان اور ریکا بھی شامل تھے۔۔

آتہ جان اور ریکا دونوں چپ چاپ ابراہیم بیگ کے پاس جا کر بیٹھ گئے تھے انہوں نے دیکھا ابراہیم بیگ چپ اور خاموش تھا اس کی گردن جھکی ہوئی تھی نہ وہ کسی کی طرف دیکھتا تھا نہ کسی سے بات کرتا تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے ریکا بیچاری اندر ہی اندر کڑھتی جا رہی تھی اس نے دیکھا ابراہیم بیگ کے چہرے پر حیرتوں کی لطیف پرچھائیاں' لفظوں کے گہرے سمندر' سسکتے دن رات میں اڑتے وقت کے لمحیں اپنا رنگ جمائے ہوئے تھے۔ مجموعی طور پر اس کا چہرہ غمگین علامتوں کا نگارخانہ بنا ہوا تھا اور اس کی کشادہ اور حسین آنکھوں میں آرزوؤں کے نوشگفتہ پھولوں کی جگہ غیر مربوط تانے بانے اور درد و الم کے نصاب' ہزیمتوں کی داستانیں اور ناکام جذبوں کے رنگ جوش مار ہے تھے۔

اپنی ظاہری حالت میں ابراہیم بیگ اندھے ماحول کے آئینے' محرومیوں سے لکھے سوال' گزرے دنوں کی داستانوں میں کسی قفس میں تڑپتے پرندے' بکھری داستانوں کی الجھنوں' طوفانوں میں جھکے اشجار کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کا سرمایہ حیات معدوم ہو گیا ہو اور اس کی شخصیت کے اضام ٹوٹ پھوٹ کر رہ گئے ہوں۔۔

ابراہیم بیگ کی یہ حالت دیکھتے ہوئے ریکا بیچاری کا ذہن یادوں کے زخموں اور آنکھیں اشکوں کے دیپ سے بھر گئی تھیں۔ ابراہیم بیگ کی غمزدہ حالت دیکھ کر

وہ بیچاری دل ہی دل میں کڑھ رہی تھی اس کا اترا ہوا چہرہ اس کی اداس شکل دیکھ کر بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔ جیسے وہ اندر ہی اندر ابراہیم بیگ کی حالت پر آہیں بھرتے ہوئے رو رہی ہو اس بیچاری کی بھی ظاہری حالت سے یوں لگ رہا تھا جیسے کسی شب گزیدہ صبح کی پوشاک نور اتار کر اس کے اجالوں کو اندھیروں کا لباس پہنا دیا گیا۔ اس کے دل کی ساری وحشتیں طوفانی شدتوں کی طرح اس کی خوبصورت آنکھوں میں جمع ہو گئی تھیں۔ اس کے جسم کی ساری سندرتا' اس کے نازک سرخ ہونٹوں پر ہر وقت رقص کرنے والی مسکراہٹ اس کے تن کی پوری شیرینی اور مٹھاس لگتا تھا ابراہیم بیگ کے غمزدہ ہونے کی وجہ سے کسی نے چھین لی ہو اس موقع پر آتہ جان نے ریکا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

ریکا میری بیٹی تو ابراہیم بیگ کی حالت دیکھتی ہے کیا تو نے کبھی پہلے بھی ابری کو یوں غمزدہ اور اداس دیکھا ہے میری بیٹی اندر سے میرا جی چاہتا ہے کہ ابراہیم بیگ کی یہ حالت دیکھتے ہوئے بین کروں روؤں اپنا سر پیٹوں پر کیا کروں میں کچھ کر بھی نہیں سکتا۔ ابراہیم بیگ کا یہ غم میرے جسم سے خون کو نچوڑ کر رکھ دے گا۔ دیکھ بیٹی اس وقت تو ہی ایک ایسی ہستی ہے جو ابراہیم بیگ کو باتوں میں لگا کر اس کا دل بہلا سکتی ہے دیکھ بیٹی تو پانی کا ایک پیالہ بھر اور ابراہیم کو پیش کر اسے پانی پلا اور اسے کسی بہانے باتوں میں لگا کر میری بیٹی اس کا غم اس کا دکھ ہلکا کرنے کی کوشش کر ریکا نے شاید آتہ جان کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا اس لئے کہ اس نے فوراً" ایک مشکیزے سے مٹی کا ایک پیالہ بھرا پھر وہ ابراہیم بیگ کے پاس آئی اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر پیالہ اس نے آگے بڑھایا اپنے جسم میں اپنی ساری چاہتوں کو سمیٹتے ہوئے اور اپنی سانسوں میں من کی پوری مہک بساتے ہوئے اس نے ابراہیم بیگ سے کہا۔ پانی پی لیجئے۔ ابراہیم بیگ نے ایک بار نگاہیں اٹھا کر ریکا کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر کسی قسم کے تاثرات اور احساسات نہیں تھے چپ چاپ اس نے ریکا سے لبالب بھرا ہوا پیالہ لیا اور سارا پانی پی لیا۔ ریکا نے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بڑی چاہت اور بڑی محبت میں پھر ابراہیم بیگ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ میں آپ کو اور پانی دوں اس پر ابراہیم بیگ منہ سے تو کچھ نہ بولا تاہم اس نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔ اس پر ریکا نے پیالہ آتہ جان کو تھما دیا پھر وہ ابراہیم بیگ کے اور نزدیک ہوئی پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

امیر ابراہیم بیگ جو کچھ ہوا اسے بھول جائیے اسے فراموش کر دیجئے کسی بھی دکھ کسی بھی غم کو یاد نہ کیجئے اس لئے کہ یادیں زخم دیتی ہیں مرہم نہیں بنتیں۔ امیر ابراہیم بیگ زخمی یادوں کا سایہ کدورت و نفرت کی تنی تلوار کی طرح نفس نفس کی آزمائش بن جاتا ہے۔ امیر ابراہیم بیگ آپ اکیلے اور تنہا نہیں یہ آپ کے ہزاروں ساتھی آپ کے ایک اشارے پر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے تیار ہیں آپ کے ان جاں نثاروں میں میں اور آتہ جان بھی شامل ہیں۔ امیر ابراہیم بیگ کائنات کی بیکراں وسعتوں کے درمیان اکیلا پن اداسی کو جنم دیتا ہے۔

ریکا کی اس گفتگو پر ابراہیم بیگ نے نگاہیں اٹھا کر ریکا کی طرف دیکھا۔ اس نے جائزہ لیا۔ ریکا کی لانبی پلکوں والی نیلی آنکھوں میں اس کے لئے حسن معنویت، حسین سنہری خوابوں کے طاق جاں میں جلتے محبت کے چراغ تھے ابراہیم بیگ کی طرف دیکھتے ہوئے ریکا بیچاری مسکرا رہی تھی اس کا چہرہ اس سے پھول کلیوں میں گھرے آنگن تتلی کے رنگوں جیسے ملن آشنا جذبوں سے لبریز اور نوشگفتہ پھولوں پر رکی شبنم کے اندر آرزوؤں کے چاند جیسا دکھائی دے رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک ابراہیم بیگ بڑے غور اور بڑے انہماک سے ریکا کی طرف دیکھتا رہا پھر دوبارہ اس کی گردن جھک گئی تھی اس پر ریکا پھر بولی اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگی۔

امیر ابراہیم بیگ میں جانتی ہوں آپ کو اپنی بیوی اپنے بچے کی جدائی کا غم ہے آپ کو بخارا کے چھن جانے کا دکھ اور صدمہ ہے لیکن یاد رکھئے جن پرندوں کے پاس آشیانے کے لئے شاخ میسر نہیں ہوتی وہ بھی کسی نہ کسی طرح اپنی گذر

بسر کر لیتے ہیں۔ امیر ابراہیم بیگ حوصلہ نہ ہاریئے۔ آپ دیکھتے ہیں دن ایک مسافر کی طرح تھک کر روز چور چور ہوتا ہے اور ہر روز صبح کی کلیاں اپنے دامن میں سمیٹ کر تازہ دم اپنے سفر کا آغاز کر دیتا ہے۔

امیر ابراہیم بیگ حوصلہ نہ ہاریئے۔ مایوس اور افسردہ ہونا چھوڑ دیجئے یہ اتنے ڈھیر سارے ساتھی آپ پر بھروسہ اور اعتماد کرتے ہیں آپ کی نگاہ کے ایک اشارے پر کٹ مرنے کو تیار ہیں انہیں مایوس نہ کیجئے اس لئے کہ ان لوگوں کے لئے آپ تیرگی کی گور میں روشنی کی کرن تنہائیوں کے شور دکھ کے کہرام میں سرگرداں چاندنی کا سفر اور راکھ ہوتے ستاروں میں حسین رنگوں کی کہکشاں ہیں۔ امیر ابراہیم بیگ حالات سے پریشان اور دکھی ہونا کیسا خزاں کا آخری پتہ بھی اپنی کھڑکھڑاہٹ دیتا ہوا رخصت ہوتا ہے اگر روسیوں نے ہمیں بخارا سے محروم کر دیا ہے تو کوئی بات نہیں ہم کسی اور جگہ اپنا مسکن بنا کر ان روسیوں کے سامنے اپنا دفاع کرتے رہیں گے اور ان سے اپنے چھنے ہوئے علاقے واپس لینے کی جدوجہد کا آغاز کریں گے۔

ریکا کی اس گفتگو سے ابراہیم بیگ کسی قدر سنبھل گیا اس کے یوں اداس بیٹھے رہنے کی وجہ سے اس کے سارے ساتھی بھی اداس اور غمزدہ تھے۔ ابراہیم بیگ کے یوں سنبھلنے پر آتہ جان فوراً اس کے نزدیک آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ابری میرے بیٹے! میرے عزیز! میری جان! کب تک یوں تم اپنی ذات کو بکھیرتے رہو گے۔ سنبھلو تمہارے اس طرح اداس اور غمگین ہونے سے ذرا دیکھو تمہارے ساتھیوں پر کیا گزر رہی ہے اٹھو ہمت سے کام لو اپنے ساتھیوں کے لئے کھانا تیار کرنے کا حکم دو تمہارے ساتھی تمہاری یہ حالت دیکھتے ہوئے بچارے بھوکے پیاسے بیٹھے ہوئے ہیں انہیں تمہاری طرف سے تسلی اور ڈھارس کی ضرورت ہے تم ان کے سپہ سالار ان کے جرنیل ان کے کمانداز ہو۔

آتہ جان کی اس گفتگو کے جواب میں ابراہیم بیگ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور اس

نے لشکر کے اندر کھانا تیار کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ ابراہیم بیگ کے یہ الفاظ سن
ر اس کے لشکر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ کیا مرد کیا عورتیں بھاگ بھاگ کر
پنے اپنے کاموں میں لگ گئے تھے۔

عورتیں ایک عجیب سے جذبے کے تحت آٹا گوندھ کر کھانا تیار کرنے لگی
یں جبکہ مردوں نے "آنا" فانا" ایندھن جمع کر کے آگ کے لاؤ جگہ جگہ روشن کر
یئے تھے۔ شام تک کھانا تیار ہو گیا اور لشکر میں شامل سب مرد عورتیں کھانا
ھانے لگے تھے۔ آتہ جان اپنا ابراہیم بیگ اور ریکا کا کھانا اس جگہ لے آیا جہاں
اہیم بیگ سرخ چٹان کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ آتہ جان نے کھانا ابراہیم
ب کے سامنے رکھا پھر وہ کہنے لگا۔ ابری میرے بیٹے کھانا کھاؤ۔ اس پر ابراہیم
ب نے انتہائی دکھی سی اور غمزدہ آواز میں کہا۔ چچا آتہ جان تم اور ریکا کھاؤ۔ مجھے
وک نہیں ہے۔ ابراہیم بیگ کے یہ الفاظ سن کر آتہ جان بیچارا پگھل کر رہ گیا
۔ ریکا کے لئے بھی ابراہیم بیگ کے یہ الفاظ ناقابل برداشت تھے۔ ریکا نے
ں بار ہمت کی ہاتھ آگے بڑھا کر اس نے اپنے دونوں ہاتھوں میں ابراہیم بیگ کا
ر تھاما پھر وہ بڑی چاہت بڑی محبت بھری آواز میں ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے
نے لگی۔ امیر ابراہیم بیگ بھوکا رہنے سے گزارا نہیں ہوگا۔ اپنی جسمانی
ورتوں کو برقرار رکھنے کے لئے کھانا تو آپ کو کھانا ہی ہوگا۔ اگر آپ نے کھانا
کھایا تو میں اور آتہ جان بھی کھانے کو ہاتھ نہیں لگائیں گے اور آپ کے ساتھ
ک سسک کر جان دے دیں گے۔ یاد رکھئے ابراہیم بیگ آپ کی زندگی اتنی
تی اور ارزاں نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں آپ کی بیوی اور بچے کا غم اتنا ہلکا
ں کہ اسے بھلا دیا جائے۔ ریکا ابھی یہیں تک کہنے پائی تھی کہ ابراہیم بیگ بولا
کہنے لگا۔

سنو ریکا مجھے اپنی بیوی اور بچے کے مرنے کا صدمہ ضرور ہے لیکن یہ
میہ ایسا نہیں کہ میری جان کو ہلکان کر دے اس لئے کہ وہ دونوں میرے پاس

میرے خداوند کی امانت تھے سو اللہ نے اپنی ان امانتوں کو مجھ سے واپس لے لیا مجھے اصل صدمہ اور غم تو بخارا کے چھن جانے کا ہے امیر بخارا نے مجھے بخارا کی حفاظت پر اپنا سپہ سالار اور کماندار مقرر کیا تھا۔ رحمان قل بیگ کی موت کے بعد انہوں نے سارا انحصار مجھ پر ہی کیا تھا۔ اب میں کون سا منہ لے کر ان کے پاس جاؤں گا۔ میری حالت لٹے ہوئے ساتھی اور ایک شکست خوردہ سپہ سالار کی سی ہے۔ میں کیا وجہ اور کیا توجیہ امیر بخارا کو پیش کروں گا کہ میں کیوں بخارا کی حفاظت نہیں کر سکا۔

اس بار ریکا کے بجائے آتہ جان بولا اور انتہائی چاہت اور انتہائی محبت اور شفقت میں وہ ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ابری میرے بیٹے میرے بچے تم نے اپنی حدود سے بڑھ کر بخارا کی حفاظت کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ تم اور رحمان قل بیگ ہی تھے جنہوں نے اس قدر بڑے اور ہولناک و خوفناک روسی افواج کو اتنے دن بخارا میں داخل ہونے سے روکے رکھا۔ امیر بخارا خود بھی اصل صورتحال سے واقف اور آگاہ ہیں لہٰذا وہ اس سلسلے میں کیونکر تم سے باز پرس کریں گے۔ ابری میرے بیٹے تم مطمئن اور پر سکون رہو۔ تم نے بخارا کی حفاظت کا فرض عین اپنی خواہش اور اپنے خلوص کے ساتھ کیا ہے اپنی اس کارگزاری کے سلسلے میں تمہیں پشیمان اور شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کھانا کھاؤ ابری بیٹے اور اپنی طبیعت کو بحال کرو اس لئے کہ ابھی تو ہم نے روس کی قوتوں کے خلاف اپنا کوئی اور مسکن بنا کر جنگ کی ابتداء کرنی ہے ہم ایسے کمزور لوگ نہیں کہ اتنی آسانی سے روس کی غلامی کو قبول کر لیں ہم اپنی آخری سانس اور اپنے لہو کے آخری قطرے تک اپنی آزادی کے لئے جدوجہد کریں گے۔

آتہ جان اور ریکا کی گفتگو کے باعث ابراہیم بیگ کسی قدر سنبھل گیا۔ آتہ جان اور ریکا کے ساتھ مل کر اس نے کھانا بھی کھایا اس کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔ لشکر کو اس نے دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصے کو اس نے آرام کرنے کا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

موقع فراہم کیا۔ اور جس وادی میں لشکر نے پڑاؤ کیا تھا دوسرے حصے کو اس نے اس وادی کے اطراف میں جو بلند پہاڑیاں تھیں ان پر متعین کر دیا تھا۔ لشکر میں خچروں پر جو توپیں لاد کر لائی گئیں تھیں انہیں بھی خچروں کے ذریعے پہاڑ پر چڑھا کر ان پر نصب کر دیا گیا تھا تاکہ رات کی تاریکی میں اگر دشمن حملہ کرے تو اپنا دفاع کیا جا سکے۔ اس کے بعد کیمپ کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ایک حصے میں عورتوں کو رکھا گیا اور دوسرے میں مسلح جوانوں کو تاکہ وہ رات کے وقت آرام کر سکیں یہ انتظامات کرنے کے بعد ابراہیم بیگ پھر اسی سرچٹان کے پاس آکر بیٹھ گیا تھا جہاں آتہ جان اور ریکا بیٹھے ہوئے تھے۔ لشکریوں نے اس چٹان کے پاس آگ کا ایک بہت بڑا الاؤ بھی روشن کر دیا تھا۔ کیمپ کے اندر بھی عورتوں اور مردوں کے درمیان جگہ جگہ آگ کے آلاؤ روشن کر دیئے گئے تھے جب ابراہیم بیگ دوبارہ اسی چٹان کے پاس آکر بیٹھ گیا تب ریکا اور آتہ جان آپ میں صلاح مشورہ کرنے کے بعد پھر ابراہیم بیگ کے قریب آکر بیٹھ گئے شاید وہ ابراہیم بیگ کو باتوں میں لگا کر زیادہ سے زیادہ مصروف رکھ کر اس کا دل بہلانا چاہتے تھے اسی لئے ریکا بولی اور ابراہیم بیگ کو وہ مخاطب کر کے کہنے لگی۔

یا امیر! کیا ایسا ممکن اور مناسب نہیں کہ امیر بخارا کو سلطنت بخارا کی آزادی کے لئے انگلستان کی حکومت سے رجوع کرنا چاہئے اس وقت اگر دنیا پر نگاہ دوڑائی جائے تو انگلستان ہی ایک ایسا ملک سامنے آتا ہے جو روسی قوت کے سامنے ایک بندھ باندھ سکتا ہے۔ روس دوسرے ملکوں پر قبضہ کرتے ہوئے اپنی سلطنت کو وسیع سے وسیع تر کرتا چلا جا رہا ہے اور اپنی سلطنت کو پھیلاتے ہوئے یہ ایشیا میں ہندوستان کی طرف بڑھنے کا ارادہ کئے ہوئے ہے جبکہ ہندوستان سب سے بڑی نو آبادی ہے اور انگلستان کسی بھی صورت برداشت نہیں کرے گا کہ اس کی اس نو آبادی کو کوئی خطرہ لاحق ہو میں سمجھتی ہوں کہ ایسے موقع پر اگر انگلستان سے امیر بخارا کی طرف سے مدد کی درخواست کی جائے تو انگلستان روس

کی بڑھتی ہوئی طاقت اور قوت کو روکنے کے لئے ضرور امیر بخارا کی درخواست پر غور کرے گا۔ میرے خیال میں آپ امیر بخارا کو یہی مشورہ دیں کہ وہ روس کے خلاف انگلستان کی حکومت سے مدد حاصل کریں۔

یہاں تک کہنے کے بعد ریکا جب خاموش ہوئی تو ابراہیم بیگ تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا پھر وہ کہنے لگا۔

تمہاری تجویز درست اور مناسب ہے ریکا لیکن انگلستان روس کے مقابلے میں ان علاقوں کے مسلمانوں کی کوئی مدد نہیں کریگا اس لئے کہ انگلستان کے سلسلے میں پہلے ہی چند مثالیں ہمارے سامنے ہیں جس میں وہ مسلمانوں کو پہلے ہی دھوکہ دے چکا ہے۔ روسی قوت کو روکنے اور اسے ہندوستان کی طرف بڑھنے سے مزاحمت پیدا کرنے کے لئے انگلستان کی حکومت نے تین بار مملکت ایران سے معاہدہ کیا تھا لیکن انگلستان کی حکومت نے تین بار ہی اس معاہدے کی خلاف ورزی کی اور تینوں بار روس نے حملہ آور ہو کر ایران سے ناجائز فوائد حاصل کئے اور اس پر ریکا فوراً" بولی اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ یا امیر کیا آپ اس سلسلے کی کچھ تفصیل مجھے بتائیں گے تاکہ میرے علم میں اضافہ ہو اور اس طرح ہمارا وقت بھی اچھا گزر جائے گا۔ ریکا کے اس استفسار پر ابراہیم بیگ نے کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ بولتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

سنو ریکا انگلستان کی جغرافیائی پوزیشن اور اس کا طاقتور بحری بیڑہ اسے بیرونی حملے سے محفوظ رکھتا ہے۔ انگلستان کی بیشتر نو آبادیات پر بھی یہ بات صادق آتی ہے۔ یورپی فوجی طاقتیں صرف سمندر کے راستے نو آبادیوں تک پہنچ سکتی ہیں جبکہ انگلستان کی بحری طاقت کافی مضبوط ہے جس کی بناء پر وہ اپنی نو آبادیوں کی حفاظت کر لیتا ہے۔ برطانیہ نے اس وقت ہندوستان میں جو اس کی بہترین نو آبادی ہے انتہائی موافق حالات میں قبضہ برقرار رکھا ہے لیکن اب وسط ایشیا میں روس کی پیش قدمی سے ہندوستان خطرے میں پڑ گیا ہے۔ اگر انگلستان کو جغرافیائی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پوزیشن کی برتری حاصل نہ ہو تو اسے مجبوراً" یورپ کی دوسری طاقتوں کے ساتھ مل کر ایک تباہ کن جنگ کی تیاری کرنا پڑے لیکن شاید برطانیہ کو یقین ہے کہ ہندوستان تک پہنچنے کے لئے روس کو بحری طاقت استعمال کرنا پڑے گی اور بحری طاقت میں روس کی نسبت انگلستان زیادہ طاقتور ہے اس لئے انگلستان کو شاید زعم ہے کہ وہ ہندوستان کی حفاظت کر سکتا ہے۔

سنو ریکا اٹھارویں صدی کے اواخر میں نپولین بوناپارٹ نے مصر پر فوج کشی کی تھی اس کی اس یلغار سے ہندوستان کے انگریز گورنر جنرل ولزلے کے دل میں بعض خطرات پیدا ہوئے چنانچہ فرانس کے امکانی حملے کو ناکام بنانے کے لئے اس نے شاہ ایران سے بات چیت شروع کی تھی جس کے ملک سے گزر کر ہی ہندوستان پر حملہ آور ہونے کے لئے فرانسیسی وادی سندھ تک پہنچ سکتے تھے۔

فرانس کی اس امکانی پیش قدمی کو روکنے کے لئے ہندوستان کے گورنر جنرل ولزلے نے اپنا ایک نمائندہ نام جس کا ما لکم تھا 1800ء میں ایران کی طرف روانہ کیا تاکہ ایران کی حکومت کے ساتھ فرانس کے خلاف ایک معاہدہ کیا جائے اس طرح انگلستان اور ایران کے درمیان ایک معاہدہ ہو گیا ار اس معاہدے کے تحت یہ طے پایا کہ اگر فرانسیسی فوج ایران میں داخل ہو تو ایران اور انگلستان مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔

مگر فرانسیسی فوج کو مصر کی مہم میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اس پر برطانوی حکام وقتی طور پر مطمئن ہو گئے لیکن کچھ ہی عرصے بعد زار روس پال اول نے ہندوستان کی فتح کا خواب دیکھنا شروع کیا اور اس صورتحال کے تحت انگلستان کی حکومت نے ایران کی مملکت کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس کے تحت یہ طے پایا کہ دونوں حکومتیں مل کر ہر اس وقت کو مقابلہ کریں گی جو ان کے لئے خطرہ ثابت ہو۔

لیکن اس معاہدے کے باوجود 1804ء کو روس نے ایران پر حملہ کر دیا۔ ایران اور برطانیہ کے درمیان معاہدے کے باوجود برطانیہ نے ایرن کی کوئی مدد نہ

کی اور ایران کے بعض علاقوں پر روس نے قبضہ کرلیا۔

یہ ایرانی مسلمانوں کے خلاف برطانیہ کی پہلی عہد شکنی اور بد دیانتی تھی اس کے بعد یوں ہوا کہ فرانس کے حکمران نپولین بوناپارٹ نے روس کے زار الیگزینڈر اول اور ایران کے بادشاہ سے مل کر یہ طے پایا کہ ہندوستان پر تینوں کے مشترکہ حملے کے لئے مذاکرات کئے جائیں۔ یہ خبریں جب انگلستان پہنچیں تو انگلستان کے حکمران پریشان ہوئے انہوں نے اپنے لئے بجا طور پر خطرات محسوس کئے چنانچہ برطانوی وزارت ہند نے سر ہیفورڈ جونز کو ایران روانہ کیا تاکہ روس اور فرانس کے خلاف ایران کے ساتھ مل کر نیا معاہدہ کیا جائے عین اسی وقت برطانیہ کی ہندوستان کی نو آبادی کو گورنر جنرل لارڈ منٹو نے بھی اپنے ایک نمائندے کو ایک خصوصی مشن پر تہران بھیجا تاکہ ایران کی مملکت کے ساتھ روس اور فرانس کے خلاف کوئی دفاعی معاہدہ کیا جائے۔

ہندوستان کے گورنر جنرل نے اپنے مشیر جنرل ما لکم کو ایران بھیجا تھا اور یہ انگلستان کی طرف سے بھیجے جانے والے سر ہیفورڈ سے پہلے تہران پہنچا اس نے ایرانیوں کے سامنے سونا بکھیر دیا ایرانیوں کو سب سے زیادہ سونا متاثر کرتا ہے لیکن انہی دنوں فرانسیسی جرنیل گارڈن بھی ایران میں قیام کئے ہوئے تھا اور وہ بھی اس کوشش میں تھا کہ ایرانی حکومت کے ساتھ کوئی معاہدہ ہو جائے جس کے تحت ایران فرانس اور روس تینوں مل کر انگلستان کو اس کی ہندوستان کی نو آبادی سے محروم کر دیں۔

فرانسیسی جرنیل نے ایرانیوں کو یہ لالچ دیا تھا کہ وہ نپولین بونا پارٹ کے ذریعے ان کے علاقے روس سے واپس دلادے گا۔ چنانچہ جنرل ما لکم ناکام واپس ہوا۔ ما لکم کے واپس لوٹنے کے چند ہی دن بعد سر ہیفورڈ جونز بھی اریان پہنچ گیا اور سب سے پہلے وہ بوشہر میں داخل ہوا اس لئے کہ شاہ ایران ان دنوں بوشہر ہی میں قیام کئے ہوئے تھے۔ سر ہیفورڈ نے شاہ ایران کو پیش کش کی کہ انگلستان

روس کے مقابلے میں ایران کو امداد دے گا اور اس کا دفاع کرے گا۔ لہٰذا روس اور فرانس کے ساتھ معاہدہ کرنے کے بجائے۔ ایران کو برطانیہ کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہیے۔ اسی میں اس کی حفاظت اور بہتری ہے چنانچہ شاہ ایران نے انگلستان کے ایلچی سر ہیفورڈ جونز کی اس پیش کش کو قبول کر لیا۔ اس کے بعد سر ہیفورڈ بوشہر سے تہران آیا۔ معاہدہ طے پانے کے بعد اس کا یہ سفر بڑا شاہانہ تھا اور اس کے تہران پہنچنے سے پہلے ہی فرانس کا جنرل گارڈن تہران چھوڑ کر فرانس واپس چلا گیا تھا۔

شاہ ایران اور برطانوی ایلچی کے درمیان مذاکرات میں کچھ اتنی اچھی پیش رفت ہوئی کہ 12 جون 1809ء کو دونوں ملکوں کے درمیان ابتدائی معاہدہ طے پا گیا۔ اس معاہدے کی روس سے شاہ ایران نے یہ تسلیم کیا کہ وہ کسی بھی غیر ملکی طاقت یا فوج کو ایران سے گزر کر ہندوستان پر حملہ آور ہونے کی اجازت نہیں دیگا اور اگر افغانستان یا کوئی اور طاقت ہندوستان پر فوج کشی کرے تو اس کی مدافعت کے لئے ایران بھی فوج مہیا کرے گا جس کی تعداد کا تعین قطعی اور آخری معاہدے میں کیا جائے گا۔

اس کے بدلے میں انگلستان نے وعدہ کیا کہ ایران پر کسی بھی حملہ آور ملک کے خلاف انگلستان ایران کی مدد کریگا۔ معاہدے کے مطابق ایسے حالات میں دشمن کی فوج کی پسپائی تک انگلستان اپنی افواج کی مخصوص تعداد اور سامان جنگ شاہ ایران کی تحویل میں دے دے گا اور جنگ کے اخراجات کے لئے فوج کے تناسب سے رقم بھی ادا کیا کریگا۔

اس معاہدے کے تحت برطانیہ سے فوجی افسر تہران بھیجے گئے جنہوں نے شاہ ایران کی فوج کو تربیت دی۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد روس اور ایران میں بدقسمتی سے جنگ چھڑ گئی تو برطانوی افسروں نے ایرانی فوج کی قیادت کی اور روسی فوج پر متعدد فتوحات حاصل کیں۔ اس کے باوجود بالا آخر جنگ میں ایران ہی کو نقصان اٹھانا پڑا۔ اسی موقع پر روس اور برطانیہ میں جو چپقلش چلی آ رہی تھی وہ ختم ہو گئی روس اور برطانیہ نے آپ میں مصالحت کر لی چنانچہ برطانوی حکومت نے تہران سے اپنے فوجی افسر واپس بلا لئے پھر انگلستان کی مصالحتی کوشش سے روس اور ایران کے درمیان 12 اکتوبر 1813ء کو گلستان کے مقام پر دریائے سیوہ کے کنارے روسی کیمپ میں ایک معاہدے پر دستخط ہوئے۔

اس معاہدے کے تحت دونوں ملکوں میں صلح ہو گئی۔ اس معاہدے کی رو سے ایران نے گرو.شیا امریشیا منگریلیا آب کاسیہ کرہ باغ' شیکی' شیروان اور دربند وغیر کے علاقے روسی کی تحویل میں دے دیئے گئے تھے۔ روس اور ایران کے درمیان کی سرحد دریائے آڑاکس کو قرار دیا گیا بحرہ کیپسن جو کبھی ایران کے قبضے میں ہوا کرتا تھا وہ بھی روس کی تحویل میں دے دیا گیا اور بحیرہ کیپسن میں ایرانی اپنے بحری جہاز رکھنے کے حق سے دست بردار ہو گئے اس طرح بارہ سال کے عرصے میں جبکہ انگلستان میں ایران پہلے دفاعی معاہدے میں منسلک تھے دوسری بار انگلستان ایران کو روس سے بچانے میں ناکام رہا اور اس کی امداد ایران کے کسی کام آئی تھی۔

شاہ ایران معاہدہ گلستان کو قطعی تصور نہیں کرتا تھا کیونکہ وہ ایران کے بیشار علاقے روس کے حوالے کر دینے پر دل سے راضی نہ تھا چنانچہ معاہدہ گلستان کی خصوصی ایلچی کے ساتھ 1809 کے ابتدائی معاہدے کی بنیادی پر ایک نیا معاہدہ طے کیا اس معاہدے میں انگلستان کی طرف سے مسٹر بندی الف نے 25 نومبر 1814ء کو تہران میں دستخط کئے اس معاہدے کے تحت شاہ ایران نے ذمہ لیا کہ وہ کسی بھی فوج کو ایران سے گزر کر ہندوستان پر حملہ آور ہونے کی اجازت نہیں دیگا۔ شاہ ایران نے یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ بخارا اور خوقند کے حکمرانوں کو اپنے اثر و رسوخ کے ذریعے اس بات پر آمادہ کریگا کہ وہ بھی کسی حملہ آور فوج کو ہندوستان میں داخل ہونے کے لئے اپنے علاقے سے نہ گزرنے دیں۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

معاہدے میں یہ بھی طے پایا کہ روس اور ایران کی سرحدیں برطانیہ روس اور ایران تینوں کی متفقہ رائے سے متعین کی جائیں گی جنگ کی صورت میں برطانیہ اور ایران ایک دوسرے کی امداد کریں گے اور برطانیہ ایران کو فوج دینے کے بجائے سالانہ دو لاکھ سٹرلنگ جس کے تراسی ہزار پونڈ بنتے ہیں ادا کرے گا اگر برطانیہ اور افغانستان میں جنگ ہو جائے تو ایران اپنی فوج برطانیہ کے سپرد کر دیے گا لیکن اگر ایران اور افغانستان جنگ میں الجھ جائیں تو معاہدے کی روس سے انگلستان اس جنگ میں براہ راست مداخلت نہیں کرے گا بلکہ اگر دونوں ملک درخواست کریں گے تو وہ ان دونوں ملکوں میں مصالحت کرانے کی کوشش کریگا۔

انگلستان کی طرف سے معاہدے میں یہ شق قرین انصاف نہیں تھی کہ شاہ ایران خیوہ بخارا اور خوقند کے خانوں کو ہندوستان پر حملہ آور ہونے کے لے آنے والی افواج کے خلاف مزاحمت کی ترغیب دیں کیونکہ جو فوج اتنی قوت کے ساتھ ہندوستان تک پہنچنے کی اہل ہو کہ تاج برطانیہ کے لئے خطرے کا باعث بن سکے خیوہ بخارا اور خوقند جیسی معمولی ریاستیں بھلا اس کی کیا مزاحمت کر سکتی تھیں۔

1814ء میں معاہد تہران کے طے ہوتے ہی ایران میں برطانیہ کے اثر و رسوخ میں اضافہ ہوا۔ انگلستان کے سامنے اب دو مقاصد تھے اول وہ ایران کی فوجی قوت میں اضافہ کرنا چاہتا تھا اور اس مقصد کے لئے اس نے اپنے تربیتی افسر بھجوائے ان افسروں نے توقعات سے بڑھ کر اپنے فرائض انجام دیئے اور انہی برطانوی افسروں کی تربیت کی وجہ سے ایرانی فوج اس علاقے میں بہترین فوج کہلائی جانے لگی۔

برطانیہ کا دوسرا مقصد ایران میں وسیع تر اثر و رسوخ حاصل کرنا تھا اور وہ اس میں بھی کامیاب رہا اس دور میں ایران کا ولی عہد خاص طور پر انگریزی زبان کا حامی تھا۔ اس کے علاوہ ایران میں بہت سی باتیں ایسی رونما ہونے لگیں جس سے ایرانیوں کے دلوں میں انگلستان کے وقار اور محبت کا اظہار ہوتا تھا۔

دوسری طرف روس انگلستان کے حد سے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ سے حسد کرنے

لگا اور روسی روایت کے مطابق ایران کے ساتھ روس کا رویہ توہین آمیز ہوتا چلا گیا تھا۔

ان حالات کے نتیجے میں روس نے شاہ ایران کو افغانستان کے ساتھ جنگ میں الجھانے کی کوششیں شروع کر دیں اس نے سب سے پہلے شاہ ایران کو افغانستان پر قبضہ کرنے کے لئے اکسایا لیکن شاہ ایران نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور اعلانیہ کہا کہ وہ افغانستان کے کسی علاقے پر حملہ کر کے اپنے حلیف برطانیہ کو ناراض کرنا نہیں چاہتا۔ چنانچہ روس نے باہمی اختلافات کو ہوا دی اور ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ ایران روس سے جنگ میں الجھ گیا یہ جنگ 1826ء میں شروع ہوئی اور 1928ء میں دونوں ملکوں میں ترکمان چائی کا صلح کا معاہدہ عمل میں آیا جس کے تحت ایران نے اردن اور نجیست چیوان کے علاقے روس کے حوالے کر دیئے اور برطانیہ کے ساتھ معاہدے کے باوجود اسے چوبیس سال کے مختصر سے عرصے میں تیسری بار دو کروڑ روبل بطور تاوان جنگ روس کو ادا کرنے پڑے تھے۔

روس کے ساتھ ان تینوں جنگوں میں ایران کو تلخ تجربات حاصل ہوئے ساتھ ہی اس کے ان گنت علاقے روس کے ہاتھ میں چلے گئے تھے اس تیسری جنگ کے بعد ایران کو یقین ہو گیا کہ انگلستان کی دوسی اور معاہدے اس کے لئے بیکار ہیں نتیجتاً" انگلستان کا اثر و رسوخ ایران میں تیزی سے زوال پذیر ہوا اور شاہ ایران کے تعلقات روس کے ساتھ بہتر ہو گئے انگلستان نے ایران کی مالی مشکلات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دو لاکھ سٹرلنگ کا مطالبہ کر دیا یہ رقم ایران کے ذمہ انگلستان کی طرف سے واجب الادا تھی لیکن اس سے ایران میں انگلستان کے وقار کو کافی دھچکا لگا چنانچہ برطانیہ کی اس احمقانہ پالیسی کی وجہ سے ایران میں روس کا طوطی بولنے لگا تھا۔

یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم بیگ تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر باری باری

بڑے غور سے اس نے آنہ جان اور ریکا کی طرف دیکھا جب اس نے اندازہ لگایا کہ وہ دونوں اس کی گفتگو بڑی توجہ اور انہماک سے سن رہے ہیں تو وہ دوبارہ بولا اور اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

اب انگلستان نے ایک اور حماقت کا ثبوت دیا اور وہ یہ کہ اس نے وسط ایشیا میں روس کی مزید پیش قدمی کو روکنے کے لئے ایران کی مزاحمت پر انحصار کرنا چھوڑ دیا اور اس مقصد کے حصول کے لئے اس نے اپنی توجہ خوقند خیوہ اور بخارا کے خانوں اور والئی افغانستان کی طرف مبذول کی انگریز سیاستدانوں اور فوجی جرنیلوں کا نقطہ نظر یہ تھا کہ اگر ان چاروں ملکوں میں باہمی یک جہتی اور دوستی پیدا کر دی جائے اور ان کے درمیان دو طرفہ دفاعی معاہدے ہو جائیں انہیں اسلحہ اور ان کی فوجوں کی تربیت کے لئے ماہرین مہیا کئے جائیں تو جنگجو قبائل سے آباد یہ ریاستیں جن کو وسیع صحرا اور روس علیحدہ کرتے ہیں وسط ایشیا میں روس کی پیش قدمی کو روکنے میں کامیاب ہو سکتی ہیں۔

انگلستان کے متعدد ایجنٹوں نے اس مقصد کے حصول کے لئے جدوجہد کی لیکن انہیں اس میں کامیابی نہ ہوئی ان ریاستوں کی اندرونی حالت کے پیش نظر انگریز سیاستدانوں کی اس تجویز پر عمل ممکن ہی نہ تھا تاہم انگریزوں کو اپنے اس نظریئے کی بے مائیگی کا احساس 1840ء کے ایک نہایت ہی المناک واقعے کے بعد ہوا۔ اس سال بخارا کے امیر نصراللہ خان نے دو انگریز ایجنٹوں ٹوڈرٹ اور کونالی کو گرفتار کر لیا اور ان کے سر قلم کر دیئے۔ یہاں انگلستان کی بے بسی اور اس کے احمقانہ رویئے کا اندازہ یوں لگایا جا سکتا ہے کہ انگلستان اپنے ان دو ایجنٹوں کا انتقام لینے تک کے قابل نہ تھا۔

انگلستان نے روس کی پیش قدمی کی راہ میں ایران کی دیوار کھڑی کرنے کی جو کوشش کی تھیں اس کے بارے میں برطانوی سیاستدانوں کا خیال تھا کہ ”ہم سرکنے والی ریت پر عمارت تعمیر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں“۔

ان دنوں افغانستان انگلستان کے حلقہ اثر میں واقع تھا چنانچہ انگلستان نے افغانستان سے انتہائی قریبی تعلقات استوار کرنے کی کوشش کی افغانستان میں ایران کی نسبت کم سیاسی استحکام اور یکجہتی تھی افغانستان متعدد خانوں کی ریاست کا مجموعہ ہی تھا جس میں کابل قندھار ہرات اور بلخ وغیرہ کی ریاستیں شامل تھیں ان پر الگ الگ خان حکمرانی کرتے تھے۔

دوست محمد خان پہلا حکمران تھا جس نے انیسویں صدی عیسویں کی دوسری دہائی میں افغانستان کو نسبتاً متحد کیا۔ افغانستان میں کوئی خاندان حکمران نہ تھا نہ ہی اس کی سرحدیں متعین تھیں حتیٰ کہ اس کی آبادی میں بھی یکجہتی موجود نہ تھی۔ کابل اور ہرات کے شمالی علاقوں کے باشندے افغان نہیں تھے بلکہ ترکستانی تھے۔

افغان پورے ملک کے نصف سے بھی کم حصے میں آباد تھے وہ بھی مشرقی بالائی اور مغربی زیریں حصوں میں تقسیم تھے۔ وہ فرد کی آزادی کے زبردست حامی تھے اور ان میں مرکز گریز رجحانات مرکز پرستی کے مقابلے میں زیادہ مستحکم تھے بلکہ وہ تو ایسی آزادی کے حامی تھے جس میں کسی بھی قسم کی پابندی نہ ہو۔

روسیوں کے مطابق افغان پانچ نسلوں پر مشتمل ہیں جو چار پانچ سو قبائل سے مل کر بنی ہیں ہر قبیلہ کئی کئی خاندان میں منقسم ہے اور جیسا کہ عام مسلمان ملکوں میں ہوتا ہے۔ تخت حکومت خالی ہونے پر امیر ریاست اور امارت کے دوسرے دعویداروں کے درمیان ہمیشہ جنگ رہتی ہے۔ اکثر افغانستان میں ایسا بھی ہوتا رہا ہے کہ قبائل اکیلے بھی بغاوت کرتے رہے ہیں جیسا کہ 1887ء میں غلزئی قبیلے نے کیا تھا اس سے ظاہر ہے کہ روس کی راہ میں افغانستان کو مزاحمت کی دیوار کے طور پر کھڑا کرنے کی تجویز بالکل ناقابل عمل تھی۔

روس نے ایرانی دربار میں جو اثر و رسوخ حاصل کیا اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے شاہ ایران کو افغانستان کے معاملات میں مداخلت کا ذریعہ بنایا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایرانیوں کی دلی خواہش رہی ہے کہ وہ کسی طرح ہرات پر قبضہ کر لیں لیکن انگلستان نے دوستی کے دنوں میں بھی ایران کی اس خواہش کی تکمیل میں کوئی مدد نہیں کی تھی۔ چنانچہ انگلستان اور ایران کے درمیان دشمنی پکی کرنے کے لئے روس نے شاہ ایران کو ہرات پر قبضہ کرنے کی ترغیب دی۔ انگلستان کے ایجنٹ 1832ء میں فی الواقعہ ہرات کے خلاف ایران کی اس فوجی مہم کو ناکام بنانے میں کامیاب ہو گئے تھے لیکن 1833ء میں ایران کے ولی عہد کی سرکردگی میں ایک باقاعدہ مہم ہرات پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کی گئی تھی اس فوج نے ہرات کا محاصرہ کر لیا لیکن اتفاق سے ایران کے شاہ عباس مرزا کے انتقال کے باعث ولی عہد ہرات کا محاصرہ ختم کر کے ایران جانے پر مجبور ہو گیا تھا۔

تاہم واپسی سے قبل اس نے اعلان کیا کہ ہم پھر آئیں گے اور ہرات پر قبضہ کریں گے۔ اس کے بعد 1838ء اور پھر 1853ء میں ایرانی فوج نے ہرات پر حملہ کیا اور ان مواقع پر انگریز فوجی افسروں نے ہرات کے دفاع میں نمایاں حصہ لیا چنانچہ انگریزوں کی مداخلت کے باعث ایرانی ناکام لوٹے جس کے بعد ایرانیوں نے ہرات پر فوج کشی کا ارادہ ہمیشہ کے لئے ترک کر دیا تھا۔

اب صورتحال یہ ہوئی کہ ایران کے اندر بڑھتے ہوئے روس کے اثر و رسوخ کو انگلستان شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھنے لگا تھا لہٰذا انگلستان نے خیوہ اور بخارا میں اپنے ایجنٹ بھیجے تاکہ وہ روس کے خلاف مہم کی ابتداء کریں روس کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے اپنا ایک مشن کابل بھیج دیا یہ خیوہ اور بخارا میں برطانوی مداخلت کا جواب تھا اس سے انگلستان والوں کو بڑا غصہ آیا۔ دوسری طرف جب امیر کابل سلطان دوست محمد خان نے انگلستان کے ساتھ روس کے مقابلے میں سرد مہری سے کام لیا تو انگلستان نے افغانستان پر فوج کشی کر دی۔

جنوری 1839ء میں افغانستان اور انگلستان کے درمیان پہلی جنگ شروع ہوئی۔ برطانوی فوج نے ہر لحاظ سے افغان فوج پر فوقیت رکھی تھی مختصر عرصے میں پورا افغانستان فتح کر لیا اور انہوں نے شاہ شجاع کو بڑی شان و شوکت کے ساتھ افغانستان کے تخت پر بٹھایا۔ لیکن نومبر 1841ء میں شاہ سجاع کے خلاف انقلاب برپا ہوا اسے تاج تخت سے محروم کر دیا گیا اور افغانستان میں مقیم انگریز فوج تہ تیغ کر دی گئی لیکن اگلے ہی سال انگلستان نے اپنی فوج کے قتل عام کا انتقام لے لیا تاہم اس کے بعد انگریز فوج افغانستان سے واپس چلی گئی اور کئی سال تک انگریز افغانستان کے معاملے سے بالکل لاتعلق رہے۔ بعد میں امیر دوست محمد سے ان کی صلح ہو گئی اور وہ اسے دو لاکھ اسٹرلنگ پونڈ سالانہ امداد دینے لگے۔

روس کی پالیسی یہ ہے کہ وسط ایشیاء میں جس قدر مسلم ریاستیں ہیں جو اس کے آڑے آسکتی ہیں ان کو کمزور کر دیا جائے اور ان کی اہمیت کو کم کیا جائے لیکن انگلستان ان ریاستوں کو مضبوط، قوی اور مستحکم بنانا چاہتا ہے۔ حکمت عملی کی طرح ان بڑی بڑی طاقتوں کے اغراض و مقاصد بھی جدا جدا ہیں روس مسلسل اپنی سرحدوں میں توسیع کر رہا ہے وہ جس علاقے پر بھی قبضہ کرتا ہے اسے روسی سلطنت کا حصہ قرار دے جاتا ہے اور وہاں روسی آباد کر دیئے جاتے ہیں حکومت ہر طرح اور ہر طریقے سے یہ کوشش کرتی ہے کہ روس کے نئے شہری روسی عادات و اطوار اور تہذیب اپنائیں وہ روسی زبان بولیں اور روسیوں کا مذہب اختیار کر لیں چند سال گزر جانے کے بعد وہ روسی قوم میں ضم ہو جائیں۔

چنانچہ روسیوں کے نقطہ نظر سے وسط ایشیا کی کوئی ریاست نہ تو زیادہ کمزور ہو سکتی ہے اور نہ ہی وہاں کے حالات افراتفری کا شکار ہو سکتے ہیں اس کے برعکس انگلستان ایشیا کے بہترین حصے پر قابض ہے وہ جانتا ہے کہ یہ ملک ہمیشہ ایک مفتوحہ علاقہ رہے گا اور اسے انگلستان کا حصہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ انگریزوں کا خیال ہے کہ ہندوستان برطانیہ کا وہ مفتوحہ علاقہ ہے جہاں انگلستان کے خلاف بیزاری اور بے چینی کی لہر ہمیشہ موجود رہے گی اور کوئی بھی یورپی مملکت اگر ہندوستان کے قریب آ گئی تو بے چینی کی اس لہر کو ہوا دیکر بغاوت کی آگ میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انگلستان روس کی قوت سے خائف ہے اور اس کی خواہش ہے کہ وسط ایشیا کی ریاستیں اتنی طاقتور ہوں کہ ہندوستان کی طرف روس کی پیش رفت کو کامیابی سے روک سکیں۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں اپنی تمام تر حکمت عملی اور کوشش کے باوجود انگلستان نہ ہی وسط ایشیا کی ریاستوں کو اپنی خواہش کے مطابق مضبوط اور مستحکم کر سکا ہے نہ ہی انہیں کوئی امداد دیکر اپنے ساتھ ملا کر روس کے خلاف کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔ اگر انگلستان ایسا کرتا تو پھر وسط ایشیا کی مسلم ریاستوں کی حالت آج مختلف ہوتی انگلستان اگر بروقت ان ریاستوں کی مدد کرتا یہاں کارخانے لگاتا۔ اسلحہ ساز فیکٹریاں بناتا تو آج روس یوں دندناتا ہوا ان علاقوں میں نہ آن گھستا لیکن انگلستان نے عملی طور پر کچھ نہیں کیا اس کی سیاست سب زبانی کلامی دعووں پر مشتمل ہے۔ دوسری طرف روس انگلستان کی اس بد عملی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اب اپنی سلطنت کا دامن روز بروز بڑھاتا اور پھیلاتا چلا جا رہا ہے لہٰذا ان شواہد اور تجربات کی روشنی میں بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ انگلستان کسی بھی صورت روس کی بڑھتی ہوئی پیش قدمی کو روک نہیں سکتا۔

* * *

ابراہیم بیگ کی اس گفتگو کے جواب میں ریکا کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ دو نوجوان تقریباً بھاگتے ہوئے ابراہیم بیگ کے پاس آئے وہ ابراہیم بیگ کے ان جاسوسوں میں سے تھے جنہیں ابراہیم بیگ نے اطراف میں نگاہ رکھنے کے لئے روانہ کیا تھا۔ دونوں بھاگتے ہوئے ابراہیم بیگ کے قریب آئے ابراہیم بیگ انہیں دیکھتے ہی کچھ چوکنا اور مستعد ہو گیا تھا۔ دونوں ابراہیم بیگ کے پاس آکر بیٹھ گئے پھر ایک بڑی رازداری سے بولا اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یا امیر ہم دونوں آپ کے لئے ایک بری خبر لے کر آئے ہیں۔ روسیوں کا

ایک لشکر رات کی تاریکی میں شب خون مار کر آپ پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے یہ وہی لشکر ہے جو اس سے پہلے سبز اور قرشی شہروں پر حملہ آور ہو کر انہیں فتح کر کے وہاں مسلمانوں کا قتل عام کر چکا ہے۔ اس لشکر اور اس کے روسی جرنیل کو شاید آپ کی بخارا سے حصار شہر کی طرف روانگی کا علم ہو گیا تھا لہٰذا وہ آپ کا تعاقب کرتے ہوئے اس طرف آئے ہیں۔ یہ روسی لشکر پہلے سبز شہر پر حملہ آور ہوا تھا شہر کی اس نے سنا ہے اینٹ سے اینٹ بجادی اس کے بعد اس نے سبز شہر سے ریلوے لائین کے ساتھ ساتھ قرشی شہر کی طرف کوچ کیا قرشی پر بھی اس نے حملہ کیا اور قرشی شہر کو بھی فتح کر کے اس نے وہاں بلا امتیاز عورتوں بچوں اور بوڑھوں کا قتل عام کیا اب یہ کوہستانی سلسلوں کے اندر یہاں سے تقریباً پانچ میل دور پڑاؤ کئے ہوئے ہیں وہ اپنے مخبروں کے ذریعے آپ پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں اور میرے خیال میں رات کے کسی مناسب موقع پر یہ آپ پر حملہ آور ہو کر آپ کا خاتمہ کرنے کی کوشش کریں گے روسی بخارا کی سلطنت میں آپ اور رحمان قل بیگ سے سب سے زیادہ نالاں اور بیزار ہیں اس لئے کہ آپ دونوں ماضی میں انہیں بدترین شکست دے کر اپنی شرائط کے مطابق معاہدہ کرنے پر مجبور کر چکے تھے۔

یہ خبر سننے کے بعد ابراہیم بیگ چونک سا پڑا تھا اس کی بے خواب سرد آنکھوں میں تشدد کے راکش' دار کی منزلیں اور اس کے احساس کی آنکھوں میں مقصد کے موذی سانپ جوش مارنے لگے تھے۔ تھوڑی دیر قبل تک جہاں ابراہیم بیگ سروں کے بوجھ دلوں کے درد اور قبروں کے کتبات کی طرح اداس اور ویران تھا وہاں اب ایسا لگتا تھا جیسے شب کے آنگن میں اس کے شعور ذات پر انتقام کے عفریت ناچ اٹھے ہوں۔ یہ خبر سن کر یوں لگا گویا ابراہیم بیگ کی زندگی کے ویران خیموں سے اس کا چہرہ رات کے اڑتے لمحوں میں مہتاب ستاروں اور جگنوں کی طرح چمک اٹھا تھا اور اس کی تخلیقی امنگیں اک اک لفظ دل آویز

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نئی طرح بیدار ہو گئی تھیں تھوڑی دیر تک وہ سر جھکا کر کچھ سوچتا رہا پھر وہ بولا اور کہنے لگا۔

یہ خونخوار اور وحشت پسند روسی ہم مسلمانوں کے سامنے اجنبیت کی دیواریں اور شبوں کی تیرگی کھڑی کر کے اور ہماری حالت ہاتھ بندھی خوشبو اور لفظوں سے بچھڑے معانی جیسی کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں فضاؤں کی تنہائیوں کا آنسو بنا کر آکاش سے دھیرے دھیرے ہولے ہولے نکال باہر کرنا چاہتے ہیں یہ لوگ ان سرزمینوں میں ہم مسلمانوں کو شیشہ بنا کر پتھر پر گرانا چاہتے ہیں اور گردش شام و سحر میں خون بنا کر بہا دینا چاہتے ہیں لیکن ان کی ان آرزوؤں خواہشوں اور امنگوں اور امیدوں کو میں یوں آسانی سے پورا اور مکمل نہ ہونے دوں گا۔ میں ان کے راستے میں لوہے کی ایک دیوار بن کر کھڑا ہو جاؤنگا یا انہیں مٹا دوں گا یا اپنی ملت اپنی قوم اپنے وطن کے لئے خود اپنی جان قربان کر دوں گا۔

ابراہیم بیگ کی یہ گفتگو سن کر ریکا بیچاری اداس اور ویران ہو گئی تھی تھوڑی دیر تک ابراہیم بیگ خاموش رہا پھر وہ اپنے آنے والے ان دونوں مخبروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ دیکھو تم میں سے ایک یہاں سے جائے اور اپنے ساتھیوں کو اپنے اطراف میں پھیلا دے اور انہیں بتادے کہ جہاں کہیں بھی انہیں کوئی روسی مخبر یا جاسوس ملے اس کی گردن کاٹ کر رکھ دیں۔ دوسرا میرے ساتھ رہ کر اس سمت رہنمائی کرے جہاں دشمن نے اس وقت پڑاؤ کر رکھا ہے میں انہیں ایسی مہلت ہی نہیں دوں گا کہ وہ میرے کیمپ پر حملہ آور ہو کر میرے ساتھیوں اور میرے لشکریوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں کیا تم دونوں نے اپنی آنکھوں سے کوہستانی سلسلوں کے اندر روسی لشکر کو پڑاؤ کئے دیکھا ہے۔ اس بار دوسرا مخبر بولا اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یا امیر ہم نے اپنی آنکھوں سے روسی لشکر کا جائزہ لیا ہے وہ تعداد میں اس لشکر سے زیادہ ہے جو اس وقت آپ کے ہمراہ ہے اور میں یہ بھی گزارش کروں

کہ اس روسی لشکر کے پاس بیشمار رمال و اموال ہے اس کے پاس اسلحہ کے بھی انبار ہیں اس لئے کہ اس لشکر نے سبز اور قرشی شہروں پر حملہ آور ہونے کی بعد لوٹ مار کی ہے وہ سارا سامان ان کے پاس ہی ہے اور جس جگہ انہوں نے پڑاؤ کر رکھا ہے وہ سامان بھی انہوں نے وہیں جما کر رکھا ہے اس کے علاوہ اس روسی لشکر میں اسلحہ کے ذخائر کے علاوہ کچھ توپیں بھی شامل ہیں یہ خبر سن کر ابراہیم بیگ کی آنکھوں میں چمک اور خوشی کی ایک لہر پیدا ہو گئی تھی اس نے اپنے سامنے بیٹھے آتہ جان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا چچا آتہ جان ذرا لشکر کے سالاروں کو بلا کر میرے پاس لاؤ میں ابھی اور اسی وقت ایک اہم فیصلہ کرنا چاہتا ہوں یہ روسی لشکر جس نے ہمارے شہروں یعنی قرشی اور سبز شہر کو تباہ و برباد کیا ہے یہ بچ کے نہیں جائے گا میں انہیں قرشی اور سبز شہر میں لوٹ مار اور قتل و غارگری کرنے کی سزا ضرور دوں گا اور یہ سزا آج رات کی تاریکی ہی میں دی جائے گی ابراہیم بیگ کے یہ الفاظ سن کر آتہ جان بیچارہ چپ چاپ اٹھ کھڑا ہوا اور وہاں سے چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر تک سارے ہی لشکر کے چھوٹے سالار ابراہیم بیگ کے پاس آکھڑے ہوئے ابراہیم بیگ نے سب کو بیٹھنے کے لئے کہا جب وہ سب بیٹھ گئے تو ابراہیم بیگ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ جرمن ضاع نقھالی اور اس کی بیوی سیورا بھی وہاں آموجود ہوئے ان دونوں کو دیکھ کر ریکا بیحد خوش ہوئی اور حیرت انگیز انداز میں پوچھنے لگی تم لوگ کب لشکر میں شامل ہوئے۔ نقھالی اور سیورا ریکا کے قریب ہوئے پھر نقھالی بولا اور ریکا کو مخاطب کر کے کہنے لگا ریکا میری بہن ہم بعد میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ بھاگ کر لشکر میں شامل ہوئے تھے اور میں اس موقع پر یہ بھی خوشی کی بات کہوں کہ ہم نے اپنی اسلحہ ساز فیکٹری کی اسلحہ بنانے کی کچھ مشینیں اور اوزار بھی اپنے ساتھ لے لئے تھے اور بخارا کے جو ساتھی ہمارے ساتھ کام کرتے تھے ان کی مدد سے وہ مشینیں اور اوزار بھی ہم اپنے ساتھ لے آئے ہیں۔ نقھالی کی یہ گفتگو سن کر ابراہیم بیگ ایسا متاثر اور خوش ہوا کہ وہ

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

اپنی جگہ سے اٹھا اور بڑھکر اس نے نتھالی کو گلے لگا لیا پھر اس کی پیشانی چومتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

میرے جرمن ساتھیو تم واقعی قابل تعریف تم واقعی اس قابل ہو کہ ابراہیم بیگ اپنی جگہ سے اٹھ کر آپ کا استقبال کرے۔ ابراہیم بیگ مزید کہتے کہتے رک گیا کیونکہ نتھالی بولا اور ابراہیم بیگ کی گفتگو کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے کہنے لگا۔

یا امیر میں آپ کی اس گفتگو کے خلاف احتجاج کرتا ہوں ہم لوگ اب جرمن نہیں رہے ہم اسلام قبول کر چکے ہیں اور مسلمان کی حیثیت سے میں اور میری بیوی سیورا اب اپ ہی کی ملت اور آپ ہی کی قوم سے ہیں۔ یہ تو ہم نے کچھ بھی نہیں کیا قسم خداوند کی ہم تو آپ پر اپنی جانیں تک نچھاور کر دینے کے لئے تیار ہیں۔ نتھالی کا بازو پکڑ کر ابراہیم بیگ نے اسے اپنے پہلو میں بٹھایا اتنی دیر تک سیورا بھی ریکا کے گلے مل کر اس کے پاس بیٹھ گئی تھی پھر ابراہیم بیگ بولا اور اپنے سالاروں کو وہ مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو میرے عزیز ساتھیو! ایک روسی لشکر ہمارے تعاقب میں لگا ہوا ہے جہاں تک میرے مخبروں نے اطلاع دی ہے اس کے مطابق یہ روسی لشکر آج ہی رات ہم پر کسی وقت شب خون مار کر ہمارا خاتمہ کرنے کی کوشش کریگا۔ یہ روسی لشکر وہی ہے جو اس سے پہلے ہمارے شہروں سبز اور قرشی میں تباہی و بربادی کا کھیل کھیل چکا ہے۔ اس وقت مخبروں کے مطابق یہ لشکر یہاں سے پانچ میل پیچھے ایک وادی میں پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔۔ قبل اس کے کہ یہ لشکر ہم پر حملہ آور ہو ہم اس پر شب خون مارنے میں پہل کر دیں۔ اپنے سارے مخبروں کو اطراف میں پھیلا دو اور انہیں یہ احکامات جاری کر دو کہ جو بھی روسی مخبر یا جاسوس ان علاقوں میں رات کی تاریکی میں دکھائی دے اس کا خاتمہ کر دیں۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ہم یہاں سے واپس روسی لشکر کی طرف کوچ کریں گے۔ ان شاہراہ پر پیش قدمی کرتے ہوئے ہم ان وادیوں داخل ہوئے ہیں یقیناً" روسی لشکر بھی اسی شاہراہ پر آگے بڑھتے ہوئے ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے آئے گا لیکن ان وادیوں کی طرف آنے والی اس شاہراہ کو ہم روسیوں کی موت کی شاہراہ بنا کر رکھ دیں گے۔ سنو میرے ساتھیو! یہاں سے کوچ کی تیاریاں شروع کر دو۔

لشکر کے اندر جس قدر عورتیں ہیں انہیں اس کوہستانی سلسلے کے اوپر چٹانوں کی اوٹ میں بٹھا دو جس کوہستانی سلسلے کے اوپر میں اس وقت بٹھا ہوا ہوں ان عورتوں بچوں اور بوڑھوں کی حفاظت کے لئے لشکر میں سے چند دستے بھی مقرر کر دیئے جائیں گے جو اس پہاڑی کے چاروں طرف پھیل کر عورتوں بچوں بوڑھوں کی حفاظت کر سکیں۔ نیچے وادی میں جو خیمے نصب کئے جا چکے ہیں وہ اسی طرح نصب رہیں گے۔ جبکہ پورا لشکر جو اس وقت ہمارے ساتھ ہے دو حصوں میں تقسیم ہو کر واپس کوچ کرے گا۔

ان دو حصوں کو کیسے حرکت میں آنا ہے اور کس وقت ہمیں حملہ آور ہونا ہے یہ کوچ کے ساتھ ساتھ میں بتاتا رہوں گا اب تم لوگ جس طرح میں نے کہا ہے اس پر عمل کر کے دکھاؤ۔ اس کے ساتھ ہی ابراہیم کے وہ سالار اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے اپنے کام میں جت گئے تھے۔

وہ چاند رات تھی ابراہیم بیگ کے ساتھی بھاگ بھاگ کر کام کر رہے تھے لشکر میں شامل بوڑھے مردوں بچوں اور عورتوں کو اس پہاڑی کے اوپر جمع کر دیا گیا تھا جس پر ابراہیم بیگ بیٹھا ہوا تھا اور سب کو چٹانوں کے پیچھے اوٹ میں بٹھا دیا گیا تھا تاکہ اگر دشمن کا کوئی دستہ ادھر آنکلے تو ان کی گولیوں سے وہ محفوظ رہیں۔ ان بوڑھوں بچوں اور عورتوں کی حفاظت کے لئے اس پہاڑی کے چاروں طرف کچھ دستے بھی بٹھا دیئے گئے تھے۔ جب جب ان سارے کاموں کی تکمیل ہو چکی تو نیچے وادی میں جلتے ہوئے آگ کے الاؤ میں اور لکڑیاں ڈال دی گئی تھیں تاکہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ خوب بھڑکتے رہیں۔ اس کے بعد ابراہیم بیگ کے سالاروں نے اسے اطلاع دی کہ اب لشکر کوچ کرنے کے لئے تیار ہے۔ اس پر ابراہیم بیگ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس موقع پر ریکا بولی اور ابرہیم بیگ کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگی۔

یا امیر اس مہم میں میں بھی آپ کا ساتھ دوں گی۔ یہاں میں عورتوں اور بچوں میں بیٹھ کر کیسے جنگ کے نتائج کا انتظار کر سکوں گی یہ میرے لئے انتہائی مشکل انتہائی تکلیف دہ لمحات ہوں گے۔ لہٰذا میری یہ خواہش ہے کہ میں آپ کے ساتھ لشکر میں رہ کر اور دشمن پر حملہ آور ہونے میں اپنا کردار ادا کروں۔

رات کی گہری دور تک پھیلی چاندنی میں ابراہیم بیگ نے ایک بار غور سے ریکا کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگا سنو ریکا میں تمہارے اس جذبے کی قدر کرتا ہوں میں جانتا ہوں کہ ایک مسلمان لڑکی کی حیثیت سے تمہارے کیا جذبات ہیں اور تم اپنی قوم اور اپنی ملت کے لئے کس قدر درد اور کس قدر ہمدردی رکھتی ہو۔ تمہارے یہ جذبے تمہارا یہ ایثار تمہارا یہ خلوص دوسرے مسلمانوں کے لئے بھی باعث تقلید ہے لیکن ریکا میں تمہارے ان جذبوں کی قدر کرنے کی حالت میں نہیں ہوں کاش میں بخارا میں ہوتا تو ایسے انعامات سے نوازتا جو یقیناً" تمہارے ان جذبوں کی قدر دانی ہوتے لیکن میں تو اب خود خانہ بدوش ہوں۔ ریکا میں تمہارے جذبوں کی کیا قدر کروں گا۔ سنو تم میرے ساتھ لشکر میں نہ جاؤ یہ نتھالی اور سیورا بھی یہیں ہیں ان کے ساتھ رہ کر تم یہیں اپنے فرائض انجام دو اس پر نتھالی فوراً" بولا اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یا امیر میں تو آپ کے ساتھ رہ کر جنگ میں حصہ لوں گا۔ نتھالی کے ان الفاظ پر ابراہیم بیگ کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ نتھالی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

نتھالی میرے بھائی میں تم سب کے جذبوں کا قدردان ہوں لیکن تم بھی سیورا بھی اور ریکا بھی یہیں رہو بلکہ آتہ جان بھی یہیں تمہارے ساتھ رہے گا۔

تم جانتے ہو کہ اس کوہستانی سلسلے کے اوپر لشکر میں شامل سارے بوڑھے بچوں اور عورتوں کو جمع کر دیا گیا ہے ان کی حفاظت کا فریضہ سب سے زیادہ مقدس ہے لہٰذا میں تم سے کہتا ہوں کہ ت تم یہیں رہو اور اپنے ان بہن بھائیوں کی حفاظت کا فریضہ ادا کرو جس جہاد کی ہم تیاری کر رہے ہیں وہ تمہارے اس جہاد سے زیادہ اعلیٰ و ارفع نہیں ہے جس جذبے سے تم کام لے کر میرے ساتھ شامل ہونا چاہتے ہو انہی جذبوں کا اظہار تم یہاں رہ کر بھی کر سکتے ہو۔ اس لئے کہ اپنی عورتوں بچوں اور بوڑھوں کی حافظت کرنا بھی سب سے بڑا جہاد ہے لہٰذا میں تم سے یہی کہوں گا کہ تم سب یہیں رہو۔ ابراہیم بیگ کا یہ جواب سن کر ریکا قدرے مطمئن ہو گئی تھی پھر وہ ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

یا امیر اگر آپ کی یہی خواہش ہے تو ہم آپ کو مایوس نہیں کریں گے میں آتہ جان نتھالی اور سیورا یہیں رہ کر لشکر کے ان بوڑھوں بچوں اور عورتوں کی حفاظت کریں گے اور اگر کوئی دشمن اس طرف آیا بھی تو ہم آپ کو مایوس نہیں کریں گے۔ اپنے ان بہن بھائیوں کی حفاظت کریں گے اور ان کی حفاظت کی خاطر کٹ مرنے کو ترجیح دیں گے ریکا کا یہ جواب سن کر ابراہیم بیگ مطمئن ہو گیا تھا پھر وہ ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ریکا قسم خداوند کی مجھے تم سے ایسے ہی جواب کی توقع تھی۔ اس کے بعد ابراہیم بیگ وہاں سے چلا گیا تھا۔

رات آہستہ آہستہ چاندنی سے بغلگیر ہوتی ہوئی اپنے ہدف اپنی منزل کی طرف بھاگی چلی جا رہی تھی۔ آسمان پہ چپ اور خاموش ستارے زمین پر رونما ہونے والے انقلابات کو گہری اور تفکر کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے۔ کائنات کی ہر ذی روح گہری نیند سے بغل گیر ہو گئی تھی۔ ابراہیم بیگ اپنے لشکر کے ساتھ اس شاہراہ پر مغرب کی طرف بڑھا تھا جو شورچی شہر سے گزر کی طرف جاتی تھی۔ چار

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد جاسوسوں کے مشورہ دینے پر ابراہیم بیگ نے اپنے لشکر کو ایک جگہ رک جانے کا حکم دیدے۔

اس کے بعد اس نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ اپنے اپنے جاسوسوں کی رہبری میں اس نے اپنے ایک سالار کے حوالے کرنے کے بعد اسے دائیں جانب سے ایک لمبا چکر کاٹ کر روسیوں کے پڑاؤ کی پشت کی طرف جانے کا حکم دیا اور اس لشکر کو اس نے یہ بھی حکم دیا کہ جب وہ اس شاہراہ پر گزرنے والے اس لشکر پر حملہ آور ہو تو وہ بھی اپنی گھات سے نکل کر روسیوں کے پڑاؤ پر حملہ کر دیں اس طرح لشکر کا دوسرا حصہ کوہستانی سلسلے کے اندر رات کے تاریکیوں میں لمبا چکر کاٹتا ہوا روس پڑاؤ کی پشت کی طرف روانہ ہو گیا تھا جبکہ اپنے حصے کے لشکر کو ابراہیم بیگ نے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اس نے شاہراہ کے بائیں طرف اور دوسرا حصہ ان نے شاہراہ کے دائیں طرف پہاڑ کے اوپر پتھروں اور چٹانوں کے پیچھے گھات میں بٹھا دیا تھا۔ بڑے بڑے پتھروں اور چٹانوں کی اوٹ میں اسلحہ کی پیٹیاں رکھوا کر لشکریوں کو اس نے اپنے مخصوص اشارے بھی سمجھا دیئے تھے جن کے تحت انہوں نے دشمن پر حملہ آور ہونا تھا۔ پھر ابراہیم بیگ شاہراہ کے دائیں طرف والے حصے میں آکر خود بھی گھات میں بیٹھ گیا تھا اس طرح اس کے لشکر کا یہ حصہ روسیوں کے وہاں سے گزر کر آگے بڑھنے کا انتظار کرنے لگا تھا۔

کوئی آدھی رات کے قریب روسی پڑاؤ میں ہلچل پیدا ہوئی اور روسی حرکت میں آئے۔ روسی جرنیلوں نے بھی اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا لشکر کا ایک چھوٹا سا حصہ انہوں نے اپنے پڑاؤ کی حفاظت پر چھوڑا اور لشکر کے بڑے حصے کو لے کر وہ اس طرف بڑھے تھے جہاں ابراہیم بیگ نے پڑاؤ کیا تھا۔

روسی لشکر شورچی شہر کی طرف جانے والی اس شاہراہ پر آگے بڑھتے ہوئے جب اس جگہ آیا جہاں شاہراہ کے دونوں جانب ابراہیم بیگ نے اپنے لشکر کو گھات میں بٹھا رکھا تھا پھر ایک انقلاب ایک عذاب ایک شورش ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ رات، کی تاریکی میں ابراہیم بیگ نے شاہراہ کے دونوں جانب اپنے لشکروں کو حملہ آور ہونے کا اشارہ دے دیا تھا۔

ابراہیم بیگ کا شارہ ملتے ہی شاہراہ کے دونوں جانب اس کے لشکریوں نے شاہراہ پر گزرتے ہوئے روسی لشکر پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی تھی۔ شورچی کی طرف جانے والی اس شاہراہ پر فصل شب میں سیل نغمہ ، فریب خود آگاہی اور وقار جان و حصار بدن کی سرخوشی میں سفر کرنے والے روسیوں پر اس اچانک حملے سے خوف کے لمحات اور اضطراب کے سبب پیدا ہو گئے تھے۔ ابراہیم بیگ اونٹ کی طرح منتقم مزاج ہو کر روسیوں پر حملہ آور ہوا تھا۔ وہ لوح و قلم کے کسی محرم کی طرح غموں کی ٹوٹتی چٹان' فرقتوں کے حساب اور قربتوں کے نصاب کی طرح روسیوں سے انتقام لینے پر تل گیا تھا اس کا یہ دو طرفہ حملہ طاقتور بگولوں اور خونی بھنور جیسا تھا اور وہ خود بھی بیابان میں شور کرتے سمندر کی طرح اللہ اکبر کی تکبیریں بلند کرتا ہوا اپنے ساتھیوں کا حوصلہ بڑھا رہا تھا۔ جواب میں اس کے ساتھی بھی شریانوں میں ٹھاٹھیں مارتے خون کی طرح اس کی تکبیر سے اپنی تکبیروں کا جواب دیتے ہوئے ابراہیم بیگ کے پہلو بہ پہلو اس کے دوش بدوش اس کا جزو جان بن کر روسیوں پر گولیوں کی بوچھاڑ کرنے لگے تھے ساتھ ہی ساتھ رات کی تاریکی میں اپنے جذبوں کو بیدار رکھنے کی خاطر وہ بلند آوازوں میں تکبیریں بھی بلند کرتے جا رہے تھے۔

عین اس وقت جب ابراہیم بیگ نے روسیوں پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا تھا اور فضاؤں میں گولیوں کی آوازیں بلند ہونا شروع ہوئی تھیں۔ ابراہیم بیگ کے لشکر کا دوسرا حصہ بھی حرکت میں آگیا تھا اور اس نے روسیوں کے پڑاؤ پر حملہ کر دیا تھا شورچی شہر کی طرف بڑھنے والے روسی لشکر پر جب ابراہیم بیگ نے حملہ کیا تو رات کی تراکی میں وہ حملہ کی سمت کا تعین نہ کر سکے پھر آپس میں صلاح مشورہ

کرنے کے بعد انہوں نے یہی فیصلہ کیا کہ شاید ان کی دائیں جانب سے دشمن نے حملہ کیا ہے لہٰذا وہ بائیں طرف کوہستانی سلسلے کی طرف بڑھ کر پتھروں اور چٹانوں کی اوٹ لے کر ابراہیم بیگ کا مقابلہ کرنا چاہتے تھے لیکن رات کی چاندنی میں ابراہیم بیگ اور اس کے ساتھی ان کی ہر حرکات و سکنات کو بغور دیکھتے جا رہے تھے۔ جونہی روسیوں نے ایسا کرنا شروع کیا دوسری سمت سے ابراہیم بیگ کے لشکریوں نے ان کی پیٹھوں کو اپنی گولیوں سے داغ کر رکھ دیا تھا۔ روسیوں نے جب دیکھا کہ دائیں بائیں دونوں جانب سے ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی گئی ہے اور یہ کہ اب ان کے بڑھنے یا پیچھے جانے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے تو وہ خوفزدہ بھیڑوں کی طرح جدھر منہ اٹھا ادھر ہی بھاگنے لگے تھے۔

اتنی دیر تک پڑاؤ کی طرف سے ان کے ساتھیوں نے یہ بھی اطلاع دے دی تھی کہ مسلمان پڑاؤ پر بھی حملہ کر چکے ہیں یہ خبر سنتے ہی روسیوں کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی تھی اور شورچی شہر کی طرف جانے والی شاہراہ پر آگے بڑھنے کے بجائے واپس بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

لیکن اب بھاگنا بھی ان کے لئے اتنا آسان نہیں تھا اس لئے کہ ابراہیم بیگ نے شاہراہ کے دونوں جانب پھیلے ہوئے اپنے لشکریوں کو کوہستانی سلسلے میں اتر کر روسیوں کا تعاقب کرنے کا حکم دیدیا تھا۔ یہ حکم ملتے ہی ابراہیم بیگ کے لشکری وجد آور فضاؤں میں ذوق تبسم اور شبنمی کیف' حلقہ رنگ و بو کی طرح حرکت میں آئے۔ بھیگی نکہتوں' نشاط آفرین ساعتوں میں رقص احساس کے سے انداز میں وہ دونوں طرف کے کوہستانی سلسلوں سے نیچے اترے اور جس طرح کالی آنکھوں کے اندر گرم کاجل پھیلنا شروع ہوتا ہے اس طرح وہ بھی دونوں سمتوں سے مل کر شاہراہ پر آئے اور پھر ابراہیم بیگ کی سرکردگی میں وہ روسیوں کے پیچھے پڑ گئے تھے۔

اس تعاقب میں ابراہیم کے لشکری اپنے لئے فتح کا انوکھا سا میٹھا احساس محسوس کرتے جا رہے تھے اور وہ بصد احترام و خود آگہی وقت کے مضبوط ربط نئے نئے حشر کی کیفیت کی طرح ابراہیم بیگ کا ساتھ دیتے ہوئے روسیوں کے پیچھے سے حملہ آور ہو کر انہیں اور تیزی سے اپنے پڑاؤ کی طرف بھاگنے پر مجبور کرنے لگے تھے ابراہیم بیگ اپنے لشکر کو بڑی تنظیم کے ساتھ آگے بڑھا رہا تھا اور صرف شاہراہ پر بڑھنے والی اگلی صفیں ہی دشمن پر گولیوں کی بوچھاڑ کر رہی تھیں پچھلی صفیں خاموش تھیں تاکہ ان کی گولیوں سے کہیں اپنے ہی لشکری کو نقصان نہ پہنچے اس طرح ابراہیم بیگ شورچی کی طرف سے آنے والی اس شاہراہ پر روسیوں کے اس لشکر کو بھوکی اور بے بس بھیڑوں کے ریوڑ کی طرح ہانکتا ہوا ان کے پڑاؤ تک لے آیا تھا۔

روسی جب اپنے پڑاؤ میں پہنچے تو دنگ رہ گئے وہاں انہیں اپنے پڑاؤ کے اندر بیکراں فضاؤں میں زرد موسموں کے طوفانی جھونکوں کی سی چپ اور خاموشی کے سوا کچھ بھی دکھائی نہ دیا ابراہیم بیگ کے لشکر کے دوسرے حصے نے اس وقت تک پڑاؤ کے اندر جس قدر روسی محافظ تھے ان کا خاتمہ کر کے پڑاؤ کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا جب لشکر کے دوسرے حصے نے دیکھا کہ روسی بھاگتے ہوئے واپس آرہے ہیں تو احتیاطاً" انہوں نے ان پر فائر نہ کھولا تھا بلکہ وہ ابراہیم بیگ کے حکم کا انتظار کرنے لگے تھے۔

روسی جب اپنے پڑاؤ میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا چاروں طرف ایک خاموشی ایک چپ ایک سکوت طاری تھا۔ تاروں بھرا گگن چپ' ہواؤں کا بن باس خاموش' فلک کے جھومر ستارے کسی غور و فکر میں منہمک' زمین کی پائل چاندنی سکوت سے بغل گیر تھی ایسے میں ابراہیم بیگ نے فوراً" اپنے حصے کے لشکر کو چٹانوں اور پتھروں کی اوٹ میں بیٹھ جانے کا حکم دے دیا تھا ساتھ ہی تیز رفتار سوار اپنے لشکر کے دوسرے حصے کی طرف بھجوائے اور انہیں حکم دیا کہ جونہی روسی اپنے پڑاؤ میں داخل ہوں وہ ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دیں اور اگر روسیوں

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

نے بھاگ کر شاہراہ پر چڑھنا چاہا تو وہ ان کی راہ خود روک دے گا۔ ابراہیم بیگ کا پیغام ملتے ہی اس کے لشکر کا دوسرا حصہ مستعد ہو گیا تھا۔ جب روسی لشکر اپنے پڑاؤ میں خوب اندر تک گھس کر آیا اور اس نے یہ جائزہ لیا کہ ان کے جو محافظ دستے تھے انہیں کسی نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے تو وہ بڑے فکر مند ہوئے وہ ابھی اپنے پڑاؤ میں گھوم پھر کر اپنے ساتھیوں کی لاشوں کا جائزہ ہی لے رہے تھے کہ سامنے کی طرف سے ابراہیم بیگ کے لشکر کا دوسرا حصہ جو گھات میں بیٹھا ہوا تھا حرکت میں آیا اور روسیوں پر انہوں نے موسلا دھار بارش کی طرح گولیاں برسانی شروع کر دی تھیں۔ روسی ان گھوڑیوں کی طرح بدک اٹھے تھے جن کے پیچھے بھوکے اور خونخوار بھیڑیئے لگ گئے ہوں۔۔

سامنے کی طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ ہونے پر روسی پیچھے مڑے اور بھاگ کھڑے ہوئے وہ اب اس شاہراہ پر بھی نہ چڑھے تھے جو شورچی کی طرف جاتی تھی اس لئے کہ انہیں علم تھا کہ ان کی پشت کی طرف سے بھی ابراہیم بیگ کا لشکر ان کا منتظر ہے لہٰذا وہ دائیں طرف کے کوہستانی دروں میں گھس کر اپنی جانیں بچانے کی فکر میں تھے اور یہی ان کی سب سے بڑی حماقت اور غلطی تھی اس لئے کہ جونہی ایسا ہوا ابراہیم بیگ نے اپنے دونوں حصوں کو یکجا کر لیا پھر وہ ان کے پیچھے لگ گیا ابراہیم بیگ اپنے لشکر کے ساتھ سربکف صف بہ صف طوفانوں کی طرح روسیوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے ان کی سانسوں میں خون کی بو اور وقت کے ٹھہرے خوابوں کی خوش رنگ مناظر میں اپنے چہروں کی لو اپنی جراتمندی کی صدائیں بھرنے لگا تھا روسی اپنی جانیں بچانے کی خاطر اس درے کے اندر بڑی تیزی سے اندھا دھند اندھے اونٹوں کی طرح کسی بات کا تعین کئے بھاگتے چلے جا رہے تھے جبکہ ابراہیم بیگ اور اس کے ساتھی اپنی آنکھوں میں چمکتے مقاصد لئے پربتوں کے سینوں پر مچلتے بلند کوہ ارادوں کی طرح روسیوں کے پیچھے لگے ہوئے تھے اور ان پر گولیوں کی بوچھاڑ بھی کرتے جا رہے تھے یہ تعاقب روسیوں کے لئے ایسا ہی ثابت ہوا جیسا کہ خزاں کی گلیوں میں طواف کرتے خشک پتوں کے پیچھے آوارہ جھونکوں کے طوفان لگ گئے ہوں۔ روسیوں کی بدقسمتی یہ کہ کافی آگے جا کر انہیں احساس ہوا کہ جس درے میں وہ بھاگتے جا رہے تھے وہ درہ آگے سے بند تھا اور اس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ ناچار ان میں سے کچھ واپس پلٹے اور اس کوہستانی سلسلے کے اوپر چڑھ کر اپنی جانیں بچانے کی کوشش کی لیکن اب تو وقت گزر چکا تھا اور وہ مایوسیوں کے مرکز اور نا امیدیوں کے محور میں آن پھنسے تھے۔ ابراہیم بیگ اپنے لشکریوں کے ساتھ زندگی کی مسافتوں میں صداقتوں کو معتبر کرنے کی خاطر عجیب سے انداز میں روسیوں پر حملہ آور ہوا تھا۔ اپنے لشکر کو اس نے دائیں بائیں طرف سے خوب پھیلایا تھا کچھ دستے پلٹنے والے روسیوں پر حملہ آور ہوئے تھے اور کچھ ان روسیوں پر ٹوٹ پڑے تھے جو کوہستانی سلسلوں کے اوپر چڑھ کر اپنی جانیں بچانے کی کوشش میں لگ گئے تھے۔

ان کوہستانی سلسلوں میں ایک دوسرے پر گولیوں کی بوچھاڑ کرنے کے بجائے دست بدست جنگ شروع ہو گئی تھی۔ بندوقوں کے آگے لگی سنگینیں اور خنجر حرکت میں آئے تھے اور ایک دوسرے کے سینے میں پیوست ہونے لگے تھے ابراہیم بیگ اور اس کے لشکری روسیوں پر اس طرح حملہ آور ہوئے تھے جیسے کہ پیاسی آنکھوں میں ظلمتوں کے باب اور شبنمی قطروں میں نوکیلے ارادے گھس کر اپنا مقصد اور اپنا مطلب حاصل کر لیتے ہیں یہ جنگ کچھ زیادہ دیر جاری نہ رہ سکی اس لئے کہ ابراہیم بیگ کے ساتھیوں نے روسیوں کو اپنے خنجروں پر خوب لیا اور پورے روسی لشکر کو انہوں نے خنجر گھونپ گھونپ کر موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اس طرح اس روسی لشکر میں ابراہیم بیگ نے کسی کو بھی بھاگ کر اپنی جان بچانے کی مہلت اور موقع فراہم نہ کیا تھا۔

اس طرح سے گذر اور شورچی شہروں کے درمیان دروں اور شہراہ کے کناروں پر سارے روسی لشکر کا صفایا کر دیا گیا تھا۔ ابراہیم بیگ صبح تک اپنے لشکر

کے ساتھ روسی پڑاؤ کے آس پاس ہی رک کر انتظار کرتا رہا جب سورج طلوع ہوا اور چاروں طرف روشنی پھیل گئی تب ابراہیم بیگ اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا۔ جہاں جہاں روسی لڑتے ہوئے مارے گئے تھے وہاں وہاں ابراہیم بیگ نے اپنے لشکریوں کو پھیلا دیا مرنے والے سارے روسیوں کے ہتھیاروں اور ان کے اسلحہ پر قبضہ کر لیا گیا اس کے بعد ابراہیم بیگ روسی پڑاؤ میں داخل ہوا روسی پڑاؤ میں اسلحے اور خوراک کے انبار لگے ہوئے تھے اس کے علا ہ وہ قیمتی مال و متاع اور سامان بھی تھا جو اس روسی لشکر نے سبز شہر اور قرشی شہر سے لوٹا تھا اس کے علاوہ روسی پڑاؤ میں بار برداری کے بیشمار جانوروں کے علاوہ خوراک میں استعمال کرنے کے لئے ان گنت بھیڑ بکریاں اور گھوڑے بھی شامل تھے۔

ابراہیم بیگ نے سارے اسلحہ اور گولہ بارود اور کچھ روسی توپیں جو ہاتھ لگی تھیں بار برداری کے خچروں پر لادیں دیگر سامان بھی خچروں اور گھوڑوں پر لاد دیا گیا تھا۔ پھر پورا لشکر حرکت میں آیا اور سامان سے لدے پھندے سارے جانوروں کو ہانکتا ہوا ابراہیم بیگ کی رہبری میں اپنے پڑاؤ کی طرف جا رہا تھا۔

سارے روسی سامان کو لئے ابراہیم بیگ اپنے لشکر کے ساتھ اس وادی میں داخل ہوا جس وادی میں گذشتہ شب اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تھا۔

کوہستانی سلسلے کے اوپر اس کے لشکر کے عورتوں بچوں اور بوڑھوں نے دیکھا کہ ان کا امیر ابراہیم بیگ اپنے لشکر کے ساتھ وادی میں داخل ہوا ہے تو لوگ خوشی کے نعرے بلند کرتے ہوئے اور ابراہیم بیگ کی تعریف کے گیت گاتے ہوئے کوہستانی سلسلے سے بھاگتے وادی میں اترنے لگے تھے۔ نیچے وادی میں جب ابراہیم بیگ کے لشکری اپنی فتح مندی کے نعرے بلند کرنے لگے تو کوہستانی سلسلے کے اوپر سے اترنے والے لوگ سمجھ گئے کہ ابراہیم بیگ اپنے لشکر کے ساتھ فتح مند اور کامیاب لوٹا ہے۔ یہ احساس ہوتے ہی کیا مرد کیا عورتیں خوشی اور مسرت میں رقص کرنے لگے تھے۔ ان کے چہروں پر مسکراہٹیں ان کے دلوں میں ابراہیم بیگ کے لئے دعائیں اٹھ رہی تھیں۔

ابراہیم بیگ جب اپنے لشکر کے ساتھ اس جگہ رکا جہاں گزشتہ رات اس کے لشکر میں موجود چند خیمے نصب کئے گئے تو اس نے اپنے لشکر کو وہاں رکنے کا اشارہ کیا۔ ابراہیم بیگ کا حکم پاتے ہی ان کی آن میں اس کا لشکر وہاں رک گیا۔ اس کے بعد ابراہیم بیگ نے اپنے لشکر کو وہاں پڑاؤ کرنے کا حکم دیدیا تھا۔

جس وقت لشکر خیمے نصب کرنے اور پڑاؤ کرنے میں مصروف تھا اور ابراہیم بیگ ایک بلند ٹیلے پر کھڑے ہو کر اپنے چہرے پر مسرت اور سکون لئے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ ایک طرف سے ریکا بھاگتی ہوئی اس کے پاس آئی ا بیک اجب ابراہیم بیگ کے پاس آکر رکی تو ابراہیم بیگ نے دیکھا ریکا رو رہی تھی اس کی آنکھوں میں آنسو تھے جو لگا تار بہ کر اس کے دامن کو بھگو رہے تھے۔ ریکا کو اس حالت میں دیکھ کر ابراہیم بیگ کچھ پریشان ہو گیا جلدی میں وہ ٹیلے سے اترا اور ریکا کو مخاطب کر کے اس نے پوچھا۔

ریکا! تم رو رہی ہو جواب میں ریکا نے آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی مسکراہٹ میں ابراہیم بیگ کی طرف دیکھا پہلے اس نے اپنے سر پر بندھے ہوئے رومال سے اپنی آنکھیں اور گال خشک کئے۔ پھر وہ ابراہیم بیگ کی طرف دیکھتے ہوئے کمال خلوص اور انتہائی عاجزی و انکساری کے ساتھ کہہ رہی تھی۔

یا امیر! ان ویرانوں اور اجڑے ہوئے دیو لاخوں کے اندر اس روسی لشکر کو شکست دینے کے بعد اس عالم نیرنگ کے زمانے کی تفسیر میں ریگ رواں جیسی ٹوٹی بکھری صداؤں کو یکجا کر کے آپ نے اپنے ساتھیوں کی محراب جان کو تیرگی کی شب اور قصر تخیلات سے نجات دی ہے۔ روسیوں کو شکست دیکر آپ نے ثابت کیا ہے کہ ہمارا دامن گو لہو لہو ہے لیکن

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہمارے ہاتھ میں شمشیر ہے۔ آپ نے روسیوں کو بتایا ہے کہ ہم صحرا کی آنکھیں رکھنے والے وہ عناں گیر ہیں جو دشمن کے سایوں سے کسی بھی صورت ڈرنے والے نہیں۔ یا امیر! روسیوں کو شکست دیکر یقیناً" آپ نے رات کے آنسوؤں میں سسکتے اجالوں میں منجمد شمعوں میں زندگی کا نیا حوالہ کھڑا کیا ہے۔۔

یا امیر! جس طرح فرش فلک پر زینت ماہ بزم رنگ و نور کی طرح نمودار ہوتی ہے۔ ایسے ہی آپ نے اس دھرتی پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ روسیوں کے خلاف نظارہ کیا ہے۔ آپ نے ان وادیوں کے اندر روسیوں پر ثابت کیا ہے کہ ان سرزمینوں کے مسلمان ابھی پھٹی ردا میں طرح زر فشاں' باب حیرت میں رونق بازار و محفل' شیشہ جاں میں ہجوم رنگ گوشہ عزلت میں وعدوں کی آہٹ' رنگ بھری شام میں خوابوں کے شگوفے' دہلیز ساعت کی خاموشی میں خوشبو بھیگی سحر میں خوابوں کے رنگ بھرنے کی ہمت اور جرات رکھتے ہیں۔

یا امیر! ستاروں کی طرح جگمگاتی دھرتی میں آپ نے روسیوں کے ہر حیلہ و مکر کو ناکام بنا دیا ہے آپ نے ان پر ثابت کیا ہے کہ ہم وہ لوگ ہیں جو ستم کے ابر کے اندر سے بارش کی ہنسی تک نکال لیتے ہیں۔ یا امیر! آپ نے یقیناً" اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر گزری ہوئی شب میں قصہ جدائی کو اس کا وصل اور ایک کار نامکمل کو اس کا انجام عطا کیا ہے۔ میری خداوند رحیم و مہربان سے دعا ہے کہ آپ کو وہ آئندہ بھی آنے والے دنوں میں اسی طرح کی سرخروئی اور ایسی ہی کامیابیاں اور کامرانیاں عطا کرتا رہے۔

ریکا جب خاموش ہوئی تو ابراہیم بیگ تھوڑی دیر تک اسے بڑے غور اور انہماک کے ساتھ دیکھتا رہا پھر چند لمحوں تک خاموش رہ کر اس نے کچھ سوچا پھر وہ بولا اور ریکا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ سنو ریکا تمہارے یہ الفاظ میرے لئے تصورات میں مسکراتے سنہری پھولوں کے زیور' ہری شاخوں پر سبز پتوں کے پیراہن' پیڑوں پر چھن چھن گونجتی بارش کی بوندوں دکھتے دل پر پھولوں کی مانند حروف تسلی اور طلوع ماہ کی ساعت میں اوڑھینوں کے ہلکے گلابی رنگوں جیسے خوش کن شاداب اور مسرت آمیز ہیں۔

سنو ریکا تمہارا یہ عطر نفس تخاطب تمہارا یہ بوئے رفاقت لہجہ میرے لئے فضاصوت میں خوابوں بھرے راستے شب کی تنہائی میں دل کے احوال پر مصحف نور کے رنگوں کی بارش جیسا خوش آئندہ ہے۔ لیکن میں تمہیں واضح کر دوں کہ ان دیولاخوں اور ویرانوں کے اندر روسیوں کو شکست دینے کے بعد میں کسی غلط فہمی اور خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہوا میں جانتا ہوں کہ ہمارے سامنے جدوجہد اور کوششوں کا ایک وسیع میدان پھیلا ہوا ہے۔ اس میدان کے اندر ہمارے سامنے روس جیسے بڑی قوت ہے جس کے وسائل بڑے غیر محدود اور لاانتہا ہیں جبکہ ہم اس کے سامنے بے بس اور مجبور ہیں۔ اپنی آزادی کو قائم رکھنے کے لئے اپنی اس سرزمین کو روس کے چنگل سے بچانے کے لئے ہمیں ایک طویل اور دکھ بھری جدوجہد کی ابتداء کرنا ہوگی۔ یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم بیگ جب خاموش ہوا تو ریکا نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہوئے بڑی رقت میں کہا۔ میری خداوند سے دعا ہے کہ وہ آپ کو اس کوشش اس جدوجہد میں کامیاب و کامران رکھے۔

اس گفتگو کے بعد ابراہیم وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ ریکا آتہ جان نتھالی اور سیورا بھی اس کے ساتھ تھے۔ پہلے سارے لشکر کے کھانے کا انتظام کیا گیا۔ کھانے کے بعد روسیوں کے پڑاؤ سے جو سامان ملا تھا وہ لشکریوں اور

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں: www.iqbalkalmati.blogspot.com

لشکر کا ساتھ دینے والے دوسرے لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ بار برداری کے جانوروں کے علاوہ دوسرے جانور بھی لوگوں میں بانٹ دیئے گئے تھے۔ بھیڑ' بکریوں اور گھوڑوں کا جو بہت بڑا ریوڑ تھا وہ لشکر کی خوراک کے لئے رکھا گیا کچھ بار برداری کے جانور بھی لشکر ہی میں رکھ لیے گئے تھے۔ اسلحہ اور گولہ بارود کے جو ذخائر تھے وہ چند اشخاص کی کمیٹی بنا کر اس کی تحویل میں دے دئے گئے تھے۔ اس کے بعد ابراہیم بیگ نے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا۔ اب اس کا رُخ شورچی شہر کی طرف تھا۔ جہاں وہ دریائے سرخاب کو پار کرنے کے بعد دریائے کافرنگان کے کنارے حصار شہر کی طرف جا سکتا تھا۔

بخارا میں داخل ہونے کے فوراً" بعد روسی فوج نے ایک انقلابی کمیٹی ترتیب دی جس کے تمام ارکان فرقہ جدیدیہ پر مشتمل تھے۔ بخارا میں سوشلسٹ نواز نئی حکومت قائم کی گئی جس کا صدر مرزا عبد القادر کو مقرر کیا گیا وزیراعظم فیض اللہ خواجہ کو بنایا گیا۔ وزیر امور خارجہ قاری یوالراش پولاؤف وزیرامور مالیات عثمان خواجہ' وزیر تعلیم عبدالرؤف فطرت' وزیر داخلہ معین جان مخدوم کو بنایا گیا تھا۔

بخارا میں داخل ہوتے ہی کمیونسٹوں اور جدیدیوں نے نے ظلم کی ابتداء کر دی۔ پہلے امیر بخارا کے خاندان کے افراد کو اس کا ہدف بنایا گیا امیر بخارا کے خاندان کے بہت سے افراد کو قتل کر دیا گیا۔ امیر بخارا کے دو چچا ناصر خان طورہ اور عرب جان طورہ میدان جنگ میں دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے گرفتار ہوئے تھے۔ جن کو جدیدیوں نے مقدمہ چلائے بغیر گولی مار کر ہلاک کر دیا۔

روس کیمونسٹوں اور بخارا کے جدیدیوں کے ظلم و جبر اور شقی القلبی کا جیتا جاگتا ثبوت امیر بخارا کے تین بچوں کا دردناک قتل تھا۔ جن کی عمریں چھ' آٹھ اور نو سال تھیں۔ فرقہ جدیدیہ کی فوج روسی سنگینوں کی سائے میں بخارا میں داخل ہوئی تو انہوں نے سب سے پہلے امیر بخارا کے خاندان کی مستورات اور بچوں کو گرفتار کیا۔ ان تین بچوں کو نمائش میں پیش کیا گیا۔ جامہ قلمی یعنی ایک قسم کا گھٹیا کھدر ان کو پہننے کو دیا گیا تھا۔ ان کی گردنوں میں تختیاں لٹکادی گئی تھیں جن پر جلی حروف میں لکھا تھا "مستبد بادشاہ کی اولاد"۔

ان معصوم بچوں کو صبح نو بجے لب حوض دیوان بیگی کی مسجد میں نمائش کے لئے بٹھایا جاتا گیارہ بجے روسی فوجیوں کی نگرانی میں پورے شہر میں گشت کرایا جاتا تین چار بجے واپس لا کر پھر صحن میں بٹھا دیا جاتا تھا۔ یہ معصوم بچے شدت بھوک سے روتے تھے۔ تھکان سے سیدھے بیٹھ بھی نہ سکتے تھے۔

بخارا کے عوام ان کی حالت کو دیکھ کر خون کے آنسو روتے تھے لیکن روسی پہریداروں کی موجودگی میں ان کی کوئی مدد نہ کر سکتے تھے تین ماہ تک ان بچوں[1] کو طرح طرح کی اذیتیں دیں گئیں۔ بخارا شہر کے اندر انہیں گھما پھرا کر رسوا اور ذلیل کیا گیا۔ اس کے بعد ماسکو لے جا کر انہیں قتل کر دیا گیا۔

---

[1] ان میں سے ایک بچے کی ماں جو کابل میں امیر بخارا کے ساتھ قلعہ فتوح میں مقیم تھی اپنے بچے کے غم میں پاگل ہو گئی۔ وہ کبھی کبھی سڑک پر نکل کر اپنے بچے کی یاد میں چیختی چلاتی تھی۔ ایک دن اس بے بس اور مجبور عورت نے اپنے آپ کو افغانستان کے بادشاہ ظاہر شاہ کی کار کے سامنے گرا دیا اور رو رو کر اپنی داستان غم سنائی۔ ظاہر شاہ نے اس غم زدہ اور مجبور و بے بس ماں کی حالت زار سے متاثر ہو کر روسی سفارتخانہ سے رابطہ قائم کیا مگر نتیجہ پھر بھی کچھ نہ نکلا۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

جدیدیوں نے بخارا میں عنان حکومت سنبھالتے ہی روسی کیمونسٹ حکومت کی خفیہ پولیس چیکا کو بخارا پر مسلط کر دیا تھا۔ چیک ایک جاسوسی تنظیم تھی جو بہت جلد دہشت و بربریت کے ایک ایسے نظام کی علامت بن گئی جس کی مثال اس سے پہلے تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس چیکا نام کی خفیہ پولیس نے کئی روپ بدلے۔ چیکا کے بعد اس کا نام جی پی (G. P) پڑا اس کے بعد یہ این۔ کے۔ وی۔ڈی کہلائی۔ پھر ایم۔ وی۔ دی کا اسے نام دیا گیا اور آخر میں یہ کے۔ جے۔بی کے روپ میں ظاہر ہوئی۔ یہ سب روسی نظام ظلم کے مختلف روپ تھے جو بخارا پر کسی بدروح کی مانند مسلط کر دیئے گئے تھے۔

نئے کیمونسٹ اور جدیدی حکمرانوں نے بے گناہوں کو بلا امتیاز انتقام کا نشانہ بنانا شروع کیا۔ اگر مطلوبہ شخص ہاتھ نہ آتا تو اس کی بیوی بچوں کو پکڑ کر لے جاتے اور گولی مار دیتے۔ اجتماعی گرفتاریاں اور اجتماعی قتل و غارتگری خفیہ تنظیم اور حکومت کا روز مرہ کا معمول تھا۔ بخارا کے سقوط کے باوجود ابھی دونوں ملکر دہشت گردی اور بربریت کے ذریعہ بخارا کے مسلمانوں کو خوفزدہ اور پست ہمت کر دینا چاہتے تھے۔

روسی اور جدیدیوں نے ہر اس شخص کو قتل کر دیا جس کا تعلق مذہبی طبقہ سے تھا۔ علماء کو بلا امتیاز کاٹ کر رکھ دیا گیا۔ پھر سیدوں کے خانوادہ زد میں آئے کہ جن کی طرف عام مسلمانوں کی نگاہ عقیدت سے اٹھتی تھی اس کے بعد قاضیوں اور مفتیوں کے خاندانوں کی باری آئی۔ پھر دولت مند طبقہ اور امیر بخارا کے رشتہ دار قتل کئے جانے لگے۔ گویا کہ گزشتہ حکومت سے تعلق رکھنے والا ہر شخص تہ تیغ ہوا چاہیے

طریقہ کار یہ تھا کہ موت کی سزا دینے سے پہلے ہر شخص پر کوئی نہ کوئی الزام عائد کیا جاتا تھا۔ بس پھر داد تھی نہ فریاد رات آٹھ بجے کے بعد گھروں سے نکلنے والوں کو بلا سبب ہی گولی مار دی جاتی تھی۔ انتظامیہ پر روسی حاوی تھے۔ ہر محکمہ کے آقا روسی کیمونسٹ تھے۔ ان کے وفادار ماتحت تاتار اور قزاق تھے۔ مثلاً" محکمہ پولیس کا افسر اعلیٰ روسی تھا اور اس کا ماتحت ایک تاتاری کیمونسٹ تھا۔ جس کا نام حضروب تھا جو خود بھیڑیوں سے بھی بڑھکر زیادہ خونخوار اور جلاد سے بھی بڑھ کر زیادہ خون کا رسیا تھا۔

اس جدیدی حکومت کے دور میں عام لوگوں میں سخت اضطراب اور ہراس پھیلا ہوا تھا وہ کسی بھی شخص کو عدالتی کاروئی کے بغیر محض ایک انتظامی فرمان کے ذریعہ سزا دیتے تھے۔ پھر تو یہ رسمی کاروائی بھی ختم ہو گئی۔ محض حکومت کی مخالفت کا الزام بھی کس شخص کی جان لینے کے لئے کافی خیال کیا جانے لگا تھا۔ حکومت کے نشہ میں بدمست اور جذبہ انتقام سے سرشار کیمونسٹوں اور جدیدیوں نے ہزاروں عام شہریوں اور خواص کو قدامت پسند اور سامراجیوں کے ایجنٹ ہونے کے الزام میں گرفتار کرنا شروع کر دیا۔

ان گرفتار شدگان کو ان کا گناہ بھی نہ بتایا جاتا تھا اور جیسے بچے چڑیوں کا شکار کھیلتے ہیں۔ اسی طرح ان مظلوموں پر نشانہ بازی کی جاتی تھی۔ بخارا اور اس کے ملحقہ ساٹھ ضلعوں کے تمام جید علماء کو شہید کر دیا گیا اس طرح زمیندار، جاگیردار، تاجر، مذہبی مدارس کے مدرسین، طلباء مساجد کے ائمہ موذنوں، پیروں، اور صوفیہ اور سابق حکومت کے اہلکاروں کو پکڑ کر بلا پرسش قتل کر دیا گیا۔ انسانی تاریخ میں ایسے اندھے اور بہرے لٹیرے کم ہی دیکھنے میں آئے ہوں گے۔

بخارا کے گیارہ مہردار مفتیوں میں سے دس کو شہید کر دیا گیا صرف

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مفتی بقاخان بخاری روپوش ہو کر بخارا سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور فرغانہ اور کاشغر سے ہوتے ہوئے۔ وہ 1933ء میں پشاور پہنچ گئے تھے۔ ان مفتیوں کے علاوہ مفتی عساکر' عبداللہ تحسین لڑائی کے چوتھے دن شہید ہو گئے تھے وہ چونکہ عساکر بخارا سے واسطہ رکھتے تھے۔ اس لئے شہادت بھی فوجیوں کے ساتھ پائی۔ مفتی برہانی خواجہ کو جو امیر بخارا کے مذہبی مشیر تھے۔ عرق بخارا میں گرفتار کیا گیا۔ ان کو قاتلوں نے قتل کرنے سے پہلے خوب ستایا بے حد ذلیل کیا اور جب شہید کر دیئے گئے تو ان کی لاش کو گھوڑوں کے سموں نیچے کچلا گیا۔ اس پر بھی ظالموں کے انتقام کی آگ ٹھنڈی نہ ہوئی۔ تو ان کے جسم سے گوشت کاٹ کاٹ کر کتوں کو کھلایا گیا۔ ہزاروں کی تعداد میں مساجد' قرآء اور علمائے حق جدیدیوں کا نشانہ انتقام بنے۔

اس کے علاوہ اہل تشیع کے چھ ممتاز مجتہدوں کو شہید کر دیا گیا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ قائدین اہل تشیع کے ساتھ ساتھ تمام شیعہ برادری نے اپنے سنی بھائیوں کا ساتھ مل کر جس مردانگی' جرات مندی' حب الوطنی اسلام دوستی' دینی جذبہ سے جام شہادت نوش کیا وہ ہماری ملی اور اسلامی تاریخ کے ابواب میں صلح و آشتی اور اسلامی بھائی چارہ کا ایک روشن باب خیال کیا جاتا ہے۔

خود روسی کیمونسٹوں کی تحریروں کے مطابق بخارا میں چالیس ہزار سے زائد علماء و فضلاء تھے۔ ان میں سے چند جانیں بچا کر افغانستان آئے ان علماء و فضلاء کی اکثریت جنگ میں شہید ہو گئی اور جو بچ گئے وہ روسی کیمونسٹوں اور جدیدی کتوں کے انتقام کی بھینٹ چڑھ گئے تھے۔

سلطنت کے دوسرے شہروں میں بھی علماء اور آئمہ مساجد و مدارس کے مدرسین اور آئمہ شہید کر دیئے گئے۔ صرف شہر قرشی میں تین عظیم

الشان مدرسے تھے پہلا مدرسہ علی دوسرا مدرسۃ عبداللہ خان اور تیسرا مدرسہ سرائے ان تینوں کے طلباء اور مدرسین کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور عظیم الشان کتب خانوں کو نذر آتش کر دیا گیا۔

چونکہ بخارا کے زیادہ تر علماء اور قرآء کو ملحدوں بالشویکوں اور ان کے حواری جدیدیوں نے شہید کر دیا تھا۔ اس لئے تمام مساجد اور مدارس ویران پڑے رہ گئے۔ فرقہ جدیدیہ اور ان کے کیمونسٹ آقاؤں نے خاص طور پر علماء' فضلاء' سادات اور قاریوں کو اپنا حریف و مخالف سمجھ کر ہدف اس لئے بنایا کہ ان کے نزدیک اسلام اب ایک پرانی علامت ہو چکا تھا۔ اور کیمونزم کی ضد تھا۔ ان جدیدیوں اور کیمونسٹوں نے حد یہ کر دی کہ انہوں نے قرآن کی طباعت ممنوع قرار دے دی۔ چنانچہ ایک عالم دین صدیق خواجہ خوبندی ہندوستان سے قرآن شریف اور دیگر مذہبی کتابیں لے کر سلطنت بخارا کے شہروں میں پہنچاتے تھے۔ اس کے علاوہ جدیدیوں اور کیمونسٹوں کے کہنے پر فرغانہ اور تاشقند وغیرہ شہروں میں بدکاری کے اڈے حکما" قائم کئے گئے اور شراب کی فروخت اور استعمال بر سرعام ہونے لگی۔ اسلامی احکامات کی حکما" خلاف ورزی کی جانے لگی تھی۔

بخارا ایک اسلامی ملک تھا اور اسلامی تعلیمات' ثقافت و تمدن کا شہرہ آفاق مرکز تھا۔ یہاں صدیوں سے چار دانگ عالم سے علماء اور فضلاء آتے اور اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ علماء حق کے بعد علماء سو بھی بچے نہ رہے۔ بالشویک کیمونسٹوں نے ان علماء کو بھی کہ جنھوں نے جدیدیوں کا ساتھ دیا تھا۔ جیسے قاری شریف جان داؤد یا سید زادہ وغیرہ سب کو چن چن کر ٹھکانے لگا دیا اور صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ بخارا کے علماء کا روسی کیمونسٹوں اور جدیدیوں نے تین مرحلوں میں قتل عام کیا۔

پہلے مرحلے میں ہزاروں علماء جنگ بخارا میں شہید ہوئے۔ دوسرے

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

مرحلہ میں کثیر تعداد میں علمائے حق کو فرقہ جدیدیہ کے عہد حکومت میں بالشویک کیمونسٹوں کے اشرار پر قتل عام کے ذریعہ شہید کر دیا گیا۔ تیسرے مرحلہ میں وہ گمراہ علمائے سو جو فرقہ جدیدیہ کے ارکان تھے اور ان کے دور حکومت میں اقتدار کے مناصب تک بھی پہنچے تھے ان کو بھی بعد میں روسیوں نے کیفر کردار تک پہنچا دیا۔

پایہ تخت بخارا کے علاوہ شہر کرمینہ‘ ضاء الدین‘ نور‘ آتا‘ زہرہ بلاق‘ چارجوئے‘ کاسان‘ فترچی بور دلیق اور قراقول کے شہروں کے علماء و فضلاء و سادات آئمہ مساجد اور مدارس دینیہ کے طلباء کا بھی قتل عام کیا گیا۔ مساجد و مدارس کو یا تو مسمار کر دیا گیا یا پھر رہائش گاہوں‘ گوداموں اور ہوٹلوں میں تبدیل کر دیا گیا۔ اب ان شہروں میں کہیں کوئی مسجد یا مدرسہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ آئمہ کرام اور اولیاء اللہ کے مزاروں کو منہدم کر دیا گیا ان کا نام نشان باقی نہ رہنے دیا گیا۔ صرف مدرسۂ پر عرب اور جامعہ مسجد لب معرض دیوان بیگی کو پروپگنڈہ کے طور پر نمونہ بنا کر رکھا گیا تاکہ کیمونسٹ حکومت اپنی اسلام دوستی کا ثبوت مہیا کر سکے۔

سلطنت بخارا میں دو سو سے زائد درسگاہیں تھیں۔ جدیدیوں نے بخارا پر حکومت سنبھالتے ہی اپنے کیمونسٹ آقاؤں کی خوشنودی کے لئے آہستہ آہستہ تمام اسلامی مدارس بند کر دیے اور اوقاف کی آمدنی ضبط کر لی۔ اس کے علاوہ ایک رسم الخط املا موصوف جاری کر دیا گیا۔ عربی رسم الخط بند کر دیا گیا جس کی وجہ سے وسط ایشیا کا رابطہ عالم اسلام سے منقطع ہو گیا۔ روسی کیمونسٹوں نے پروپگنڈہ کے لئے تین چار مدارس بطور آثار قدیمہ رکھ چھوڑے تاکہ سیاحوں کی دلچسپی کا باعث بننے کے ساتھ ساتھ کیمونسٹوں کی مذہبی رواداری کا عیارانہ ثبوت فراہم ہو سکے باقی تمام مدارس اعلیٰ و ادنیٰ کی عمارتوں کو کلبوں‘ گوداموں تھیٹروں‘ شراب خانوں اور پولیس چوکیوں میں

تبدیل کر دیا گیا تھا۔ شروع شروع میں مدارس کی کچھ عمارت میں روسی مزدوروں کو لاکر بٹھایا گیا مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان میں سے اکثر عدم مرمت اور ناقص دیکھ بھال کی وجہ سے منہدم کر دی گئیں تھیں۔

بخارا شہر میں تقریباً“ تین سو ساٹھ 360 محلے تھے۔ ہر محلہ میں کم از کم ایک مسجد ضرور تھی۔ اس کے علاوہ 37 جامعہ مساجد نماز جمعہ کے لئے مخصوص تھیں اور دو عیدگاہ ایک اندرون شہر اور دوسری شہر کے باہر واقع تھی۔ ہر مسجد کے ساتھ رفاہ عامہ کے لئے خوردو نوش وغیرہ کا سامان ہوتا تھا۔ جس کا نگران صوفی مسجد ہوتا تھا۔ بخارا میں شادی بیاہ اور غم وغیرہ کے موقعوں پر رسومات کی ادائیگی کے لئے متمول لوگ سامان خود خریدتے تھے۔ جن کی استطاعت نہ ہوتی تھی وہ برتن وغیرہ اپنے محلے کی مسجد سے لے آتے تھے۔ ہر مسجد میں سامان اجتماعی کے لئے ایک کمرہ مخصوص ہوتا تھا۔ ہر مسجد کے ساتھ دو سے پانچ ہزار تنگا بخارا سالانہ تک املاک وقف ہوتی تھیں۔

جدیدیوں نے برسراقتدار آنے کے بعد روسیوں کی پالیسیوں پر عمل کرتے ہوئے پہلے تو ان مساجد کی تمام وقف املاک کو بحق سرکار ضبط کر لیا۔ دلیل یہ پیش کی گئی کہ مسجد کے آئمہ اور صوفیا ان املاک سے ہونے والی آمدنی اور اشیاء کو ناجائز استعمال کرتے تھے اور حکومت کے خلاف کاروائی میں ملوث تھے۔

اس کے بعد مساجد کی بے حرمتی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی۔ مسجد لب حوض دیوان بیگی کے صحن کے شمالی حصے میں سرخ چائے خانہ کھول دیا گیا۔ جہاں رات دن ہر نوع کے خرافات ہوتے تھے۔ اور مسجد کے صحن کو جوتے اتارنے کی جگہ کے طور پر استعمال کیا جانے لگا تھا۔ مسجد و محراب کو جلسہ گاہوں‘ چائے خانوں اور لائبریری میں بدل دیا گیا بعض مساجد کو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یونین کیٹیوں کے دفتروں، گوداموں شراب خانوں، کلبوں اور تھیٹروں میں بھی تبدیل کر دیا گیا تھا۔

بعض اوقات رہائشی کمی کو دور کرنے کے لئے باہر سے لائے ہوئے مجوس، تاتار اور آرمینی مزدوروں کو ان مساجد میں ٹھہرایا جاتا تھا۔ روسی مزدور مساجد کے صحنوں میں سور پالتے یہیں انہیں کاٹتے تھے۔ غرض کہ مساجد و مقامات مقدسہ کی جو بے حرمتی کی گئی اس کی مثال شاید دنیا میں کہیں اور نہ مل سکے گی۔

اس کے علاوہ شہر کے ہر مکان پر ٹیکس لگا دیا گیا۔ مساجد کو بھی نہ بخشا گیا۔ مساجد کے ٹیکس کی وصولی وہاں رہنے والے روسی مزدوروں کے بجائے اہل محلّہ سے جبراً" لی جاتی تھی۔ ظلم و جبر سے تنگ آکر لوگوں کی کچھ تعداد بھاگ کر دیہات میں رہنے لگی۔ لوگوں نے ڈر کے باعث کلام پاک اور دیگر مذہبی کتب کو خفیہ طور پر کنوؤں اور قبرستانوں میں دفنا دیا تھا۔

کیمونسٹوں نے حکم جاری کیا کہ ہر محلّہ کا سربراہ اہل محلّہ کو ہفتے میں ایک بار مساجد میں جمع کر کے کیمونزم اور سوشلزم کے نظریات پر تجزیہ کرے۔ زبردستی لوگوں کو مساجد میں لایا جاتا اور علاقے کے کیمونسٹ ارکان محراب مسجد میں کھڑے ہو کر اسلام پر تنقید کرتے اور کیمونزم کا پرچار کرتے تھے۔ اس طریقے کی ابتداء جامعہ مسجد کلاں مسجد میں جوتوں سمیت داخل ہو کر اور منبر پر کھڑے ہو کر اپنے فرقہ کے حق میں ایک تقریر کی گئی جس میں سوائے کیمونسٹ نظریات کی تعریف اور امیر بخارا اور علماء کی مذمت کے سوا کچھ نہ تھا۔

ایک اندازے کے مطابق بخارا میں گیارا بڑے بڑے کتب خانے تھے۔ جن میں 27 سے لے کر 30 لاکھ کے لگ بھگ کتب تھیں۔ جن کو

ہزار ہا سال کی محنت و کاوش سے علم دوست بادشاہوں نے علم و عرفان کی روشنی پھیلانے کے لئے جمع کیا تھا۔ ان کے علاوہ بخارا میں انفرادی کتب خانے بھی قائم تھے۔

جدیدیوں نے ماسکو کے حکم پر ایک حکمنامے کے ذریعہ بخارا کے ان علمی خزانوں کو تلف کرنے کا حکم جاری کیا۔ کیمونسٹوں کے خیال کے مطابق مسلمان بادشاہوں نے عوام کو محکوم رکھنے کے لئے مذہب کو آلہ کار بنایا اس لئے ان کتب خانوں کو مذہبی قرار دیکر تباہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس حکم کی تعمیل بخارا شہر سے باہر ایک کھلے میدان میں کتابیں ڈھیر کر کے آگ[1] لگا دی گئی تھی۔

دارالحکومت بخارا میں حافظ و تجوید قرآن کے چھ عظیم الشان قاریوں کے ادارے تھے جہاں سے سالانہ کوئی ڈیڑھ سو قاری فراغت پا کر نکلتے تھے۔ ان کے سالانہ اخراجات کو پورا کرنے کے لئے قدیم زمانے سے اوقاف مقرر تھے۔ یہ سب اوقاف کیمونسٹوں اور جدیدیوں نے بحق سرکار ضبط کر لئے۔ اور قرآن کریم کے حفظ پر پابندی لگا دی گئی تھی۔

---

[1] قاضی خواجہ کا بیان ہے کہ کتابوں کے جلتے ہوئے ڈھیر کے چاروں طرف سخت فوجی پہرا لگا دیا گیا تھا۔ تاکہ کوئی اس کے قریب نہ جا سکے مسلمانان بخارا کی عظمت رفتہ کے جلتے ہوئے ڈھیر سے دو ماہ سے زیادہ عرصہ تک دھواں اٹھتا رہا۔ اس طرح ملت اسلامیہ کا یہ عظیم علمی ذخیرہ جو دو صدیوں کی محنت و کاوش سے جمع ہوا تھا۔ ضایع ہو گیا تھا۔ مصحف عثمانی کو باقی چھوڑ دیا گیا تاکہ مسلمانوں کو اس کے ذریعہ یہ بتا سکیں کہ یہ کتاب مسلمانوں کے درمیان کس طرح تفرقہ کا باعث بنی اور حضرت عثمان مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

قدیم دور ہی سے بخارا میں وضو خانوں کا عام رواج تھا صرف پایہ تخت بخارا میں چالیس بڑے وضوخانے موجود تھے۔ جہاں سردیوں میں گرم اور گرمیوں میں ٹھنڈا پانی وضو کے لئے ہر وقت موجود ہوتا تھا۔ وضو خانوں اور طہارت خانوں کے ملازمین کی تنخواہوں کو پورا کرنے کے لئے اوقاف کی رقم مختص کی گئی تھی۔ جدیدی اور کیمونسٹوں نے وضو خانوں کو تالا لگوا دیا اور ان کے اوقاف کو اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔

پردہ جس کی اسلام میں سخت تاکید کی گئی ہے کیمونسٹوں کے نزدیک جہالت کی نشانی تھی۔ بخارا پر قبضہ کرنے کے بعد جدیدیوں اور کیمونسٹوں نے ایک کانفرنس طلب کی بخارا کے ریگستان کے مقام پر ریگستان بخارا شہر کا مشہور چوک ہے۔ جس میں عموماً" جلسے ہوتے تھے۔ یہ ریگستان نام کا چوک قصر شاہی کے بالکل سامنے واقع تھا۔ اس کانفرنس اور جلسے میں لوگوں کو عام شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔

جلسہ گاہ کے عین وسط میں اسٹیج بنایا گیا تھا۔ جلسہ کا آغاز فرقہ جدیدیہ کے رکن شعلہ نوا انقلابی شاعر ابوالقاسم لاہوتی نے شرعی حجاب کو ترک کرنے کی تلقین سے کیا۔ لاہوتی نے عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایسے شعر سنائے جن میں انہیں بے پردگی کی ترغیب دی گئی تھی۔ لاہوتی کے ذیل کے دو شعر ملاحظہ ہوں ۔

عیب باشد کہ تو در پردہ و خلق آزاد
کتنی بری بات ہے کہ تم پردہ میں ہو اور دنیا آزاد ہے
حیف بری باشد کہ تو در خواب و جہان بیدار
افسوس کہ تم محو خواب ہو اور اہل جہاں بیدار ہیں
ترک چادر کن و مکتب بردرس بخوان
چادر چھوڑو مکتب جاؤ اور تعلیم حاصل کرو

شاختہ جہل ندارد ثمرے جزا ادبار
جہالت کی ٹہنی پر پسماندگی کے سوا کوئی پھل نہیں لگتا

ان اشعار کے ادا کرتے ہی ایک درجن کے قریب روسی ترکستان سے لائی گئی[1] تاتاری عورتوں کو اسٹیج پر لا کر ان کے سروں سے برقعے اتار کر جلا دیئے گئے۔ اس طرح رسم بے پردگی کا افتتاح کیا گیا۔

اس کے بعد بخارا کی جدیدی حکومت کے وزیراعظم فیض اللہ خواجہ نے تقریر کی جو اول سے آخر تک پردہ اور شعائر اسلام کو ترک کرنے کے وعظ پر مبنی تھی۔ وہ کلام اللہ کو نعوذ باللہ کتاب کہنہ اور لایعنی کتاب کہتا تھا۔ اس نے درجن بھر بے پردہ عورتوں کے ذریعہ دوسری باعفت خواتین کو نصیحت حاصل کرنے کی ترغیب دی اور برقعہ جلانے والی کیمونسٹ عورتوں کو ترقی پسند کہہ کر ان کی تعریف کی۔

فیض اللہ خواجہ نے بقول عثمان خواجہ اپنی تقریر میں ان لوگوں کے لئے اسلامی سوشلسٹ کی اصطلاح استعمال کی جو ملحدانہ نظریات قبول کر کے کیمونزم اور جدیدازم کی خدمت کر رہے تھے۔ اس بہت بڑے عوامی جلسے میں کے اختتام پر ہزارہا کیمونسٹوں نے راستے پر چلنے والی مسلمانوں عورتوں کے برقعہ نوچ لئے اور برسرعام جلا دیئے اس طرح علی الاعلان اسلام کے حکم کی پامالی اور توہین کی گئی۔ بعد میں بالشویک حکومت نے پردہ کو خلاف قانون اور مرد و زن کے آزادانہ اختلاط کو قانوناً" جائز قرار دیدیا تھا۔ حج اسلام کا پانچواں بنیادی رکن ہے۔ کیمونسٹوں نے اس پر بھی پابندی عائد کر دی تھی۔

---

[1] تاتاری عورتیں کبھی پردہ کی پابند نہیں رہیں۔ انقلاب روس سے پہلے ہی انہوں نے یورپی طرز معاشرت اختیار کر رکھا تھا۔ انہی تاتاری عورتوں نے بے پردگی کی

(باقی اگلے پر)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

امیر بخارا سعید عالم خان اپنے بچے کھچے لشکر اپنے محافظ دستوں اور ان لوگوں کے ہمراہ جو امیر کے ساتھ سفر کر رہے تھے دریائے سرخاب کے کنارے کنارے شمال کی طرف بڑھے تھے۔ شورچی شہر سے آگے جا کر امیر بخارا اپنے ساتھیوں کے ساتھ شہر قراتاغ تک پیش قدمی کرتے چلے گئے تھے۔ یہاں وہ رکے دریائے سرخاب کو انہوں نے عبور کیا۔ پھر وہ کوہستانی آلائی کو اپنے بائیں ہاتھ رکھتے ہوئے مشرقی بخارا کے سب سے بڑے شہر دوشنبہ کی طرف بڑھے تھے۔ کوہستان آلائی چین کی سرحد سے لے کر سمرقند اور سبز شہر تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کے دامن اور وادیوں میں گھنے اور وسیع جنگلات ہیں۔ دوشنبہ شہر میں داخل ہونے سے پہلے امیر بخارا نے شہر سے پانچ میل سے دور اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔ دوشنبہ شہر اور آس پاس کے دوسرے شہروں کے لوگوں کو امیر بخارا کے اس طرح آنے کی خبر ہو گئی تھی لہذا لوگ جوق درجوق امیر کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی حمایت اور اپنے تعاون کا یقین دلانے لگے تھے۔

O

بقیہ حاشیہ ۳۵۳

ترغیب دی اور بالشویک طرز زندگی سے روشناس کرانے میں اہم کردار ادا کیا۔ ایک کمیونسٹ ادیب قزل تاتارستان مزاحیہ انداز میں لکھتا ہے تاتاری عورتوں نے خدا، انبیاء، مولویوں اور جاگیرداروں کو گرا لیا نعوذ باللہ خنزیر قرآن پر غالب آ گیا۔

؎ 1952ء تک بخارا اور خیوہ سے ایک مسلمان بھی ادائیگی فریضہ حج کے لئے حجاز مقدس نہیں آیا۔ 1953ء میں دنیا کو دکھانے کے لئے 18- 1954ء میں 21 اور 1956 میں صرف 20 افراد کو حج کا فریضہ ادا کرنے کی اجازت دی گئی 1957ء میں بخارا اور خیوہ کا کوئی مسلمان حج خانہ کعبہ میں شرکت نہ کر سکا۔ اس کے بعد سے چند نمائشی حج وفود کے علاوہ روسی مقبوضہ علاقوں سے کسی مسلمان کو حج پر جانے کی اجازت نہ دی گئی تھی۔

سردیوں کے موسم کی اب ابتدا ہو گئی تھی تاہم ابھی برف باری کا سلسلہ شروع نہ ہوا تھا۔ دوشنبہ شہر سے پانچ میل باہر ایک روز امیر بخارا سعید عالم خان اپنے لشکر کے اندر آگ کے ایک خوب بھڑکتے ہوئے الاؤ کے پاس بیٹھے تھے۔ اس وقت سورج غروب ہونے کے قریب تھا کہ امیر کا ایک جاسوس امیر کے سامنے بڑا باادب کھڑے ہوتے ہوئے کہنے لگا۔

یا امیر! میں آپ کے لئے اچھی خبر لے کر آیا ہوں۔ اور وہ یہ کہ امیر ابراہیم بیگ نے ایک گھمسان کی جنگ میں روسیوں کو بدترین شکست دی ہے۔ خبر سن کر امیر بخارا اپنی نشست سے اچھلنے کے انداز میں کھڑے ہو گئے اور اس مخبر کو کہنے لگے۔ تیرا آنا مبارک ہو تیرے منہ میں گھی اور شکر۔ مجھے اس واقعہ کو ذرا تفصیل کے ساتھ سناؤ۔ اس کے ساتھ ہی امیر بخارا پھر اپنی نشست پر بیٹھ گئے اور ان کا مخبر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یا امیر! امیر ابراہیم بیگ اپنے لشکر اور اپنے دیگر ہمراہیوں کے ساتھ شہر گزر سے شورچی شہر کی طرف سفر کر رہے تھے کہ دونوں شہروں کے درمیان انہوں نے لوگوں کو ستانے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کرنے کے لئے پڑاؤ کر لیا۔ ساتھ ہی انہوں نے اپنے مخبر اور جاسوس بھی دور دور تک پھیلا دیئے تھے جنہوں نے رات ہونے سے پہلے امیر ابراہیم بیگ کو یہ اطلاع دی کہ ایک روسی لشکر رات کے وقت ان پر شب خون مارنا چاہتا ہے۔ یہ وہی روسی لشکر تھا جس نے سبز شہر کے علاوہ قرشی شہر کو بھی فتح کیا اور ان دونوں شہروں کو جی بھر کے لوٹا اور مسلمانوں کا قتل عام کیا۔

یا امیر! یہ خبر سننے کے بعد امیر ابراہیم بیگ نے ایک بہت بڑا فیصلہ کیا۔ اس نے اپنے لشکر کے اندر آگ کے الاؤ روشن رکھنے کا حکم دیا۔ رات کی تاریکی میں لشکر کے اندر جس قدر بوڑھے بچے اور عورتیں تھیں۔ انہیں امیر نے ایک کوہستانی سلسلے کے اوپر چٹانوں کی اوٹ میں بٹھا دیا اپنے لشکر کے چند دستے ان

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

عورتوں بوڑھوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے بھی مقرر کر دیئے تھے پھر رات کی تاریکی میں وہ اس سمت بڑھے جہاں روسی لشکر نے پڑاؤ کر رکھا تھا اپنے لشکر کو انہوں نے دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ اپنے پاس رکھا دوسرا اپنے کسی نائب کے حوالے کیا۔ اور ان دونوں لشکروں کو انہوں نے گھات میں بٹھا دیا۔ رات کی تاریکی میں روسی لشکر نے جب امیر پر شب خون مارنے کے لئے پیش قدمی کی تو راستے ہی میں امیر اس لشکر پر حملہ آور ہو گئے دوسری طرف امیر کے لشکر کا دوسرا حصہ روسیوں کے پڑاؤ پر حملہ اور ہو گیا تھا۔ اس طرح اس دوطرفہ حملے سے امیر نے روسیوں کو ادھیڑ کر رکھ دیا تھا۔ اس جنگ میں رات کی تاریکی میں امیر نے روسیوں کو بدترین شکست دی۔ روسیوں نے اپنی جانیں بچانے کی خاطر ایک درہ کے ذریعہ بھاگ جانا چاہا لیکن ان کی بدقسمتی کہ وہ کوہستانی سلسلے کا درہ آگے سے بند تھا لہٰذا اس درہ کے اندر ہی امیر ابراہیم بیگ نے سارے روسیوں کا خاتمہ کر دیا۔ دوسری طرف جو لوگ پڑاؤ کی حفاظت پر تھے۔ اسے دوسرے لشکر نے حملہ آور ہوتے ہوئے انہیں بھی ایک کہرام کا شکار کر دیا تھا۔ گو روسیوں کے لشکر کے دونوں حصے مل گئے تھے پھر بھی امیر ابراہیم بیگ نے ان سب کا خاتمہ کر دیا یا امیر! اس جنگ میں ہزاروں روسی امیر ابراہیم بیگ کے ہاتھوں مارے گئے اور اس فتح کے نتیجے میں امیر ابراہیم بیگ کو خوراک کے بے شمار ذخائر' اسلحہ و بارود کے بڑے بڑے ذخیروں کے علاوہ باربرداری کے جانور' خچر' گھوڑے' گدھے اور بہت سے ریوڑ بھی ہاتھ لگے ہیں اس کے علاوہ امیر کو اس جنگ میں خوراک کے بہت بڑے ذخائر ہاتھ لگے ہیں۔ اب اس روسی لشکر کا خاتمہ کرنے کے بعد ابراہیم بیگ شورچی شہر سے گزرنے کے بعد شہر قراتاغ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر جب خاموش ہوا تو امیر بخارا عالم خان اپنی نشست سے اٹھ کھڑے ہوئے اپنے سر پر انہوں نے اپنا عمامہ درست کیا قبلہ رو ہو کر انہوں نے زمین کی ننگی پیٹھ پر ایک طویل سجدہ کیا۔ بڑی رقت اور بڑی عاجزی کے ساتھ وہ سجدہ میں گر کر اور گڑگڑاتے ہوئے اپنے رب کے حضور دعا مانگتے رہے پھر وہ کھڑے ہوئے اور عجیب سے انداز میں بولے اور کہنے لگے۔

"ابری میرے بیٹے تو یقیناً" ان جوانوں میں سے ہے جو طاقوں کی ویرانی' محرابوں کے سناٹے اور نادیدہ پرچھائیوں کے غبار میں چراغوں کی مہتابی لو بن کر نمودار ہوتے ہیں۔ میرے بیٹے تو یقیناً" ان جانثاروں میں سے ہے جو شکستہ دربام میں بھی ایک حرف گویائی کی طرح نمودار ہوتے ہیں میرے فرزند تو یقیناً" ان نایاب فرزندوں میں سے ایک ہے جو اندھی بے رنگ مٹی کے پیاسے اشجار صحرا کی تشنگی میں عکس خورشید' بارش کی تمہید اور آوارہ تھکن میں دھوپ کی دستک بن کر نمودار ہوتے ہیں۔

ابری میرے بیٹے میں اور تم دونوں ہی اپنوں کے زخموں اور دشمنوں کی عداوتوں کا شکار ہوئے ہیں۔ لیکن ہم اس بے چرگی کی یلغار میں بھی چاہتوں کا سفر جاری رکھیں گے۔ ابری میرے بیٹے میں میں جانتا ہوں تو دشمن کے اندر جنون خیز صحرا اور وحشتوں کا شرر بن کر نمودار ہونے کا فن جانتا ہے۔ تو یہ بھی جانتا ہے کہ بے چہروں کو چہرہ کیسے دیا جاتا ہے۔ تو ان سرفروشوں میں سے ہے جو ویران منڈھیروں پر بھی اپنے آپ کی پہچان کرا کر چھوڑتے ہیں۔ ابری میرے بیٹے میرے بچے گو روسی کتوں کے سامنے ہم سب مل کر بھی بخارا کا دفاع نہیں کر سکے لیکن پھر بھی تو آندھیوں کے سفر میں چاہتوں کا سیلاب اور مٹی کے زنگار بدن میں تبسموں کے آئینے کھڑے کرنے کی جرات اور ہمت رکھتا ہے۔

ابری میرے بیٹے کاش روس کے خلاف ان بلند اڑانوں کے اس کالے سفر میں اور اس ہوس درہوس ساعتوں کے شکار میں میں اور تو اکیلے نہ ہوتے کاش وقت کی اڑتی رفتار میں روس کے پراسرار سراب کے سامنے ہم دونوں خزاں پوش اندھیروں میں پرندوں کی آخری اڑان کی طرح بے بس مجبور نہ ہوتے کاش میرے فرزند عالم اسلام کی جاگ رہا ہوتا ہماری بے بسی کی طرف دیکھتا۔ بخارا اور دوسری

مسلم ریاستوں کے اندر روسی یلغار پر عالم اسلام نگاہ رکھتا کاش دنیا بھر کے سارے مسلمان متحد ہو کر اپنے دشمنوں کو پہچانتے ان کی راہ روکتے اور انہیں اپنے مسلمان بھائیوں کا خون بہانے سے زبردستی روک دیتے۔

لیکن ابراہیم میرے بیٹے میں جانتا ہوں کوئی بھی ہماری مدد کو نہیں آئیگا۔ عالم اسلام اس وقت غفلت اور سہل انگاری کی گہری نیند سوا ہوا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ روس کے سامنے تیری اور میری حالت اجالوں کے پیاسے پرندوں جیسی ہوگی۔ ہمیں خود ہی بے آب آئینوں میں اپنا عکس دیکھنا ہوگا۔ شب کی ٹوٹی کرچیوں کو خود ہی چننا ہوگا۔ جاں عذاب موسموں میں اپنی عزت کے آبگینوں کے اونچے محلوں کی حفاظت خود ہی کرنا ہوگی۔ ابری میرے بیٹے میرے فرزند میں جانتا ہوں میں اور تو روسی قوت کے سامنے حروف شکستہ کی وہ تصویریں ہیں جن میں آئینہ در آئینہ زخم تحریر ہیں لیکن اس کے باوجود اے میرے فرزند میں عہد کرتا ہوں کہ اگر تو میرا ساتھ دے تو میں غبار کے صحرا ہجر کے عذاب' حوصلوں کی اڑان بن کر روس کی ہولناکیوں کے سامنے جم جاؤں گا۔ اگر اس وطن کی اراضی کے لئے میرا خون کسی کام آ سکتا ہے تو ابراہیم میرے فرزند میں اپنے خون کا آخری قطرہ بھی سلطنت بخارا کی آزادی کے لئے پیش کرنے کے لئے تیار ہوں۔

یہاں تک کہنے کے بعد سعید عالم خان جب خاموش ہوئے تو وہ مخبر پھر بولا اور کہنے لگا یا امیر! اس خبر کے علاوہ میرے پاس ایک بری خبر بھی ہے اس پر امیر بخارا نے چونک کر مخبر کی طرف دیکھا اور پوچھا تو کیا بری خبر رکھتا ہے اس پر وہ مخبر بولا اور کہنے لگا امیر بری خبر یہ کہ امیر ابراہیم بیگ کا دادا چل بسا ہے۔ امیر ابراہیم بیگ کا دادا خلیل بیگ حصار شہر میں اپنی سرائے چلانے کے روز مرہ کاموں میں مصروف تھا کہ کسی نے اسے روسیوں کے ہاتھوں بخارا شہر فتح ہونے کی خبر سنائی یہ خبر سنتے ہی خلیل بیگ کو ایسا صدمہ ہوا کہ وہ وہیں کھڑے کھڑے جان بحق ہو گیا۔ یہ خبر سننے کے بعد غم تفکر اور دکھ میں امیر بخارا سعید عالم خان کا سر جھک گیا تھا۔

کچھ دیر تک وہ گردن جھکائے اپنی نشست پر بیٹھے رہے پھر مدہم آواز میں کہنے لگے۔ ابراہیم بیگ تو کہاں ہے میرے بیٹے میں تیرے اس دکھ اس غم میں برابر کا شریک ہوں تھوڑی دیر تک امیر بخارا پھر خاموش رہے اس کے بعد وہ اپنے مخبر کو مخاطب کر کے کہنے لگے تم ابھی اور اسی وقت ابراہیم بیگ کی طرف روانہ ہو۔ اور اسے یہاں تک آنے میں راہنمائی کرو۔ راستے میں تم اسے اس کے دادا کی موت کی خبر بھی سنا دینا تاکہ وہ مجھ تک پہنچنے تک اس غم کو کسی حد تک برداشت کر چکا ہو۔ امیر بخارا کا یہ حکم پا کر وہ مخبر فوراً حرکت میں آیا اپنے گھوڑے پر سوار ہوا پھر وہ وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

❂

اہ ابراہیم بیگ اپنے لشکر اور دیگر ساتھیوں کے ساتھ دریائے سرخاب کے کنارے کنارے پیش قدمی کر رہا تھا۔ شورچی اور قراتاغ شہروں کے درمیان امیر بخارا سعید عالم خان کا بھیجا ہوا قاصد اور مخبر وہاں پہنچ گیا تھا۔ اس مخبر کو شاید ابراہیم بیگ جانتا اور پہچانتا تھا اس لئے کہ جونہی وہ مخبر اس کے سامنے آیا ابراہیم بیگ فوراً اس کی طرف متوجہ ہوا وہ اس سے کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ اس مخبر نے ابراہیم بیگ کے پہلو میں آکر اپنے گھوڑے کو موڑا پھر وہ ابراہیم بیگ کے ساتھ ساتھ دریائے سرخاب کے کنارے کنارے قراتاغ شہر کی طرف بڑھتے ہوئے کہنے لگا۔

امیر ابراہیم بیگ میں دو شنبہ شہر کی طرف سے آرہا ہوں امیر بخارا اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس وقت کوہستان آلائی کے دامن میں دوشنبہ شہر سے پانچ میل شمال مغرب کے رخ پر پڑاؤ کئے ہوئے ہیں مجھے انہوں نے اس لئے آپ کی طرف روانہ کیا ہے تاکہ آپ بھی اپنے لشکر اور ساتھیوں کے ساتھ امیر بخارا کے پڑاؤ کی طرف رخ کریں۔ امیر بخارا بڑی بے چینی اور بڑی بے تابی سے آپ کی

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آمد کے انتظار کر رہے ہیں۔ راستے میں جو آپ نے روسی لشکر کو بدترین شکست دیکر ان کے مال و متاع پر قبضہ کیا ہے۔ آپ کی اس فتح مندی کی خبریں بھی امیر بخارا کو پہنچ چکی ہیں۔ اپنے اگلے لائحہ عمل کا اہتمام کرنے کے لئے امیر بخارا بڑی بے چینی اور بڑی بے قراری سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

یہ سب خبر سن کر ابراہیم بیگ کے چہرے پر کسی قسم کے تاثرات نمودار نہ ہوئے تھے۔ وہ پہلے جیسا ہی سنجیدہ۔ مغموم اور اداس تھا۔ شاید بخارا کے سکوت نے اسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اور وہ ایسا غم تھا جو اس سے بھلایا نہ جا رہا تھا۔ وہ قاصد و مخبر جب خاموش ہوا تو دھیمی سی آواز میں ابراہیم بیگ بولا اور کہنے لگا میں دو شنبہ شہر کا ہی رخ کر رہا ہوں امیر بخارا کو اب مجھ سے کیا حاصل ہوگا۔ ابراہیم بیگ کے ان الفاظ پر وہ قاصد اور مخبر چونکا تھا۔ ابراہیم بیگ کے دوسرے پہلو میں سفر کرتے ہوئے آتہ جان ان تاثرات سے بے خبر خاموشی سے اپنے گھوڑے پر سوار آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی اس کے بعد وہ مخبر پھر بولا اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر ابراہیم بیگ میرے پاس آپ کے لئے ایک اور خبر بھی ہے جسے سن کر آپ کو یقیناً" دکھ اور افسوس ہوگا۔ اس قاصد کے ان الفاظ پر ابراہیم بیگ نے ایک دم اپنی جھکی ہوئی گردن سیدھی کی اور قاصد کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا تم میرے لئے کیسی خبر لے کر آئے ہو کیا بخارا کے سکوت سے بڑھ کر بھی کوئی خبر بری اور غمزدہ اور دکھی ہو سکتی ہے۔ اس پر وہ قاصد دکھ اور غم میں ملی جلی آواز میں کہنے لگا۔ ہاں امیر ابراہیم بیگ یہ خبر یقیناً" ایسی ہی ہے اس لئے کہ آپ کا دادا خلیل بیگ اب اس جہان فانی میں نہیں رہا۔ کہتے ہیں ایک روز وہ اپنی سرائے کے روز مرہ کاموں میں مصروف تھا کہ کسی نے اسے روسیوں کے ہاتھوں بخارا فتح ہو جانے کی خبر دی بس یہ خبر سننا تھا کہ آپ کا دادا خلیل بیگ گر پڑا اور اس کی روح اس کے قفس عنصری سے کوچ کر گئی۔ امیر ابراہیم بیگ یہ خبر میں امیر

بخارا کو بھی پہنچا چکا ہوں۔ امیر بخارا یہ خبر سن کر بے حد دکھی ہو گئے تھے۔ انہیں آپ کے دادا کے مرنے کا بہت دکھ اور غم ہوا تھا۔

یہاں تک کہنے کے بعد قاصد جب خاموش ہوا تو اس نے ابراہیم بیگ کا گہری نگاہوں سے جائزہ لیا۔ ابراہیم بیگ کے چہرے پر دور دور تک دکھوں کی دھول اڑنے لگی تھی۔ اس کی آنکھوں کے اندر ویرانیاں ہی ویرانیاں عود کر آئیں تھیں پھر اس قاصد نے دیکھا ابراہیم بیگ کی آنکھیں بھیگ گئیں تھیں اور آنسو موتی کی لڑیوں کی طرح اس کی آنکھوں سے نکل نکل کر دامن پر سے پھسلتے ہوئے گھوڑے کی زین پر گرنے لگے تھے۔ بائیں پہلو میں ابراہیم بیگ کے ساتھ ساتھ سفر کرتی ہوئی ریکا بیچاری ابراہیم بیگ کی اس حالت پر کٹ کر رہ گئی تھی ایسی حالت آتہ جان کی بھی ہو رہی تھی۔ ریکا بیچاری شاید آگے بڑھ کر ابراہیم بیگ سے تسلی و تشفی کے لئے کچھ کہتی پر ابراہیم بیگ خود ہی بولا اور پھر اس کی آواز قاصد، آتہ جان اور ریکا کو سنائی دی۔

آہ! خلیل بیگ میرا دادا وہ میرے لئے باپ جیسا شفیق اور مہربان تھا ماں جیسا مامتا سے بھرپور وہ میرے لئے دل رکھتا تھا۔ میرے لئے وہ رنگوں کے بے خواب سمندر میں میری ذات کا آنگن تھا۔ آندھیوں کے سفر میں میرے لئے وہ ہمیشہ چراغ بن کر جل جانے والی شخصیت بنا رہا۔ بہرے گونگے اندھیروں بیمار ذہنوں کے کالے حصار میں وہ میرے لئے ہمیشہ زندہ خیالوں کی خوشبو بنا رہا میری ماں میرے بچپن ہی میں فوت ہو گئی تھی لیکن اس نے مجھے ماں کی کمی کا احساس نہیں ہونے دیا۔ اس نے زرہ ماں کے بچوں کی طرح یاسیت و نا آسودگی، اداس منڈیروں، غموں کے آشوب، آنسوؤں کی بارش اور غم کی دھوپ کو میرے قریب تک نہیں آنے دیا۔ دکھوں کی چلچلاتی دھوپ میں وہ میرے لئے اجالوں کے برگد کی چھاؤں ثابت ہوا۔ گمان کے اندھیروں میں وہ میرے لئے محبت کا ایک بے حد و بے کراں صحرا تھا۔ آہ میرا دادا اس زندگی میں میرے لئے وہ ایک روشن ستارہ خوش رنگ خوب

تھا۔ اسی نے ہی مجھے بچپن سے لے کر جوانی تک حرفوں کے خدوخال، گداز شام اور صبح نو کی رنگت سے روشناس کیا۔

یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم بیگ خاموش ہو گیا اس لئے کہ وہ اپنی آواز گلے میں ڈوب ڈوب کر ابھرتی ہوئی ہچکیوں اور سسکیوں کو روک رہا تھا بار بار اپنے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔ لیکن آنکھوں سے بہنے والے لگاتار آنسو اس کے دکھ اس کے غم اور اس کے باطن کی غمازی کر رہے تھے۔ ابراہیم بیگ کی یہ حالت دیکھتے ہوئے ریکا بیچاری دکھ اور غم کی ریت کی صورت ریزہ ریزہ عکس کے شکستہ خدوخال، اندھے خلاؤں میں محبوس بے جرم روشنی، زخموں کی قبا اور شکستہ خواہشوں جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ اسی شکستگی اسی ویرانی کی حالت میں ابراہیم بیگ کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر اس نے اچانک اپنے آپ کو سنبھالا اپنے چہرے پر مسکراہٹ اور رونق بکھیری پھر وہ ابراہیم بیگ کے بالکل قریب اپنے گھوڑے کو لے آئی تھی۔ ہاتھ آگے بڑھا کر اس نے ابراہیم بیگ کا وہ ہاتھ جس سے اس نے لگام تھام رکھی تھی اپنے ہاتھ میں لیا۔ پھر وہ اپنے لہجہ میں تازہ گلابوں کی خوشبو اپنے انداز میں ریشم کی ملائمت اپنے تخاطب میں پھولوں کی مہک اور اپنی آواز میں رنگوں کے عکس اور شہد کی مٹھاس بھرتے ہوئے بولی اور ابراہیم بیگ کو وہ مخاطب کر کے کہنے لگی۔

یا امیر! میں جانتی ہوں باہر کے آشوب اور اندر کے روگ نے آپ کو بے آہٹ سلگنے والے غم کی طرح توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے پر یا امیر غم کے یہ بے نام اندھیرے دکھ کے یہ اندھے جزیرے سدا نہ رہیں گے۔ ایک نہ ایک روز خداوند نے چاہا تو آندھیوں کے اس سفر میں ہمارے شکستہ سہارے سنہرے عکس بنیں گے۔ غم کے سب حروف ستاروں کی طرح ذہنوں کو روشنیاں عطا کریں گے ہمارے لبوں کی روشنی ایک روز بیدار ہوگی اس روز ہماری تقدیر جاگ اٹھے گی گھپ اندھیروں کی گہرائی میں دفاع کے لئے سنگ طلسمات کی دیواریں کھڑی کریں گے اس روز ہمارے تیشہ وقت کی جھنکار پر سب جوان ارادے ہمیں سلام کریں گے۔

یا امیر! آپ اپنے لشکریوں اپنے ساتھیوں اپنے چاہنے والوں کے لئے چراغ شہر نگاراں ہیں آپ اپنے چاہنے والوں کے لئے شعور و جذبہ، تبسموں کا اجالا، ذات کا شعور، بدن کی قوت اور جراتوں کا حرم ہیں۔ اگر آپ ہی اداس اور بد دل ہو گئے تو آپ کے ساتھی آپ کے چاہنے والے روسیوں کے ہولناک ستم کے شعلوں کے آبشاروں اور سرابیوں کے صحرا کا شکار ہو جائیں گے۔

یا امیر! ان سرزمیوں اور ان خطوں میں۔ آپ اپنے لشکریوں اپنے چاہنے والوں کے لئے ٹوٹے خوابوں کے مسیحا، شمشیر جگردار اور گونج سے لبریز ایک نغمہ ہیں اگر آپ نے ہی ہمت ہاردی، آپ نے ہی جی چھوڑ دیا تو پھر آپ کی کمانداری میں دشمن سے جنگ کی خواہش رکھنے والے لشکری اور یہ کہ آپ کی شخصیت آپ کے کردار کو چاہنے والوں پر کیا گزرے گی۔

ریکا کے ان الفاظ اور اس کی اس نصیحت آمیز گفتگو سے ابراہیم بیگ بے حد متاثر ہوا تھا۔ اپنا کلام ختم کرنے کے بعد ریکا جب خاموش ہوئی تو اپنے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے ابراہیم بیگ نے ریکا کی طرف دیکھا تھا۔ ابراہیم بیگ کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھتے ہوئے ریکا گیت رس بکھیرتی نئی صبح کی تخلیق، غروب مہر کے حسین نظاروں، شش جہت جلووں، کمال فن ساحر اور چھپے شعبدوں کے آئینہ داروں کی طرح پرکشش اور پر جمال ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کے چہرے پر خوابیدہ مشیت میں تابندہ حقیقتیں رقص کرنے لگیں تھیں اور اسکی آنکھوں کے آبگینوں میں خوشی کے گوہر تابدار جوش مارنے لگے تھے۔ ابراہیم بیگ کی اس ہلکی سی مسکراہٹ نے ریکا کو شبنموں کے نگر جیسا پرکشش، آشاؤں کے آنگن جیسا سرخوش، اجالوں کی تازگی کی طرح بارونق، ریشمی اجالوں کے حسن کی طرح تر و تازہ اور شہنائیوں کے الہڑپن کی طرح پر شباب بنا کر رکھ دیا تھا۔ ابراہیم بیگ کی اس مسکراہٹ کے جواب میں ریکا بیچاری منہ سے تو کچھ نہ کہہ سکی بہرحال

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس نے بڑے پیارے انداز میں اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا ابراہیم بیگ کا ہاتھ ہلکے سے دبا کر اپنا ہاتھ علیحدہ کر لیا تھا اور پھر اس نے ایسی آنکھوں سے ابراہیم بیگ کی طرف دیکھ تھا جن میں دور دور تک محبت چاہت اور زندگی بھر ساتھ دینے کے نہ مٹنے والے عہد تھے۔ اس کے بعد پہلے کی طرح خاموشی اور سنجیدگی کے ساتھ دریائے سرخاب کے کنارے کنارے شمال کی طرف سفر جاری رہا تھا۔

اپنے لشکر اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ ابراہیم بیگ ایک روز صبح ہی صبح اس جگہ نمودار ہوا جہاں دوشنبہ شہر سے پانچ میل باہر امیر بخارا سعید عالم خان نے اپنے لشکر اور دیگر لوگوں کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ امیر کو بھی ابراہیم بیگ کی آمد کی اطلاع ہو گئی تھی لہٰذا اس کا استقبال کرنے کے لئے وہ اپنے پڑاؤ سے باہر نکل آئے تھے۔ اپنے لشکر اور اپنے ساتھیوں کے آگے آگے سفر کرتے ہوئے ابراہیم بیگ نے بھی امیر بخارا کو اپنے پڑاؤ سے باہر کھڑا دیکھ لیا تھا۔ امیر بخارا سے ذرا فاصلے پر ہی ابراہیم بیگ اپنے گھوڑے سے اتر گیا۔ آتہ جان اور ریکا بھی اپنے گھوڑوں سے اتر گئے پھر ابراہیم بیگ آہستہ آہستہ گردن جھکائے چلتا ہوا امیر بخارا کے سامنے آن کھڑا ہوا اس نے امیر سے ہاتھ تک نہ ملایا تھا نہ امیر سے اس نے سلام کہا تھا۔ امیر بخارا اس کی حالت دیکھ کر پریشان اور فکر مند ہو رہے تھے امیر کے سامنے ابراہیم بیگ گردن جھکا کر کھڑا ہو گیا پھر وہ اپنی مردہ اور ڈوبتی ہوئی سی آواز میں سعید عالم خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یا امیر آپ نے مجھے بخارا شہر کی حفاظت کا فرض سونپا تھا۔ رحمٰن قل بیگ کی شہادت کے بعد آپ نے مجھے بخارا کے عساکر کا سپہ سالار مقرر کیا تھا۔ اور بخارا کی حفاظت اور اس کا دفاع میرے ذمہ کیا تھا۔ یا امیر مجھے اپنی کوتاہیوں اپنی محدود قابلیتوں کا اعتراف ہے مجھے افسوس ہے کہ جس طرح جو کام آپ نے

میرے سپرد کیا تھا۔ کما حقہ میں اسے انجام نہ دے سکا۔ یا امیر میں روسی کتوں کے سامنے بخارا کا دفاع نہ کر سکا مجھے افسوس ہے کہ میں خونی بھیڑیوں کو بخارا میں داخل ہونے سے روک نہ سکا اور وہ بھیڑیئے شہر میں داخل ہو کر میری ماؤں میری بہنوں اور میری ملت کی دوسری عورتوں کے سروں سے ان کے دوپٹے نوچتے رہے۔ یا امیر میں بخارا کے دفاع نہ کرنے کا مجرم اور گناہگار ہوں۔ ایک مجرم کی حیثیت سے میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں۔ میرا جرم دیکھتے ہوئے جو چاہیں سزا میرے لئے تجویز کریں۔ میں اف نہیں کروں گا، کاش میں خون کے عادی روسی کتوں کو روک سکتا۔ کاش میں جدیدی بھیڑیوں کے سامنے بخارا کے لوگوں کی حفاظت ان کا دفاع کر سکتا افسوس میں یہ کام انجام نہ دے سکا۔ یا امیر میری سزا تجویز کیجئے۔ آپ دیکھیں گے ابراہیم بیگ آپ کی تجویز کردہ سزا کے سامنے گردن اٹھانے کی جرات نہیں کریگا۔ یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم بیگ خاموش ہو گیا۔ اور وہ اسی طرح گردن جھکائے کھڑا رہا جب اس نے دیکھا کہ دوسری طرف امیر بخارا کی طرف سے کوئی حرکت اور رد عمل نہیں تو اس نے اپنی گردن سیدھی کی اور امیر بخارا کی طرف دیکھا وہ دنگ رہ گیا۔ اس نے دیکھا امیر بخارا کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے ابل پڑے تھے۔ آنسو ان کے دامن کو بھگو رہے تھے وہ ضبط کرنے کی خاطر اپنے ہونٹ کاٹ رہے تھے ابراہیم بیگ کے پیچھے کھڑے آتہ جان اور ریکا بھی رو رہے تھے پھر قبل اس کے کہ ابراہیم بیگ امیر بخارا کو مخاطب کر کے کچھ کہتا۔ امیر بخارا بھاگنے کے انداز میں آگے بڑھے پوری قوت سے انہوں نے ابراہیم بیگ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ اس کی پیشانی اس کا چہرہ بری طرح چوما پھر اسے گلے لگا کر اور اس کے شانے پر سر رکھ کر سسکتے اور روتے ہوئے وہ ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہہ رہے تھے۔

"ابری میرے بیٹے میرے فرزند تم مجرم تم اپنے فرائض میں کوتاہی کرنے والے نہیں ہو میرے بیٹے تم تو دھوپ دھوپ اشجار میں میرے لئے شجر سایہ وار

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اور غم و اندوہ کی چٹانوں میں غبار چراغاں کی مانند ہو۔ بازوؤں کی تھکن اور شکستہ انگڑائیوں میں تم میرے لئے ادراک اور کامیابی کا ایک اصول ہو۔ تم میرے لئے آفاق گیر سناٹوں میں تند عناصر کی یلغار اور چار سو پیچ کھاتی آندھیوں میں ہر طرف لپکتی بجلیوں افق سے اٹھتی آندھیوں لپکتی جھپکتی کوندتی برق کی مانند ہو۔ تم یقیناً روسیوں کے سامنے سنگ و آہن کی فصیل ثابت ہوئے ہوا۔

ابری میرے بیٹے تم وطن کی سرزمین کے چوپان و پاسبان ثابت ہوئے ہو۔ تم دیس کی بہنوں کی چوڑیوں کے چھناکوں کے امین' بیٹیوں کی سرخئی حنا کے گیتوں ان کی مسکراہٹوں کے نغمات اور ان کے ستاروں جیسے نغموں کے محافظ ہو۔ تم ماؤں کی عظمت کے رکھوالے ہو۔ اور دشمن کے طوفانی عناصر کے سامنے میرے لئے میرے بچے تم اعلان سحر ہو۔ ابری میرے نایاب و پرخلوص بیٹے تم راستوں میں جہنم سجاتی روسی خواہشوں کے سامنے انقلاب کی یلغار ثابت ہوئے ہو۔ میرے بیٹے مجھ جیسے بے سرو سامان انسان کے لئے اب تم ہی کوہستان آلائی کی عظمت ہو۔ تم طغیان نیل ہو۔ سطوت ہمالہ ہو میرے لئے تم ہی میرے بچے آگ اجالا اور سنگ و شرر ہو۔

ابری میرے بیٹے میرے سامنے سر جھکا کر کھڑے نہ ہو اس طرح تم مجھے اور زیادہ شرمسار اور پشیمان کرو گے۔ تم نے اپنے فرض کو کما حقہ ادا کیا ہے تم نے روسیوں کی یلغار ان کی تاخت کو روکنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی روسی یلغار کے سامنے میرے بیٹے تمہاری حیثیت ایسے ہی تھی جیسے کسی کھولتے اور ابلتے ہوئے کالے سمندر کے سامنے چھوٹی ندی۔ آخر میرے بچے تم کب تک روسی حملہ آوروں کو روک سکتے تھے۔ جبکہ تمہارے لشکر کی تعداد روسی حملہ آوروں کے مقابلے مین نہ ہونے کے برابر تھی پھر بھی میرے فرزند مجھے تم پر فخر ہے کہ تم نے اتنے دن تک روسیوں کو بخارا شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔ حالانکہ تمہارے خلاف روسیوں نے اپنی تمام زمینی و فضائی قوتوں کو صرف کر دیا تھا۔

گردن جھکا کر نہیں سینہ تان کر کھڑے ہو ابری اور مجھے بتاؤ کہ اب ہم دونوں کا لائحہ عمل کیا ہونا چاہئے۔ میرے بیٹے میں تو صرف حکمرانی کرتا رہا ہوں۔ لشکروں کی امامت اور عساکر کی پیشوائی پہلے بھی تمہارے ذمہ تھی اور اب بھی یہ فرض تم ہی ادا کرو گے۔ بتاؤ کس جگہ اور کس مقام کو اپنا آخر حصار بنا کر ہم روسیوں سے اپنی آزادی اپنی عزت کی جنگ لڑ سکتے ہیں۔ میرے بیٹے اپنے کئے پر پریشان نہیں بلکہ سکون محسوس کرو کہ جو فرائض تمہیں سونپے گئے تھے تم نے کما حقہ انہیں پورا کیا۔ اب مجھے یہ بتاؤ کہ روسی اب ہمارے خلاف اگر تازہ یلغار کرتے ہیں تو ان کے حملوں کو ہمیں کیسے روکنا چاہئے اور کس طرح ان کے خلاف گوریلا جنگ کی ابتداء کرتے ہوئے اپنی آزادی کی جدوجہد کی شمع کو روشن رکھنا چاہئے۔ یہاں تک کہنے کے بعد امیر بخارا سعید عالم خان جب خاموش ہو گئے تو ان کے الفاظ سے شاید ابراہیم بیگ کو حوصلہ ہوا تھا۔ اس کی چھاتی واقعی تن گئی تھی۔ پھر اس نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور سعید عالم خان کو وہ مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یا امیر! اگر آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ میں اپنے فرائض کو پورا کرنے میں کامیاب رہا ہوں۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ بخارا کی حفاظت اس کے دفاع میں میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی تو پھر مجھے آپ کی ذات آپ کی فراخدلی پر فخر ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم بیگ سوچنے کے انداز میں کچھ دیر تک خاموش رہا پھر وہ دوبارہ بولا اور امیر بخارا کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

یا امیر! اب یہ دوشنبہ شہر ہی ہماری آخری آماجگاہ اور ہمارا بہترین حصار ہے۔ میں اس شہر کے گردونواح کو خوب جانتا ہوں اس لئے کہ ان علاقوں میں ازبک اور تاجک قبائل کے ریوڑ چرتے ہیں۔ اور ہمارے قبائل کے لوگ بہتر سے بہتر چراگاہوں کی تلاش میں کوہستان آلائی کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گھومتے رہتے ہیں۔ اور میں ان چراگاہوں کی تلاش اور اپنے ریوڑوں پر نگاہ رکھنے

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے لئے اکثر ان علاقوں کی طرف آتا جاتا رہا ہوں۔= یا امیر! جہاں اس وقت ہم کھڑے ہیں اس کے شمال کی طرف جو آپ کو کوہستان آلائی کا سبز شہر سے چین کی سرحدوں تک پھیلا ہوا سلسلہ دکھائی دے رہا ہے اس کے دامن میں آپ دیکھتے ہیں کہ بہترین گھنے اور دور تک پھیلے ہوئے جنگلات ہیں۔ کوہستان الائی کا یہ سلسلہ سردیوں میں پوری طرح برف سے ڈھک جاتا ہے گرمی میں برف پگھلتی ہے ندی نالے چل پڑتے ہیں دریاؤں کا پانی سیلابی صورت اختیار کر جاتا ہے اور اس کی چوٹیاں اور دامن ہری گھاس سے بھر جاتے ہیں۔ یا امیر! ہمارے شمال میں تھوڑے ہی فاصلے پر کوہستان آلائی کے اندر ایسی محفوظ وادیاں بھی ہیں جو چاروں طرف بلند و بالا کوہستانی سلسلوں سے گھری ہوئی ہیں۔ اور ان وادیوں کے اندر چھوٹی بڑی بے شمار غاریں ہیں انہی غاروں کو اپنا مسکن بنا کر ہم آزادی کی شمع کی لو کی حفاظت بھی کر سکتے ہیں دو شنبہ شہر کو اپنا آخری حصار بنا کر روسی یلغار کو اس طرف بڑھنے سے روک بھی سکتے ہیں۔

یا امیر! ہمارا اصل ٹھکانہ ہمارا اصل مسکن کوہستان آلائی کی یہی وادیاں اور غاریں ہونگی اپنے لشکر کا بڑا حصہ انہی وادیوں کے اندر رکھیں جبکہ لشکر کا ایک چھوٹا سا حصہ دو شنبہ کے اندر بھی اس کی حفاظت کے لئے رکھا جائیگا۔ جونہی روسی اس شہر پر حملہ آور ہوتے ہیں تو شہر کے اندر رہنے والا لشکر اپنے دفاع کا کام شروع کر دیگا جبکہ ہم ان غاروں والی وادیوں سے نکل کر روسی لشکر پر اس طرح حملہ آور ہوا کریں گے کہ اسے پھر کبھی دو شنبہ شہر پر حملہ آور ہونے کی جرات نہین ہوگی انہی وادیوں انہی غاروں اور انہی جنگلات سے نکل کر ہم روسیوں کے خلاف اپنی آزادی کی خاطر گوریلا جنگ کی ابتداء کریں گے میرے خیال میں اگر یہ کام ہم شروع کر دیں تو دوسری مسلم ریاستوں کے ستائے ہوئے مسلمان اور مجاہد بھی ہمارے ساتھ ملنا شروع ہو جائیں گے اس طرح دن بدن ہماری طاقت اور قوت مین اضافہ ہوتا رہے گا اور ہم بہتر سے بہتر انداز میر

روسیوں کے خلاف جدوجہد جاری رکھ سکیں گے۔

یا امیر! گذر اور شورچی شہروں کے درمیان میں نے جس روسی لشکر کو شکست دی ہے اس سے مجھے خوراک کے وسیع ذخائر کے علاوہ توپیں' اسلحہ اور ہتھیاروں کے بہت بڑے ذخائر اور دوسرا قیمتی سامان بھی ہاتھ لگا ہے میرے پاس خوراک کا اس قدر سامان ہے کہ جس قدر میرے ساتھ لوگ ہیں اور جس قدر آپ کے ساتھ جانثار ہیں ان کے کم از کم دو تین مہینے کی خوراک کا سامان میرے پاس موجود ہے اس پر امیر بخارا سعید عالم بولے میرے بیٹے اتنی خوراک میرے پاس بھی ہوگی اس کا مطلب ہے کہ ہمارے پاس اپنے ساتھیوں کے لئے اس وقت پانچ چھ ماہ کی خوراک کا بندوبست ہے۔ ابری اس وقت دوشنبہ شہر کے سارے رؤسا اور امراء یہ میرے پیچھے کھڑے ہیں یہ سب تمہارے بڑے عقیدت مند اور تمہارے چاہنے والوں میں سے ہیں اس پر ابراہیم بیگ آگے بڑھا اور سعید عالم خان کے پیچھے کھڑے ہوئے دو شنبہ شہر کے سارے رؤسا اور امراء سے ملا اس کے بعد امیر بخارا ابراہیم بیگ اور دوشنبہ کے سارے امراء اور رؤسا کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

سنو میرے ساتھیو میرے رفیقو ابراہیم بیگ کی تجویز اور اس کے بتائے ہوئے لائحہ عمل پر میں پوری طرح متفق ہوں مجھے امید ہے کہ تم بھی اس سلسلے میں تعاون کرو گے اس پر دوشنبہ شہر کے سارے امراء نے امیر بخارا کی ہاں میں ہاں ملائی اور ابراہیم بیگ کی تجویز پر عمل کرنے کی حمایت کی اس پر امیر بخارا نے اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کرتے ہوئے دو شنبہ شہر کے رؤساء سے کہا کہ وہ اس لشکر کے ساتھ شہر کی طرف چلے جائیں کہ وہی لشکر دوشنبہ شہر کی حفاظت کریگا۔ دوسرے حصے کو لے کر امیر بخارا اور ابراہیم بیگ شمال کی طرف کوہستان آلائی کے بلند و بالا سلسلے کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ جو وہاں سے صرف چند ہی فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔

امیر بخارا سعید عالم خان اور ابراہیم بیگ اپنے لشکریوں اور اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ ایک گہری اور کافی چوڑی ندی کے کنارے کنارے شمال کی طرف بڑھے تھے۔ یہ ندی کوہستان آلائی کے چشموں کے ہی پانی سے لبریز ہو کر جنوب کی طرف بہتی تھی۔ جوں جوں وہ آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ چڑھائی شروع ہوتی جا رہی تھی وہ ندی گہرے گھنے جنگلوں میں سے بل کھاتی آگے بڑھتی تھی۔ یہاں تک کہ کوہستان آلائی کی بلندیوں کی طرف چڑھتی چلی جاتی تھی بس اسی چڑھائی کو چڑھنے کے بعد امیر بخارا اور ابراہیم بیگ اپنے سارے ساتھیوں کے ساتھ کوہستان آلائی کے بلند و بالا سلسلوں سے گھری ہوئی وادیوں میں داخل ہو گئے تھے۔ ان وادیوں میں داخل ہونے کے بعد ابراہیم بیگ نے امیر بخارا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

یا امیر! کوہستان آلائی کے بلند و بالا سلسلوں سے گھری ہوئی ان وادیوں میں داخل ہونے کا یہی ایک راستہ ہے جس راستے سے ہم آئے ہیں یعنی کوہستان آلائی کے چشموں سے لبریز یہ جو ندی جنوب کی طرف بہتی ہے بس یہی ایک درہ سا بناتی کوہستان آلائی میں داخل ہونے کی اجازت دیتی ہے ورنہ ان وادیوں کے اندر کسی دوسری سمت سے داخل ہونا اگر ناممکن نہیں تو انتہائی دشوار گزار اور مشکل ہے۔ اور پھر یا امیر آپ دیکھیں یہ وادیاں اس قدر وسیع ہیں کہ ان کے اندر ایک پورا شہر آباد ہو سکتا ہے ان وادیوں کے اندر وافر مقدار میں چشموں کا پانی بھی ہے بالکل شفاف جو پینے کے قابل ہے یہاں ہم ریوڑ پال سکتے ہیں۔ اپنی خوراک کے لئے دوسرے جانور رکھ سکتے ہیں عمدہ نسل کے گھوڑوں کی پرورش کر سکتے ہیں اور ان وادیوں کے اندر بے شمار غاریں ہیں جنہیں ہم اپنے مسکن کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔

امیر بخارا کو ابراہیم بیگ کی یہ تجویز بے حد پسند آئی تھی چاروں طرف نگاہ ڈالتے ہوئے انہوں نے ان وسیع اور کھلی وادیوں کا جائزہ لیا۔ جو چاروں طرف سے کوہستان آلائی کے بلند و بالا سلسلوں سے گھری ہوئی تھیں۔ پھر امیر بخارا نے ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہا ابری میرے بیٹے جو کچھ تم کرنا چاہتے ہو کرو میں تو تمہاری ہاں میں ہاں ملاتا جاؤنگا امیر بخارا کا یہ جواب سن کر ابراہیم بیگ خوش ہو گیا تھا پھر اس نے وادیوں کے کنارے بلند و بالا کوہستانی سلسلے کے دامن میں اپنے لشکریوں کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا تھا۔ آن کی آن میں وہاں خیموں کا ایک شہر آباد کر دیا گیا تھا۔ سب سے پہلے امیر بخارا کا خیمہ نصب کیا گیا تھا اس کے بعد کوہستانی سلسلے کے دامن میں دور دور تک خیمے ہی خیمے دکھائی دینے لگے تھے۔ سب سے پہلے لشکریوں اور ریوڑ اور گھوڑے رکھنے کے لئے منتخب کی گئیں۔ غاروں کی خوب صفائی ستھرائی کر کے انہیں بے ضرر بھی بنا دیا گیا تھا۔

لگاتار ایک ماہ تک اس وادی میں کام ہوتا رہا۔ کوہستانی آلائی کے سلسلوں کو کھود کر کمروں کی صورت دی گئی اور ان کے اوپر کوہستان آلائی کے جنگلات سے بڑے بڑے درخت کاٹ کر چھت ڈال دی گئی تھی اور ان چھتوں کے اوپر اس قدر مٹی ڈال دی گئی تھی کہ اگر ان چھتوں پر گولی یا توپ کا گولہ بھی آکر گرے تو ان کمروں میں رہنے والوں کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ کوہستان آلائی کے سلسلے کے ساتھ ساتھ وادی کے اندر ایسے ہی بے شمار مکانات تعمیر کر دیئے گئے تھے۔ اس کے علاوہ کوہستانی سلسلے کے اوپر بھی ایسے ہی چھوٹے چھوٹے کمرے تعمیر کر دیئے گئے تھے اور ان کمروں کے سامنے بڑی بڑی چٹانوں کی اوٹ میں گڑھے کھود کر توپیں نصب کر دی گئیں تھیں۔ اور ان توپوں کے اوپر بھی مضبوط چھتیں ڈال دی

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گئیں تھیں۔ تاکہ بارش اور برف باری میں بھی ان توپوں سے کام لیا جا سکے توپوں اور جوانوں کے لئے بیٹھ کر گولیاں چلانے کے لئے ایسے مورچے اور ایسے ہی کمرے اس وادی کے چاروں طرف بنا دیئے گئے تھے۔ اس کے علاوہ وہ ندی جو ان وادیوں سے نکل کر درہ کی صورت میں کوہستان آلائی کے دامن کے جنگلات میں داخل ہو کر آگے دو شنبہ شہر کے سامنے سے بہتی ہوئی دریائے کافرنگان میں جا کر گرتی تھی۔ اس ندی جس کوہستانی درے سے نکلتی تھی اس درے کے دونوں جانب یعنی ندی کے دونوں کناروں پر پہاڑی سلسلے کو کھود کر اور ان پر لکڑی کے بڑے بڑے شہتیروں کی مضبوط چھتیں ڈال کر مسلح جوان مقرر کر دیئے گئے تھے جنہیں بروقت کھانے پینے اور دوسری اشیاء فراہم کی جاتی تھیں۔

امیر بخارا اور ابراہیم بیگ کے پاس جس قدر اسلحہ اور گولہ و بارود تھا وہ ایک کافی بڑے غار کے اندر محفوظ کر دیا گیا تھا اس طرح ایک غار کے اندر کھانے پینے اور خوراک کی اشیاء رکھ دی گئی تھیں۔ کوہستان آلائی کے دامن میں لشکریوں کے لئے جو کمرے تعمیر کئے گئے تھے ان کمروں کے ساتھ لکڑی کی چھتوں کے بنے ہوئے چھپر بھی تعمیر کر دیے گئے تھے تاکہ ان چھپروں کے نیچے لشکریوں کے گھوڑے اور بار برداری کے جانور بھی باندھے جا سکیں جو بارش سردی اور برف باری سے محفوظ رہ سکیں۔

امیر بخارا اپنے ساتھ سلطنت بخارا کا سارا خزانہ اٹھا کر لائے تھے اس کے علاوہ دو شنبہ اور حصار شہر اور دوسرے بڑے بڑے قصبوں اور شہروں کی طرف سے بھی رضا کارانہ طور پر لوگوں نے امیر بخارا اور ابراہیم بیگ کو گولہ بارود اور اسلحہ کے علاوہ خوراک کے ذخائر اور نقد رقوم فراہم کیں تھیں۔

تعمیرات کے ان کاموں کے دوران ہی امیر بخارا اور ابراہیم بیگ کو یہ روح فرسا اور بری خبر بھی ملی کہ روسیوں نے یلغار کرتے ہوئے حصار شہر پر بھی قبضہ کر لیا ہے۔ امیر بخارا اور ابراہیم بیگ چونکہ کوہستان آلائی کی ان وادیوں میں اپنے مسکن کو مضبوط کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے دوسرے سارے انتظام بھی مکمل کر

چکے تھے۔ لہٰذا اب وہ حصار شہر پر حملہ آور ہو کر اسے روسیوں سے واپس لینے کی تیاریاں کرنے لگے۔

اس دوران تک ایک اور انقلاب رونما ہوا اور وہ یہ کہ مختلف مسلمان ریاستوں کے اندر میران جنگ میں شکست کھانے کے بعد مسلح مجاہد اور حریت پسندوں نے اپنی اپنی طاقت اور قوت کو کوہستانی سلسلوں کی طرف منتقل کر دیا تھا اور انہوں نے روس کے خلاف گوریلا جنگ کرنے کی ابتداء کر دی تھی۔ روس کے کیمونسٹوں نے مسلمانوں کی اس جدوجہد آزادی کو[1] بسماچی تحریک کا نام دیا تھا۔

1۔ بسماچی ترکی میں راہزن اور لٹیرے کو کہتے ہیں یہ ترکی لفظ بسمک سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں دبانا یا پامال کرنا اس طرح بسماچی کا مطلب ہے حملہ آور یا رہزن حریت پسندوں کے لئے یہ کوئی نیا نام نہ تھا۔ لینن اور اسٹالن کے پیش رو زاران روس کے زمانے میں بھی جب حریت پسندوں نے پرچم آزادی لہرایا سامراجی حکومت نے انہیں بسماچی ہی کے نام سے یاد کیا۔ یہاں تک کہ یہ لفظ ترکستانی مسلمانوں کی جدوجہد آزادی کی علامت بنتا گیا اور ترکستانی مسلمان اس نام پر فخر اور اس تحریک کا ذکر بڑے شاندار الفاظ میں کرنے لگے تھے۔

بسماچی تحریک کا آغاز فرغانہ سے ہوا اور جلد ہی سارے وسط ایشیا پھیل گئی۔ ترکستانی مہاجرین کی سب سے بڑی تنظیم مجلس اتحاد ملی ترکستان کے چیئرمین ولی قیوم خان کے الفاظ میں آزادی کی اس تحریک میں بلا استثنا تمام قبائل نے حصہ لیا خود روسی کیمونسٹ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ملک گیر تحریک تھی جس میں قوم کے تمام طبقات کے لوگ جوش و خروش سے شامل ہوئے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ترکستانی قوم پرستوں میں بسماچی تحریک مردان احرار کے نام سے مشہور ہے۔ شہور مصنف ولی قیوم خان لکھتے ہیں۔ روسی قومی آزادی کی جنگ لڑنے والے بعض نبرد آزماؤں کو جن کے نام آج محترم اور معزز ہیں بسماچی کہتے ہیں جن کا مطلب ہے لٹیرا اور ڈاکو یہ بات کچھ روسیوں سے ہی مخصوص نہیں بلکہ مغربی سامراجیوں نے بھی ایشیا اور افریقہ میں ہر جگہ حریت پسند کو ڈاکو اور لٹیروں ہی کا نام دیا تھا۔

جس وقت خوقند میں بسماچی تحریک کی ابتداء ہوئی تھی اس وقت بسماچی تحریک کے افراد کا نعرہ ترکستان ترکستانیوں کا ہے اور ترکستانی ظالموں سے نجات چاہتے ہے۔ شروع میں ان کے نعرے قوم پرستانہ تھے تاہم یہ قوم پرست سے زیادہ مذہبی تحریک تھی۔ ان نعروں کے ساتھ ساتھ ایک اور نعرہ بھی عام تھا اور وہ یہ تھا کہ اس جدوجہد کا مقصد اسلام کا دفاع ہے۔

اس سماچی تحریک کا مقصد ان مشرقی رجحانات کو تقویت دینا تھا جو مشرقیت کے قالب میں ڈھلے ہوئے ہوں اور نیز یہ کہ مسلمان عوام کے ساتھ مل کر انہیں آزاد کرانے کے لئے کام کرنا اور مشرقی امور کو ان تنظیموں کے ہاتھ میں دینا چاہتی تھی جو مشرقی کی روح رواں ہوتی ہیں۔

اس تحریک کو عوام کی بھرپور حمایت حاصل تھی۔ کسان اس کی ریڑھ کی ہڈی تھے۔ فرغانہ کے تین لاکھ بے کار کاشت کاروں کی فوج اس تحریک کو رنگروٹ فراہم کرتی تھی۔ بسماچی تحریک کے گوریلے پہاڑوں' قلعوں اور کمین گاہوں سے نکلتے روس کی سرخ افواج کی بیرونی چوکیوں اور سامان رسد کی ریل گاڑیوں پر دھاوا بول دیتے اور کشتوں کے پشتے لگا کر چھلاوے کی طرح غائب ہو جاتے تھے۔
خبر رسانی کا ان کا ایسا انتظام تھا کہ ادھر سرخ فوج ان کی سرکوبی کے لئے پہاڑوں کی طرف بڑھتی ادھر وہ ان کی دسترس سے دور نکل جاتے خبر رسانی کے اس نظام میں کسان اہم کردار ادا کرتے جب کبھی بھی روسی ان بسماچیوں پر حملہ آور ہونے کی

کوشش کرتے مجاہدین کوہستانوں کے دروں اور دشوار گزار گھاٹیوں سے اچانک مردان احرار کی طرح نمودار ہوتے اور گولیاں برساتے ہوئے نکل جاتے تاہم ان میں ابھی تک اتحاد اور اتفاق پیدا نہیں ہوا تھا اس لئے کہ مختلف مسلمان راہنما اور حریت پسند بسماچی تحریک ہی کے نام سے مختلف علاقوں میں روس کی سرخ افواج کے خلاف گوریلا جنگ کی ابتداء کر چکے تھے۔ ابھی یہ لوگ کسی مرکز پر متحدہ متفق نہ ہوئے تھے۔

تاہم جب امیر بخارا اور ابراہیم بیگ نے دوشنبہ شہر سے بارہ کوہستان الائی کی وادیوں کے اندر اپنا مسکن بنا لیا اور بسماچی تحریک ہی کی طرح انہوں نے دور دور تک کسانوں کے ساتھ رابطہ کرتے ہوئے روسیوں کی نقل و حرکت سے متعلق معلومات فراہم کرنا شروع کیں تب جس جس جگہ اور جس جس رخ پر بھی مختلف انداز میں بسماچی تحریک کے راہنما کام کر رہے تھے وہ سب امیر بخارا سعید عالم خان اور ابراہیم بیگ کی طرف روانہ ہو گئے تاکہ ان دونوں سے راہنمائی حاصل کر کے روسی قوتوں کے خلاف اجتماعی انداز میں گوریلا جنگ کی ابتداء کر سکیں۔

یہ سارے بسماچی راہنما پہلے حصار شہر میں ابراہم بیگ کے دوست اور ازبک سردار دولت مند بے کے پاس جمع ہوئے تھے۔ ان سارے بسماچی اور راہنماؤں نے دولت مند بے سے استدعا کی تھی کہ وہ ان سب کو امیر بخارا سعید عالم اور اس کے جرنیل و سپہ سالار ابراہیم بیگ کے پاس لے چلے۔ دولت مند بے انہیں دوشنبہ شہر لے جانے کا وعدہ کر چکا تھا۔ کہ اسی دوران روسیوں نے حصار شہر پر حملہ آور ہو کر اس پہ قبضہ کر لیا۔ جس کے نتیجے میں ازبک سردار' دوست مند بے' سارے بسماچی لیڈروں اور راہنماؤں کو لیکر کے حصار شہر سے دو شنبہ شہر کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ ○

سرما کا موسم اب اپنے عروج پر آگیا تھا۔ کوہستان آلائی کی چوٹیاں اس کی

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وادیاں اور سطح مرتفع برف سے ڈھک گئی تھی۔ گاہے گاہے بارش اور برف باری تو روز مرہ کا معمول بن گئی تھی۔ ایک روز جب کہ برف باری جاری تھی کوہستان آلائی کی ان وادیوں میں چاروں طرف بے چراغاں مزاروں جیسی خاموشی، بجھ کر ٹھنڈی ہو جانے والی راکھ جیسی چپ اور خوابوں کی اڑتی سیاہی جیسی بے صوتی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ وہ ندی جو کوہستان آلائی کی وادیوں سے نکل کر کوہستان الائی کے بیچوں بیچ ایک درہ بناتی ہوئی جنگلات اور میدان سے گزر کر دو شنبہ شہر کے قریب دریائے کافرنگان میں جا کر گرتی تھی۔ برف سے ڈھکا ہوا اس کا چمکیلا ساحل دور تک دکھائی دے رہا تھا۔ ایسے میں اس ندی کے بائیں کنارے درے کے اندر ایک ساتھ کئی گھوڑوں کی ٹاپیں سنائی دی تھیں۔ کچھ گھوڑ سوار تھے جو اس درہ میں داخل ہوئے تھے۔ وہ تھوڑا سا ہی آگے بڑھے تھے کہ فضاؤں کا جگر چیرتی ہوئی گولیوں کی چند آوازیں فضاؤں کے اندر بلند ہوئیں پھر ایک قریبی برج اور مورچہ سے کسی کی دھاڑتی ہوئی آواز سنائی دی تھی۔

ان وادیوں اور اس درہ میں داخل ہونے والو جہاں ہو وہیں رک جاؤ ورنہ تم لوگوں کی زندگی کا لہو نچوڑ لیا جائے گا۔ سن رکھو ہم دشمن کے بدن کو پارہ پارہ اس کے چہرہ کو لہو لہو کر دینے والے موت کے طوفانوں کی مانند ہیں۔ اور اپنے دوستوں اور عزیزوں کے لئے زیست کے زخموں پر مرہم رکھنے والے ہیں۔ ہم لوگ قافلہ در قافلہ کاروان در کاروان انقلابی یلغار کی ابتداء کر چکے ہیں اگر تم لوگ کسی غلط ارادہ سے آئے ہو تو ہم عناصر کے طوفان کی طرح تم لوگوں کو تنکے کی طرح بہا کر لے جائیں گے۔

سنو اس درہ میں داخل ہونے والو ہم لوگ عظیم انقلاب کے نقیب ہیں۔ کوہستان آلائی کی یہ وادیاں ہمارا مسکن ہیں۔ جسے ہم نے اپنے ساتھیوں اور اپنے چاہنے والوں کے لئے محفوظ بنا دیا ہے۔ ہم لوگ نفرت سے لبریز دشمنوں کے لئے افق سے اٹھنے والی آندھی ہیں۔ روسیوں کے لئے ہم ہواؤں سے خلاؤں تک

عناصر کی طغیانی اور شوریدگی کی المناک صداؤں کی گونج ہیں۔ سنو! اس درہ میں آنے والو اگر تم روسی کیمونسٹوں سے کوئی تعلق رکھتے ہو تو پھر تم لوگ انسان کے بھیس میں شیطان ہو۔ تم لوگ تمدن کے غاروں میں تہذیب کی گھاٹیوں اور انسانیت کے خیابانوں میں موت کے الاؤ روشن کرنے والے ہو۔

اور اگر تم روسی کیمونسٹوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتے بلکہ مسلمانوں کے ہمدرد اور ان کی حمایت کرنے والے ہو تو پھر ہمیں اپنے لئے اخوت کا پیغام حقیقت کا طوفان اور اڑتے وقت کے بازوؤں پر خوشبو کے جھونکے جیسا نرم رو پاؤ گے۔ اگر تم ہمارے دشمن نہیں دوست ہو تو پھر ہمیں صبح کی نقرئی تنویروں میں معصوم بیٹیوں کے اجلے تبسم جیسا خوش کن اور بے ضرر پاؤ گے۔

ان دروں میں داخل ہونے والو اپنی جگہ پر رک جاؤ تم میں سے ایک شخص اپنے گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے آگے بڑھے اور ہمارے قریب آکر بتائے کہ تم لوگ کون ہو کیوں اس درہ کے ذریعہ مجاہدوں کے مسکن میں داخل ہونا چاہتے ہو۔

بولنے والے کی اس ہدایت کے جواب میں سب اپنی اپنی جگہ رک گئے تھے تاہم ایک سوار اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھا تھا پھر وہ ایک برج نما مورچہ کے قریب آکر بلند آواز میں بولا اور کہنے لگا۔ سنو مسلم قوم کے عظیم مجاہدو! میں ازبک سردار دولت مند بے ہوں میں حصار شہر سے آیا ہوں جس پر اس وقت تک روسی قبضہ کر چکے ہیں۔ میرے ساتھ کچھ بسماچی تحریک کے لیڈر اور راہنما بھی ہیں۔ سنو میرے عظیم اور میرے عزیز مجاہدو! میں اپنے بھائی اپنے دوست اپنے راہبر اپنے امیر ابراہیم بیگ سے ملنا چاہتا ہوں۔ تم لوگ ابراہیم کو میرے آنے کی اطلاع کرو پھر دیکھو وہ کس قدر نرمی اور خوش دلی سے ان وادیوں میں مجھے قبول کرتا ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد دولت مند بے خاموش ہو گیا تھا۔

ازبک سردار دولت مند بے جب خاموش ہوا تو درہ کے کنارے کوہستانی سلسلے کے اوپر بنے ہوئے برج نما مورچوں کے اندر سے ناشر الصوت کے ذریعہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے دولت مند بے کا پیغام ایک برج سے دوسرے برج میں پہنچایا جانے لگا۔ یہاں تک یہ پیغام نیچے والے برجوں سے لے کر کوہستان آلائی کی چوٹیوں کے اوپر بنے ہوئے برج تک پہنچا دیا گیا تھا ۔ اس پیغام کے جواب میں تھوڑی ہی دیر بعد ابراہیم بیگ اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا نمودار ہوا۔ دولت مند بے کے قریب آکر اپنے گھوڑے سے وہ اتر گیا۔ دولت مند بے بھی ابراہیم بیگ کو اپنی طرف آتا دیکھ چکا تھا لہٰذا وہ بھی اپنے گھوڑے سے اتر گیا۔ پھر دونوں ایک دوسرے کی طرف بھاگ کر ایک دوسرے سے بغلگیر ہو گئے تھے۔

علیحدہ ہونے کے بعد ابراہیم بیگ نے بڑی نرمی میں دولت مند بے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ دولت مند بے میرے بھائی میرے عزیز تم میرے ان مجاہدوں کے اس طرح درہ میں روکنے پر برا محسوس مت کرنا۔ ان لوگوں کو اسی طرح کی ہدایات دی گئی ہیں تاکہ روسی ہمیں کسی دھوکہ میں ڈال کر ہمیں پامال کرنے کی کوشش نہ کریں۔ اس پر دوست مند بے بڑی نرمی اور کمال چاہت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ابراہیم بیگ میرے دوست میرے بھائی میرے عزیز میرے امیر قسم خداوند عزیز و بے نیاز کی میں تمہارے یہ انتظامات دیکھ کر بے حد خوش ہوا ہوں۔ تمہارے یہ سارے انتظامات دیکھ مجھے پہلی بار احساس ہوا ہے کہ جس طرح روسی دندناتے ہوئے سلطنت بخارا کے دوسرے شہروں میں داخل ہو گئے ہیں اس طرح وہ ان وادیوں میں داخل ہو کر مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ ابراہیم بیگ میرے ساتھی میری بھائی میرے دوست میرے ساتھ کچھ بسماچی راہنما بھی آئے ہیں وہ تم سے اور امیر بخارا سعید علام خان سے ملنا چاہتے ہیں۔ تمہارے ان نگہبانوں پاسبانوں کی ہدایت پر میں اکیلا آگے بڑھ کر ان سے گفتگو کرنے آیا ہوا جبکہ میرے بسماچی بھائی کچھ پیچھے ہی کھڑے میرا انتظار رہے ہیں اس پر ابراہیم بیگ [illegible] بسماچی راہنماؤں کو میں خود ساتھ لے کر ان وادیوں میں داخل ہوتا ہوں۔ اس

کے ساتھ ہی ابراہیم بیگ اور دولت مند بے دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور انہیں ایڑ لگاتے ہوئے واپس جانے لگے تھے۔

بسماچی راہنماؤں اور لیڈروں کے پاس جا کر ابراہیم بیگ اپنے گھوڑے سے اتر گیا اس کی طرف دیکھتے ہوئے دولت مند بے بھی اتر گیا پھر دولت مند بے نے ایک ایک بسماچی راہنما سے ابراہیم بیگ کا تعارف کرایا اس کے بعد وہ سب اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور ابراہیم بیگ کے مسکن میں داخل ہونے کے لئے آگے بڑھ رہے تھے۔

ابراہیم بیگ اپنے ساتھی اپنے دوست دولت مند بے اور بسماچی تحریک کے لیڈروں کو لے کر اپنے مسکن میں داخل ہوا۔ ان سب کے گھوڑے ایک چھپر تلے بندھوا کر وہ ایک کمرہ کی طرف بڑھا جس میں پہلے سے امیر بخارا سعید عالم اور مسکن کے کچھ معززین بیٹھے ہوئے تھے ۔ ابراہیم بیگ دولت مند بے اور بسماچی راہنماؤں کو لے کر جب اس کمرہ میں داخل ہوا تو امیر بخارا اور دوسرے معززین نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان سب کا استقبال کیا۔ پھر امیر بخارا نے آگے بڑھ کر سب کے ساتھ مصافحہ کیا اور انہیں بڑی نرمی سے نشستوں پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ جب سب اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے ۔ تب دولت مند بے بولا اور امیر بخارا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یا امیر! میرا نام دولت مند بے ہے۔ مجھے ابراہیم بیگ کا بھائی اور دوست سمجھ سکتے ہیں اور میں اس کے بعد ازبک قبیلے کا سردار ہوں۔ اگر آپ پسند کریں تو سب سے پہلے میں ان بسماچی راہنماؤں سے آپ کا تعارف کراؤں۔ امیر بخارا نے بڑی نرمی اور خوش دلی میں کہا ہاں ان سب ۔سے میرا تعارف کراؤ تاکہ میں جانوں کہ میرے ان عزیزوں اور بھائیوں نے روس کے بالشویکوں اور کمیونسٹوں کے خلاف کیا طریقہ کار جاری رکھا ہوا ہے اس پر دولت مند بے نے ہاتھ کے اشارہ سے ایک بسماچی راہنما کو کھڑے ہونے کا اشارہ کیا جب وہ بسماچی راہنما کھڑا ہوا

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

تب دولت مند بے اس بسماچی راہنما کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امیر بخارا کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"یا امیر! یہ سلطان بخاری ہیں۔ یہ فرا گین کے قریب واقع علاقہ یازغند و خیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ بخارا کے فارغ التحصیل اور بڑے عالم اور فاضل ہیں درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے اور اپنے علاقہ کے باا ثر افراد میں شمار کیے جاتے تھے۔ سید ہونے کی وجہ سے لوگوں کو ان کے خاندان سے خاصی عقیدت تھی۔ پیری مریدی کا سلسلہ بھی تھا۔ اپنے مریدوں اور شاگردوں کو نیزوں اور تلوار سے مسلح بھی کر رکھا تھا۔ بلکہ کچھ کے پاس بندوقیں بھی تھیں ۔

سقوط بخارا کے بعد انہوں نے روسی کیمونسٹوں اور حکومت جدیدیہ بخارا کے خلاف اعلان جنگ کیا اور بغیر اسلحہ اور سامان کے چار ہزار تاجک شاگردوں اور مریدوں کے ساتھ انہوں نے روسیوں کے خلاف گوریلا جنگ کی ابتداء کر رکھی ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد دولت مند بے نے سلطان بخاری کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور ایک دوسرے راہنما کو ہاتھ کے اشارے سے کھڑا ہونے کو کہا۔ جب وہ راہنما کھڑا ہوا تو اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دولت مند بے کہنے لگا۔

"یا امیر! یہ عبدالرحیم بائی بچہ ہیں آپ کا تعلق تاجک قبیلے سے ہے اور مومن آباد کولاب سے تعلق رکھتے ہیں اپنے علاقہ کے باا ثر اور امیر آدمی ہیں اخراجات یہ خود برداشت کرتے ہیں۔ روسیوں کے خلاف جہاد جاری رکھنے کے لئے انہوں نے اپنا سارا مال حتیٰ کہ بھڑبکریاں تک فروخت کر دی ہیں۔ عبد الرحیم بائی بچہ کو بٹھانے کے بعد دولت مند بے نے ایک اور لیڈر کو کھڑا کیا پھر وہ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امیر بخارا سے کہنے لگا۔

"یا امیر! یہ دالملا عیش بخاری ہیں آپ کا تعلق عیش شریف سے ہے۔ جو کولاب شہر کے مضافات میں ایک قصبہ ہے ۔ آپ کا تعلق بارسوخ تاجک خاندان سے ہے۔ بخارا سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے آبائی قصبہ عیش شریف میں اپنے خرچہ پر ایک مسجد اور مدرسہ بنایا اور سلسلہ درس و تدریس شروع کیا۔ سقوط بخارا کے بعد انہوں نے درس و تدریس کا سلسلہ بند کر کے اپنے مریدوں اور اپنے شاگروں کے ساتھ اپنی جدوجہد کا آغاز کر دیا ہے۔

اس کے بعد دولت مند بے نے ایک اور راہنما کو کھڑا کیا اور اس کی طرف اشارہ کر کے وہ کہنے لگا یا امیر یہ ملا عبدالصمد بخاری ہیں۔ علاقہ دوحاب کے معزز تاجک خاندان سے ان کا تعلق ہے۔ یہ قریہ قد بولک کے مدرسہ میں درس دیتے تھے۔ کہتے ہیں کہ شاگردوں کے سامنے ایک بار جہاد کی تشریح کر رہے تھے کہ وجد طاری ہو گیا۔ مدرسہ ہی میں جہاد کا نعرہ بلند کیا۔ اب یہ اپنے شاگروں کے ساتھ روسیوں کے خلاف گوریلا جنگ کی ابتدء کئے ہوئے ہیں۔

اس کے بعد ایک اور راہنما کا تعارف کراتے ہوئے دولت مند بے کہنے گا۔ یا امیر یہ عبدالرحیم بخاری ہیں ان کا تعلق مومن آباد سے ہے۔ بہت سے مال مویشی کے مالک تھے۔ یہ میرے معتمد خاص بھی ہیں۔ اب اپنے لواحقین اور اپنے چاہنے والوں کو ساتھ لے کر روسی حکومت کے خلاف یلغار کیے ہوئے ہیں۔

ایک اور راہنما کے متعلق دولت مند بے بولا اور کہنے لگا۔ یا امیر یہ بوری بائی بچہ بخاری ہیں۔ آپ کا تعلق قرشی شہر کے سربر آوردہ امیر زادوں کے ایک سابق وزیراعظم نصراللہ بیگ قوشیگی سے ان کا قریبی رشتہ ہے۔ قبیلے اور خاندان کے لحاظ سے یہ میرے بھی رشتہ دار ہیں۔ سقوط بخارا کے بعد آپ نے قرشی کے منغت قبیلوں کو جمع کر کے روسیوں اور جدیدیوں کے خلاف علم جہاد بلند کر دیا ہے۔

ایک اور بسماچی راہنما کے متعلق دولت مند بے کہنے لگا یا امیران کا نام شراف بیش گنبد بخاری ہے۔ ان کا تعلق ازبک قبائل سے ہے۔ قرشی کے رہنے والے ہیں اپنے آپ کو قوشیگی کہتے ہیں ۔ شاہسوار اور پہلوان ہونے کی وجہ سے

کافی اثر و رسوخ بھی رکھتے ہیں جب سے روسیوں نے مسلمان علاقوں کے اندر یلغار کرنی شروع کی تھی - تب سے آپ نے مجاہدوں کا ایک دستہ تشکیل دیا- شروع میں یہ روسی پولیس چوکیوں پر حملہ آور ہو کر پہریداروں سے اسلحہ اور کارتوس چھین لیا کرتے تھے- اسی اسلحہ سے انہوں نے پانچ سو کے قریب نوجوان کو مسلح کیا- اب یہ بڑی بڑی روسی چھاؤنیوں پر حملہ کرنے لگے ہیں- اور دشمن کو بھاری جانی اور مالی نقصان پہنچاتے ہیں-

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے کاسان پر حملہ کیا لیکن بدقسمتی سے دشمن نے انہیں گھیرے میں لے لیا- دو دن اور دو رات مقابلہ کرنے کے بعد دشمن کا گھیرا توڑنے میں کامیاب ہو گئے- لیکن اس معرکہ میں ان کے بہت سے ساتھی شہید ہوئے- جب دشمن نے ان کا تعاقب کیا تو یہ اپنے بچے کھچے ساتھیوں کو لے کر قرشی شہر کی طرف نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے-

یہاں تک کہنے کے بعد دولت مند بے تھوڑی دیر خاموش رہا پھر وہ امیر بخارا کو مخاطب کر کے کہنے لگا یا امیر یہ سارے بسماچی راہنما اور لیڈر آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں تاکہ روسیوں کے خلاف اپنی جدوجہد جاری رکھنے اور اسے مزید تیز کرنے کے لئے آپ اور میرے دوست اور بھائی ابراہیم بیگ سے رہبری اور راہنمائی حاصل کریں- یہاں تک کہنے کے بعد دولت مند بے جب خاموش ہوا تو امیر بخارا نے ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہا - ابری میرے بیٹے تم دولت مند بے کی ساری گفتگو سن چکے ہو- اب تم کہو اس ساری گفتگو کے جواب میں تم ان بسماچی راہنماؤں سے کیا کہنا چاہتے ہو - یہاں تک کہنے کے بعد امیر بخارا سعید عالم خان جب خاموش ہوئے تو ابراہیم بیگ نے کچھ سوچا پھر وہ بسماچی راہنماؤں کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا-

”سنو میرے بھائیوں اور بسماچی راہنماؤ! جہاں بھی تم لوگ بسماچی راہنماؤں کی حیثیت سے روسیوں کے خلاف اپنی جدوجہد کی ابتداء کئے ہوئے ہو- وہاں اپنی جدوجہد کو جاری رکھو- اس جدوجہد کو جاری رکھنے کے لئے ہم تمہیں رسد اور کمک کے علاوہ جس شئے کی بھی ضرورت ہوگی وہم پہنچائیں گے - اگر ہم تمہیں اپنے ساتھ اس مسکن میں رکھ لیں تو ایسا کرنے سے روسیوں کے لئے بڑی آسانی پیدا ہو جائے گی اور وہ اپنی ساری افواج کو اکٹھا کر کے ہمارے اس مسکن پر حملہ آور ہو جائیں گے -

اور اگر تم علیحدہ علیحدہ رہ کر مختلف محاذوں پر روسیوں پر شب خون مارتے رہو تو اس طرح روسیوں کی قوت بٹی رہے گی - انہیں مختلف محاذوں پر مسلمانوں کا سامنا کرنا ہوگا اس طرح ہمارے اس مسکن کے خلاف روسی اپنی پوری اور متحدہ قوت کو استعمال نہیں کر سکیں گے - لہٰذا میرے بھائیو تم اپنے علاقہ میں اپنے کام کو جاری رکھو اور اس کام کو جاری رکھنے کے لئے ہم تمہاری پوری پوری مدد کریں گے-

ابراہیم بیگ کا یہ جواب سن کر نہ صرف امیر بخارا داور دولت مند بے خوش ہوئے بلکہ سارے بسماچی راہنماؤں نے بھی اس تجویز کو پسند کیا تھا- پھر امیر بخارا سعید عالم خان بسماچی تحریک کے لیڈوں کو راہنماؤں کو مخاطب کر کے پوچھنے لگے- میرے بھائیو میرے عزیزو کیا تم لوگ میرے فرزند ابراہیم بیگ کی تجویز سے اتفاق کرتے ہو- اس پر بسماچی راہنماؤں نے پہلے تھوری دیر تک آپس میں رازدارنہ گفتگو کی پھر شاید انہوں نے ملا عبدالصمد بخاری کو اپنا نمائندہ مقرر کرتے ہوئے اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کے لئے کہا- اس پر ملا عبدالصمد بخاری اپنی جگہ پر کھڑا ہوا اور امیر بخارا کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا-

یا امیر! جہاں تک محترم ابراہیم بیگ کی تجویز کا تعلق ہے اس سے ہم سب بسماچی راہنما پورا پورا اتفاق کرتے ہیں - ہم سب کو یہاں نہیں جمع ہو جانا چاہئے اس طرح روسیوں کے سامنے صرف ایک ہی محاذ رہے گا اور اسے ہم پر قابو پانا آسان ہو جائے گا- ابراہیم بیگ کی تجویز کے مطابق ہمیں بکھر کر روسیوں کے

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

خلاف گوریلا جنگ کی ابتدا کر دینی چاہئے اس طرح روس کے لئے ان گنت محاذ کھلے رہیں گے اور وہ اس مسکن پر بھرپور ضرب لگانے میں کامیاب نہیں ہو سکے گا - یا امیر اب یہ مسکن ہی ہماری نگاہوں کا مرکز اور ہماری منزل اور ہمارا ٹھکانہ بنا رہے گا۔ لیکن ہم سب بسماچی راہنماؤں نے جو صلاح مشورہ کیا ہے۔ اس میں ایک اور بات بھی ہمارے سامنے آتی ہے اس پر امیر بخارا نے فورا" پوچھا۔ تم لوگ کس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہو۔ جواب میں ملا عبدالصمد بخاری پھر بولا اور کہہ رہا تھا۔

یا امیر آپ کب تک یہاں رہ کر اس مسکن کو چلا سکیں گے۔ اسلحہ اور گولہ بارود کہاں سے آئے گا - جہاں تک خوراک کا تعلق وہ تو ابراہیم بیگ ہم جانتے ہیں کسی نہ کسی طرح مہیا کرتا رہے گا۔ اگر مزید ضرورت پیش آئی تو ہم خود بھی اس مسکن کے لئے خوراک کا انتظام کریں گے لیکن جب ہم روسیوں کے خلاف باقاعدہ گوریلا جنگ کی ابتداء کر دیں گے تو ہمیں اسلحہ اور گولہ بارود کی اشد ضرورت پیش آئے گی - اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم چھاپہ مار جنگ کی ابتدا کر کے روسی چھاؤنیوں اور ان کے ٹھکانوں اور پڑاؤں پر حملہ آور ہو کر ان سے اسلحہ چھین کر انہی کے خلاف استعمال کرنے کی کوشش کریں گے لیکن یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا - کبھی کوئی ایسا موقع بھی آسکتا ہے کہ ہمیں روسیوں سے اسلحہ کی صورت میں کچھ بھی حاصل نہ ہو تب ہمارے پیچھے اسلحہ کی فراہمی کا کیا ذریعہ ہو گا۔ یا امیر کوئی ایسا طریقہ ہونا چاہئے جس سے روس کے خلاف برسرپیکار ہونے والے مجاہدین کو اسلحہ فراہم ہوتا رہے اور یہ کام صرف آپ انجام دے سکتے ہیں - ملا عبدالصمد بخاری کی ان باتوں پر امیر بخارا سعید عالم نے تھوڑی دیر غور کیا پھر وہ ملا عبدالصمد کو مخاطب کر کے پوچھنے لگے۔

میرے عزیز تمہاری باتیں بہت اچھی اور متاثر کن ہیں پر یہ تو کہو کہ اسلحہ کی فراہمی میں میں کیا کردار ادا کر سکتا ہوں - اس پر ملا عبدالصمد پھر بولا اور کہنے

لگا یا امیر! ہم سب بسماچی راہنماؤں نے مل کر یہ تجویز مرتب کی ہے کہ آپ اس مسکن میں قیام کرنے کے بجائے افغانستان چلے جائیں۔ ایک تو وہاں آپ محفوظ ہوں گے - اپنے ساتھ اپنی حفاظت کے لئے کچھ مسلح دستے بھی لے جائیں - وہاں افغانستان کے امیر امان اللہ سے مل کر ان علاقوں میں مسلم مجاہدین کی بے بسی اور کسمپرسی کا ذکر کیجئے۔ اور افغانستان سے یا افغانستان کے ذریعہ ہندوستان سے اسلحہ حاصل کر کے مجاہدوں کو بھیجتے رہئے اس طرح ان علاقوں میں مجاہدین روس کے خلاف ایک طویل اور نہ ختم ہونے والی جنگوں کا سلسلہ شروع کر دیں گے - جن سے گھبرا کر ایک نہ ایک روز روسیوں کو مسلم علاقوں سے نکلنا ہی پڑیگا۔

یا امیر! اس مقصد کے حصول کے لئے ہم ایک شاہراہ کو بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ یہ شاہراہ وہ ہے جو دوشنبہ شہر سے خولند وہاں سے کولاب شہر کی طرف جاتی ہے۔ پھر یہ آگے دریائے آمو تک بڑھتی چلی جاتی ہے - آپ جانتے ہیں کہ اس حصہ میں دریائے آمو مملکت بخارا کے اندر وسیع خم کھاتا ہوا افغانستان کی سلطنت کو ایک نیم دائرہ کی شکل میں مشرق کی طرف خوب اندر تک بڑھاتا ہے کولاب کے پاس سے گزرنے کے بعد یہ جو شاہراہ دریائے آمو کے کنارے تک جاتی ہے تو ہم دریائے آمو پر کشتیوں کا پل تعمیر کر کے اس پل کے ذریعہ کولاب کی طرف دریائے آمو کی طرف جانے والی شاہراہ کو اس شاہراہ سے ملا دیں گے جو دریائے آمو سے افغانستان کے شہر فیض آباد کی طرف جاتی ہے اسی شاہراہ کو استعمال کیجئے - آپ کے ساتھ جو محافظ دستے ہوں گے وہ اس اسلحہ کو صرف افغانستان کے شہر فیض آباد کی سرحدوں تک پہنچا دیا کریں گے - وہاں سے ہمارے مجاہدین یعنی بسماچی کارکن خود اس اسلحہ کو بحفاظت امیر ابراہیم بیگ کے مسکن تک پہنچا دیا کریں گے اور اگر اس اسلحہ کو یہاں امیر ابراہیم بیگ کی طرف سے بھی کچھ دستے مقرر ہوں جائیں تو پھر یہ زیادہ محفوظ اور بہتر طریقہ کار ہو گا -

ملا عبدالصمد کی اس تجویز پر امیر بخارا تھوڑی دیر غور کرتے رہے پھر انہوں

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں: www.iqbalkalmati.blogspot.com

نے ابراہیم بیگ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ابری میرے بیٹے تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال ہے اس پر ابراہیم بیگ فوراً" بولا امیر بخارا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یا امیر! جہاں تک میری ذات اور میرے خیالات کا تعلق ہے میں ملا عبدالصمد بخاری کی اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں اس لئے کہ ہمیں کہیں نہ کہیں سے اسلحہ کی ترسیل کا انتظام ضرور کرنا چاہئے ورنہ اس مسکن میں ہم کب تک روسیوں کا مقابلہ کر سکیں گے۔ آپ افغانستان جا کر افغانستان کے امیر امان اللہ کے ساتھ مل کر اسلحہ کا انتظام کیجئے۔ اس مسکن کی طرف سے آپ بے فکر رہئے۔ اسے میں آپ کی خواہش اور احکامات کے مطابق چلاؤں گا۔ جب بھی آپ نے اسلحہ کی ترسیل کرنی ہو۔ آپ مجھے اطلاع کر دیجئے گا میرے مسلح دستے دریائے آمو تک پہنچا کریں گے اور وہاں سے بحفاظت اسلحہ لے کر اس مسکن تک آجایا کریں گے۔ اس کے علاوہ بسماچی تحریک کے معزز اور باعزت کارکن بھی ہمارے دستوں کے اطراف میں رہ کر اس اسلحہ کی حفاظت کرتے رہیں گے اس طرح ہم بہتر طور پر روسی عزائم کے خلاف جدوجہد کرتے رہیں گے۔

ابراہیم بیگ کی اس گفتگو کے بعد امیر بخارا سعید عالم خان فیصلہ کن انداز میں بولے اور سب کو مخاطب کر کے کہنے لگے سنو میرے ساتھیو میرے رفیقو تم چند روز یہاں قیام کرو۔ جس روز تم لوگ اپنے ٹھکانے کی طرف روانہ ہو گے اسی روز میں بھی اپنے چند مسلح دستوں کے ساتھ اسلحہ کی فراہمی کے لئے افغانستان کوچ کر جاؤں گا۔ امیر بخارا سعید عالم خان کا یہ جواب سن کر سارے ہی بسماچی راہنماؤں کے چہروں پر خوشی اور اطمینان کی لہر دوڑ گئی تھی۔ اس کے بعد ملا عبد الصمد بخاری پھر بولا اور امیر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یا امیر ہماری بسماچی تحریک کے تین اہم رکن ابھی ہمارے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے نہیں آئے۔ ان میں سے ایک ملا عبدالقہار ہے۔ اسے ہم لوگوں نے پہلے ہی متفقہ رائے کے تحت افغانستان روانہ کر رکھا ہے۔ افغانستان

میں ملا عبدالقہار کے بہت سے جاننے والے ہیں۔ اور وہ وہاں سے اسلحہ حاصل کرنے کی کوشش کریگا۔ ہم نے ملا عبدالقہار کو افغانستان روانہ کرتے وقت پہلے ہی یہ بتا رکھا ہے کہ ہم امیر بخارا کو بھی افغانستان بھیجنے کی کوشش کریں گے لہذا جب وہ افغانستان پہنچیں تو تم امیر بخارا اور افغانستان کے امیر امان اللہ کے درمیان اسلحہ کے حصول کے لئے ایک رابطہ کا کام دینا۔ لہذا یا امیر جب آپ افغانستان پہنچیں گے۔ تو ان ہدایات کی ہی رو کے مطابق ملا عبد القہار آپ سے رابطہ قائم کرے گا اور اسلحہ کی فراہمی میں آپ کے لئے معلون ثابت ہوگا۔

یا امیر اس کے علاوہ ہمارے دو اور بھی بڑے سرگرم بسماچی راہنما ہیں جو ضرور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے لیکن ان دنوں وہ بخارا کے گرد و نواح میں روسیوں کے خلاف چھاپہ مار دستوں کے استوار کرنے اور ان کی تربیت کے کام کرنے میں مصروف ہیں۔ ان دونوں کو آپ ضرور جانتے ہونگے ان میں سے ایک اعظم خواجہ اور دوسرے عبدالجبار ہیں۔ یہ دونوں بخارا کے دو شجیع مجاہد ہیں۔ اعظم خواجہ کا تعلق سادات خاندان سے ہے اور وہ مضافات بخارا کے رہنے والے ہیں۔ دوسرے راہنما عبدالجبار اعظم خواجہ کے بہترین دوسوں میں سے ہیں اور چھاپہ مار جنگ کی تربیت دینے میں بری طرح مصروف ہیں ورنہ وہ بھی آپ کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتے۔ یہاں تک کہنے کے بعد ملا عبدالصمد جب خاموش ہوا تو امیر بخارا سعید عالم خان بولے اور کہنے لگے۔

میں اعظم خواجہ اور عبدالجبار ہی کو نہیں بلکہ ملا عبدالقہار کو بھی خوب اچھی طرح جانتا ہوں۔ یہ تینوں بخارا کے انتہائی مخلص' انتہائی دیانتدار اور وطن اور ملت کا ورد رکھنے والے اشخاص ہیں میرے خیال میں یہ تینوں اس قابل ہیں کہ برے اور بد سے بد ترین حالات میں بھی ان پر بھروسہ اور اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ تم لوگ فکر مند نہ ہو۔ امیر بخارا جب خاموش ہوئے تو ملا عبدالصمد پھر بولے اور کہنے لگے۔

یا امیر جس وقت امیر ابراہیم بیگ سلطنت بخارا میں نائب سپہ سالار کی حیثیت سے کام کر رہے تھے ان دنوں ان کے پیر و مرشد ایشان خواجہ کے توسط سے ایک شخص مراد پیکندی کے ساتھ ان کے تعلقات ہوئے تھے۔ مراد پیکندی بظاہر کٹر قسم کا جدیدی خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن وہ اندرونی طور پر ایشان خواجہ کے مریدوں میں سے ہےاور وہ جدیدیوں اور روسی کمیونسٹوں کے خلاف ابراہیم بیگ کو بہترین اطلاعات فراہم کرتا رہا ہے اب ابراہیم بیگ کے ادھر آ جانے کی وجہ سے مراد پیکندی نے ہمارے راہنما اعظم خواجہ اور عبدالجبار کے ساتھ رابطہ قائم کر لیا ہے اور وہ جدیدیوں اور کمیونسٹوں کے متعلق ان راہنماؤں کو بڑی اہم خبریں اور اطلاعات فراہم کرتا ہے۔ یا امیر خود میری بھی اس مراد پیکندی سے اعظم خواجہ اور عبدالجبار کے ہاں ملاقات ہو چکی ہے اور اس ملاقات کے دوران اس مراد پیکندی نے جو روسی حکومت کے عزائم اور اس کے مستقبل کے ارادوں سے متعلق ہمیں خبریں فراہم کیں ہیں وہ بھی میں آپ کو بتاتا ہوں اس لئے کہ یہ خبریں اتنی اہم ہیں کہ آنے والے دنوں میں اس سے خود افغانستان بھی متاثر ہو سکتا ہے۔ یہ اطلاعات اس لئے میں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ آپ افغانستان جا رہے ہیں لہٰذا افغان حکمرانوں کو ان روسی عزائم سے آگاہ کر کے انہیں روسیوں سے متعلق ہر وقت مستعد اور محتاط رہنے کے تلقین کیجئے۔ اس پر امیر بخارا فوراً بولے اور پوچھنے لگے۔ وہ کیا اطلاعات ہیں جو مراد پیکندی نے تمہیں فراہم کیں ہیں۔ میں مراد پیکندی کو اچھی طرح جانتا ہوں چونکہ وہ ابری کو ماضی میں بڑی اچھی اطلاعات فراہم کرتا رہا ہے۔ اس پر ملا عبدالصمد تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر وہ کہنے لگا۔

یا امیر! مراد پیکندی کا کہنا ہے کہ وسط ایشیا کی ان مسلم ریاستوں کے اندر اپنی گرفت اور اپنی حکومت مستحکم کرنے کے بعد روس ہندستان پر حملہ آور ہو کر وہاں سے انگریزوں کا بوریا بستر گول کرنے اور ہندوستان پر قبضہ کرنے کے عزائم

رکھتا ہے۔ بقول مراد پیکندی روس ہندوستان پر حملہ آور ہونے کے لئے چار راستے یا چاروں میں سے کوئی ایک راستہ استعمال کر سکتا ہے۔ پہلا راستہ گلگت کی کی طرف سے ہے۔ گلگت سے یاسین گلی اور وار کوٹ سے ہوتا ہوا روس درہ بارودگل سے گزر کر ہندوستان پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ گو گلگت تک سڑک نہایت خراب اور تکلیف دہ ہے اور اس میں سے گزرنے کے لئے سب سے خطرناک حصہ درہ باردگل ہے جو یاسین گلی کے درمیان سطح مرتفع سے بارہ ہزار فٹ بلندی پر واقع ہے۔ اس کے علاوہ سطح مرتفع پامیر کے آرپار یہ واحد مواصلاتی رابطہ ہے اس علاقہ میں انگریزوں کی عملداری بھی مستحکم نہیں ہوئی۔ یہ سڑک کوئی 360 میل لمبی ہے۔ سرحد کے مقام سے جہاں یہ سڑک آمو دریا کی وادی سے جدا ہوتی ہے۔ ہندوستان کی سرحد ایک سو بیس 120 میل سے زیادہ دور نہیں۔ یہ پہلا راستہ ہے جسے استعمال کرتے ہوئے۔ روس ہندوستان میں داخل ہونے کی کوشش کریگا۔ مشہور تاتاری سردار اوغز خان بھی اسی راستے سے وسط ایشیا سے نکل کر ہندوستان پر حملہ آور ہوا تھا۔

دوسرا راستہ چترال کی طرف سے ہے۔ چترال کا راستہ بھی تقریباً" اتنا ہی طویل ہے یہ بھی مشکل پہاڑی سڑک ہے تاہم یہ درہ باردگل کی نسبت کم تکلیف دہ ہے۔ یہ راستہ دریائے کوکچہ اور آمو دریا کے سنگم سے شروع ہو کر رستاک، فیض اباد اور زیبک سے گزر کر چترال پہنچتا ہے۔ پھر کوہ ہندوکش میں درہ دوراہ یا اور دورا شمال میں درہ موکستان سے گزر کر چترال پہنچتا ہے۔ پھر دریائے چترال کی وادی سے گزرتا ہے جسے کہنا کہہ کر پکارتے ہیں آگے یہ دو راستوں میں تقسیم ہو جاتا ہے پہلا راستہ قندھار سے گزر کر جلال آباد آتا ہے جو دریائے کابل کے کنارے پر آباد ہے۔ اور دوسرا راستہ دیر اور لررم کوتل سے گزر کر وادی سوات سے ہوتا ہوا پشاور پہنچ جاتا ہے۔ وادی سوات سے ایک اور راستہ بھی نکلتا ہے جو درہ سے گزر کر دریائے سندھ تک پہنچا جا سکتا ہے۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس راستے پر روسی فوجوں کی پیش قدمی سطح مرتفع پامیر کے راستے سے گزر کر کشمیر میں داخل ہونے کی نسبت زیادہ مفید و موثر ثابت ہوگی کیونکہ اس راستے پر پیش قدمی کرنے والی فوج کے بارے میں قطعیت سے یہ کہنا ممکن نہیں ہوگا کہ آیا یہ فوج جلال آباد پہنچے گی پشاور پر دھاوا بولے گی یا وادی بونار سے گزر کر سیدھی دریائے سندھ پر آجائے گی - اس غیر یقینی صورتحال کا فائدہ صرف ہندوستان پر حملہ آور ہونے والے روسیوں ہی کو پہنچے گا کیونکہ اس راستے پر پیش قدمی کرکے ہندوستان کا دفاع کرنے والی فوج کو ایک دھوکہ دینا ممکن ہے۔

ماضی میں جو جنگیں لڑیں گئیں ان کی تاریخ میں اسی راستے کی سرزمین کافرستان کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ سکندراعظم نے ہندوستان کے خلاف فوج کشی کے لئے باختر ہی سے پیش قدمی کی تھی۔ اس فوج کا بڑا حصہ دریائے کابل کے کنارے سفر کرتا ہوا آگے بڑھا جبکہ وہ خود اپنے میسرہ کے ساتھ دریائے چترال اوربونار کی وادیوں سے گزرتا ہوا دریائے سندھ پر آنکلا تھا۔ اسی طرح امیر تیمور بھی اپنی فوج کے میسرہ کی قیادت کرتا ہوا دشوار گزار درہ خاوک سے گزرا اور سیاہ پوشوں کی سلطنت پر قبضہ کرلیا پھران دونوں عظیم جرنیلوں نے اپنی افواج کا ایک حصہ بلند اور سنگلاخ پہاڑوں سے گزار کر مشرق کی طرف کابل پر حملہ کیا اور اس طرح کابل کی فوجی اہمیت پر مہر ثبت تصدیق کر دی - بلا شبہ وسط ایشیا سے ہندوستان جانے والے یہ اہم راستے ہیں اور روسیوں کا کہنا ہے کہ اگر سکندر اعظم اور امیر تیمور ان راستوں سے گزر کر ہندوستان پر چھا سکتے ہیں تو وہ بھی ایسا کرنے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔

بظاہر انسان یہی خیال کرتا ہے کہ یہ راستے دشوار گزار ہیں اس لئے کہ سطح مرتفع پامیر کے مغرب میں پھیلا ہوا عظیم الشان اور دشوار گزار سلسلہ کوہ ہندوکش ان راستوں میں واقع ہے۔ کوہ ہندوکش کی پہاڑیاں دس ہزار سے تیرہ ہزار تک بلند ہیں۔ اسکی ایک چوٹی کی بلندی سطح سمندر سے انیس ہزار پانچ سو فٹ

(19500) تک بلند چلی گئی ہے - عام لوگوں کا خیال ہے چونکہ اس کوہستانی سلسلہ کی چوٹیاں شدید برف باری کے باعث سال کے پانچ مہینے ناقابل عبور ہوتی ہیں۔ جن سات مہینوں میں ان دروں سے گزرا جا سکتا ہے ان دنوں بھی برفانی تودوں کی وجہ سے یہ درے نہایت خطرناک ہوتے ہیں لہٰذا ادھر سے گزر کر روس حملہ آور نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ آسانی ذہن کا دھوکہ اور فریب ہے۔

اس لئے کہ اس کوہستانی سلسلے کے اندر تقریباً" 20 درے پڑتے ہیں۔ گو ان میں دروں میں سے صرف چند ایک ہی فوجی پیش قدمی کے لئے استعمال کئے جا سکتے ہیں لیکن ان دروں کے ذریعہ سے گزر کر بڑی آسانی سے ہندوستان پر حملہ آور ہوا جا سکتا ہے۔ سات مقامات سے پار کیا جا سکتا ہے۔ یا امیر! کسی بھی کوہستانی سلسلہ کے دشوار گزار ہونے کے بارے میں کوئی ماہر کوہ پیا ہی صحیح رائے دے سکتا ہے - لیکن فوجی نقطہ نگاہ سے کسی پہاڑ کے قابل عبور ہونے کا ثبوت وہاں سے گزرنے والی فوج سے ہی مل سکتا ہے۔ چونکہ کوہ ہندوکش سے بڑی بڑی افواج ماضی میں گزرتی رہی ہیں لہٰذا ان فوجوں کی تاریخ سے بھی ہم بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں اور ماضی کی انہی فوجوں کی تقلید کرتے ہوئے روسی ان راستوں پر سے ہوتے ہوئے ہندوستان میں داخل ہونے کی خواہش اور عزم رکھتے ہیں۔

یا امیر تیسرا راستہ جس پر روسیوں کی نگاہ ہے وہ کابل کے ذریعہ ہے۔ کابل سے ہندوستان کے دریائےسندھ تک پہنچنے کا قریب ترین راستہ دریائے کابل کی وادی میں سے گزرتا ہے جو دریائے سندھ کا ایک معاون ہے۔ اس راستے پر ہی بتیس (32) میل کی لمبائی رکھنے والا درہ خیبر واقع ہے۔ انگریزوں کی چھاؤنی پشاور درہ خیبر کے مشرقی دہانہ سے صرف 14 میل دور ہے۔ اگر ہندوکش کے چھ دوسرے دشوار گزار دروں کا راستہ اختیار کیا جائے تو طویل درہ خیبر سے گزرے بغیر بھی کوہ ہندوکش کو عبور کیا جا سکتا ہے۔ یا امیر دریائے کابل کے جنوب میں کوہ سفید واقع ہے یہ پندرہ ہزار دو سو چھبیس فٹ (15226) اونچا ہے - یہ سلسلہ کوہ ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس کے جنوبی حصہ پر کوہ سلیمان ہے جو آگے چل کر دو شاخوں میں بٹ گیا ہے۔ مشرقی کوہ سلیمان دریائے سندھ کے دائیں کنارہ پر واقع ہے اور دریا سے اس کا فاصلہ 18 سے 75 میل ہے۔ مشرقی کوہ سلیمان کی بلندی نو ہزار سات سو فٹ 9700 اور مغربی سلسلہ کی بلندی اس سے زائد ہے۔ ان دونوں سلسلوں کا درمیان حصہ سطح مرتفع پر مشتمل ہے۔

کوہ سلیمان کے سلسلہ میں 50 درے ہیں لیکن ایک روایت کے مطابق ان دروں کی تعداد صرف 20 ہے۔ بہرحال ان دروں کی تعداد کچھ بھی ہو اگر روسی درہ خیبر کو استعمال نہ کرنا چاہیں تو وہ کوہ سلیمان کے ان دروں سے بھی اپنی افواج گزار کر ہندوستان میں داخل ہو سکتے ہیں۔

یا امیر گیارھویں صدی عیسوی کے اواخر میں سلطان محمود غزنوی نے جو ہندوستان پر پے در پے فوج کشی کی وہ انہی دروں میں اس ایک درے گودی لاری سے گزر کر ہندوستان میں داخل ہوتے رہے تھے۔ محمود غزنوی کے بعد غزنی کے حکمران محمد غوری نے بھی اسی کوہستانی سلسلہ کے دروں سے گزر کر ہندوستان پر حملہ کیا تھا۔

محمود غزنوی اور محمود غوری کے علاوہ چنگیز خان بھی انہی دروں میں سے ایک سے گزرا اس کے بعد تیمور لنگ بھی انہی دروں سے گزر کر ہندوستان میں داخل ہوا تھا اور اس کا پوتا پیر محمد بھی اپنے لشکر کے ساتھ ان دروں سے گزر کر ہندوستان میں داخل ہوا تھا۔ اور وہ قندھار سے پشین سے ہوتا ہوا درہ تل اور چٹیالی سے گزر کر ڈیرہ غازی خان پہنچا تھا۔

یا امیر! ہندوستان پر حملہ آور ہونے کے لئے چوتھا راستہ جو روسی استعمال کر سکتے ہیں وہ ہرات شہر کا راستہ ہے۔ ہرات کو ایک فارسی ضرب المثل میں کائنات کا در تابدار بھی کہا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک پرانی اور قدیم فارسی ضرب المثل میں ہرات کو ہندوستان کا دروازہ بھی قرار دیا گیا ہے۔ افغانستان سے روسیوں کا

گزرنا بڑا آسان اور سہل ہے۔ اس لئے کہ افغانستان کی پہاڑیوں میں ایسی چراگاہیں موجود ہیں جہاں بھیڑوں کے بڑے بڑے گلے پالے جا سکتے ہیں۔ اور یوں ایک بری فوج کے ذریعہ سامان رسد کے حصول میں کوئی مشکل پیش نہیں آ سکتی۔ افغانستان سے گزرنے کے بعد ہرات تک پہنچنا روسیوں کے لئے نہایت آسان ہے۔ پھر ہرات سے دریائے ہلمند کے ساتھ ساتھ روسی قندھار اور کوئٹہ تک رسائی حاصل کرنا چاہتے ہیں کوئٹہ سے دو سڑکیں ہندوستان کے شہر شکار پور کی طرف جاتی ہیں ان میں سے ایک درہ بولان سے اور دوسری درہ مولا سے گزرتی ہے۔ سڑک کے متوازی ریلوے لائن ہے جو درہ بولان سے گزرتی ہے۔ اور پھر سب سے آسانی کی بات کہ یہ پہاڑیاں ناقابل عبور یا دشوار گزار نہیں ہیں۔

یا امیر! یہ چوتھا راستہ اگرچہ بڑا سہل اور عمدہ ہے مگر یہ عجیب بات ہے کہ ہندوستان پر حملہ کرنے والی کسی بڑی فوج نے اسے استعمال نہیں کیا۔ اس کے باوجود یا امیر اس راستے کو نظرانداز بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان کے شہروں ڈیرہ اسماعیل خان اور اٹک کے درمیان کسی جگہ دریائے سندھ تک پہنچنے کے لئے وسط ایشیا کے فاتحین نے صرف کابل کا راستہ اختیار نہیں کیا۔ بلکہ سکندر اعظم اور نادر شاہ نے بھی جو ایران سے آئے تھے۔ قندھار پر قبضہ کے بعد اسی راستے سے پیش قدمی کی تھی لہٰذا اس راستے کو بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا کہ روسی اس راستے کی طرف نہیں جائیں گے۔ یا امیر! یہ ہیں وہ راستے جنہیں بقول مراد پیکنڈی ہندوستان پر حملہ آور ہونے کے لئے روسی حکمران استعمال کر سکتے ہیں۔

یا امیر! آپ افغانستان جا کر اسلحہ کے حصول کے علاوہ اور بھی بہت سے کام سرانجام دے سکتے ہیں۔ اسلحہ کے حصول کے ساتھ ساتھ آپ افغانستان کے حکمران امیر امان اللہ خان کو اس خطرہ سے آگاہ کر سکتے ہیں کہ آنے والے دور میں جس طرح روس نے وسط ایشیا کی مسلم ریاستوں پر بھی قبضہ کرنے کے بعد اپنے

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

خونی پنجوں کو ہندوستان پر بڑھانے کی کوشش کرے۔ آپ افغانستان کے حکمران امیر امان اللہ کو ان خطرات سے آگاہ کیجئے۔ مجھے امید ہے کہ وہ آپ سے تعاون کریگا۔

اس کے علاوہ یا امیر! آپ کابل میں قیام کے دوران ہندوستان میں انگریز حکمرانوں سے بھی رابطہ قائم کر کے انہیں روسی عزائم سے آگاہ کر سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ انگریز آپ کو بڑی فراخدلی سے اسلحہ اور گولہ بارود فراہم کریں اگر ایسا ہوا تو پھر ہم روسی عزائم کے خلاف ایک ایسی دیوار کھڑی کر سکتے ہیں۔ کہ آنے والے دور میں اسی دیوار سے ٹکرا ٹکرا کر روسیوں کو پھر ایک بار اپنے بل اور اپنی ہی حدود اور اپنے ہی خطوں کے اندر محدود اور محصور ہو جانا پڑیگا۔ یہاں تک کہنے کے بعد ملا عبدالصمد بخاری خاموش ہو کر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا تھا۔

یہ ساری گفتگو سننے کے بعد امیر بخارا تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر سوچتے رہے پھر وہ کہنے لگے میرے ساتھیو میرے رفیقو تم لوگوں سے یہ انکشافات سننے کے بعد اب میرا افغانستان جانا اور زیادہ اہم اور ضروری ہو گیا ہے۔ میرے عزیزو تم چند روز یہاں قیام کر کے آرام کرو اس کے بعد میں تم لوگوں کے ساتھ ہی افغانستان روانہ ہوں گا۔ اس کے بعد امیر بخارا سعید عالم خان ابراہیم بیگ کے ساتھ مل کر بسماچی تحریک کے راہنماؤں اور لیڈروں کی رہائش اور ضیافت کا انتظام کرنے لگے تھے۔

جس روز امیر بخارا اور بسماچی تحریک کے راہنماؤں نے مسکن سے کوچ کرنا تھا اس سے ایک روز پہلے سہ پہر کے قریب ابراہیم بیگ مسکن میں اپنی رہائش گاہ میں داخل ہوا۔ یہ رہائش گاہ کوہستان آلائی کے دامن میں پہاڑی سلسلہ کو کھود کر بنائی گئی تھی۔ چار کمروں پر مشتمل یہ رہائش تھی اس کے آگے پتھروں کے مضبوط دیواریں چن کر صحن بھی بنا دیا گیا تھا اور اس صحن کے ایک طرف باورچی خانہ

طہارت خانہ اور دیوان خانہ تھے۔ رہائش گاہ میں آسائش کی ہر چیز دو شنبہ شہر سے خرید کر مہیا کی گئی تھی۔ ابراہیم بیگ جب اپنی اس رہائش گاہ میں داخل ہوا تو اندر آتہ جان برآمدہ میں پڑی ایک مسہری پر بیٹھا تھا۔ برف باری اب ختم ہو چکی تھی تاہم آسمان پر بادل چھائے تھے۔ کبھی دھوپ نکل آتی تھی کبھی سائے گہرے ہو کر چاروں طرف بکھر جاتے تھے۔ ابراہیم بیگ اپنی اس حویلی میں داخل ہونے کے بعد سیدھا آتہ جان کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

آتہ جان تم ابھی اور اسی وقت جاؤ اور ریکا کو بلا کر میرے پاس لاؤ۔ ابراہیم بیگ کے ان الفاظ پر آتہ جان نے ایک بار چونک کر ابراہیم بیگ کی طرف دیکھا پھر وہ پوچھنے لگا۔ ابری میرے بیٹے خیریت تو ہے اس پر ابراہیم بیگ کہنے لگا ہاں آتہ جان خیریت ہے تم ریکا کو تو بلا کر لاؤ۔ دیکھو فکر مند ہونے یا گھبرانے کی ضرورت نہیں میں اس سے ایک اہم موضوع پر بات کرنا چاہتا ہوں - ابراہیم بیگ کے ان الفاظ سے آتہ جان کو کچھ تسلی ہوئی -پھر وہ تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور ریکا کو بلانے کے لئے وہ حویلی سے نکل گیا تھا۔

ابراہیم بیگ اس کمرہ میں آبیٹھا تھا جسے دیوان خانے کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ اس دیوان خانہ میں چمڑے کی بنی ہوئی نرم و گداز نشستوں کا بہترین انتظام کیا گیا تھا۔ تھوڑی دیر وہاں بیٹھ کر ابراہیم بیگ انتظار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آتہ جان ریکا کو لے آیا۔ دیوان خانہ کے دروازہ پر ریکا نے ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے پوچھا۔ آپ نے مجھے یاد کیا - اس پر ابراہیم بیگ نے اپنے سامنے ایک خالی نشست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ آؤ ریکا بیٹھو میں ایک موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں - ریکا چپ چاپ ابراہیم بیگ کے کہنے پر اس کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔ جب کہ آتہ جان بھی ابراہیم بیگ کے پہلو میں آکر بیٹھ گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک دیوان خانہ میں خاموشی رہی اس کے بعد ابراہیم بیگ بولا اور ریکا کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

دیکھو مجھے اچھا نہیں لگتا کہ تم اس مسکن میں لاوارث اور بے سہارا عورتوں کے اندر رہ کر بے بسی کسمپرسی کی زندگی بسر کرتی ہو۔ میں چاہتا ہوں تم کہیں پر سکون رہ کر آزادی اور وقار کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ اس پر ریکا نے چونک کر ابراہیم بیگ سے پوچھا۔ یا امیر! کھل کر کہیئے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں - اس پر ابراہیم بیگ تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر سوچتا رہا پھر دوبارہ بولا اور وہ کہہ رہا تھا۔

سنو ریکا کل امیر بخارا اس مسکن سے افغانستان کی طرف کوچ کرنا چاہ رہے ہیں۔ ان کے ساتھ یہاں سے کئی مسلح دستے بھی ان کی حفاظت کے لئے افغانستان کی طرف کوچ کریں گے - اس کے علاوہ وہ عورتیں بچے اور بوڑھے بھی ان کے ساتھ افغانستان روانہ ہو جائیں گے - جو کٹھن زندگی بسر نہیں کر سکتے - اس وقت ہمارے مسکن میں ایسی عورتیں بھی ہیں جو بالکل لاوارث اور بے سہارا ہیں۔ امیر بخارا انہیں بھی اپنے ساتھ افغانستان لے جائیں گے وہاں انہیں آباد کر دیں گے تاکہ وہاں رہ کر وہ باعزت زندگی بسر کر سکیں۔ میں چاہتا ہوں تم بھی اس مسکن کی کٹھنائیوں اور تکلیفوں سے نجات حاصل کر لو۔ تم بھی کل امیر بخارا کے ساتھ روانہ ہونے والی عورتوں میں شامل ہو کر افغانستان چلی جاؤ وہاں تم پر امن اور پر سکون زندگی بسر کر سکتی ہو - یہاں رہ کر تمہیں دکھ تکالیف اور مسلسل جدوجہد اور تگ و دو کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم بیگ خاموش ہو گیا دیوان خانہ میں تھوڑی دیر تک خاموشی اور سکوت طاری رہا۔ ریکا گردن جھکا کر کچھ سوچتی رہی پھر اس نے اپنا سر اٹھایا۔ ابرہیم بیگ کی نگاہیوں میں نگاہیں ڈال کر اس نے کچھ جائزہ لیا پھر وہ بولی اور کہنے لگی۔

یا امیر! اگر آپ مجھے اپنے پیچھے سے اتارنا ہی چاہتے ہیں یا میں یوں کہوں کہ اگر مجھے یہاں سے جانا ہی ہے تو پھر میں افغانستان کیوں جاؤں میں جرمنی چلی جاؤں گی وہاں میرے عزیز و اقارب ہیں وہاں میرے رشتہ دار ہیں میں ان کے اندر کسی نہ کسی طرح ایک مسلمان لڑکی کی حیثیت سے زندگی بسر کر ہی لوں گی گو وہ معاشرہ میرے دین کے تقاضوں کو پورا نہیں کریگا بہرحال مجبوری کے تحت سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ پر یا امیر آپ یہ تو کہیے کیا آپ مجھ سے نالاں، مجھ سے بیزار اور مجھ سے تنگ ہیں کیا آپ اپنے لئے مجھے جنگل میں آگ، قفس کی اسیری محکومی کی روایت آگ کا دامن، موت کا لاوٴ حزن کی آتش یا دشت کی ہولناکی تصور کرتے ہیں۔ جو آپ مجھے یوں اپنے پیچھے سے کسی بیکار شئے کی طرح اتار پھینکنا چاہتے ہیں۔ ریکا یہیں تک کہنے پائی کہ ابراہیم بیگ نے اس کی بات اچک لی پھر وہ ریکا سے کہنے لگا۔

تم غلط سمجھی ہو ریکا میرا یہ مطلب ہرگز نہیں - میں سوچتا ہوں۔ یہاں تم اکیلے کیسے زندگی بسر کروگی۔ تم نوجوان ہو خوبصورت ہو۔ گو بخارا کی خواتین اپنے حسن اپنی خوبصورتی میں ثانی نہیں رکھتیں - لیکن سنو ریکا۔ اس مسکن میں جس قدر عورتیں آئی ہیں۔ ان سب سے تم حسین - ان سب سے تم جوان اور خوبصورت ہو لہٰذا تم جیسی خوبصورت پر کشش اور نوجوان لڑکی کا اس مسکن میں یوں اکیلے رہنا۔ کیا خطرات کو دعوت دینے کے مترادف نہیں ہے۔ اس پر ریکا ابراہیم بیگ کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگی - یا امیر! اگر آپ مجھ سے نفرت کرتے ہیں مجھ سے بیزار ہیں میری ضرورت نہیں محسوس کرتے تو میں ضرور یہاں سے چلی جاؤں گی لیکن میں یہ گزارش کروں کہ ایک قطرہ سے دریا ایک ہی گھر سے بستی - ایک ہی ذرے سے صحرہ ایک ہی رنگ سے قوس قزح ایک ہی پتھر سے عمارت اور ایک ہی چٹان سے کوئی کوہستانی سلسلہ نہیں بن جاتا۔

یا امیر اگر آپ مجھ سے نفرت نہیں کرتے اگر آپ میری ذات میرے وجود سے بیزاری محسوس نہیں کرتے تو میں آپ سے یہ کہوں گی۔ کہ لاوے کی سی صورت میں پھیلتے ان حالات میں اور ان سرزمینوں اور ان وادیوں کے پر اسرار سناٹوں میں میں آپ کے لئے خوشبو چٹانوں کے شہر میں گل رنگ لمحہ بھرا ہوا گیت، اور تیرگی کے جمود میں روشنی کے پرچم اٹھانے والا ہاتھ بن کر رہوں گی۔ یا

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں: www.iqbalkalmati.blogspot.com

امیر میں ایک عرصہ سے آپ کو جانتی ہوں۔ آپ مجھے بھی سمجھ چکے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ ان وادیوں میں آپ کے لئے میں سلگتے سانسوں کی خلش، آگ کا دامن، نفرت کا لاؤ اور تلخ حقائق کی ساعت ثابت نہیں ہوں گی۔ اگر میں یہاں رہتی ہوں تو آپکے سکون آپ کی دلجمعی اور آپ کے آرام و آسائش ہی کا باعث بنوں گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد ریکا تھوڑی دیر گردن جھکا کر کچھ سوچتی رہی پھر دوبارہ بولی اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ یا امیر! مار تینا کے اس دنیا سے رخصت ہو جانے کی وجہ سے میں اپنے آپ کو بدترین حالات کا شکار محسوس کر رہی ہوں اگر مار تینا زندہ ہوتی تو میں یوں بے بس اور لاچار نہ ہوتی اس لئے کہ وہ میرے سلسلے میں ایک اہم فیصلہ کر چکی تھی۔ ابراہیم بیگ نے فوراً" ریکا کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ جو مار تینا فیصلہ کر چکی تھی وہ میں جانتا ہوں اس کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ میں تم سے شادی کر لوں دیکھو ریکا اگر تم میرے منہ سے سچ ہی سننا چاہتی ہو تو پھر سنو میں تمہیں اس وقت سے چاہتا ہوں اور پسند کرتا تھا جب پہلے بار میں تمہیں روسیوں سے رہائی دلائی تھی۔ تمہیں بخارا میں اپنی حویلی میں لانے کے بعد میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ اگر کبھی کوئی ایسا موقع آیا کہ تم نے رضامندی کا اظہار کیا تو میں تمہارے ساتھ شادی کر لوں گا۔ سنو ریکا تم شروع ہی سے میرے دل میرے ذہن کے لئے کرنوں کی برسات اور رنگ بھری روشن کرن بن کر رہی ہو۔ تمہارے بدن کی حشر سامانی تمہاری نشیلی جھیل سی آنکھیں ہلال ابرو کمان پلکیں تمہارے جسم کی زیبائی تمہارے گیسو تمہارے رخسار تمہارے ہونٹوں کے تازہ گلاب میرے لئے ہمیشہ وصل کی ادھوری خواہش قربتوں کی آہٹ، نرم اجالوں میں گھلتی شفق اور حشر نغمہ و رنگ بن کر رہے ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ میں تم سے اپنے ان جذبات کا اظہار نہیں کر سکا اور وہ بھی اس لئے کہ تم شروع دن سے ہی مجھ سے نفرت

کرنے لگیں تھیں لہٰذا میں دن بدن پیچھے ہٹتا چلا گیا تھا مار تینا سے بھی شادی میں نے اسی لئے کی تھی کہ مجھے تمہارے قرب کی امید نہیں رہی تھی۔ لیکن بعد میں جب ایک روز مار تینا نے مجھ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں تمہارے ساتھ شادی کر لوں تو قسم خداوند کی میں نے مار تینا کی یہ آرزو بخوشی قبول کر لی تھی۔ اور اگر روسی کچھ دن اور بخارا پر حملہ آور نہ ہوتے تو شادی میں تم سے شاید کر چکا ہوتا۔

ریکا تم بخارا میں کھل کر یوں میرے سامنے آتیں تو میں تمہارے ساتھ شادی کرتے ہوئے فخر محسوس کرتا لیکن تم دیکھتی ہو کہ میں اب خود کسمپرسی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوں میں اب روسیوں کے خلاف ایک طویل جدوجہد کی ابتداء کرنے والا ہوں اس جدوجہد میں کب میں موت کی وادیوں میں ہمیشہ کے لئے کھو جاؤں اس کی میرے پاس کوئی ضمانت نہیں ہے۔ سنو ریکا میں تمہیں اب اپنے ساتھ اجنبی سرابوں کے سمندر طوفانوں کے سز جیون کے دکھیاری یادوں رستے زہریلے لمحوں اور محکومیوں میں گھسیٹنا نہیں چاہتا۔ اپنے ساتھ میں تمہیں زردیوں کی نحوست حالات کی تلخی مستقبل کے اندیشوں اور بے نام اذیت کا حصہ دار بنا کر نہیں رکھنا چاہتا۔ ریکا میری سب سے بڑی خواہش اور آرزو یہ ہے کہ تم خوش اور مطمئن رہو۔ اس پر ریکا فوراً" بولی اور کہنے لگی - یا امیر یہ جو آپ مجھے واپس بھیجنا چاہتے ہیں کیا آپ اس میں میر رضامندی کا بھی عمل دخل ہونے دیں گے۔ اس پر ابراہیم بیگ کہنے لگا - بالکل اس میں تمہاری رضامندی کا پورا خیال رکھا جائے گا - اس پر ریکا جھٹ سے کہنے لگی تو پھر سنئے میں کسی صورت میں اس مسکن کو چھوڑ کر واپس نہیں جاؤں گی یا امیر آپ نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ آپ مجھ سے نفرت اور بیزاری نہیں کرتے بلکہ مجھے پسند کرتے ہیں مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ لہٰذا اے امیر پھر میرا بھی فیصلہ سنئے میں بزدل اور کمزور دل رکھنے والی لڑکی نہیں ہوں اگر آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں تو پھر میں اپنا سارا جیون اپنی ساری

www.iqbalkalmati.blogspot.com

زندگی و اپنی زیست کو آپ پر قربان کر دوں گی حالات کیسے بھی تلخ کیوں نہ ہوں۔ یا امیر میں توپوں کے برستے گولوں اور بندوقوں کی برستی ہوئی گولیوں کے اندر بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گی قسم خداوند کی اگر کوئی ایسا موقع آیا کہ آپ پہ کوئی دشواری آپ پہ کوئی تکلیف آپ پہ کوئی دکھ وارد ہوا تو ریکا آپ کے حصہ کی گولی اپنے بدن میں پیوست کرے گی لیکن آپ کو اذیت اور دکھ میں مبتلا دیکھنا بھی پسند نہیں کرے گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد ریکا جب خاموش ہوئی تو آتہ جان پہلی بار بولا اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگا ابری میرے بیٹے اس موضوع پر مجھے بھی کچھ کہنے کی یا اجازت ہے۔ ابراہیم بیگ نے بڑی نرمی اور فراخدلی میں آتہ جان کو مخاطب کر کے کہا۔ آتہ جان کچھ کہنے کے لئے تمہیں اجازت کی ضرورت نہیں تم جانتے ہو کہ میں نے اس سلسلہ میں پہلے بھی کبھی تمہاری بات کو ناگوار خیال نہیں کیا لہٰذا جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو بلا جھجک کہو اس پر آتہ جان بولا اور کہنے لگا۔ سن ابری بیٹے ریکا یہاں سے نہیں جائے گی۔ اگر یہ یہاں سے گئی تو آتہ جان مرجائے گا۔ اس لئے کہ ریکا کبھی ایشان خواجہ کی بیٹی تھی۔ اب ریکا آتہ جان کی بیٹی ہے۔ یہ خیال مت کرنا میرے بچے کہ اس مسکن کے اندر ریکا اکیلی ہے۔ ایک بیٹی کی حیثیت سے آتہ جان کا ہاتھ باپ کے حوالے سے اس کے سر پر قائم و دائم ہے اور دوسری بات جو میں ابری کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ میرے بیٹے اس مسکن کے اندر ریکا تمہاری بیوی بن کر رہے گی۔ یہاں تک کہنے کے بعد آتہ جان جب خاموش ہوا تو ابراہیم بیگ بولا اور ریکا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو ریکا اگر تم مجھ سے محبت کرتی ہو میری خاطر یہ مسکن چھوڑنا نہیں چاہتیں اور ہر دکھ سکھ اور ہر کٹھنائی اور ہر اذیت میں میرا ساتھ دینے کی ہمت اور عزم رکھتی ہو تو سنو میں تمہیں نہ افغانستان جانے دوں گا نہ جرمنی روانہ ہونے دوں گا۔ میں تم سے شادی کروں گا۔ تم میری بیوی کی حیثیت سے میری ہمسفر اور

میری رفیق حیات کی حیثیت سے میر ساتھ رہو گی۔ سنو ریکا میں تمہیں زندگی کا شکستہ ساز، سرائے گردش لیل و نہار، ویران گھر کا دیا نہ بننے دوں گا۔ تمہاری حیات کی رنگینوں کا خون نہ ہونے دوں گا۔ میں تمہیں نفرت کی دھوپ، ڈستے زہریلے حروف، یادوں کے تابوت اور صحرائے خواب کا شکار ہر گز نہ ہونے دوں گا تم میری بیوی کی حیثیت سے اسی مسکن میں رہو گی۔ یہاں تم میری زندگی کی قوس قزح اور حیات کے رنگوں کی بارش کی حیثیت سے زندگی بسر کرو گی۔

ابراہیم بیگ کے ان الفاظ پر ریکا کا تن مٹی کا کورا برتن ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کی رگ رگ میں خوشیاں سنسنا اٹھی تھیں۔ زندگی کی خوشیاں اس کے چہرے پر شہد ٹپکانے لگیں تھیں۔ اس کی روح کی گہرائی میں کرنوں کے بنجارے، پھولوں کی مہکار، انوکھی چکا چوند رقص کرنے لگی تھی۔ وہ اچھلتے کودتے شوخ جھرنوں، جوان ندیوں، دو دھاروں کے سنگم اور رنگین سیال حدت کی طرح پرکشش ہو گئی تھی۔ اس کے چہرے پر نگر نگر پھیلتی مہک، کونپلوں کے تن میں امرت گھولتے لمحوں، شبنمی سلگتی آنچ اور حسین آرزوؤں کا بکھرتا نکھرتا تاثر بخوبی طور پر دیکھا جا سکتا تھا۔

پھر ابراہیم بیگ اپنی جگہ سے اٹھا اور آتہ جان اور ریکا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ تم دونوں بیٹھو میں امیر بخارا کی طرف جاتا ہوں اور انہیں اطلاع کرتا ہوں کہ میں ریکا سے شادی کر رہا ہوں تاکہ وہ میری شادی میں شرکت کر سکیں اس کے ساتھ ہی ابراہیم بیگ اپنی اس رہائش گاہ سے نکل گیا تھا۔ اسی روز شام سے پہلے ہی پہلے ابراہیم بیگ اور ریکا کی شادی کر دی گئی تھی۔ اور دوسرے روز امیر بخارا افغانستان جانے کے لئے اور بسماچی تحریک کے تمام راہنما اپنے اپنے مسکنوں کی طرف روانہ ہونے کے لئے وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ابراہیم بیگ اور آتہ جان ایک روز وادی کے اندر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے اپنی رہائش گاہ کے قریب آئے۔ سردی اپنے عروج پر تھی آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے تھے۔ دونوں نے اپنی رہائش گاہ کے سامنے آکر گھوڑوں کو روکا اور پھر ابراہیم بیگ نے آگے بڑھ کر دروازہ پر دستک دی تھی دستک دینے کے تھوڑی ہی دیر بعد ریکا نے دروازہ کھول دیا تھا پھر وہ شکووں اور گلوں سے بھرپور آواز میں ابراہیم بیگ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی آپ کہاں چلے گئے تھے۔ میں کافی دیر سے گھر پر اکیلی بیٹھی آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ آپ نے کہیں وادی سے باہر جانا تھا تو مجھے کم از کم آپ بتا کے گئے ہوتے۔

ابراہیم مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوا اور ریکا سے کہنے لگا۔ میں گھوڑا باندھ کر فارغ ہو لوں پھر بتاتا ہوں کہ میں اور آتہ جان کہاں سے آرہے ہیں - دونوں نے صحن کے ایک طرف چھپر نما اصطبل کے اندر گھوڑوں کو باندھ دیا تھا۔ گھوڑوں سے زینیں اور لگامیں علیحدہ کرنے کے بعد انہوں نے ایک طرف رکھ دی تھیں۔ گھوڑوں کو پانی پلانے کے بعد آتہ جان نے ان کے آگے چارہ ڈال دیا تھا اور پھر سردی سے انہیں بچانے کے لئے دونوں پر اس نے موٹے موٹے کمبل ڈال دیئے تھے۔ پھر ابراہیم بیگ اور آتہ جان چمڑے کے بڑے بڑے تھیلے اٹھائے دیوان خانے میں داخل ہوئے ریکا بھی ان کے پیچھے پیچھے دیوان خانہ میں داخل ہوئی تھی - سب نشستوں پر بیٹھ گئے پھر ریکا نے ابراہیم بیگ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ بتایئے آپ کہاں چلے گئے تھے اور کیا کر کے لوٹ رہے ہیں --

جواب میں ابراہیم بیگ مسکراتے ہوئے کہنے لگا دیکھ ریکا میں اور آتہ جان دو شنبہ شہر گئے تھے۔ وہاں جانے کا پروگرام اس قدر جلدی اور عجلت میں بنا کہ مجھے تمہیں آگاہ کرنا یاد ہی نہ رہا جس کے لئے میں یقیناً" تم سے معذرت خواہ ہوں۔ اس معذرت پر ریکا کے سارے گلے شکوے جاتے رہے تھے اور اس کے سرخ لبوں پر گہری مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ پھر وہ پوچھنے لگی آپ اس قدر عجلت میں کس وجہ سے دوشنبہ شہر گئے تھے۔ اس پر ابراہیم بڑے پیار میں کہنے لگا کچھ اور لوگ بھی دوشنبہ جا رہے تھے ہم بھی ان کے ساتھ ہو لئے۔ دیکھو میں تمہارے لئے کچھ چیزیں بھی خرید کر لایا ہوں اس کے ساتھ ہی ابراہیم بیگ نے چمڑے کا ایک بڑا تھیلا اُسے تھمادیا وہ اپنی جگہ سے اٹھی آتش دان کی آگ کو کریدتے ہوئے اس نے کچھ اور لکڑیاں رکھ کر آگ کو خوب بھڑکا دیا پھر وہ دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھ گئی اور چمڑے کا وہ بڑا تھیلا کھول کر دیکھنے لگی تھی۔

ریکا چمڑے کے اس تھیلے سے سامان نکال نکال کر باہر رکھنے لگی تھی اس نے دیکھا اس تھیلے میں اس کے لئے دو انتہائی خوبصورت اور قیمتی پوستینیں تھیں۔ عمدہ قسم کی ٹوپیاں اس کے علاوہ دوسرے گرم اور موٹے اور باریک لباس بھی تھے۔ کپڑوں کے علاوہ اس تھیلے میں ریکا کے لئے کچھ زیب و زینت کا بھی سامان تھا۔ ان ساری چیزوں کو ریکا تھوڑی دیر تک غور سے دیکھتی رہی پھر وہ تیز نگاہوں سے ابراہیم بیگ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔ یہ سب چیزیں تو میرے لئے ہوئیں آپ اپنے لئے کیا لے کر آئے ہیں - اس پر ابراہیم بیگ کی جگہ آتہ جان بولا اور ریکا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ریکا بیٹی تمہارے لئے سامان خریدنے کے بعد یہ اپنے لئے کچھ بھی خریداری کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ لیکن میں نے اسے سمجھایا کہ تم ریکا کے لئے تو سامان خرید چکے ہو اگر تم نے اپنے لئے کچھ نہ خریدا تو یاد رکھو ریکا اس سامان کو کبھی قبول نہیں کرے گی۔ اس پر ریکا فوراً" آتہ جان کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگی۔ آتہ جان آپ نے بالکل صحیح اور درست کہا اگر یہ اپنے لئے کوئی سامان

خرید کر نہین لائے تو پھر میں ان سب چیزوں کو قبول نہیں کروں گی نہ ہی اس وقت تک انہیں اپنے استعمال میں لاؤں گی جب تک یہ اسی قسم کا سامان اپنے لئے بھی خرید کر نہ لائیں اس پر آتہ جان فوراً" بولا اور کہنے لگا۔

بیٹی پہلے میری بات تو پوری ہو جانے دو میں کہہ رہا تھا کہ یہ اپنے لئے کوئی سامان خریدنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ پر جب میں نے اسے سمجھایا تو اس نے اپنے لئے بھی کچھ سامان خرید لیا ہے۔ پھر آتہ جان نے قریب ہی پڑے ہوئے ایک دوسرے چرمی تھیلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور وہ سامان اس میں ہے۔ ریکا نے جھپٹ کر وہ تھیلا اٹھایا اس نے دیکھا اس تھیلے کے اندر چمڑے کے چغے تھے دونوں چغوں کے استر دوہرے تھے جن کے درمیان اون بھر کر اسے خوب نرم بنا دیا گیا تھا اور وہ برف باری اور بارش میں بھی چمڑے کا ہونے کی وجہ سے خوب کام دے سکتا تھا۔ ان چغوں کو دیکھ کر ریکا بے حد خوش ہوئی ان چغوں سے ملتی جلتی چمڑے کی اون بھری ٹوپیاں بھی تھیں - اس کے علاوہ کچھ دوسرے ملبوسات بھی تھے ان سب، چیزوں کا جائزہ لینے کے بعد ریکا نے پھر ابراہیم بیگ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا اور آپ نے عم آتہ جان کے لئے کیا خریدا ابراہیم بیگ نے فوراً" آتہ جان کی گود میں پڑے ہوئے چرمی تھیلے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ جو چیزیں میں نے اپنے لئے خریدیں ہیں ویسی ہی تمہارے عم آتہ جان کے لئے خریدی ہیں - اگر میری بات پر اعتبار نہ ہو تو آتہ جان کی گود میں پڑا ہوا تھیلا خود دیکھ سکتی ہو۔ ریکا نے مسکراتے ہوئے کہا نہیں میں آپ کی بات پر بھلا کیوں اعتبار نہیں کروں گی۔ اس پر ابراہیم بیگ بولا اور کہنے لگا اچھا اگر یہ بات ہے تو یہ سارا سامان سنبھال کر رکھو ساتھ ہی کھانا بھی تیار کرو سخت بھوک لگی ہے۔ اس پر ریکا بولی اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

کھانا تو میں ضرور تیار کرتی ہوں۔ لیکن کھانا تیار کرنے سے پہلے میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں - آپ جانتے ہیں کہ امیر بخارا یہاں سے افغانستان جا چکے ہیں ان کی افغانستان روانگی کے بعد میرے ذہن میں کچھ سوالات کلبلا رہے

ہیں - کئی دنوں سے کوشش کر رہی تھی کہ اس سلسلہ میں آپ سے کچھ پوچھوں پر وقت نہیں ملتا تھا آج آپ تھوڑا سا وقت نکال کر چند سوالوں کا جواب میرے اطمینان کے لئے دیجئے اس کے بعد میں اٹھ کر کھانا تیار کرتی ہوں - اس پر ابراہیم بیگ بولا اور کہنے لگا اچھا پوچھو تم کیا پوچھتی ہو اس پر ریکا بولی اور کہنے لگی۔

آپ کو یقین ہے کہ امیر بخارا سعید عالم خان کابل میں قیام کے دوران روسی حکومت کے خلاف افغان حکومت اور ہندوستان کے اندر انگریزوں کے وائسرائے کی ہمدردیاں حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس پر ابراہیم بیگ بولا اور کہنے لگا دیکھو ریکا بڑا ٹیڑھا اور بڑا مشکل سوال کیا ہے تم نے - جہاں تک ہندوستان کے اندر انگریزوں کی حکومت کا تعلق ہے تو انگریزوں سے تو روس کے خلاف کسی بھی مدد اور اعانت کی توقع نہیں کی جا سکتی اس لئے کہ روسیوں کی طرح انگریز خود توسیع پسندی کا قائل ہے اور وہ ویسے بھی دنیا میں اسلامی قوتوں کا بول بالا ہرگز نہیں چاہتا - جہاں تک افغان حکومت کا تعلق ہے تو اس کے اندر بھی روسی اثر و رسوخ کی جڑیں بڑی مضبوط ہو چکی ہیں لہٰذا کچھ کہا نہیں جا سکتا کہ افغان حکومت وسط ایشیا کے مسلمانوں کی روس کے خلاف کوئی مدد کرے گی یا نہیں اس پر ریکا پھر بولی اور پوچھنے لگی۔

لیکن افغانستان تو ایک آزاد ملک ہے اس میں روسی اثر و رسوخ کی جڑیں کیسے مضبوط ہیں۔ اس پر ابراہیم بیگ کہنے لگا۔ دیکھ ریکا یہ ایک لمبی کہانی ہے پھر کسی وقت سناؤں گا - ریکا نے بڑی پیار بڑی چاہت میں ابراہیم بیگ کے دونوں گھٹنوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے کہا بس آپ مجھے تھوڑی سی تفصیل بتا دیں پھر میں اٹھ کر کھانا تیار کرتی ہوں - اس پر ابراہیم بیگ مجبور ہو کر کہنے لگا۔ اگر تم تفصیل سننا ہی چاہتی ہو تو پھر سنو۔

افغانستان میں روسی اثر و رسوخ افغانستان کے حکمران امیر محمد خان کے دور حکومت سے شروع ہو چکا تھا۔ امیر شیر علی کے بعد امیر دوست محمد افغانستان میں برسر اقتدار آئے تو ان دنوں روس اور برطانیہ نے فیصلہ کیا کہ چھوٹے ملکوں کو

آپس میں بانٹ لیا جائے امیر دوست محمد سے پہلے روس ہمیشہ امیر شیر علی خان کو مسلسل دھوکے میں رکھتا رہا۔ شیر علی خان کی طرح امیر دوست محمد خان کو بھی روسیوں نے دھوکے میں ہی رکھا گو اس امیر دوست محمد خان کا دور حکومت مختصر تھا لیکن روسیوں نے اس سے خوب فائدہ اٹھایا۔

روس نے امیر دوست محمد کی نااہلی اور اندرون افغانستان کی بے چینی اور سیاسی انتشار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے 14 فروری 1884ء میں اپنی فوجوں کو مرو شہر پر حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا اگرچہ مرو کے لوگوں نے مزاحمت کی لیکن زیادہ دیر تک وہ روسی فوجوں کے آگے ٹھہر نہ سکے آخر کار روسی فوجوں نے مرو شہر پر قبضہ کر لیا بلا شبہ مرو افغانستان کے نہایت اہم اسلامی شہروں میں شمار کیا جاتا تھا مرو کو روس میں ضم کرنے کے بعد ایک روسی سفیر نے لندن میں بیان دیتے ہوئے کہا تھا۔

"برطانیہ اور روس کے سیاست دانوں نے ہمیشہ ہی اس بات کی تائید کی ہے کہ ترقی یافتہ ممالک کبھی بھی اپنے پڑوس میں کمزور ملک کو برداشت نہیں کر سکتے"

امیر دوست محمد کے بعد امیر عبد الرحمن خان افغانستان کا حکمران بنا یہ شخص کئی برس تک سمرقند میں رہ چکا تھا اس لئے اسے روس کے بارے میں صحیح معلومات تھیں علاوہ ازیں امیر دوست محمد اور امیر شیر علی کے ساتھ روس کے ظلم اور ناانصافیوں کے بارے میں یہ امیر عبدالرحمن صحیح معلومات رکھتے تھے۔ امیر عبدالرحمن خان یہ کہا کرتا تھا کہ روس کے ساتھ دوستی کرنا بہت بڑی غلطی ہوگی اس لئے اس نے فیصلہ کیا کہ روس سے ہر قسم کے تعلقات ختم کر دیئے جائیں سرحدی چوکیوں میں متعین نوجوانوں کو بھی عبد الرحمن نے ہدایت کی کہ کسی بھی روسی کو افغانستان میں داخل ہونے سے روکا جائے۔ امیر کے ان اقدامات کے باوجود روس کے جاسوسی نظام کے جے۔ بی۔ کے کارکن افغانستان میں داخل ہو گئے تھے اور ان کو کچھ قبائل کے سرداروں کی حمایت بھی حاصل تھی۔ جبکہ امیر

عبدالرحمن اس کوشش میں لگا ہوا تھا کہ روس کے ساتھ سرحدی جھڑپ سے ہمیشہ پرہیز کیا جائے تاکہ کوئی بہانہ بنا کر روس افغانستان پر حملہ آور ہونے کی کوشش نہ کرے۔

ان اقدامات سے روس پریشان ہو گیا۔ آخر اس نے افغانستان کے ایک سرحدی شہر پنجدہ پر قبضہ کرنے کے لئے منصوبہ تیار کیا۔ اتفاق سے ان دنوں امیر عبدالرحمن خان ہندوستان میں انگریز وائسرائے کی دعوت پر راولپنڈی گیا تو دو تین دن بعد روسی حکمرانوں نے پنجدہ میں متعین افغان فورس کو الٹی میٹم دیا کہ چوبیس گھنٹے کے اندر پنجدہ کو خالی کر دیں گو روس اور افغانستان کے درمیان 1872ء کے ایک معاہدہ کے تحت پنجدہ کو افغانستان کا علاقہ قرار دیا گیا تھا۔ پھر بھی روس اس شہر پر قبضہ کرنے پر بضد تھا۔ روس کے اس الٹی میٹم کی بنا پر افغان جنرل تیمور شاہ اور جنرل شاہ مراد خان کو امیر عبدالرحمن نے حکم دیا کہ وہ روس سے کسی قسم کی ٹکر نہ لیں۔

دوسری طرف روس جنرل کماروف نے تین ہزار روسی فوجیوں کے ساتھ پنجدہ پر حملہ کر دیا افغان فوجیوں نے مجبور ہو کر ان کا مقابلہ کیا جس کے نتیجہ میں ایک ہزار روسی ہلاک اور تین سو افغان فوجی شہید ہو گئے جبکہ 83 زخمی ہوئے۔ افغان فوجیوں کو شکست دینے کے بعد روس نے زبردستی پنجدہ پر قبضہ کر لیا۔ روس کی اس جارحیت کے بعد دنیا بھر کے مسلمانوں کی ہمدردیاں افغانستان کے ساتھ ہو گئیں۔

افغان باشندوں کے علاوہ ہندوستان کے مسلمان بھی روس کے خلاف اعلان جہاد کرنے لگے اس پر امیر عبدالرحمن نے لوگوں سے کہا کہ روس کے خلاف جنگ سے پرہیز کیا جائے۔ امیر عبدالرحمن خان نے پشاور اور پنجاب اور سندھ کے مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو نظر انداز کرتے ہوئے اور روس سے نہ ٹکرانے کا عہد کرتے ہوئے بہت بڑی غلطی کی کیونکہ اس وقت روس فوجی لحاظ سے اتنا

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

طاقتور نہ تھا۔ کہ مسلمانوں کا مقابلہ کر سکتا ۔ اس وقت اگر امیر عبدالرحمن اپنی افواج کے علاوہ پشاور پنجاب اور سندھ کے مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو کام میں لاتے ہوئے روس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے تو روس کو یقیناً" افغانستان کے سارے علاقہ خالی کر کے اپنے بل میں سمٹ جانا پڑتا ۔

امیر عبدالرحمن کی غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے روس نے پنجدہ پر قبضہ کرنے کے بعد افغانستان کے دو دوسرے شہروں ذوالفکار اور رباط پر بھی قبضہ کر لیا ۔ اب روسیوں کے حوصلے بڑھ گئے اور وہ مزید پیش قدمی کرنے کے لئے منصوبہ بندی کرنے لگے تھے۔ تنگ آکر امیر عبدالرحمن روس کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے ہندوستان میں انگریزوں کے وائسرائے سے گفتگو کرنے لگے۔ روس کو بھی ان اقدامات کا علم ہو گیا۔ لہٰذا اس نے پنجدہ شہر پر تو قبضہ برقرار رکھا جبکہ ذولافکار اور رباط شہر دونوں افغانستان کے حوالے کر دیئے۔ لیکن روس اپنے قول و فعل میں ثابت قدمی نہ رکھ سکا اور آئے دن مسلسل خلاف ورزیاں کرتا رہا آخر کار بہت سے سرحدی علاقوں کو اس نے اپنے اندر ضم کر لیا ۔

روس کی ہوس اقتدار کبھی بھی ٹھنڈی نہیں ہوئی اور وہ ہمیشہ دوسرے ملکوں کو اپنے اندر ضم کرنے کا خواہش مند رہا ہے۔ 1895ء میں پامیر کے علاقہ پر حملہ کرنے کے لئے روس نے اپنے جنرل ایولوف کی زیر قیادت فوجیں روانہ کیں۔ راستہ میں روس افغان فوجیوں کے درمیان شدید جنگ ہوئی پر نتیجہ کچھ نہ نکلا آخر کار پامیر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصے پر روس نے قبضہ کر لیا اور دوسرا حصہ افغانستان کے پاس ہی رہنے دیا گیا۔ مختصر یہ کہ طویل گفت و شنید کے بعد افغان حکومت نے دریائے امو کے شمالی علاقوں پر جو روس نے قبضہ جما رکھا تھا۔ روس کے ساتھ سرحدات تعین کرنے پر آمادگی ظاہر کی سرحدات کے تعین کے بعد بھی روس نے کسی قسم کے معاہدہ کی پروا کیے بغیر افغانی سرحدات کی خلاف ورزیاں کیں۔ جس کے نتیجہ میں اس نے افغانستان کے مزید علاقوں کو اپنے اندر ضم کر لیا۔

امیر عبدالرحمن کے بعد امیر حبیب اللہ افغانستان کا حکمران بنا۔ امیر حبیب اللہ روس افغان تعلقات کی گذشتہ تاریخ سے بخوبی آگاہی رکھتا تھا اس لئے وہ نہایت کوشش کرتا رہا کہ روس سے دور ہی رہے۔

امیر حبیب اللہ کے برسراقتدار آنے کے بعد روس نے بیس ہزار افواج کے ساتھ ایران پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں استرآباد اور تبریز روس کے قبضہ میں چلے گئے اس وقت عثمانی سلطنت بھی اندرونی خلفشار کا شکار تھی۔ دوسری طرف اٹلی اس کوشش میں لگا ہوا تھا کہ کردوں کو ترکی کے خلاف بغاوت پر اکسایا جائے تاکہ ترکی کمزور ہو جائے۔ لہٰذا اٹلی مختلف انداز میں سلطنت عثمانی پر خرابیاں ٹھونسنے لگا تھا۔ انہی دنوں روسی فوجیں ایران میں قتل عام کر رہی تھیں عرب اور ہمسایہ ممالک ان کا نظارہ دیکھ رہے تھے مگر کبھی کبھار اخبارات میں ہلکی پھلکی ہمدردی کا اظہار کر دیا کرتے تھے۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ایران میں روس کی خونی اور ظالمانہ کاروائیوں پر کسی نے افسوس تک نہ کیا عرب ممالک جو کہ شروع سے ہی اپنی عیاشیوں اور بدکاریوں کی وجہ سے مردہ ضمیر ہو چکے تھے۔ اس وقت بھی خاموش نظر آرہے تھے۔ روسی مظالم سے تنگ آکر ہزاروں ایرانیوں نے مشہد میں امام رضا کے روضہ میں پناہ لی لیکن روسی فوجوں نے امام رضا کے روضہ کو بھی معاف نہیں کیا۔ ان کے روضہ پر توپوں سے گولہ باری کی۔ دراصل ایران پر قبضہ کرنے کے بعد روس خلیج اور بحرہ ہند کے گرم پانیوں تک پہنچنا چاہتا تھا۔

اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے روس ایران اور افغانستان پر اپنی گرفت مضبوط رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے ایران اور افغانستان کی سرحدوں پر نہایت تربیت یافتہ جاسوس چھوڑ دیئے۔ ان روسی تخریب کاروں نے سرحدات میں کچھ گڑبڑ تو کی لیکن ناکام ہو گئے۔ اس ناکامی کے بعد روس نے افغانستان میں جاسوسی کا جال نہایت تیزی سے بچھا دیا قومی نور قبائلی سرداروں کے علاوہ اعلیٰ عہدوں پر

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

فائز افسران کو خرید کر ان سے کام لیا گیا۔ روس نے ایران اور افغانستان کے متعلق کافی معلومات جمع کیں۔ یہ ساری معلومات حاصل کرنے کے بعد روس نے حکومت افغانستان سے مطالبہ کیا کہ ماضی میں ذوالفقار شہر جو روس نے افغانستان کو واپس کر دیا تھا وہ دوباہ روس کے قبضہ میں دے دیا جائے لیکن امیر حبیب اللہ نے ایسا کرنے سے یکسر انکار کر دیا۔

ان کارروائیوں کے جواب میں روس نے افغانستان کے اندر خونی کارناموں کی ابتداء کرنے کی کوشش کی لیکن امیر حبیب اللہ نے اسے ایسا نہیں کرنے دیا۔

امیر حبیب اللہ کے دور حکومت میں روس نے یورپی روس اور افغانستان کو ریلوے کے ذریعہ باہم ملانے کا پروگرام بنا رکھا تھا۔ افغانستان میں روسی منصوبہ کی ناکامی کے بعد روسی حکام افغانستان کے ساتھ تجارتی روابط پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

آخر کار جیب اللہ کو روس کے ساتھ ایک تجارتی معاہدہ پر دستخط کرنے پر آمادہ کیا گیا جس کے بعد روس نے افغان سرمایہ داروں میں اپنا اثر و رسوخ پیدا کیا اور ان کی وساطت سے جاسوس اداروں کو منظم کر لیا۔ روس نے افغانی تاجروں کو کافی مراعات دے دیں۔ 1915ء میں روس کے ساتھ افغانستان کی تجارت اپنے عروج پر پہنچ گئی۔ آخر اس تجارت کے بہانے روس نے جب اپنے ایجنٹ پیدا کئے تو اس نے ایک طرف بخارا پر حملہ کرنے کی جرات کی اور دوسری طرف امیر افغانستان کو قتل کرا دیا میں سمجھتا ہوں یہ کام روس اور برطانیہ نے مل کر انجام دیا۔ کیونکہ دونوں ملکوں نے اتحاد بین المسلمین سے خطرہ محسوس کیا تھا۔ یوں جو کام روس امیر حبیب اللہ سے زبردستی نہ کرا سکا وہ اس نے تجارتی لین دین کے بہانے کرا لیا تھا۔

امیر حبیب اللہ کے بعد اب افغانستان کا حکمران امیر امان اللہ خان بنا ہے۔

اور ابھی تک یہ افغانستان کا حکمران ہے۔ جہاں تک ہمیں اطلاعات ملی میں ان کے مطابق افغانستان کا یہ موجودہ حکمران امیر امان اللہ خان اپنے پہلے حکمرانوں کی

نسبت سب سے زیادہ روس کی طرف جھکاؤ رکھنے والا ہے۔ اور یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ افغانستان میں روس کو امتیازات سے دینے والا دراصل امان اللہ خان ہے۔ جس نے حکومت سنبھالتے ہی لینن سے روابط استوار کیئے ہیں۔

اس امیر امان اللہ خان نے 1919ء میں ایک وفد اپنے ایک لیڈر محمد ولی خان کی قیادت میں کابل سے ماسکو روانہ کیا۔ اس وفد کا استقبال روس کے خارجہ امور کے کمشنر نے بڑی گرم جوشی سے کیا۔ روسی کمشنر نے ولی خان سے کہا کہ ہمیں پتہ چلا ہے کہ آپ کو امداد کی ضرورت ہے۔ آپ کی ضرورت کی بناء پر سوویت یونین بھی آپ کی امداد کرنے کے لئے تیار ہے۔ جواب میں ولی محمد خان نے کہا کہ ہمیں واقعی اس کی اشد ضرورت ہے۔

اس گفتگو کے نتیجہ میں 18 اکتوبر 1919ء میں ماسکو ریڈیو نے افغان وفد اور لینن کے درمیان بات چیت پر ایک پورا گھنٹہ تبصرہ کیا۔ روس افغانستان کو فوجی امداد دینے پر فورا" رضامند ہو گیا کیونکہ ایسا کر کے وہ اپنے لئے بے شمار فوائد حاصل کر سکتا تھا۔ ابھی تک افغانی وفد روس ہی میں تھا کہ روس نے ایک اعلیٰ وفد اپنے ایک راہنما براوین کی قیادت میں ماسکو سے افغانستان روانہ کیا۔ روسی وفد نے کمال عیاری اور دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے افغان حکام سے کہا کہ روس انتہائی نیک نیتی کے ساتھ پنجدہ شہر کو دوبارہ افغانستان کے سپرد کرنا چاہتا ہے۔ علاوہ ازیں جنگی سازو سامان دینے کو بھی تیار ہے۔ ایسا کر کے دراصل روس افغانستان کو ہندوستان میں حکومت کرنے والے انگریزوں سے ٹکرا کر اپنے لئے فوائد حاصل کرنا چاہتا تھا۔

اس نے جو اپنا وفد اپنے لیڈر براوین کی سرکردگی میں افغانستان بھجوایا تھا۔

اس وفد کے لیڈر براوین نے امیر امان اللہ خان کو کھلے الفاظ میں تاکید کر دی کہ روس اپنے لئے افغانستان میں مراعات حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس نے امیر امان اللہ خان کو یہ بھی کہا کہ وہ لینن کے سوشلسٹ نظام کے سخت مخالف ہے براوین

نے افغانستان میں داخل ہونے کے بعد روس واپس جانے سے انکار کر دیا اس نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا اور افغانستان شہریت کی درخواست دے دی۔ مگر سوویت انٹیلی جینس اسے معاف کرنے والی نہیں تھی۔ وہ فوراً حرکت میں آئی اور غزنی شہر میں روسی کے۔جے۔بی نے اپنے لیڈر بزاوین کو قتل کر دیا۔

اس قتل کے بعد افغانستان میں متعین روسی وزیر نے وزارت خارجہ افغانستان کو یہ یقین دلایا کہ وہ دشمن کی باتوں کا سہارا نہ لیں سوویت یونین افغانستان سے بہتر تعلقات کا خواہاں ہے۔ یہ تو ہر کسی کو معلوم تھا کہ ان افواہوں اور پروپیگنڈہ میں روس کا ہاتھ تھا بہر حال اب حال ہی میں روس اور افغانستان کے درمیان ایک فوجی معاہدہ پر دستخط ہوئے ہیں دیکھیں یہ فوجی معاہدہ روس کی طرف سے افغانستان میں کیا گل کھلاتا ہے۔ سنو ریکا یہ ساری تفصیل بتانے کا مقصد یہ تھا کہ روس ماضی اور حال دونوں میں افغانستان کے اندر ریاکاری اور تخریب کاری سے کام لیتا رہا ہے۔ اور وہ کبھی یہ پسند نہیں کرتا رہا کہ افغانستان فوجی قوت کے لحاظ سے مضبوط ہو کر ایک حریف کی حیثیت سے روس کے سامنے آئے اس وقت جبکہ افغانستان کا موجودہ حکمران امیر امان اللہ خاں روس کے ساتھ فوجی معاہدہ کر چکا ہے تو ہمیں اس کی طرف سے وسط ایشیا کے مسلمانوں کی امداد کے سلسلے میں زیادہ توقعات نہیں رکھنی چاہییں۔ مجھے امید ہے کہ افغانستان کے حکمران امیر امان اللہ خان امیر بخارا کی عزت کرتے ہوئے اور ان کا لحاظ کرتے ہوئے کچھ نہ کچھ مدد دینے پر آمادہ ہوگا۔ لیکن دوسری طرف وہ کسی بھی صورت روس کی ناراضگی اور خفگی بھی مول لینے پر تیار نہ ہوگا۔

ابراہیم بیگ ابھی یہیں تک کہنے پایا تھا کہ گھر کے دروازہ پر کسی نے دستک دی تھی اس پر ابراہیم بیگ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا دروازہ کھول کر اس نے دیکھا دروازہ پر ازبک سردار دولت مند بے کے علاوہ تاجک سردار ایشان قند اور عبدالحفیظ بیگ پروانچی اور سعید بیگ پروانچی بھی کھڑے ہوئے تھے جونہی

ابراہیم بیگ نے دروازہ کھولا دولتمند بے بڑی ارادتمندی سے اور بڑا باادب ہو کر بولا اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے وہ پوچھنے لگا یا امیر کیا آپ نے ہم چاروں کو طلب کیا ہے اس پر ابراہیم بیگ بولا اور کہنے لگا ہاں تم چاروں اندر آؤ میں ایک اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ دولتمند بے ایشان قند عبدالحفیظ اور سعید بیگ پروانچی ابراہیم بیگ کے پیچھے پیچھے دیوان خانے میں داخل ہوئے سب نے وہاں بیٹھے ہوئے آتہ جان سے مصافحہ کیا جب سب نشستوں پر بیٹھ گئے تب ابراہیم بیگ بولا پھر وہ دولتمند بے سعید بیگ پروانچی عبدالحفیظ اور ایشان قند کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

میرے عزیزو میرے بھائیو میرے دوستو مسکن کے سب لوگوں نے مل کر یہ طے کیا ہے کہ تم چاروں میں سے مسکن کے نائب سپہ سالار کی حیثیت سے کوئی نہ کوئی مسکن کے اندر رہا کریگا اور وہ مسکن کی حفاظت کے لئے مسکن کے اندر چھوڑے جانے والے لشکر کی کمانداری کرتے ہوئے دشمن کے ممکنہ حملوں کو روکنے کی کوشش کیا کریگا۔ تقرر کے علاوہ تم تینوں کو بلانے کا مقصد یہ ہے کہ عنقریب ہم ایک مہم پر نکلنے والے ہیں ہمارے مخبر یہ اطلاع لائے ہیں کہ جس روسی لشکر نے حصار شہر پر حملہ آور ہو کر قبضہ کیا ہے پہلے تو اس لشکر نے شہر کو خوب جی بھر کے لوٹا ان ظالموں نے لوگوں کا خوب قتل عام بھی کیا۔ سنا گیا ہے کہ یہی روسی لشکر حصار شہر کے شمال میں پڑاؤ کیے ہوئے ہے اگر ہم رات کی تاریکی میں حصار شہر کے شمال میں پڑاؤ کرنے والے روسی لشکر پر حملہ آور ہو کر اسے شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں تو یاد رکھو ہم بڑی آسانی کے ساتھ حصار شہر پر قبضہ کر سکتے ہیں اور اگر ہم نے حصار شہر پر قبضہ کر لیا تو اس طرح اردگرد در آس پاس کے وہ مسلمان جو روسیوں کے ہاتھوں کچلے جانے کے بعد بد دل ہو کر ان سرزمینوں سے نکل جانے کا ارادہ کر رہے ہیں ان کے حوصلے پھر بلند ہو جائیں گے اور وہ بڑی سرگرمی اور جوش کے ساتھ ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جائیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گے۔

اتنا کہنے کے بعد ابراہیم بیگ تھوڑی دیر کے لئے رکا تھا۔ اس کے بعد وہ دوبارہ دولتمند بے ایشان قند سعید بیگ پروانچی اور عبدالحفیظ پروانچی کو مخاطب کر کے کہنے لگا سنو میرے عزیزو جہاں تک میرا ارادہ ہے ایک ہفتہ بعد ٹھیک آج ہی کے روز ہم اپنے لشکر کے ساتھ مسکن سے نکلیں گے اور حصار شہر سے باہر روسی لشکر پر حملہ آور ہوں گے۔ اس سلسلے میں تم چاروں میں سے اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو وہ بلا جھجک کہے یا اس سلسلہ میں کوئی بہتر تجویز پیش کرنا چاہے تو کرے تاکہ صحیح اقدام کیا جا سکے۔ ابراہیم بیگ کی اس گفتگو کے جواب میں تھوڑی دیر تک دولتمند بے عبدالحفیظ پروانچی سعید بیگ پروانچی اور ایشان قند نے ایک دوسرے کی طرف بڑے غور سے دیکھا۔ پھر شاید انہوں نے نگاہوں ہی نگاہوں میں کوئی فیصلہ کیا۔ اس کے بعد دولتمند بے بولا اور ابراہیم بیگ کو وہ مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یا امیر جہاں تک ہم چاروں کا تعلق ہے ہم نے نہ ہی کوئی تجویز پیش کرنی ہے اور نہ ہی اس لائحہ عمل میں کوئی تبدیلی کے ہم خواہش مند ہیں۔ یا امیر آپ اگر ہم چاروں کے دل کی بات جاننا چاہتے ہیں تو میں بلا جھجک یہ کہوں گا کہ قسم خداوند قدوس کی آپ کی ذات ہمارے لئے مکمل راہبری اور راہنمائی کے لئے کافی ہے دوسرے الفاظ میں آپ یوں سمجھ سکتے ہیں کہ عبدالحفیظ دولتمند بے، سعید بیگ پروانچی اور ایشان قند ہی نہیں بلکہ مسکن کا ہر فرد آپ پر مکمل بھروسہ اور یقین رکھتا ہے - یا امیر آپ کا فیصلہ ہمارے لئے آخری اور آپ کی تجویز ہمارے لئے حکم کا درجہ رکھتی ہے سوائے امیر آپ کا یہ فیصلہ آخری ہے ایک ہفتہ بعد آج ہی کے روز حصار شہر سے باہر روسی لشکر پر حملہ آور ہوا جائے گا۔

دولتمند بے کے ان الفاظ پر ابراہیم بیگ سر جھکائے تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر وہ کہنے لگا دولتمند بے میں تم سب کا شکر گزار ہوں تم سب کا ممنون ہوں کہ تم سب مجھ پر بھروسہ اور اعتماد رکھتے ہو - میں تم لوگوں سے وعدہ کرتا ہوں کہ

کبھی بھی تم لوگوں کے اعتماد بھروسے کو دھوکہ نہیں دوں گا۔ ابراہیم بیگ کے جواب میں دولتمند بے نے کہا یا امیر مزید گفتگو نہ کیجئے قسم خداوند رحیم و مہربان کی ہم چاروں ہی نہیں اور نہ ہی صرف ہمارے مسکن کے لوگ بلکہ ان سرزمینوں کے سارے مسلمانوں کی نظریں اس وقت آپ پر لگی ہوئی ہیں اور ہر کوئی آپ ہی سے بہتری کی توقع اور کامیابی کی امید رکھتا ہے یا امیر ان سرزمینوں میں آپ روسیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کے لئے خوابوں کے چھپر کھٹ میں فصل بہار کی سرگوشی آنکھوں کی راحت اور نصاب تعلق ہیں۔۔

یا امیر آپ ہمارے لئے تعلقات کے برزخ میں تمام عمر کا رابطہ، ملامتوں کے طوفانوں میں مقبولیت کی ساعت، سراب، صداؤں میں لمس تازہ مرہم نوروز، مقدر کی سیاہی میں تزئین گلستان اور زندگی کی تکریم اور مستقل وقت میں یا امیر آپ ہمارے لئے سحر بہار، طلسم صبا اور غبار انجم ہیں۔

یا امیر یہ روسی ہم پر عمر بھر کا اضطراب طاری کر کے ہماری زیست کو بے ربط، لمحات زندگی کو دشوار بنانا چاہتے ہیں۔ یہ کالے دھوئیں کے بادلوں کی طرح ہماری گلیاں اداس بازار ویران کرنا چاہتے ہیں۔ یہ روسی جو وحشت زنگار اور انسانیت کے دشمن ہیں ہمارے ہر نفس میں احساس رفاقت کو بے برگ و بے ثمر بنانے پر تلے ہوئے ہیں لیکن یا امیر ہم عہد کرتے ہیں کہ جہاں ہم اپنے نفس کے ہم سفر ہیں وہاں ہمارا نفس آپ کا ہم سفر بنا رہے گا۔

یا امیر جس طرح یہ وادیاں یہ طیور یہ شجر یہ دشت و دمن اپنے لباس تبدیل کرتے ہیں اس طرح ہم بھی ایک روز انشاء اللہ پستیوں کی پراسرار گونج سے اندیکھی رقصاں خوشیاں لے کر اپنی کامیابی اور کامرانی کی طرف بڑھیں گے۔ یا امیر ان تیرہ و تارہ فضاؤں میں یہ روسی مسلمانوں کے تخیل کے نفس کو خون آلود، زندگی کے مشاغل کو پرخار، فصیل جسم کو خاک و خون اور ہمارے گھروں کے دروازوں کو مقفل کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور اے امیر ہم آپ سے عہد کرتے

ہیں کہ جس طرح روز خورشید ڈھلتا ہے ڈوبتا ہے جس طرح ہر روز چاندنی کی بزم سنورتی ہے بکھرتی ہے جس طرح پھول کھلتے ہیں مرجھاتے ہیں۔ جس طرح روزانہ آشیانوں سے پرندے اڑتے ہیں لوٹ آتے ہیں ایسے ہی یا امیر ہم آپ سے عہد کرتے ہیں کہ آپ کی راہنمائی میں روسیوں کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے ہم صبح و شام کے فرسنگ مٹا کر عمروں کے طول کو ایک ایک ساعت میں سمیٹیں گے اور روسیوں کے ہر نفس کار کو بے شعور بنانے کی انتہائی کوشش کریں گے۔ یا امیر ہم ذہنی دلی جسمانی مالی اور ہر طرح سے آپ کے ساتھ ہیں قسم خداوند مہربان اور ذوالجلال کی ہم آپ کی راہبری میں اپنے مقصد اور اپنے مدعا کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ بھی بہا دینے کا عہد کرتے ہیں۔ یہاں تک کہنے کے بعد دولتمند بے جب خاموش ہوا تو ابراہیم بیگ کچھ دیر تک گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا پھر وہ بولا اور اپنے سامنے بیٹھے اپنے چاروں نائبوں کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

سنو میرے ساتھیو میرے رفیقو تمہاری باتیں تمہارا مجھ پر اعتماد میرے حوصلے اور میری جراتوں کے امین ہیں میرے بھائیو گو یہ ظالم روسی ہماری زیست کا جسم عریاں اور سوچ ارادوں کو مجبوری و استحصال اور ہماری رفاقت کی طلب کو سسکتی دہرائیوں میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ گویہ روسی ہمارے سر کی ردا کھینچ کر ہمارے تن تک کے بھید عیاں کر دینا چاہتے ہیں ۔ لیکن ہم عہد کرتے ہیں کہ ان کے مظالم کے سامنے ہم چراغ جگنو اور گرد بھرے راستوں میں صبح نو کے کارواں کی طرح نمودار ہو کر ان روسیوں کی طرف سے ہر ذلت اور ہر پستی کا مقابلہ کریں گے۔

میرے بھائیو! یہ جفا کار ستم پیشہ اور زرکش روسی گو ان دنوں ادبار مسلسل اور ہیبت ناک کرگسوں کے سے عذاب کی طرح ہم پر چھا چکے ہیں لیکن ایک نہ ایک روز ہم ضرور اپنی غم ذات کی بارش' کرب تنہائی سے نکل کر امیدوں کی روشن کرنیں اور ان گنت جسم و جاں قربان کر دینے والی حسین صبح آزادی سے

بغل گیر ہوں گے۔

میرے ساتھیو! گو ان دنوں ہمارے سبز کھیتوں کے پالے کسان ، حسن ہنر مندی کے محنت کش' زندگی کے امانت گزار مجاہد کی طرح چپ اور مایوس ہیں لیکن جب ہم ان کے سامنے روسیوں سے ٹکرا جانے کی مثال پیش کریں گے تو یہ سب لوگ ماتا کی رسیلی گھنی چھاؤں کے گیت گاتی ماؤں کے لئے گھونگھٹ میں چھپی دلہنوں جوان بہنوں اور معصوم بیٹیوں کے حوالے سے نجد کے قیس کی طرح دیوانہ وار روسیوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے اس روز ہم تخلیق چمن کا نیا باب کھولیں گے۔ ریت کی ایک بالشت بھر دیوار کی طرح روس کے اس کار عجلت اور ہجوم یاس کو اپنے پاؤں تلے روندیں گے راہوں کے پیچ و خم میں اپنے لئے کنج عافیت اور حسرتوں کی تیز دھوپ میں اپنے لئے شادمانیوں کی ساعتیں تلاش کرنے میں ضرور کامیاب ہوں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد جب ابراہیم بیگ خاموش ہوا تو دولت مند بے پھر بولا اور کہنے لگا۔ یا امیر قسم خداوند مہربان کی ہمیں آپ سے ایسے ہی جواب کی توقع تھی آپ دیکھیں گے کہ ہر مصیبت ہر دکھ ہر حادثے ہر مرحلے میں ہم آپ سے پہلو سے پہلو ملا کر روسیوں کے سامنے اپنی چھاتیاں تان دیں گے۔ یا امیر اپنی ان سرزمینوں کی آزادی کی خاطر ہم روسیوں کے خلاف موت کا کھیل کھیلتے ہوئے اپنی سرزمینوں کی آبیاری کی خاطر اپنے خون کا آخری قطرہ بھی بہا دیں گے۔ دولت مند بے جب خاموش ہوا تو ابراہیم بیگ بولا اور کہنے لگا۔ دولت مند بے میرے بھائی اب تم بڑی خاموشی اور رازداری کے ساتھ حصار شہر سے باہر روسی پڑاؤ پر حملہ آور ہونے کی تیاری شروع کر دو اس کے ساتھ ہی دولت مند بے سعید بیگ پروانچی اور ایشان قند اور عبدالحفیظ بیگ پروانچی اپنی جگہوں سے اٹھ کھڑے ہوئے پھر اچانک سعید بیگ پروانچی کو کچھ خیال گزرا اور اس نے ابراہیم بیگ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یا امیر! آغہ جان نے مجاہدوں میں جوش اور ولولہ پیدا کرنے کے لئے ایک رزمیہ نغمہ لکھا ہے۔ مرے کچھ جاننے والوں نے بتایا ہے کہ وہ بہت اچھا اور پُر اثر نغمہ ہے۔ اس پر ابراہیم بیگ نے لمحہ بھر کے لئے آغہ جان کی طرف دیکھا پھر اس نے مسکراتے ہوئے سعید بیگ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ سعید میرے بھائی تمہارا کہنا درست ہے اس نے ایک نغمہ ضرور لکھا ہے میں نے خود بھی اسے اصرار کیا تھا لیکن ابھی تک یہ وہ نغمہ کسی کو گا کر سنانے پر آمادہ نہیں۔ آغہ جان کا کہنا ہے کہ ابھی وہ مسکن کے مرد عورتوں کے ساتھ اس نغمے کی مشق کر رہا ہے اور آغہ جان کا یہ بھی کہنا ہے کہ جس دن ہمارا اتحادی روس کے خلاف کسی مہم پر روانہ ہو گا اس دن وہ نغمہ ایسے انداز میں گایا جائے گا کہ مجاہدوں اور سرفروشوں کے اندر ایک رزمیہ جوش و جذبہ پیدا ہو گا۔ ابراہیم بیگ کا یہ جواب سن کر شاید سعید بیگ پوری طرح مطمئن ہو گیا تھا دولت مند بے ہیتاں قند اور سعید بیگ پوری طرح اور عبداللہ بیگ پوری طرح ابراہیم بیگ کے ہاں سے رخصت ہو گئے تھے۔

✿ ✿

امیر بخارا سعید عالم خان اس دوران زندگی ابراہیم بیگ پر ڈالنے کے لئے بعد سلطنت بخارا کے شہر دو شنبہ آ گئے۔ ان کی یہاں آمد کے دوران ہی ان مہاجرین تحریک کے مجاہدوں نے دریائے آمو پر کشتیوں کا پل بنا دیا تھا اسی پل کے ذریعے امیر بخارا سعید عالم خان کو لا کر افغانستان کے شہر فیض آباد کی طرف بڑھے تھے تقریباً تین سو کے قریب مسلح جوانوں اور کچھ سر کردہ لوگوں کے ساتھ امیر بخارا آخر کار دریائے آمو کو عبور کر کے افغانستان پہنچے وہ سب سے پہلے افغانستان کے شہر رستاق میں قیام کیا۔

یہاں سے وہ شہر قطغن پہنچے جہاں باقی حیات میں ایک مہمان شاہی کی حیثیت سے قیام کیا تھا۔ جب امیر بخارا قطغن شہر پہنچے کی خبر مشرقی بخارا کے عوام تک پہنچی تو ایک کہرام سا اٹھا۔ تاجک ہزاروں راتوں رات سرحد عبور کر کے امیر بخارا کے

پاس پہنچے۔ امیر بخارا نے ان کے قیام وغیرہ کا بندوبست کیا مشرقی بخارا کے مہاجرین کا اتنی بڑی تعداد میں افغانستان آنا جدیدیوں اور کمیونسٹوں کی حکومت سے نفرت اور بیزاری اور امیر بخارا کی ہر دل عزیزی کا کھلا ثبوت ہے۔

افغانستان میں داخل ہونے کے بعد امیر بخارا سعید عالم خان نے تاجک مہاجرین کے 200 نمائندے منتخب کر کے اپنے ساتھ لئے اور کابل پہنچے۔ ایک ماہ تک امیر امان اللہ خان کے ساتھ جہاد کے لئے جدید اسلحہ کی فراہمی کے مسئلے پر مذاکرات ہوتے رہے مگر کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ امیر بخارا ایک ماہ تک قلعہ مراد خان میں قیام کرنے کے بعد قلعہ فتوح میں منتقل ہو گئے تھے۔ اس دوران امیر امان اللہ خان نے ماسکو کے دباؤ میں آ کر بخارا میں جدیدیوں کی حکومت کو تسلیم کر لیا تھا مگر باوجود اس کے امیر امان اللہ خان بخارا کے مجاہدین کی معاونت بھی کرتا رہا اس دوران میں امیر بخارا انفرادی طور پر کابل سے اسلحہ بارود خرید کر اپنے فوجی سرداروں کے پاس روانہ کرتے رہے۔ انہوں نے ایک وفد اسلحہ کے حصول کی غرض سے ہندوستان بھی بھیجا مگر یہ وفد ناکام لوٹ آیا۔ اس ناامیدی کے دور میں امیر بخارا اپنے ذرائع سے مجاہدین کو اسلحہ اور گولہ بارود فراہم کرتے رہے جس کی بدولت وہ خفیہ راستوں سے پاس میں لڑنے والے مجاہدین کے حوصلے بلند رہے۔

افغانستان میں قیام کے دوران گو امیر بخارا سعید عالم خان کو اپنے مقصد میں پوری طرح کامیابی حاصل نہ ہوئی تھی لیکن وہ مایوسی کا بھی شکار نہ ہوئے تھے کیونکہ افغانستان کے حکمران امیر امان اللہ خان پر اس وقت روسیوں کا دباؤ تھا اور روسی

لہ جنگ کے خاتمے پر مشرقی بخارا کے 22% زرعی علاقے 60% مویشیوں اور 25% آبادی سے محروم ہو چکا تھا۔ خوشحال مسلمانوں کا بڑے پیمانے پر انخلاء عمل میں آیا۔ تقریباً 2 لاکھ 6 ہزار لوگ یعنی 44 ہزار مسلمانوں کے خاندان اپنے ساز و سامان اور مویشیوں سمیت ہجرت کر کے افغانستان میں داخل ہو گئے تھے۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں: www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

امیر امان اللہ خان کو برابر یہ پیغامات بھجوا رہے تھے کہ کس بھی صورت امیر بخارا سعید عالم خان کو مدد نہ فراہم کی جائے تاہم امیر امان اللہ بظاہر تو روسیوں کو مطمئن کرتا رہا لیکن اندر ہی اندر خفیہ طور پر کسی نہ کسی طور امیر بخارا کی مدد ضرور کرتا رہا۔ اس کے علاوہ کچھ دوسرے لوگ بھی جو دین سے محبت رکھنے والے تھے وہ بھی اسلحہ خرید کر امیر بخارا کے پاس آکر جمع کرانے لگے تھے اس طرح افغانستان میں قیام کے دوران امیر بخارا کسی نہ کسی طرح کچھ اسلحہ جمع کر کے اپنے مجاہدین کو روانہ کرنے لگے تھے۔

✿

ٹھیک ایک ہفتہ بعد ابراہیم بیگ حصار شہر سے باہر روسی پڑاؤ پر حملہ آور ہونے کی تیاری کر رہا تھا۔ اپنا جنگی لباس زیب تن کرنے کے بعد جب وہ اپنی خوابگاہ سے نکلا تو اس نے دیکھا مکان کے صحن میں اصطبل کے سامنے ریکا اس کا گھوڑا لئے کھڑی تھی ریکا کو اس حالت میں کھڑے دیکھتے ہوئے ابراہیم بیگ کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی آہستہ آہستہ وہ چلتا ہوا ریکا کے پاس آیا اور بڑی نرم آواز میں وہ اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ریکا تمہارا شکریہ کہ تم نے میرا گھوڑا تیار کیا اس پر ریکا گھوڑے کی باگ ابراہیم بیگ کو تھمانے کے بعد گھوڑے کی گردن پر آہستہ آہستہ اپنا نرم و نازک ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگی۔

آپ کو میرا شکریہ ادا کرنے کی کیا ضرورت ہے آپ کی بیوی کی حیثیت سے ایسے کام کرنا میرے فرائض میں شامل ہے۔ میں نے زین کے ساتھ مشکیزے میں تازہ پانی بھر دیا ہے خرجین کے اندر میں نے زاد راہ کے علاوہ تازہ اور خشک پھل بھی ڈال دیئے ہیں۔ زین کے دوسری طرف ایک بستر اور فالتو کمبل بھی باندھ دیا ہے جو آپ کے گھوڑے کے لئے استعمال ہو سکتا ہے اس کے علاوہ ضروریات کی

دوسری اشیاء اور آپ کے فالتو کپڑے میں نے گھوڑے کی خرجین میں ڈال دیئے ہیں آپ ایک بار ساری چیزوں کا جائزہ لے لیں اس کے علاوہ کوئی اور چیز چاہئے ہو تو بتائیں۔ ابراہیم بیگ جواب میں اسی طرح مسکراتے ہوئے ریکا سے کہنے لگا مجھے پتہ ہے تم کسی چیز کی کمی نہیں رہنے دو گی اس لئے مجھے ان چیزوں کے جائزہ لینے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ابراہیم بیگ جب خاموش ہوا تو ریکا پھر بولی اور کہنے لگی۔

میرا ارادہ تھا کہ میں بھی اس جنگ میں آپ کے ساتھ شریک ہوتی آپ کے پہلو بہ پہلو روسیوں کے خلاف جنگ کرتی لیکن آپ مجھے لشکر میں شامل ہی نہیں کر رہے اس پر ابراہیم بیگ بڑی نرمی میں ریکا کو سمجھانے کے انداز میں کہنے لگا۔ سنو ریکا تم میری باتوں کا برا نہ ماننا اور نہ ہی میں تمہاری دل شکنی کرنا چاہتا ہوں حقیقت یہ ہے کہ تم جانتی ہی ہو کہ لشکر میں کوئی بھی عورت شامل نہیں ہو رہی ہے۔ تم اکیلی کو کیونکر لشکر میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ گو مسکن کی بہت سی عورتوں نے لشکر کے ساتھ روانہ ہونا چاہا تھا لیکن کسی کو بھی اجازت نہیں دی گئی کچھ عورتوں نے یہاں تک کہا کہ وہ لشکر میں رہ کر زخمی ہونیوالوں کی مرہم پٹی کر دیں کی لیکن انہیں ایسا بھی کرنے کی اجازت نہیں دی گئی اس لئے کہ ہمارے لشکر میں اب ناقی معالج ہیں۔

ترکی اور جرمنی کے جو معالج ہمارے ہاتھ لگے تھے ان کے ہوتے علاج معالجہ اور مرہم پٹی کے لئے ہمیں کسی بھی خاتون کو ساتھ لے جانے کی ضرورت نہیں ہے تم یہیں گھر رہ کر ریکا میری کامیابی اور میری کامرانی کی دعائیں کرو۔ آج دن تمہارے ساتھ ہے ریکا تم جانتی ہو کہ وہ تمہیں ایک بیٹی کی طرح چاہتی ہے تمہاری ہر ضرورت تمہاری ہر خواہش کا وہ خیال رکھے گا میرے بعد تم کو فکر مند نہ ہونا مجھے امید ہے کہ میں ہر معرکہ ہر جنگ سے کامیاب ہو کر تمہارے پاس لوٹتا رہوں گا اس پر ریکا بیچاری کچھ ایسی متاثر ہوئی کہ وہ وہیں ننگی زمین پر سجدے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

… زمین پر گر گئی پھر روتی ہوئی آواز میں وہ کہنے لگی۔ آمین۔ میرا خدا شاہد ہے ہمیشہ ایسا ہی … کرنے کا پلہ۔ آپ میرے پاس کامیاب اور کامران لوٹتے رہیں گے۔ اس کے بعد … ریکا بھی اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں … مکان کے باہر تک آپ کے ساتھ جاؤں اور لشکر کو کوچ کرتے ہوئے اپنی … آنکھوں سے دیکھوں اس کے علاوہ شاید آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ آج … نے لشکر کے کوچ کرتے وقت جو نغمہ لکھ رکھا ہے وہ بھی گائے گی۔ کلثوم نے … عمل یاد کر رکھا ہے اس گانے میں … عورتیں اور شامل … کے ایک … آپ کی غیر موجودگی میں وہ نغمہ … مجھے سنایا تھا … نغمے میں … ایک ولولہ انگیز اور پر تاثیر ہے۔ جواب میں ابراہیم بیگ کہنے لگا ہاں تم میرے ساتھ مکان کے باہر تک جا سکتی ہو … لشکر کے کوچ کا منظر دیکھ سکتی ہو … کے ساتھ نغمہ گانے والوں … میں بھی تم شامل ہو سکتی ہو۔ ابراہیم بیگ کی یہ اجازت پا کر ریکا کے چہرے پر دور … خوشیاں رقص کرنے لگیں پھر وہ دونوں میاں بیوی آگے پیچھے مکان سے باہر نکلے۔

… اپنے گھوڑے کی باگ تھامے ابراہیم بیگ جب اپنے مکان سے نکلا تو اس نے دیکھا … مکان کے سامنے … دولتمند سعید بیگ یدائجی … قند اور عبدالحفیظ یدائجی اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑے کھڑے تھے اور ان کے پیچھے صف در صف وہ لشکر کھڑا تھا جس نے ابراہیم بیگ کے ساتھ … پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ ہونا تھا … کی باگ پکڑے ہی پکڑے ابراہیم بیگ آگے بڑھا … ریکا بھی اس کے ساتھ ساتھ تھی … دولتمند … ایتان قند سعید بیگ یدائجی … عبدالحفیظ یدائجی کے قریب آنے کے بعد ابراہیم بیگ رکا … تھوڑی دیر … سوچا پھر وہ عبدالحفیظ یدائجی کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

… عبدالحفیظ یدائجی تم ہم سب سے عمر میں بڑے ہو میں اس بات کو بھی تسلیم

کرتا ہوں کہ جنگ میں تمہارا تجربہ بھی زیادہ پختہ ہے۔ ہمارے اسی تجربے کو نگاہ میں رکھتے ہوئے میں مسکن کے نظم و نسق کی ذمہ داری بھی تمہیں ہی سونپتا ہوں۔ دولتمند سعید بیگ یدائجی اور ایتان قند اس حملے میں میرے ساتھ رہیں گے … کے جنگ … میری غیر موجودگی میں تم مسکن کے نظم و نسق کے علاوہ مسکن کے دفاع کی … ذمہ داری … ابراہیم بیگ کے ان الفاظ سے عبدالحفیظ یدائجی کی چھاتی … بھی … وہ بڑے عزم سے ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

… ابراہیم … مسکن کا نظم و نسق اور اس کی حفاظت میرے … کیا جا رہا … آپ مطمئن اور بے فکر ہو کر میرے ان ساتھیوں کے ساتھ کوچ کیجئے انشاء اللہ میں آپ کے بھروسے اور اعتماد کو دھوکہ نہیں دوں گا … غیر موجودگی میں … خواہش … کے مطابق … مسکن کی حفاظت کروں گا۔ اور … ارادہ کر … اپنے خداوند قدوس … دعا بھی کرتا رہوں گا کہ آپ … معرکہ … اس … کامیاب و کامران ہو کر لوٹیں۔ عبدالحفیظ یدائجی کے … الفاظ سن کر ابراہیم بیگ خوش ہوا … وہ کہنے لگا عبدالحفیظ قسم خداوند کی مجھے تم سے ایسے ہی الفاظ … ایسے ہی عزم کی توقع تھی۔ میں اب اپنے ان ساتھیوں اور لشکر کے ساتھ کوچ کرتا ہوں اور مسکن کی ذمہ داری تم پر ڈالتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی ابراہیم بیگ اپنے گھوڑے … ہو گیا تھا۔ جونہی ابراہیم بیگ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا ریکا … ایک اونچے ٹیلے پر کھڑی ہو گئی تھی تاکہ ابراہیم … لشکر کو کوچ کرتے … دیکھ سکے۔ جس ٹیلے پر ریکا کھڑی تھی اس … پیچھے … ٹیلے … نغمہ گانے کے لئے … اور ان کے ساتھی کھڑے ہوئے تھے۔ جونہی ابراہیم بیگ اپنے گھوڑے پر بیٹھا اس کے ساتھ ہی دولتمند سعید یدائجی … ایتان قند بھی اپنے گھوڑوں پر بیٹھ گئے تھے … اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر … اور ان کے پیچھے پیچھے لشکر … کی طرف … کرنے لگا تھا جو … مسکن سے نکلنے کا [illegible] تھا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جونہی ابراہیم بیگ اپنے لشکر کے ساتھ مسکن سے روانہ ہوا مسکن کے اندر موسیقی کا ایک طوفان اور انقلاب اٹھ کھڑا ہوا تھا ان گنت مرد اور عورتیں آتہ جان کی رہنمائی میں اپنے لشکر کے کوچ کرنے کے وقت اپنے لشکریوں کا حوصلہ بلند کرنے کے لئے ازمیہ گیت گا رہے تھے جس کے بول کچھ یوں تھے۔

جب تک دھرتی اپنی ہم پہ تنگ رہے گی
تب تک جبر کے دھارو تم سے جنگ رہے گی

ظالم رشیا والو وحشت کے زنگارو
جب تک ظلم رہے گا جنگ ہی جنگ رہے گی

جب تک دھرتی اپنی ہم پہ تنگ رہے گی
تب تک جبر کے دھارو تم سے جنگ رہے گی

کب تک جور رکھو گے کب تک ستم کرو گے
ہم جب کروٹ لیں گے دنیا دنگ رہے گی

یونہی حرف نہ لانا سوچ کے رسوا کرنا
کل تیری بھی دنیا عارو ننگ رہے گی

جب تک دھرتی ہم پہ تنگ رہے گی
تب تک جبر کے دھارو تم سے جنگ رہے گی

اس نغمے کے بول سے نغمے کے انداز اس کے آہنگ اور مرد عورتوں کے یوں اکٹھے گانے سے ایک عجیب سا سماں بندھ گیا تھا۔ اس گانے کے ساتھ ساتھ آتہ جان رہنمائی میں مسکن کے اندر گانے کے ماہرین دمامے' نوبتیں' طبل برابط' نقارے' ڈھول' تنبورے' مزامیر اور جھانج تلی وغیرہ بجاتے ہوئے بڑے پر اثر انداز میں وہ رزمیہ گیت گا رہے تھے اس گیت کے گائے جانے سے ابراہیم بیگ

کے لشکریوں اور مسکن کے لوگوں کی روحیں سرمدی آوازوں سے بھر گئی تھیں۔ ماہ وسال کی تقویم سے نکل کر زندگی موت کی علامت بنتی دکھائی دینے لگی تھی۔ جبکہ وطن کی زندہ دلی دل کی دھڑکنوں کو دشمن کے لئے مرگ کی آہٹوں میں تبدیل کرنے لگی تھیں اس نغمے سے مسکن کے لوگوں کے بجھے چہرے کھل اٹھے تھے جیسے شب کی تاریک اور بے بس رات میں آگ کے الاؤ کی مانند ان گنت انقلاب دھک اٹھے ہوں۔

مسکن کے لوگ جو اس سے پہلے اپنے آپ کو عہد کم مایہ کا مقدر سمجھنے لگے تھے اس نغمے کے باعث وہ اپنے آپ کو زندگی کے حسین سنہرے خوابوں میں کھڑا دیکھ رہے تھے ان کی نگاہ تشنہ کے ٹوٹے خواب تماشہ گاہ ہستی میں حیات کی جنس بے بہا بن کر جڑنے لگے تھے۔ اس نغمے کی پراثری کے باعث ابراہیم بیگ کے لشکریوں اور مسکن کے مکینوں کے لئے سموم صبا میں جمود فکر تازگی ثمر میں بلائے جان' نخل امان میں احوال زبونی وفا سایہ دوستان جبکہ کذب و ریا رعنائی افق اور قریہ نفرت محبت کی حدیث ذات میں تبدیل ہونے لگے تھے۔

جب تک ابراہیم بیگ کی رہنمائی اور سرکردگی اور پورا لشکر مسکن سے نکل کر میدان میں بہنے والی ندی کے ساتھ ساتھ درے سے گزر کر باہر نہیں نکل گیا اس وقت تک مسکن کے اندر آتہ جان کی رہنمائی میں چاروں طرف وہی رزمیہ نغمہ گونجتا رہا۔ ہر دل میں ایک جوش ایک ولولہ' ہر روح میں ایک جذبہ اور کشش کا طوفان اٹھتا رہا پھر جب ابراہیم بیگ اپنے لشکر کو لے کر درے سے نکل گیا تب آتہ جان کی رہنمائی میں وہ سب مرد اور عورتیں جو مختلف سازوں کی لے پر رزمیہ گیت گا رہے تھے مسکن کے ٹیلوں سے اتر کر اپنے اپنے گھروں کی طرف چلے گئے تھے۔

○

دریائے نادزگان کو عبور کرنے کے بعد ابراہیم بیگ اپنے لشکر کے ساتھ ایک جزراہے پر آن رکا تھا اور اس کے پیچھے پیچھے اس کا لشکر بھی رک گیا تھا سورج

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اب سہ پہر میں ڈھل چکا تھا روشنی زرد پڑنے لگی تھی آسمان پر کہیں کہیں اکا دکا بادل ٹہلتے ہوئے اپنی آوارگی کا پتہ دے رہا تھا۔ لشکر جب ابراہیم بیگ کے سامنے رک گیا تو ابراہیم بیگ نے اپنے گھوڑے کو موڑا پھر وہ دولتمند بے سعید پروانچی اور ایشان قند کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

میرے ساتھیو میرے بھائیو یہ ایک ایسا چوراہا ہے جہاں سے ایک سڑک دریائے کافرنگان کو عبور کر کے شہر حصار کی طرف جاتی ہے اور وہاں سے وہی سڑک قراتاغ شہر کی طرف شمال کو نکل جاتی ہے دوسری شاہراہ کولاب شہر کو جاتی ہے جو آگے بڑھتی ہوئی دریائے آمو تک جا رکتی ہے اب دریائے آمو پر سماجی تحریک کے ہمارے بھائیوں نے کشتیوں کا پل بنا دیا ہے لہذا کولاب کو جانے والی شاہراہ اب دریائے آمو کو عبور کر کے افغانستان میں ہوتی ہوئی دریائے آمو کے کنارے کنارے دروازہ شہر کی طرف جاتی ہے اور چوتھی شاہراہ یہاں سے شمال مشرق کے رخ پر بلجوان شہر کی طرف جاتی ہے۔ میرے بھائیو اس چوراہے پر ہم نے اپنی زندگی کا ایک اہم فیصلہ کرنا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم بیگ تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر وہ دوبارہ بولا اور کہنے لگا۔ سنو میرے بھائیو اس لشکر کو چار برابر حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ایک حصہ میرے پاس رہے گا دوسرا حصہ دولتمند بے کے پاس تیسرا حصہ سعید بیگ پروانچی کی سرکردگی میں اور چوتھا ایشان قند کی کمانداری میں کام کرے گا۔ چاروں لشکر یہاں سے مختلف سمتوں کے ذریعے اس رفتار سے حصار شہر کی طرف بڑھیں کہ لشکر کے پڑاؤ کے نزدیک پہنچ جائیں۔

سنو میرے بھائیو جونہی فضاؤں کے اندر مغرب کی اذانیں بلند ہوں ہم روسی پڑاؤ پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ میں شمال کی طرف سے حملہ آور ہوں گا۔ دولتمند بے تم حصار شہر کی طرف سے یعنی جنوب کی طرف سے روسیوں پر حملہ آور ہونا۔ سعید بیگ پروانچی اور ایشان قند مغرب اور مشرق سے ہمارا چاروں طرف سے

حملہ آور ہوں ایسا ہوا تو ایسا اچانک اور ایسا جان لیوا ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ ہم لمحوں کے اندر اندر روسیوں کو شکست کے گھاٹ اتارنے کے بعد روسیوں کے پڑاؤ پر قبضہ کرنے کے بعد ... کے ... کی ... کے ساتھ ساتھ شکرانے کے ... بھی ... حضور ... ہمارے بھائیو یہ تجویز میں نے پیش کی ہے میرے ... اس سلسلہ میں کسی کو کوئی اختلاف ہو تو کہو۔

ابراہیم ... اسلاف ... دولتمند بے سعید بیگ پروانچی اور ایشان قند تھوڑی دیر تک ایک دوسرے کو عجیب نگاہ سے دیکھتے رہے پھر شاید وہ خاموش ... کوئی فیصلہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ اس کے بعد دولتمند بے بولا ہم ... بیگ کو مخاطب کر کے ... امیر ہم نے آپ کی ... تجویز کے سلسلے میں کچھ نہیں کہا ... متفقہ فیصلہ ہے کہ آپ ... ہمارے ... ہے آپ کا ... فیصلہ اور ... ہمارے لئے ایک حکم کا درجہ رکھتا ہے ... جانتے ہیں ... تینوں آپ سے عمر میں بڑے ہیں لیکن ... ہم تینوں سے زیادہ بالغ نظر وسیع تجربہ رکھنے والے ہیں لہذا آپ ... رہنمائی میں دشمن پر ضرب لگاتے ہوئے ہم فخر محسوس کریں گے ... اور میرے ... کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جس طرح آپ نے تجویز کیا ... اسی طرح ہم ... کے شمال میں ... پڑاؤ پر حملہ آور ... امید ہے کہ آپ کی تجویز کے مطابق ہم ... تہس نہس کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

... کی اس گفتگو کے جواب میں ابراہیم بیگ تھوڑی دیر تک ہلکے ہلکے مسکراتا رہا اس دوران وہ باری باری بڑے غور اور انہماک سے دولتمند بے سعید بیگ پروانچی اور ایشان قند کی طرف بھی دیکھتا رہا پھر وہ بولا اور ان تینوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ سنو میرے ساتھیو میرے بھائیو میرے رفیقو تمہارا یہ فیصلہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میرے لئے اطمینان کا باعث ہے کہ تم میری تجویز سے اتفاق کرتے ہو اگر ایسا ہے تو پھر آؤ اپنی اپنی منزل کی طرف کوچ کریں اس کے بعد جونہی مغرب کی اذان ہو ہم روسی پڑاؤ پر ٹوٹ پڑیں۔ ابراہیم بیگ کے ان الفاظ کے بعد ابراہیم بیگ کے ہی حکم کے مطابق لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا پھر ابراہیم بیگ' دولتمند بے' سعید بیگ پروانچی اور ایشان قند اپنے اپنے حصہ کے لشکر کو لے کر روسی پڑاؤ پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنی اپنی سمت کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

شام ہو رہی تھی سورج دن بھر وقت کے عناصر کے ساتھ ستیزہ کاری کرتا ہوا غروب ہو رہا تھا۔ آسمان کے حاشے لگتا تھا کسی کے انتظار میں چپ ہوں۔ فضاؤں میں عجیب کشاکش نطق ہو و سکوت طاری تھا۔ معدوم ہوتے سایوں کو نہ عرض حال پر قابو تھا نہ چپ پر اختیار وقت یونہی مسافرانہ گزرتا چلا گیا تھا۔ دن بھر ویرانوں میں روزی کی تلاش کرنے والے طیور نغمات ربانی الاپتے ہوئے اپنے اپنے آشیانوں کو لوٹ رہے تھے۔ شام میں بکھری خوشبو فضاؤں میں گلابی رس رفتہ رفتہ بھیگی شام اور دھیرے دھیرے پھیلتے اندھیروں میں اترنے لگے تھے۔ ڈوبتے سورج کے سے وقت کے عناصر پر نہ خواب محض تھا نہ بیداری نہ ہی نیند کے لمحات بس ہر شے بڑے انہماک سے غروب ہوتے سورج کو دیکھتی جا رہی تھی سورج کی سرخ رنگ کی گول ٹکیہ آسمان کے حاشیوں میں تھوڑی دیر کے لئے یوں رکی ہوئی محسوس ہوئی تھی جیسے کوئی مسافر صحرا میں میں آکر ٹھہر گیا ہو۔

سورج کے غروب ہوتے ہی حصار شہر اور اس کے آس پاس کے قریوں اور بستیوں سے اندر مغرب کی اذانیں بلند ہونا شروع ہو گئیں تھیں۔ حصار شہر کے شمال میں روسی لشکر کے پڑاؤ کے اندر ایک ہماہمی تھی اس لئے کہ روسی سپاہی کھانا لینے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اذان کے ہوتے ہی فضاؤں کے اندر ایک انقلاب یک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا سب نے کہ جونہی اذان کی صدائیں بلند ہونا شروع ہوئیں۔ ... لشکر کے شمال کی طرف سے ابراہیم بیگ بچھڑے موسم کے

پرندوں کی پلٹ اور بھٹکتی آوازوں کی طرح اپنی گھات سے نکل کر روسیوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ یہ حملہ ایسا اچانک ایسا ہولناک تھا کہ روسیوں کے اندر ایک افراتفری ایک بھگدڑ مچ گئی تھی۔

روسی ابراہیم بیگ کے اس اچانک حملہ کے لئے ہرگز تیار نہ تھے لہٰذا ابراہیم بیگ اپنے ساتھیوں کے ساتھ روسی لشکر کے اندر گھس کر روسیوں کے سینوں میں گولیوں کے گرم گرم سیسے اتارنے لگا تھا۔ ابراہیم بیگ کا یہ حملہ بھی عجیب حملہ تھا وہ روسی لشکر میں ریت کے ویرانوں میں پر اسراریت کے سفر اور سرابوں میں اپنی پیاس کھودنے والی شوریدہ ہواؤں کی طرح داخل ہوا تھا۔ پھر وہ سورج کی تپش' تشنگی کے سراب' سنگدل وقت کی نفرت کی طرح روسی لشکر کے اندر گھس کر ان کا قتل عام کرنے لگا تھا ابراہیم بیگ کے اپنے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہونے سے یوں لگا تھا جیسے کسی بے پناہ قوت نے آندھیاں اوڑھ لی ہوں اور پھر آہنی قوتوں کے جنوں میں نیرّں کے طوفان کھڑے کر دیئے ہوں اپنے اس تیز اور جان لیوا حملوں سے ابراہیم بیگ نے روسیوں کے دل کے نہاں خانوں میں ٹوٹے خواب اور ان کی روح کے اندھے جذبوں میں بے چین خیالوں کی تھکن طاری کر کے رکھ دی تھی۔

ابراہیم بیگ کے یوں اچانک حملہ آور ہونے سے روسی لشکر میں بے شک ایک بے چینی اور افراتفری برپا ہوئی تھی لیکن جب روسی جرنیل اور لشکریوں نے دیکھا کہ حملہ آوروں کی تعداد ان کے مقابلہ میں نہ ہونے کے برابر ہے تو ان کی پریشانی اور فکر مندی جاتی رہی تھی اس لئے کہ انہیں یقین تھا کہ ان مٹھی بھی حملہ آوروں کو وہ لمحوں کے اندر بھاگ جانے پر مجبور کر دیں گے اور اگر وہ نہ بھاگے تو پھر جلد ہی گھیر کر ان کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ اسی جذبہ اسی ارادہ کے تحت روسی اپنا کھانا بھول کر بڑی تیزی سے بھاگتے ہوئے اپنے آپ کو مسلح کرنے لگے تھے جبکہ روسی لشکر کا جرنل اور اس کے ماتحت سپہ سالار چیختے چلاتے ہوئے

اپنے لشکریوں کا حوصلہ بلند کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں دشمن کی پیش قدمی روکنے کی تلقین کرتے اور ترغیب دیتے تھے۔ جلد ہی روسیوں نے اپنے آپ کو مسلح کر لیا اور ان اور ان کے کیمپ کے اندر جو چھوٹے چھوٹے حملے ہو رہے تھے ان کی اور ان میں سے کچھ گروہ ابراہیم بیگ پر حملہ آور ہونے کی تیاری ہی کر رہے تھے کہ جنوب کی طرف سے ایک اور طوفان [illegible] ابھرا ہوا۔

جنوب کی طرف سے یعنی حصار شہر کی سمت سے ابراہیم بیگ کا نائب اور ازبک سردار دولتمند بے، وقت کی تند ہواؤں [illegible] آیت کے تازیانوں اور آغاز ازلی شفق کی طرح روسیوں پر حملہ آور ہوا تھا۔ اپنے نائب کی اس حملے میں [illegible] روسیوں کے مسکن، طلسم خیال [illegible] کے عکس کی [illegible] اور ضمیر زندگی [illegible] کے جذب [illegible] کی تمثیل [illegible] طاری کرنا شروع کر دی تھی۔ لمحوں کے اندر اندر دولتمند بے نے روسیوں کی موت اور [illegible] بلندی کی قوت میں [illegible] گھمبیر خرابیاں طاری کرنا شروع کر دی تھیں۔

روسی جو دمدموں کی اوٹ میں بیٹھ کر ابراہیم بیگ کی پیش قدمی روک دینے کا عزم کیے ہوئے تھے روسیوں نے جب دیکھا کہ جنوب کی طرف سے بھی ایک قوت ان پر حملہ آور ہو گئی ہے تو ان کے حوصلے ٹوٹ گئے اور ان کے [illegible] والے بکھر کر رہ گئے تھے۔ دمدموں کی [illegible] سے ایک طرح [illegible] ہو کر رہ گئے تھے انہیں اس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر انہوں نے دمدموں کی اوٹ میں بیٹھ کر ابراہیم بیگ کی پیش قدمی روکنے کی کوشش کی تو جنوب کی طرف سے پیش قدمی کرنے والے دولتمند بے ان کی پشت پر [illegible] حملہ آور ہوں گے [illegible] ابھی افراتفری کا شکار ہی تھے کہ ایک تیسرا انقلاب ان کے کیمپ میں نمودار ہوا۔۔۔

وہ یوں کہ روسی پڑاؤ کی تیسری سمت سے سعید بیگ پروانچی ہمہ گیر، ہمہ تقسیم [illegible] اور [illegible] لہراؤ میں ایک جست خونخوار [illegible] بھیڑیے [illegible] گہری خاموشی کی طرح [illegible] حملہ آور ہو کر ان کا قتل عام کرنے لگا تھا۔ اندھیرا

اب سب آہستہ آہستہ گہرا ہونے لگا تھا۔ روسی پڑاؤ لمحہ بہ لمحہ تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔ اس حملے کی وجہ سے روسی اپنے لشکر کے اندر روشنی تک کا انتظام نہ کر پائے تھے اور اسی اندھیرے ہی کی آڑ میں حملہ آور ہوتے ہوئے سعید بیگ پروانچی نے اپنے سامنے تننے والے روسیوں کے لبوں کے زمزموں میں وحشی نظروں کی کرنوں میں ظلمت کی اسیری بھرتے ہوئے تشدد کے فروغ اور لاوے کی صورت پھیلتے عذاب کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے روسیوں کی ہر عزم اور ان کے ہر ارادے کو غیر مربوط خیالات میں پرونا شروع کر دیا تھا۔

گولیوں کی بوچھاڑ اور آوازوں کے اس طوفان میں روسی جنرل اور اس کے نائبین چلا چلا کر اپنے لشکریوں کو تین حصوں میں بٹ کر دشمن کی پیش قدمی کو روکنے کی ہدایات دے رہے تھے۔ روسی جو بری طرح افراتفری کا شکار تھے وہ ان بھیڑوں کی سی بدنظمی کا مظاہرہ کر رہے تھے جن کے اندر اچانک خونخوار اور بھوکے بھیڑیئے آن گھسے ہوں۔۔۔

اسی افراتفری اور بدنظمی کی حالت میں ایک چوتھا انقلاب نمودار ہوا وہ اس طرح کہ روسی پڑاؤ کی چوتھی سمت سے ابراہیم کا نائب ایشان قند اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ تپتے صحرا میں خلد کے پراسرار سناٹے خیالوں کے معبد میں وقت کی پھیلی دھول، دھرتی کے شاداب سینے پر امڈتے بڑھتے بادلوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا اور تلپتے تیز جان لیوا اور خون آلود حملوں سے ایشان قند نے روسیوں کی گردش چشم میں گردش ڈھرا کے قلب و قلوح میں ان گنت گھاؤ، کرب انگیز لہریں اور جان لیوا ساعتیں بھرنا شروع کر دی تھیں۔۔۔

اب صورتحال یہ تھی کہ ابراہیم بیگ، دولتمند بے، سعید بیگ پروانچی اور ایشان قند اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ روسی پڑاؤ کے چاروں طرف سے آندھیوں اور طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو رہے تھے۔ اگر روسی کسی ایک سمت کی طرف حملہ آور ہونے کے لئے بڑھتے تو ان کے پیچھے سے دولتمند بے ان کی آنتیں چیر کر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

رکھ دیتا اگر وہ مشرق کا رخ کرتے تو مغرب کی طرف سے سعید بیگ کے لشکری ان پر موت طاری کرنا شروع کر دیتے یوں وہ جس سمت کا بھی رخ کرتے ان کی پشت سے مسلمان گولیوں سے انہیں زمین بوس کرتے چلے گئے تھے۔ چاروں اطراف کے ان حملوں سے روسی جنرل اور اس کے سارے ہی نائبین بوکھلا کر رہ گئے تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ حملہ آور بری طرح ان کے لشکر قتل عام کیے ہوئے ہیں تو روسی جنرل اور اس کے نائبین نے ایک کونے سے بھاگ کر اپنی جانیں بچانا چاہیں لیکن یہ کونا ابراہیم بیگ کے قریب تھا۔ ابراہیم بیگ نے روسی جنرل اور اس کے نائبین کو بھاگتے ہوئے دیکھ لیا تھا لہٰذا اس نے ان پر حملہ کر دیا تھا اس حملہ میں روسی جنرل بھی مارا گیا اور اس کے سارے نائبین بھی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد روسی پڑاؤ کے ہر لشکری کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔ روسیوں کے خلاف حصار شہر سے باہر ابراہیم بیگ کی یہ شاندار اور عظیم فتح تھی اس فتح کے بعد ابراہیم بیگ نے اپنے لشکریوں کے ساتھ روسی پڑاؤ کے اندر ہی مغرب کی نماز ادا کی پھر وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ روسی لشکر کے سازو سامان کو سمیٹنے لگا تھا اس سازو سامان میں خوراک کے ذخائر جانوروں کے ریوڑ اسلحہ کے ذخیرے انتہائی قیمتی اور کار آمد ہتھیار شامل تھے۔ ان ساری چیزوں پر قبضہ کرنے کے بعد ابراہیم بیگ نے روسی پڑاؤ کے اندر ہی اپنے لشکریوں کے لئے کھانا تیار کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

وہ رات ابراہیم بیگ نے اپنے لشکر کے ساتھ روسی پڑاؤ کے اندر ہی گزاری تھی دوسرے روز صبح ہی صبح وہ فجر کی نماز کے بعد حصار شہر میں داخل ہوا تھا۔ حصار شہر کے لوگوں کو رات ہی کے وقت خبر ہو گئی تھی کہ روسی پڑاؤ پر ابراہیم بیگ اور اس کے نائبین نے حملہ کر دیا ہے اور یہ کہ انہوں نے روسیوں کو بدترین شکست دی ہے لہٰذا ابراہیم بیگ جب دولتمند بے' سعید بیگ پروانچی' اور ایشان قند کے ساتھ حصار شہر میں داخل ہوا تو حصار شہر کے سرکردہ لوگوں نے

ابراہیم بیگ کا بہترین استقبال کیا۔ ابراہیم بیگ نے چند روز تک حصار شہر میں قیام کیا۔ حصار شہر کے نوجوانوں پر مشتمل ابراہیم بیگ نے ایک لشکر تیار کیا اس لشکر کو اس نے ان روسی ہتھیاروں اور اسلحہ سے لیس کیا جو اس نے حصار شہر سے باہر روسی لشکر کو شکست دے کر حاصل کئے تھے چند یوم تک وہ حصار شہر میں ہی قیام کر کے نوجوانوں کے اس لشکر کو جنگی تربیت دینے لگا تھا تاکہ پھر کبھی اگر حصار شہر پر حملہ آور ہوں تو حصار شہر کے اندر جو نوجوانوں کا لشکر ہو وہ روسی حملوں کے سامنے حصار شہر کا دفاع کر سکے۔

حصار شہر میں ایک روز ابراہیم بیگ اپنے آبائی مکان میں بیٹھا ہوا تھا۔ دولتمند بے' سعید بیگ پروانچی اور ایشان قند بھی اس کے ساتھ تھے کہ ابراہیم بیگ کا ایک لشکری اندر آیا اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔ یا امیر ایک باشکیری سردار کہ نام جس کا قونان بے ہے وہ آپ سے ملنے کا خواہش مند ہے وہ اپنے ساتھ باشکیری مجاہدوں پر مشتمل ایک لشکر بھی ساتھ لایا ہے۔ اس لشکر کو اس قونان بے نے شہر کے شمال میں آپ کے لشکر کے قریب ہی خیمہ زن کرایا ہے اور خود وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔ وہ آپ سے ملاقات کا خواہش مند ہے اور آپ سے مل کر کوئی اہم فیصلہ کرنا چاہتا ہے۔ جب وہ لشکری خاموش ہوا تو ابراہیم بیگ بولا اور کہنے لگا اگر یہ معاملہ ہے تو پھر تم نے اس باشکیری سردار کو باہر کیوں روک رکھا ہے اسے فوراً" میرے پاس لے کر آؤ تاکہ میں جانوں وہ مجھ سے کیا کہنا چاہتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ لشکری باہر نکل گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد اس لشکری کے ساتھ درمیانی عمر کا ایک شخص اس کمرے میں داخل ہوا جس میں ابراہیم بیگ دولتمند بے' سعید بیگ پروانچی اور ایشان قند کے ساتھ بیٹھا گفتگو کر رہا تھا۔ اندر آتے ہی وہ شخص بولا اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ میرا نام قونان بے ہے اور میں ایک باشکیری سردار ہوں۔ یا امیر اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ ہی بخارا کے لشکروں کے سپہ سالار امیر ابراہیم

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بیگ ہیں اس پر ابراہیم بیگ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر قونان بے کا استقبال کیا۔ ابراہیم بیگ کی طرف دیکھتے ہوئے دولتمند بے' سعید بیگ پروانچی اور ایشان قند بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ قونان بے آگے بڑھا باری باری اس نے ابراہیم بیگ' دولتمند بے' سعید بیگ پروانچی اور ایشان قند سے مصافحہ کیا اس کے بعد ابراہیم بیگ نے قونان بے کو اپنے پہلو میں بیٹھنے کو جگہ دی جب سب بیٹھ گئے تب ابراہیم بیگ بولا اور قونان بے کو وہ مخاطب کر کے کہنے لگا۔

قونان بے میرے لشکری نے مجھے بتایا ہے کہ تم مجھ سے ملنا چاہتے ہو کہو تم کس سلسلہ میں کس مقصد کے تحت مجھ سے ملاقات کرنے کے خواہش مند ہو اس پر قونان بے بولا اور کہنے لگا۔ یا امیر میرا تعلق باشکریوں سے ہے۔ آپ یہ تو جانتے ہوں گے کہ باشکری تاتاریوں کی ہی ایک شاخ ہیں تاتاریوں اور باشکریوں میں فرق صرف اتنا ہی ہے کہ باشکیری خانہ بدوش ہوتے ہیں اور تاتاری شہروں اور قصبات میں رہتے ہیں ہم باشکیری اورال اور اس کے گردو نواح میں آباد ہو گئے تھے۔ ہم سے بڑی غلطی یہ سرزد ہوئی کہ ہم شروع ہی سے سوشلزم اور کیونزم کی طرف مائل ہو گئے۔ روس کے کمیونسٹوں نے انقلاب برپا کرنے کے بعد ہم سے وعدہ کیا تھا کہ ہمارا ہر مطالبہ تسلیم کیا جائے گا اور ایک متحدہ باشکیری ریاست قائم کر دی جائے گی۔ اس کے عوض کمیونسٹوں نے ہم سے روس کی سفید افواج کے خلاف جنگ کرنے کا عہد لیا تھا سو ہم نے روس کی سرخ افواج میں شامل ہو کر روس کی سفید افواج کے خلاف جنگ کی۔

پر امیر ہماری بد قسمتی اور روس کی عیاری کہ جونہی کمیونسٹوں کا ماسکو میں اقتدار مستحکم ہوا اور قیصریت کے علمدار سفید محافظوں کا زور ٹوٹ گیا کمیونسٹ اپنے وعدہ سے پھر گئے۔ بجائے اس کے کہ وہ تاتاریوں کو متحد کرتے انہوں نے تاتاریوں کو مستقل پارہ پارہ کرنے کا فیصلہ کر لیا اس لئے کہ تاتاری مسلمان تھے اور کمیونسٹ انہیں ناپسند کرتے تھے۔

یا امیر یہ روسی کمیونسٹ اور سوشلسٹ بڑے عیار اور مکار لوگ ہیں 1919ء کو انہوں نے جمہوریہ باشکیریہ قائم کر دیا اور صرف چودہ مہینے بعد جمہوریہ تاتاریہ بھی وجود میں آگئی لیکن روس نے دونوں جمہوریوں میں بڑی عیاری سے کام لیا اس لئے کہ دونوں جمہوریاؤں میں باشکریوں اور تاتاریوں کی تعداد معمولی تھی آپ یوں کہہ سکتے ہیں کہ دونوں ریاستوں میں صرف چوتھائی آبادی باشکریوں اور تاتاریوں پر مشتمل تھی اکثریت روسیوں یا غیر باشکریوں کی تھی اور ایسا روسیوں نے جان بوجھ کر کیا تھا اس لئے کہ روسی ہمارے ہی علاقے میں ہمیں آزادی سے محروم کرنا چاہتے تھے۔ دوسری عیاری روس نے یہ کی کہ باشکیری اور تاتاری تاریخی اور ثقافتی اعتبار سے دونوں ایک دوسرے کا جزو ہیں ان کی زبان بھی ایک ہے لیکن انہیں دو مختلف ریاستوں میں بانٹ کر دراصل روسی حکمران تاتاری مسلمانوں کی طاقت اور قوت کو کم کرنا چاہتے تھے۔

یا امیر روسیوں کا یہ شروع ہی سے مطمع نظر رہا ہے کہ مسلمانوں کو لسانی اور قبائلی عصبیت میں مبتلا کر کے کمزور کر دیا جائے[لہ]' تاتاریوں کے معاملہ میں بھی روسیوں نے اسی تعصب اور نسل پرستی سے کام لیا انہوں نے تاتاریوں کو بانٹ

لہ کمیونسٹ جس ملک اور قوم میں اپنی سیاہ کاری کا درم بچھاتے ہیں اس کی وحدت کی بنیادوں پر ضرب کاری لگانا ان کے پروگرام کا اہم ترین جزو ہوتا ہے اس لئے کہ ان رکاوٹوں کو دور کئے بغیر نہ کوئی سرزمین یا قوم ان کی جڑیں اپنے اندر قبول کر سکتی ہے اور نہ ان کے عزائم مزعومہ کا باآسانی شکار ہو سکتی ہے۔ چنانچہ یہ اس قوم اور ملک میں انتشار و افتراک پیدا کرتے ہیں علاقائی تعصب ابھارتے ہیں۔ شعوب و قبائل کا تعصب جنم دیتے ہیں علاقائی زبانوں کی ترقی کے نام پر ملک و قوم کی لسانی وحدت کو پھاڑتے ہیں اور مختلف علاقوں کے باشندوں کو ایک دوسرے کے خلاف صف آرا کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں پاکستان میں بھی مشرقی

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کر کمزور کرنے کے لئے ایک طرف جمہوریہ باشکیریہ کھڑی کردی اور دوسری طرف جمہوریہ تاتاریہ بنا دی اور ان دونوں ریاستوں کے اندر اکثریت روسیوں کی آباد کر کے تاتاریوں اور باشکریوں دونوں ہی گروہوں کو اکثریت سے اقلیت میں تبدیل کر کے رکھ دیا گیا تھا۔ یہاں تک کہنے کے بعد قونان بے تھوڑی دیر تک رکا بڑے غور سے اس نے ابراہیم بیگ کی طرف دیکھا پھر وہ دوبارہ بولتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

یا امیر تاتاریوں اور باشکریوں کی قوت کو بانٹ کر غیر موثر کرنے کے بعد ان روسی کیمونسٹوں نے ہم باشکریوں کے ثقافتی' فکری اور علمی اداروں پر ضرب کاری لگانی شروع کی۔ آہستہ آہستہ ان روسیوں نے سائیبریا' یوکرین' قفقار اور اورال میں تاتاریوں اور باشکریوں کے اخبارات' درس گاہیں اور دوسرے علمی ثقافتی ادارے بند کرنے شروع کر دیئے اس طرح ان روسیوں نے مسلمانوں کو سیاسی و فکری اور تہذیبی و ثقافتی راہنمائی سے محروم کر دیا اس کے علاوہ روس نے ایک اور عیاری یہ کی کہ تاتاری اور باشکریوں کی افرادی قوت کو انہوں نے روس کے طول و عرض میں جا بجا پھیلا دیا تھا اور مزید بدقسمتی یہ کہ ان تاتاری اور باشکیری آبادیوں کا باہمی رابطہ بھی نا رہنے دیا گیا اب صورتحال یہ پیدا ہو گئی تھی کہ تاتاری اور باشکیری روسی سمندر کے اندر چھوٹے چھوٹے بے وقعت جزیرے بن کر رہے گئے تھے۔

ے اور مغربی بازوؤں کے درمیان تہذیبی و ثقافتی بعد اور لسانی و علاقائی تعصب کی آگ ان ہی روسی اہلکاروں اور ایجنٹوں نے بھڑکائی تھی۔ جیے سندھ پختونستان اور مقامی اور مہاجر کے فتنوں کو ہوا دینے کے پیچھے بھی اصل ذہن سوشلسٹوں کا ہی کارفرما تھا۔ جو مختلف علاقوں میں مختلف روپ دھار کر سرگرم کار رہے اور سادہ لوح لوگ ان کے ناپاک عزائم سے بے خبر لاشعوری طور پر ان کے آلہ کار بنے رہے تھے۔

یا امیر روس کی عیاری اور دھوکہ دہی پر ہماری آنکھیں اس وقت کھلیں جب پانی سر سے گزر چکا تھا یا امیر میں قونان بے یہ بات تسلیم کرتے ہوئے عار محسوس نہیں کرتا کہ میں اور میرے بہت سے ساتھی اس سے پہلے کٹر قسم کے کیمونسٹ اور سوشلسٹ تھے اور ہم لوگ اپنے ایک سردار طوغان کی سرکردگی میں کیمونسٹوں اور سوشلسٹوں کے لئے کام کرتے رہے تھے۔ قونان بے یہیں تک کہنے پایا تھا کہ ابراہیم بیگ بولا اور کہنے لگا اس طوغان کا نام تو میں نے سن رکھا ہے۔ یہ تو انتہائی کٹر بلکہ انتہا درجہ کا جدیدی اور سوشلسٹ تسلیم کیا جاتا رہا ہے اس پر قونان بے پھر بولا اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یا امیر یہ طوغان جس کا پورا نام ذکی ولیدی طوغان ہے ایک بہترین دانش ور مورخ ذہین اور دانا انسان ہے لیکن اس کی اور ہماری کم نگاہی کہ ہم نے اپنے دین اسلام کی طرف پشت کرتے ہوئے سوشلزم اور کیمونزم کو گلے لگایا۔ خصوصیت کے ساتھ اس طوغان کی یہ غلطی کہ وہ کبھی سفید فوجوں کے ساتھ چلنے کی کوشش کرتا اور کبھی سرخ فوجوں کا ساتھ دیتا۔ جب طوغان پر روسیوں کی عیاری اور ان کا مکر و فریب ظاہر ہو گیا تو اس طوغان پر کیمونسٹوں اور باشویکوں کا حقیقی چہرہ سامنے آیا روسی حکمران بھی جان چکے تھے کہ ذکی ولیدی طوغان اب ان کے خلاف ہو جائے گا اور ایک جدیدی اور سوشلسٹ کی حیثیت سے ان کا ساتھ نہیں دے گا لہٰذا انہوں نے ذکی ولیدی طوغان کو ٹھکانے لگانے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن طوغان کی خوش قسمتی کہ وہ ایک روسی افسر کی وردی پہن کر ماسکو سے بھاگ نکلا اور چھپتے چھپاتے اپنے باشکیری بھائیوں میں پہنچ گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ آپ کے ساتھ شامل ہو کر روسیوں کے خلاف گوریلا جنگ میں حصہ لے لیکن چونکہ وہ ماضی میں ایک انتہا پسند جدیدی اور سوشلسٹ اور کیمونسٹ رہ چکا ہے لہٰذا اس کا کہنا تھا کہ وہ کس منہ سے ابراہیم بیگ کا سامنے کریگا لہٰذا یہ ذکی ولیدی طوغان ان دنوں فرغانہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی طرف چلا گیا ہے وہاں وہ فرغانہ کے لوگوں کو روس کے خلاف اٹھ کھڑا ہونے کی ترغیب دے گا جبکہ مجھے اس نے آپ کی طرف روانہ کیا ہے تاکہ میں آپ سے اپنے گزشتہ رویے کی معافی مانگوں کہ ہم کیوں ماضی میں کیمونسٹوں کا ساتھ دیتے رہے۔ ذکی ولیدی طوغان کا کہنا تھا کہ اگر ابراہیم بیگ ہمیں معاف کر کے اپنے گروہ میں شامل کر لے تو پھر وہ بھی فرغان سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک معمولی مجاہد کی حیثیت سے آپ کے لشکر میں شامل ہونا پسند کرے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد قونان بے تھوڑی دیر رکا پھر دوبارہ بولا اور کہنے لگا یا امیر میں جانتا ہوں آپ ہمیں ضرور شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھیں گے اس لئے کہ ماضی میں ہم جدیدیوں اور کیمونسٹوں کا ساتھ دیتے رہے ہیں لیکن قسم خداوند مہربان اور غفور و قہار کی کہ جس طرح ماضی میں ہم کیمونسٹوں اور جدیدیوں سے محبت کرتے رہے ہیں اب ہم اس سے دس گنا زیادہ ان جدیدیوں اور کیمونسٹوں کے لئے نفرت اور کدورت اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ یا امیر آپ ہمیں اپنے گروہ میں شامل کرتے وقت یہ بھی سوچیں گے کہ کہیں آپ کے گروہ میں شامل ہو کر ہم غداری ہی کا ثبوت نہ دیں اور آپ کے ساتھ رہتے ہوئے آپ کے خلاف روسیوں کے لئے جاسوسی ہی نہ کریں یا امیر اگر ایسا ہے تو میرے ساتھ میری والدہ میری بیوی اور بچے بھی ہیں میں اپنی والدہ اپنی بیوی اپنے بچوں اور اپنی دو چھوٹی بیٹیوں کو آپ کے پاس یرغمال رکھنے کو تیار ہوں اگر آپ کسی بھی وقت یہ محسوس کریں کہ میں آپ کے خلاف کسی غداری میں مبتلا ہونے کی کوشش کر رہا ہوں تو قسم خداوند کی آپ کو اجازت ہوگی آپ میری ماں میری بیوی میرے بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دیجئے گا۔ بہر حال میں قرآن مقدس کو بیچ میں رکھ کر آپ سے عہد کرتا ہوں کہ آپ کے ساتھ بد عہدی اور غداری نہیں کروں گا۔ یا امیر میرے ساتھ باشکریوں کا ایک لشکر بھی ہے اور یہ سارے لشکری آپ کے لشکر میں شامل ہونے کے لئے بے چین ہیں۔ یہاں تک کہنے کے بعد قونان

بے جب خاموش ہوا تو ابراہیم بیگ بولا اور کہنے لگا۔

سنو قونان بے! میں تمہاری باتوں پر اعتماد اور بھروسا کرتا ہوں اگر تم چاہو تو اپنے سردار اپنے رئیس طوغان کو بھی تم ابھی اور اسی وقت یہاں بلا سکتے ہو میں تمہارے باشکر ساتھیوں کو بھی اپنے لشکر میں شامل کرنے کا اعلان کرتا ہوں سنو قونان بے آج بلکہ ابھی سے تم میرے لشکر میں شامل ہو اور تم میرے مسکن میں ہی رہائش رکھو گے میں تم پر کمال اعتماد اور بھروسا کرتا ہوں جو باتیں تم نے کہیں ہیں ان باتوں سے مجھے سچائی اور دیانتداری کی خوشبو آتی ہے لہٰذا میرے باشکیری بھائیو میں تمہیں گلے لگاتا ہوں اور روس کے خلاف گوریلا جنگ میں تم لوگوں کو میں اپنے ایک بازو کے طور پر استعمال کروں گا۔ اس پر قونان بے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا ایک عجیب سی عقیدت اور گہری ارادتمندی میں آگے بڑھ کر اس نے ابراہیم بیگ کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا پھر اس نے ابراہیم بیگ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا پھر وہ ڈوبتی اور لرزتی ہوئی ہوئی آواز میں کہنے لگا یا امیر آپ کا یہ ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ آپ ہمیں اپنے لشکر میں شامل کر کے ہمیں قوم و ملت کی خدمت کا موقع فراہم کر رہے ہیں آپ کا یہ احسان میں زندگی بھر فراموش نہ کر سکوں گا۔

ابراہیم بڑے غور و انہماک سے قونان کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ دولتمند بے سعید بروانچ اور ایشان قند بھی قونان کی طرف دیکھ رہے تھے پھر ابراہیم بیگ قونان بے کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ سنو قونان بے تم اور تمہارے ساتھی اس سے پہلے جدیدی اور کیمونسٹ بن کر زندگی بسر کرتے رہے ہو تم لوگ کیمونسٹوں کے عزائم سے سب سے زیادہ آگاہ ہو کیا تم مجھے یہ بتاؤ گے کہ جن مسلمان ریاستوں پر روسی کیمونسٹوں نے زبردستی قبضہ کر لیا ہے انہوں نے وہاں کیمونزم کی تشہیر کے لئے کیا کیا ہتھکنڈے استعمال کرنا شروع کیے ہیں۔ ابراہیم بیگ کے اس سوال پر قونان بیگ تھوڑی دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا پھر وہ بولا اور ابراہیم بیگ کو مخاطب

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

یا امیر شروع میں جب ہم جدیدیت میں داخل ہوئے اور ہم نے سوشلزم اور کیمونزم اختیار کیا تو اس میں ہمارے لئے بڑی کشش بڑی جاذبیت تھی لیکن جب ہم نے کیمونسٹوں اور سوشلسٹوں کے اندر رہ کر زندگی بسر کرنا شروع کی اور ان کی حقیقت حال کو جانا تب قسم خداوند کی اتنی نفرت مجھے سور سے نہ ہوئی تھی جتنی ان کیمونسٹوں اور سوشلسٹوں سے ہو چکی ہے۔ یا امیر جب سے آپ نے اور بسماچی تحریک کے دوسرے لیڈروں نے کیمونسٹوں کے خلاف تحریک شروع کی ہے کیمونسٹوں نے یہ سوچا ہے کہ اس تحریک کو ختم کرنے کے لئے انہیں وسط ایشیا کے مسلمانوں کے ساتھ داخلی محاذ پر ایک صبر آزما جنگ چھیڑنا پڑے گی۔ اس مشکل سے بچنے کے لئے روسیوں نے مسلمانوں کی دینی و ملی و فکری اور تہذیبی زندگی پر براہ راست ہاتھ ڈالنے کے لئے ان کے فکر و نظریہ کو بدلنے اور ایسی فضا پیدا کرنے کی تگ و دو شروع کر دی جس میں کیمونسٹوں کے عزائم کی کم سے کم مزاحمت کی جا سکے۔

یا امیر یہ روسی کیمونسٹ اور سوشلسٹ مسلمانوں عوام کے سامنے ان کے بہی خواہ کے بھیس میں نمودار ہوتے ہیں ان کے اندر گھسنے کے لئے انہی کی زبان میں باتیں کرتے ہیں ان کی زبان اور رسم و رواج کو تسلیم کرتے ہیں دینی تعلیم اور اس پر عمل کی آزادی بھی دیتے ہیں اور پھر حد یہ ہے کہ شرعی عدالتیں جو 1918ء میں توڑ دی گئیں ہیں از سر نو بحال کر دی گئی ہیں ان اقدام کی آڑ میں مسلمانوں سے کہا جاتا ہے کہ کیمونزم ان کے دین اور اعتقاد اور تہذیب و ثقافت سے کوئی عناد نہیں رکھتا اور نہ وہ ان کے اخوت اسلامی اور قومیت کے نظریات کا مخالف ہے وہ تو صرف جاگیرداروں سے زمین چھین کر کسانوں میں بانٹ دینا چاہتا ہے لہٰذا مسلمان عوام اس کام میں زیادہ سے زیادہ روسی حکمرانوں کا ہاتھ بٹائیں۔

یا امیر اپنے ان فریب کارانہ طرز عمل کے ساتھ ساتھ کیمونسٹوں نے ملحدانہ

افکار اور کیمونزم کے نظریات کا پرچار بھی وسیع پیمانے پر مسلم ریاستوں کے اندر شروع کر رکھا ہے وہ ہر ممکن ذرائع سے کام لے کر قریہ قریہ اور شہر شہر سینما اور تھیٹر کھول رہے ہیں۔

یہ سینما اور تھیٹر دوہرے کام میں مصروف ہیں ایک جانب انتہائی غیر محسوس انداز میں لوگوں کے ذہنوں پر سے مذہبی اور اخلاقی و معاشرتی اقتدار کی گرفت کو کمزور اور تہذیبی زندگی میں کار فرما اسلامی اصول اور ضوابط کی جڑیں کھوکھلی کر رہے ہیں۔

دوسری طرف یہ سینما اور تھیٹر کہانیوں اور ڈراموں کے حسین و جمیل اور اور سحر طراز لبادہ میں سوشلسٹ تعلیمات کا زہر مسلمانوں کے دل و دماغ میں اتارتے چلے جا رہے ہیں۔ سوشلسٹ تبلیغ کا ایک اور مرکز سرخ چائے خانے بھی ہیں جو تقریباً ہر گاؤں اور قصبہ میں قائم کیے جا چکے ہیں ان چائے خانوں کی دیواروں پر کیمونسٹوں کے ملحدانہ اقوال کے بڑے بڑے رنگین پوسٹر آویزاں کیے جاتے ہیں اس کے علاوہ وہ کتابوں اخبارات' رسالوں اور پمفلٹوں اور اشتہارات کا سیلاب مسلمان علاقوں میں پھیلا دیا گیا ہے تاکہ مسلمان اپنے دین سے برگشتہ ہو کر بڑی تیزی اور آسانی سے سوشلزم کی طرف مائل ہوں۔

اس کے علاوہ وہ روسی حکومت نے شہروں اور مقبول میں نئے نئے اسکول اور تعلیم بالغان کے مرکز کھولنے شروع کر دیئے ہیں جن میں بچوں اور نوجوانوں کو خاص ملحدانہ تعلیم دی جا رہی ہے۔ دینی اور دوسری غیر دینی درس گاہوں میں جغرافیہ' تاریخ' حساب' سائنس اور جدید علوم کی تحصیل ممنوع قرار دیدی گئی ہے۔ اور کیمونسٹوں کی قائم کردہ درس گاہوں کی طرف کھینچنے کے لئے طرح طرح کی پر کشش مراعات اور ترغیبات کا جال بچھا دیا گیا ہے مزید یہ کہ دینی مدارس میں بھی علماء کی جگہ کیمونسٹ معلم لئے جا رہے ہیں۔

سوشلسٹ خطوط پر ذہنی و فکری تربیت کا ایک اور موثر ذریعہ راگ رنگ کی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ محفلیں جشن اور میلے ٹھیلے ہیں جو ثقافت کے نام پر شہروں اور دیہات میں منعقد کئے جا رہے ہیں۔ گویوں اور اداکاروں کے طائفے قریہ قریہ گھومتے ہیں۔ رقص و سرود کی محفل بالعموم مسجد یا چائے خانے کے سامنے جمتی ہے۔ راگ رنگ کے مظاہرے کے بعد کمیونسٹ مقرر سوشلزم پر تقریریں کرتے ہیں۔ سوشلسٹ حکومت کی مجوزہ اصلاحات کی تشریح کرتے اور عام لوگوں کے شکوک و شبہات رفع کرتے ہیں حکومت کے ساتھ تعاون کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

یا امیر آپ جانتے ہیں حرم اسلام کی تہذیب و ثقافت کی آخری پناہ گاہ ہے اسلام نے مسلمانوں کی فکری و تہذیبی زندگی کی حفاظت کے لئے جو مختلف حصار کھڑے کئے ہیں وہ اگر سب منہدم ہو جائیں اور یہ ایک حصار صحیح سلامت اور محفوظ رہے تو دشمن کی پیش قدمی روکنے اور بالآخر اسے پسپا کرنے کا امکان بہرحال باقی رہتا ہے۔

حرم کے اس حصار میں پلنے اور پروان چڑھنے والی نسلیں کسی مسلمان معاشرے کی فکری و تہذیبی بقا کی آخری امید ہوتی ہیں اگر یہ حصار بھی منہدم ہو جائے تو اس معاشرے کو کوئی معجزہ ہی بچا سکتا ہے۔ اب تک جو طویل مزاحمت کی اس کا ایک بنیادی سبب یہ بھی تھا کہ یہ حرم کا حصار روسیوں کی دست برد سے محفوظ رہا تھا۔ مسلمان خواتین اپنے دین و تہذیب سے وابستہ رہیں ان کی گود میں ایسی نسلیں برابر اٹھتی رہیں جو اپنی فکری و تہذیبی روایات کی محافظ اور ان کے لئے مرمٹنے کا داعیہ اپنے اندر رکھتی ہیں۔

پر اے امیر مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اب تو کمیونسٹوں نے مسلمانوں کے اس حصار حرم پر بھی یلغار کر دی ہے۔ انہوں نے مسلمان عورتوں کو اسلام کی تعلیمات اس کی تہذیبی اقدار اور معاشرتی روایات سے بیگانہ کرنے اور گھر کی چاردیواری سے باہر کھینچ لانے کے لئے بڑے محتاط اور بے ضرر طریقے استعمال کرنے شروع کیے ہیں ہر شہر اور قصبے میں کلب کھل گئے ہیں جن میں شرکت کے

لئے عورتوں کو گوناگوں ترغیبات دی جانے لگی ہیں۔

یا امیر پہلے مسلمان عورتوں کے ذہین طبقہ پر روسیوں نے دام پھینکا لیکن بمشکل چند تاتاری خواتین ان کا شکار ہو سکیں اور انہوں نے کلبوں میں آنا جانا شروع کیا۔ اس نتیجہ سے مایوس ہو کر روسیوں نے مفلس طبقہ کی طرف رخ کیا۔ آپ جانتے ہیں کہ مسلمان ریاستوں کے اکثر حصوں میں افلاس بھی تھا اور جہالت بھی کمیونسٹوں نے ان کی ان دونوں کمزوریوں سے فائدہ اٹھایا۔ ایک طرف انہیں اس دام میں مبتلا کیا کہ ہمیں ان کے مذہب' تہذیب اور روایات و رسوم سے کوئی سروکار نہیں ہم تو صرف ان کی اقتصادی بہبود سے دلچسپی رکھتے ہیں دوسری طرف انہیں معاشی وسائل فراہم کیے پارچہ بافی کی صنعت میں کام کرنے والی عورتوں کی ایک بھاری تعداد اس دام زریں میں گرفتار ہو گئی اور کلب گھروں کی رونق بڑھنے لگی۔

ابتداء میں عورتوں کو امور خانہ داری کی تعلیم دی جاتی تھی بعض کلبوں میں مفت طبی امداد کا انتظام بھی کیا جاتا تھا۔ کلب گھر جانے کیلئے پردہ کو خیر آباد کہنا ضروری نہ تھا مگر وہاں کی فضا اور ماحول ہی ایسا تھا کہ چند بار کی آمدورفت کا نتیجہ لازما" بے پردگی کی صورت میں نکلتا تھا۔

یا امیر آہستہ آہستہ یہ زہر پھیلتا چلا گیا اور کمیونسٹوں کے یہ ہتھکنڈے آخر رنگ لائے عورتوں میں ان کی تحریک تیزی سے پھیلنے لگی اور پھر زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ مسلمان گھروں میں بغاوت عام شروع ہو گئی۔ نوجوان عورتیں اور لڑکیاں گھروں سے بھاگ بھاگ کر کمیونسٹوں کے قائم کردہ کلبوں اور اقامت گھروں میں پہنچنے لگیں۔ یا امیر اس کے لئے میں اپنے ایک جاننے والے کی مثال آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

یا امیر میرا ایک جاننے والا باشکیری بھائی تھا اس کی بیوی ایک رات اچانک غائب ہو گئی اور وہ اس کی تلاش میں ادھر ادھر سرگرداں پھرتا رہا آخر ایک قریبی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

قصبے میں اسے آزاد عورتوں کے درمیان ڈھونڈھ نکالا اور اس نے حکام سے اپنی بیوی مانگی مگر وہاں سے کورا جواب مل گیا اور اس کی نے بیوی بھی کلب چھوڑ کر گھر جانے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ یہ بیچارا بے بس انسان گھر کی طرف لوٹ پڑا راستے میں وہ ایک دوست کے ہاں شب بسری کے لئے ٹھہرا صبح ہوئی تو اس کے دوست کی بیوی بھی غائب پائی گئی دونوں نے عورت کا تعاقب کیا اور کلب گھر میں پہنچے سے پہلے ہی انہوں نے اس عورت کو پالیا اور دونوں نے اس عورت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے زمین میں دفن کر دیا تھا۔

یا امیر اس نوعیت کا شدید رد عمل اکا دکا ہی رونما ہوتا ہے مسلمان کی اکثریت بڑی بے بسی کے ساتھ اپنی عورتوں اور بیٹیوں کو کمیونسٹوں کے دام فریب کا شکار ہوتے دیکھ رہی ہے ان عورتوں کی تربیت کمیونسٹ خطوط پر کی جاتی ہے۔ تھوڑی ہی مدت میں ان کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ حتیٰ کہ گھر والوں کے لئے انہیں پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور آخر کار گھر والے بیچارے اپنی بیٹیوں اور اپنی عورتوں پر سر پیٹ کر رہ جاتے ہیں یا امیر اس سلسلے میں میں آپ کو ایک اور باشکیری عورت کی پی داستان سناتا ہوں۔

یا امیر خوزیہ نام کی ایک باشکیری عورت تھی جو کمیونسٹوں کے ہتھکنڈوں کا شکار ہو کر گھر سے بھاگ گئی تھی ایک طویل مدت کے بعد اس کی عمر رسیدہ ماں کو خبر ملی تو وہ کمیونسٹوں کے اقامت گھر میں پہنچی اس کے ساتھ خوزیہ کا ایک بھائی بھی تھا دونوں ماں بیٹے نے خوزیہ کو دیکھا تو ابتدائی چند لمحے تو وہ دم بخود کھڑے اس کے فرنگی اور مغربی لباس اور کٹے ہوئے بال دیکھتے رہے پہلی نگاہ میں انہیں اسے پہچاننے میں دقت ہوئی وہ یہ خیال کر رہے تھے کہ وہ ان کی بیٹی اور بہن خوزیہ نہیں ہے خوزیہ کی حالت دیکھ کر دونوں ماں بیٹا رو پڑے خوزیہ لپک کر ان کے گلے لگ گئی انہیں چوما تسلی دی اور دونوں کو خوش آمدید کہا تب کہیں جا کر وہ بیچارے چپ ہوئے اپنی بیٹی کی یہ حالت دیکھتے ہوئے بوڑھی ماں نے اسے مخاطب

کرتے ہوئے کہا آہ خوزیہ یہ تم نے کیا کیا مجھے ہر سچے مسلمان کی نظر میں رسوا کر دیا ہر شخص مجھ پہ انگشت نمائی کرے۔ گا اب میں کسی سے آنکھیں دو چار نہ کر سکوں گی مشکل کے وقت کوئی میری مدد کو نہ آئے گا کاش پرانی زندگی کی تباہی سے پہلے میں مر ہی چکی ہوتی یہ الفاظ ادا کرنے کے بعد اس بوڑھی ماں نے اپنی بیٹی کو اپنے ساتھ گھر چلنے کے لئے کہا یا امیر آپ حیران ہوں گے کہ خوزیہ نام کی اس لڑکی نے اپنی ماں اور بھائی کے ساتھ جانے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ یہ سب کچھ کمیونسٹوں اور سوشلسٹوں کی ملمع سازی تھی جس میں وہ پوری طرح کامیاب ہو گئے تھے۔

یا امیر کلب گھروں اور اقامت گھروں کی رونق جیسے جیسے بڑھتی گئی کمیونسٹوں کے مقاصد بے نقاب ہوتے چلے گئے اب تو حالت یہ ہے کہ گاہے گاہے پردے کے خلاف نعرے بھی سنائی دینے لگے ہیں علماء جن کی کچھ مدت پہلے مدح و توصیف کی جاتی تھی ان آزاد اور بے پردہ عورتوں کی نفرت اور جذبات حقارت کا ہدف بن چکے ہیں پردہ اتار پھینکو اور ملا مولوی مردہ باد کے نعرے کلب گھروں اور اقامت گاہوں میں بلند کئے جاتے ہیں اب تو جلوسوں کی صورت میں گلی کوچوں کے اندر بھی روسیوں کے کہنے پر یہ نعرے بلند کئے جاتے ہیں۔

یا امیر اب ان کلب گھروں کا ماحول اور مشاغل بھی بدل چکے ہیں مسلمان خواتین کو جہاں ثقافت کی تربیت دی جا رہی تھی وہاں امور خانہ داری کی جگہ راگ رنگ کی مخلوط محفلوں اور کھیل تماشوں نے لے لی ہے گاہے گاہے کلب کی ارکان کو ماسکو اور دوسرے جدید شہروں کا سیر سپاٹا بھی کرایا جاتا ہے مرد و زن کے اس آزادانہ اختلاط اور رنگ رلیوں کی فضا نے نگاہ و دل کی عفت اخلاق و کردار کی پاکیزگی اور شرم و حیا کا جنازہ نکال دیا ہے۔ کمیونسٹ آزادی کے نام پر مسلمان عورتوں کی عصمت سے کھیل رہے ہیں وہ عورتیں جو کل تک پاکیزہ اور شریفانہ زندگی بسر کر رہی تھیں اور جن کی طرف کوئی میلی آنکھ سے دیکھ تک نہیں سکتا تھا

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اب نہایت بے بسی کے ساتھ کیمونسٹوں کی ہوس کاریوں کا تختہ مشق بنی ہوئی ہیں یا امیر کیمونسٹوں کی ان ہی سرگرمیوں کو دیکھتے ہوئے میں ہمارے سردار طوغان اور ہمارے ساتھیوں نے باغیانہ رویہ اختیار کیا اور ہم نے جدیدیت اور کیمونزم اور سوشلزم پر لعنت بھیجتے ہوئے آپ کے گروہ میں شامل ہونے کا تہیہ اور فیصلہ کیا۔ یا امیر ان سب عوامل کے علاوہ کیمونسٹوں نے اپنا جوا مسلط کرنے کے لئے مسلمانوں کے اندر اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کی مہم بھی شروع کر دی ہے وہ

لہ کیمونسٹوں کا اسلام دشمن پروپیگنڈہ جو صورت اختیار کر چکا تھا اس کا تذکرہ مشہور جرمن نو مسلم اسد اپنی کتاب "The road to Mecca" میں بڑی تفصیل کے ساتھ کرتے ہیں نو مسلم جرمن محمد اسد ایک صحافی کی حیثیت سے وسط ایشیا اور روس کا دورہ ان دنوں کر رہے تھے محمد اسد اس دورہ کے مشاہدات اور تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ سویت روس کے بارے میں میرا سب سے پہلا اور دیرپا تاثر وہ ہے جو مرو کے ریلوے اسٹیشن پر میرے ذہن میں مرتسم ہوا یہ ایک بہت بڑا پوسٹر تھا جس میں مزدوروں کے یونیفارم میں ملبوس ایک نوجوان کی تصویر تھی یہ نوجوان ایک سفید ریش اور عبا و قبا میں ملبوس شخص کو جسے ابر آلود آسمان سے نکلتے دکھایا گیا تھا ٹھوکریں مار رہا تھا۔ اور پھر اس تصویر کے نیچے موٹے اور جلی حروف میں لکھا تھا۔ "سوویت یونین کے مزدوروں نے اس طرح خدا کو اس کی بلندی سے اتار پھینکا ہے۔ یہ اشتہارات سوویت یونین کی اشتراکی جمہوریتوں کی لادینی انجمن کی طرف سے لگایا گیا تھا اس طرح کے اشتہارات اور اعلانات جو روسی حکومت کی اجازت کے بعد ہی چھپتے تھے ہر جگہ نظر آتے تھے۔ پبلک مقامات سڑکوں پر حتیٰ کہ بسا اوقات عبادت گاہوں سے متصل چسپاں رہتے تھے۔ ترکستان میں مسجدیں زیادہ تھیں اور انہیں کے ساتھ یہ بے حرمتی ہوئی۔ نماز اگرچہ باقاعدہ ممنوع نہ تھی لیکن لوگوں کو اس سے باز رکھنے کے لئے حکومت ہر ممکن تدبیر عمل میں لا رہی تھی۔ بخارا اور تاشقند میں لوگوں نے محمد اسد کو بتایا کہ خفیہ پولیس کے آدمی مسجد میں آنے والے ہر شخص کا نام بلیک لسٹ میں لکھ لیتے ہیں۔

اقلیت میں بدلنے کے لئے روسیوں نے سائبیر کو پانچ حصوں میں تقسیم کر دیا ہے اور باہر سے روسیوں کو لاکر سائبیریا میں آباد کر دیا گیا ہے اس طرح سائبیریا میں مسلمانوں کی اکثریت کو کلیتہ" اقلیت میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

خوب جانتے ہیں جب تک مسلمانوں کے اندر دینی جوش و حمیت اسلامی شعائر سے وابستگی اور ملی تہذیب و ثقافت سے محبت موجود رہے گی انہیں اپنے سانچے میں ڈھالانہ جا سکے گا۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ان کی ساری قوت کا سرچشمہ ان کے اسلامی افکار و عقائد ہیں لہٰذا مسلمانوں کو کیمونزم اور سوشلزم کی طرف مائل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ انہیں اسلام کے اس سرچشمہ سے محروم کر دیا جائے۔

یہاں تک کہنے کے بعد قونان بیگ تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا پھر دوبارہ اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔ یا امیر میں اپنے ساتھ جو لشکر آپ کا ساتھ دینے کے لئے لایا ہوں۔ وہ صرف باشکریوں' تاتاریوں پر مشتمل نہیں ہے بلکہ اس میں کرغیزی اور قازق بھی شامل ہیں۔ اس میں قفقاز' کریمیا' ایدل اورال' ترکستان' خیوا' آذر بھائیجان' اور داغستان کے کیمونسٹوں کے ہاتھوں ستائے ہوئے مسلمان بھی شامل ہیں۔ یا امیر آپ کی طرف سفر کے دوران مختلف علاقوں کے یہ مظلوم مسلمان جب مجھے اپنی اپنی سرزمینوں کی داستانیں سناتے رہے ہیں تو قسم خدا وند قدوس کی جی چاہتا تھا کہ ابھی اور اسی وقت ماسکو روانہ ہو جاؤں اور وہاں لینن اور اس کے حواریوں کو گولی مار دوں لیکن یا امیر ایسا کرنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ سائبیریا کا ذکر آیا تو یا امیر میں یہ بھی کہوں کہ سائبیریا میں مسلمان اکثریت میں تھے اس اکثریت کو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یا امیر روسی حکمرانوں نے اب یہ طریقہ کار اختیار کر لیا ہے۔ کہ وہ مسلم علماء کو سازشوں اور ترغیب کے تحت اپنے ساتھ ملانے لگ گئے ہیں۔ اور پھر ان کے بیانات جو اسلام کے خلاف اور کیمونزم کے حق میں ہوتے ہیں۔ اخبارات میں چھاپتے ہیں تاکہ مسلمانوں پر ان بیانات کا اثر ہو او وہ اسلام ترک کر کے کیمونزم کی طرف مائل ہوں۔ اس قسم کی ایک مثال میرے ساتھ سفر کرنے والے ایک مجاہد نے مجھ سے بیان کی۔ جو ترکستان کا رہنے والا ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ ان کے علاقہ میں عابد شریف نام کا ایک عالم تھا جس کے پیچھے روسی پڑ گئے اور اندر ہی اندر اسے ترغیبات اور دھمکیاں دے دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ پھر اس عالم عابد شریف کا بیان مختلف اخباروں میں ایک روز چھپ کر آیا۔ بیان کچھ یوں تھا۔

"میں عابد شریف غازی آباد کی مسجد میں سالہا سال تک اپنے شب گرفتہ محنت کش کسانوں کے دماغ میں خرافات[1] ٹھونستا رہا۔ اب مجھ پر صداقت آشکارا ہوئی ہے

---

[1] کتاب و سنت کے احکامات و تعلیمات کو خرافات قرار دینے پر چونکیے نہیں۔ یہ زبان ہر جگہ کے سوشلسٹ اور کیمونسٹ اختیار کرتے رہے ہیں وہ کیمونسٹ اور سوشلسٹ بھی جو عامۃ المسلمین کو اپنے دام فریب میں گرفتار کرنے کے لئے لمبی داڑھیاں رکھتے تھے اور مولانا اور مفتی کہلاتے تھے۔ ماؤ پرست کیمونسٹوں کی نیشنل عوامی پارٹی کے سربراہ مولانا بھاشانی نے 9 مارچ 1965ء کو لاہور میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے جو کچھ کہا اس کی روداد پریس ٹرسٹ کے اخبار پاکستان ٹائم نے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کی۔

"نیشنل عوامی پارٹی کے سربراہ نے مولویوں اور پیروں کے طرز عمل پر بھی تنقید کی اور کہا کہ وہ عوام کو اس بات کی تلقین کرتے ہیں کہ ان کی غربت اور مفلسی دراصل تقدیر میں لکھی ہے اس لئے کہ اگر وہ اس دنیا میں تباہ حال ہیں تو انھیں جنت میں اس کا اچھا بدلہ دیا جائے گا۔ بھاشانی نے کہا مشرقی پاکستان میں 96 ہزار مسجدیں ہیں جن کے مولوی ہر جمعہ میں بیچارے عوام پر زبردستی اپنی رجعت پسندانہ لغویات و خرافات ٹھونستے رہتے ہیں یہ سب مولوی اور پیر لوٹ کھسوٹ کرنے والے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے ایجنٹ ہیں۔"

میں

تمام لوگوں اور سوویت حکومت کے سامنے باضابطہ حلفیہ بیان دیتا ہوں کہ اب میں اسلام کا خادم نہیں رہا جس پر نہ تو میرا ایمان ہے نہ ہی یقین جو صرف عوام کو فریب دینے کے لئے گھڑا گیا ہے۔

یا امیر میں اپنے علاقے یعنی باشکریہ کے مرکزی شہر کے ایک عالم دین کی تعریف کئے بغیر نہیں رہوں گا یہ عالم مفتی رضاء الدین ہیں یہ انتہائی پر جوش مستقل مزاج مسلم قوم سے محبت اور درد رکھنے والے اور صاحب عزیمت عالم دین ہیں۔ انہوں نے کیمونزم اور سوشلزم کے خلاف تحریک کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا ہے۔ شروع میں کیمونسٹوں کے خلاف انہوں نے لاطینی رسم الخط میں دینی لٹریچر چھاپنے کی کوشش کی مگر سوویت حکومت نے اجازت نہ دی۔ تنگ آ کر مفتی رضاء الدین نے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر ایک دستی پریس بنا لیا اور کتابیں چھاپ کر مسلمانوں میں خفیہ طور پر پھیلانا شروع کر دیں۔ ایسے حالات میں کتابت اور طباعت جیسی ہو سکتی ظاہر ہے وہ معیاری قسم کی نہیں تھی لیکن مفتی رضاء الدین اپنے کام کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ جب میں آپ کی طرف روانہ ہوا تو روس کی خفیہ پولیس پر مبنی نظام مفتی رضاء الدین کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی کھڑا

---

[1] 1931ء میں مفتی رضاء الدین کو خفیہ پولیس نے ماسکو طلب کیا اور یہ بیان دینے کو کہا کہ سوویت یونین میں اسلام کامل طور پر آزاد ہے اور مغربی ملکوں کے اخبارات میں اسلام اور علماء سلام پر جبرو تشدد کی جو داستانیں شائع ہوئیں ہیں ان میں کوئی صداقت نہیں لیکن مفتی صاحب نے انکار کر دیا اور کہا پہلے ہماری مسجدیں کھولو علماء کو رہا کرو پھر میں ایسا بیان جاری کروں گا۔ چنانچہ مفتی صاحب کو واپس جانے کی اجازت تو دیدی گئی لیکن ان پر کڑی نگرانی رکھی جانے لگی یہاں تک کہ 14 اپریل 1936ء کو روسیوں نے پر اسرار طور پر انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ لیکن ان کی تحریک ختم نہیں ہوئی۔ (بقیہ صفحہ 450 پر)

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں: www.iqbalkalmati.blogspot.com

کیئے ہوئے تھا۔ اب نہ جانے ہماری غیر موجودگی میں مفتی رضاء الدین پر کیا گزرتی ہے۔

قونان بے کے ان ہولناک انکشافات کے جواب میں ابراہیم بیگ اداس اور افسردہ ہو گیا تھا اس کے چہرے پر غصہ اور غضبناکی کے آثار نمایاں ہوتے دکھائی دینے لگے تھے۔ اور اس کی آنکھوں کے اندر انتقام کا خون اتر آیا تھا۔ سوچ و بچار کے انداز میں ابراہیم بیگ کی گردن جھک گئی تھی۔ کچھ دیر تک وہ خاموش ہو کر نجانے کیا سوچتا رہا۔ پھر وہ بولا اور قونان بے کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔

قونان بے میرے بھائی کیا تم خیال کرتے ہو کہ روس نے جو حربے مسلمانوں کے خلاف استعمال کر رکھے ہیں کیا اس طرح وہ مسلمانوں کے دل ان کے ذہنوں اور ان کی روح سے اسلام کو خارج کر کے وہاں کیمونزم اور سوشلزم کی بنیادوں کو مستحکم طور پر کھڑا کر سکے گا اور یہ کہ کیا وہ مسلم علاقوں کے اندر اسلام کی جگہ کیمونزم کو لانے اور اپنانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اس پر قونان بے تھوڑی دیر رک کر ابراہیم بیگ کے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے اس کے تاثرات کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہا پھر وہ بولا اور مدھم سی آواز میں ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اس لئے کہ ان کی جگہ قاضی تشاف اٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے مفتی مرحوم کی جانشینی کا حق ادا کر دیا طوفان الحاد ور جبرو تشدد اور بڑھ چکا تھا لیکن اس مرد درویش نے دینی زندگی کا دیا جلائے رکھا۔ کیمونسٹوں نے ان کی سرگرمیاں کچلنے کے لئے ہر قسم کے حربے اختیار کئے۔ ان کے ہم نوا ساتھی یکے بعد دیگرے چپ چاپ گرفتار کر کے موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ لیکن قاضی تشاف اپنے فرائض دینی ادا کرتے رہے۔ کیمونسٹوں نے مختلف قسم کی دھمکیاں دیں لیکن مفتی تشاف نے ان دھمکیوں کی بھی پرواہ نہ کی اور اپنے کام میں لگے رہے آخر 1938ء میں کیمونسٹوں نے قاضی تشاف کو جاپان کا جاسوس ہونے کے الزام میں گرفتار کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ قاضی قشتاف کے ساتھ ان کے دوسرے 35 ممتاز علماء کو بھی قتل کر دیا گیا

یا امیر جہاں تک مسلم ریاستوں کا تعلق ہے ان کے اندر جہاں تک اسلام پر کیمونزم کو غلبہ دینے کا تعلق ہے تو میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اپنی اس مہم اور اپنے اس ہولناک کام میں روسی حکومت کبھی بھی کامیاب نہ ہو گی۔ مسلمان علماء ہوں یا عام اشخاص وقتی طور پر وہ روسیوں کے دباؤ یا ان کی دھونس دھمکی میں آ کر ان کا راستہ تو اختیار کر سکتے ہیں لیکن اگر کوئی یہ امید رکھے کہ وہ ان ریاستوں میں مستقل طور پر اسلام کو ختم کر کے یہاں کیمونزم کو نافذ کرنے میں کامیاب ہو جائے گا تو یہ کلیتہ اس کی حماقت اور اس کی بھول ہو گی۔ یا امیر اسلام اور اس کی روایات یہاں کے مسلمانوں کے ذہنوں اور دلوں میں مستحکم ہے۔ دوسرے الفاظ میں آپ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ان سرزمینوں کے لوگ پکے سچے اور انتہائی کٹر قسم کے مسلمان ہیں[لہ]۔ روس وقتی طور پر تو انہیں اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ لیکن جونہی یہ دباؤ کم ہو گا۔ انہی سرزمینوں کے مسلمان اسی روس، کو ایک نہ ایک دن کاٹ کر رکھ دیں گے۔ اور اسی روس کو ان مسلم ریاستوں کو آزادی دینا ہو گی۔ یا امیران سرزمینوں میں اسلام ایسا کمزور نہیں کہ اس کا استحصال کیا جا سکے۔

لہ اس سلسلہ میں نیویارک ٹائم کے نامہ نگار خصوصی مسٹر ہینڈرک اسمتھ کی رپورٹ پیش کی جا سکتی ہے جو روسی کیمونسٹوں کے لئے یقیناً" ایک عبرت کا مقام رکھتی ہے۔ نیویارک ٹائم کے اس نامہ نگار خصوصی مسٹر ہینڈرک اسمتھ نے اپنی رپورٹ میں لکھا تھا۔

تربیت اساتذہ کے ڈائریکٹر کا انتقال ہوا جو مسلمان تھا تو روسی حکومت نے حکم دیا کہ اسے کیمونسٹ شخصیتوں کے لئے مختص قبرستان میں دفن کیا جائے لیکن اس کے گھر والوں نے انکار کر دیا۔ ان کا اصرار تھا کہ وہ اسے اپنے مسلمان بھائیوں ازبکوں کے قبرستان میں اسلامی طریقہ کے مطابق دفن کریں گے اور عالم دین نماز جنازہ پڑھائے گا۔

یہی نامہ نگار خصوصی مسٹر ہینڈرک اسمتھ ایک اور مثال پیش کرتا ہے۔ روسی علاقوں میں قیام کے دوران ایک روز شام کے وقت ایک جدید فیشن کا دلدادہ نوجوان بخارا کے ایک ریسٹورنٹ میں داخل ہوا اور دھڑام سے کرسی پر گر گیا پھر بڑی بے صبری سے گوشت تلے ہوئے انڈے اور روٹی لانے کی فرمائش کی۔ جونہی کھانا آیا وہ اس پر بھوکوں کی طرح ٹوٹ پڑا لوگوں نے جب اس سے اس کی وجہ جاننا چاہی تو اس نوجوان نے بتایا کہ آج اور اس کے سارے گھر والے رمضان کے روزے سے تھے۔

(بقیہ صفحہ 452 پر)

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں: www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

قونان بے تھوڑی دیر تک رک کر دم لیتا رہا پھر وہ دوبارہ بولا اور کہنے لگا یا امیر گو مسلمان علاقوں میں روسی زبان لازمی قرار دی جا چکی ہے۔ خود مقامی زبانوں میں بھی روسی الفاظ کثرت سے داخل کر دیئے گئے ہیں تاہم مسلمان اب بھی گھروں اور بازاروں میں اپنی زبان ہی بولتے ہیں۔ روسی اپنے اخبارات اور رسائل کے ذریعہ لوگوں کے اندر یہ گمراہ کن پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ ترکستانیوں اور تاتاریوں کی نوجوان نسل بڑی تعداد میں اسلام سے کٹ چکی ہے۔ نماز' روزہ ان کے حلقہ میں یاد ماضی بن گئے ہیں روسی یہ بھی اپنے اخبارات میں پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ مذہب مسجدوں' اور میناروں کے درمیان بڑی خاموشی کے ساتھ دم توڑ رہا ہے۔ لیکن جو کوئی بھی بیرونی سیاح ان مسلم ریاستوں میں داخل ہوتا ہے۔ وہ مسلمانوں کے جذبہ حب الوطنی اور اپنی اسلامی روایات پر قائم رہنے کے عزم کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسی لئے جب کوئی بیرونی سیاح روسی سرزمینوں میں داخل ہوتا ہے تو روسی حکومت اس کے پیچھے اپنے جاسوس لگا دیتی ہے۔ تاکہ اسے ایسے علاقوں میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ جہاں مسلمان ان پر اچھا تاثر چھوڑیں اور ان پر یہ واضح ہو کہ مسلمان اب بھی اپنے دین پر قائم و دائم ہیں۔ بہرحال حالت کچھ بھی ہو یا امیر ان علاقوں میں روسی اسلام پر کمیونزم کو غالب نہیں کر سکتے۔ یا امیر! میرے ساتھ جو لشکر آیا ہے اس میں باشکر' تاتاری' ترکستانی' واغستانی' قازق' قفقار اور ابدال اورال کے بھی مجاہد شامل ہیں۔

یہی نامہ نگار خصوصی ایک تیسری مثال پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ایک روز وہ سمرقند کے ایک پارک میں داخل ہوا اس نے دیکھا پارک کے ایک بنچ پر اس وقت اکیس بیس سال کے 3 لڑکے بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ نامہ نگار کا کہنا ہے کہ میں نے ان سے پوچھا کہ مقامی لوگوں کے نزدیک کیا بالشویک انقلاب کی سالگرہ کی چھٹی سب سے زیادہ اہم ہے جو چند روز بعد آ رہی تھی۔ ان لڑکوں کا جواب سن کر نامہ نگار دنگ رہ گیا تھا۔ س لئے کہ ان تینوں میں سے ایک لڑکا بولا اور کہنے لگا اس سال سب سے اہم چھٹی جو ہمارے لئے اہمیت رکھتی ہے وہ 8 نومبر کو عیدالفطر کی چھٹی ہے۔ جس کی ہمارے ہاں سب سے زیادہ اہمیت اور وقعت ہے۔

(بقیہ صفحہ 453 پر)

قونان بے کی اس ساری گفتگو کو سننے کے بعد ابراہیم بیگ تھوڑی دیر تک سر جھکا کر کچھ سوچتا رہا وہ مغموم اداس اور افسردہ ہو گیا تھا پھر وہ قونان بے کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ سنو قونان بے جس عمارت میں تم بیٹھے ہو یہ میرا آبائی مکان ہے تم جانتے ہو گے کہ میرے لشکر نے اس وقت حصار شہر کے شمالی حصہ میں پڑاؤ کر رکھا ہے اٹھو میرے ساتھ چلو تاکہ تمہارے ساتھ آنے والے اپنے بھائیوں کو میں اپنے لشکر میں شامل کر سکوں۔ ابراہیم بیگ کے کہنے پر قونان بیگ فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ دولت مند بے' سعید بیگ پروانچی اور ایشان قند بھی کھڑے ہو گئے تھے پھر ابراہیم بیگ اٹھ کھڑا ہوا سب باہر آئے پہلے وہ اس جگہ آئے جہاں شہر سے باہر قونان بے کے لشکر نے پڑاؤ کر رکھا تھا۔ اس لشکر کو لیکر ابراہیم بیگ شہر کے شمالی حصے میں بڑھا اور ان سارے لشکریوں کو اس نے اپنے لشکر میں شامل کر لیا تھا۔ روسیوں کو شکست دینے کے بعد جو خیمے ہاتھ لگے تھے وہ ان نئے لشکریوں کے لئے نصب کر دیئے گئے تھے۔ پھر دولت مند بے' سعید بیگ پروانچی اور ایشان قند کے علاوہ قونان بے کو لیکر ابراہیم بیگ اپنے خیمے میں داخل ہوا ابھی وہ بیٹھے ہی تھے اور کسی گفتگو کا آغاز ہی کرنا چاہتے تھے۔ کہ ابراہیم بیگ کا ایک مخبر خیمے میں داخل ہوا اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

مسٹر ہنڈرک اسمتھ نے ڈائریکٹر کی تدفین کا جو واقعہ بیان کیا ہے وہ کوئی اکیلا واقعہ نہیں جو اچانک پیش آگیا ہو سوویت امور کے ایک ماہر نے حال ہی میں وسط ایشیا کا وسیع دورہ کرنے کے بعد اپنے مضمون میں مسلمانوں کی اسلامی زندگی کے اس حیرت ناک پہلو سے بالتفصیل پردہ اٹھایا ہے وہ کہتا ہے کہ سوویت روس کا ہر شہری یہ وصیت کرنے کا حق رکھتا ہے کہ مرنے کے بعد اسے کس طریقہ سے ٹھکانے لگایا جائے نئے طریقے یا پرانے مذہبی طریقہ کے مطابق مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ اس روسی کا کہنا ہے کہ یہی نہیں بلکہ اچھے خاصے لوگ جو کمیونسٹ پارٹی کے اعلیٰ عہدیدار بھی ہوتے ہیں اپنی وصیت میں اعلان کرتے ہیں کہ وہ کمیونسٹ نہیں بلکہ اسلام پر یقین رکھتے ہوئے مسلمانوں کی حیثیت سے اپنی جان جاں آفرین کے سپرد کر رہے ہیں اور یہ کہ کمیونسٹ بن کے جوان کو زندگی زبردستی گذارنا پڑی وہ اس سے توبہ کر چکے ہیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"یا امیر میں آپ کے لئے ایک بہت اچھی خبر لے کر آیا ہوں۔ اور وہ یہ کہ ایک روسی لشکر ان دنوں باسُوان شہر سے باہر اس شاہراہ کے کنارے پڑاؤ کیے ہوئے ہے۔ جو شیر آباد شہر کی طرف جاتی ہے اگر وقت ضائع کیے بغیر اس روسی لشکر پر حملہ آور ہوا جائے تو ہم اسپر ویسے ہی قابو پا سکتے ہیں جس طرح آپ نے حصار شہر سے باہر روسی لشکر کو ادھیڑ کر رکھ دیا ہے۔ اس مخبر کی یہ خبر سنکر ابراہیم بیگ کے چہرے پر خوشیاں بکھر گئی تھیں پھر وہ اپنے اس مخبر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ میرے عزیز تم تھوڑی دیر سستا سکتے ہو۔ باسوان شہر سے باہر جس روسی لشکر نے پڑاؤ کر رکھا ہے وہ بچ کر نہیں جائے گا۔ تھوڑی دیر تک میں اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کروں گا اور تم اس روسی لشکر تک ہماری راہنمائی کرو گے پھر وقت دیکھے گا کہ میں اس روسی لشکر کی کیا حالت کرتا ہوں اس کے ساتھ ہی وہ مخبر باہر نکل گیا تھا۔ ابراہیم بیگ بھی اٹھ کھڑا ہو اس کی طرف دیکھتے ہوئے دولت مند بے سعید بیگ پر وانچی' ایشان تنذ اور قونان بے بھی اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

پھر ابراہیم بیگ اپنے سارے ساتھیوں کے ساتھ باہر آیا۔ اس کے چہرے پر انجانے عزم رقص کر رہے تھے اپنے لشکر کے وسط میں آکر وہ ایک بلند ٹیلے پر کھڑا ہو گیا پھر اپنے ایک لشکری سے ناشر صوت لے کر منہ سے لگایا۔ پھر وہ بلند آواز مں اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"عظیم باشکریو! پر عظمت تاتاریو! صاحب عزم کر غیزو اور قازقو! قفقار' کریمیا ایدل اورال' ترکستان کے شیر دل فرزندو' خیوا اور آذربائیجان کے سرفروشو' سائبیریا اور داغستان کے اسلام پسند میرے بھائیو! سنو روس بپھرے ہوئے تند دھاروں کی طرح ہماری زمین کی روشن ہتھیلی کو تاریک اور گناہوں کی اوک میں ڈبونے کا عزم کیے ہوئے ہے یہ روس ہماری کہکشاں دھرتی روشن جھروکوں کو ہماری تہذیب کے اجلے موسموں کو رنگین قباؤں کے شہروں' حسن کائنات سے معمور قصبوں کو یادوں کے تابوت' سانس کی بجھتی چتاؤں' سلگتی

زندگی اور چیخوں کے کہرام میں بدل دینا چاہتا ہے۔

سنو میرے بھائیو! میرے رفیقو یہ سوشلزم کے شکاری یہ کمیونزم کے بھیڑیے ہمارے سایوں کے قافلوں کو ڈستے زہریلے حروف سے ہماری ذات کے حصار کو تیرگی کے جمود ہمارے پرفشاں ماحول کو اپنی بھوکی ننگی تہذیب میں بدل دینے کا عزم کئے ہوئے ہیں۔ میرے بھائیو! میرے رفیقان کار! صحرا کے خواب سے اٹھو اپنی ذات کے زندان سے نکلو روس کے تن بدن کی ہوس اس کے نفس نفس کے بیابان میں یوں اترنے کا عزم کرو جیسے سمندر کے منہ میں تیز دریا اور ندیاں اتر جاتی ہیں۔

میرے بھائیو! اپنی سرزمین کی حسین سرسراہٹ میں ماؤں' بہنوں' بیٹیوں کی عفت و عصمت کی پاسبانی کے لئے اور لرزتی گھنٹیوں کی صدا جیسی اپنی سرزمینوں کی حفاظت کے لئے روسیوں کے سامنے سینہ سپر ہو کر کھڑے ہو جاؤ۔ یہ روسی برفانی ریچھ کی طرح ہمارے نصیب کی سحر کو آوازوں کے بگولوں کے طوفان ہمارے اجلے ستاروں کی سی داستانوں کو خوابوں کی اڑتی سیاہی ہمارے زندہ خیالوں کی خوشبو کو اندھیروں کے آنگن' جذبوں کی وحشی آوازوں اور کالی آندھی کے جنگلوں میں دھکیل دینا چاہتے ہیں۔ آؤ آؤ میرے ساتھیو اجالوں کے ہنرمند' زخموں کی قبا کے شناسا بن کر اٹھیں اور اللہ اکبر کی آوازوں کے پرچم بلند کرتے ہوئے اپنی سر زمین کی مانگ میں ستارے اور اپنی ماؤں' بہنوں اور بیٹیوں کے دلوں کے خوش رنگ دریچوں میں جذبوں کی چاہتیں بھر کر رکھ دیں۔ اٹھو میرے ساتھیو اپنی بے سمت اڑانوں کو فکر جمیل اور نیرنگی ارتقاء عطا کر کے اپنی صبح آزادی کو روشنی و شادابی عطا کریں۔ سنو میرے بھائیو! کیا روس کے خلاف ایک نہ ختم ہونے والی جدوجہد کرنے کے لئے تم میرا ساتھ دیتے ہو؟"

ابراہیم بیگ کی اس گفتگو کے جواب میں سارے لشکری اپنے ہاتھ اپنے ہتھیار اٹھا اٹھا کر بلند آوازوں میں روس کیخلاف لڑنے اور ابراہیم بیگ کا ساتھ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دینے کے عزم کا اظہار کر رہے تھے۔ ابراہیم بیگ اپنے ان لشکریوں کی یہ کیفیت دیکھ کر بے حد خوش ہوا۔ اس کے بعد اس نے وہاں سے کوچ کا حکم دیا اور تھوڑی ہی دیر بعد وہ اپنے اس سارے لشکر کے کساتھ حصار شہر سے باسیوان شہر کی طرف کوچ کر رہا تھا۔

○

رات اپنے اختتام کو پہنچ رہی تھی۔ آسمان صاف تھا کبھی کبھی کوئی گہرافشاں گراتا بادل آسمان کے سینے پر نمودار ہوتا اور مشرق میں کھوجاتا تھا۔ زمین کی اندھی مٹی تازہ سورج کی منتظر تھی۔ صبح کی خاموشی میں گزرتے وقت کی خوش کن جھنکار ایک عجیب سماں باندھے ہوئے تھی۔ گمان کے اندھیروں میں بدن میں چنگاریاں پھیلاتی رات اداس رنگوں کی بارش شکستہ لفظوں کی خواہش کی طرح اپنا دامن سمیٹتی ہوئی سمت سے ناآشنا مسافر کی طرح کوچ کر رہی تھی پھر آہستہ آہستہ مشرق سے سورج طلوع ہوا تھا اور اس کی چہرہ شناس اور ستارہ چہروں کے عکس کو زندگی کی رونق عطا کر دی تھی۔

ماحول کے ایسے ہی اندھے گونگے لمحوں اور پتھر جیسے سناٹوں کے اندر آتہ جان بھاگتا ہوا گھر میں داخل ہوا تھا اس کی یہ کیفیت دیکھ کر گھر کی صفائی کرتی ہوئی ربیکا کچھ پریشان اور فکر مند سی ہو گئی تھی۔ بڑی تیزی سے وہ اس کی طرف لپکی اور فکر مندی سے پوچھا عم آتہ جان کیا بات ہے؟ آپ کیوں یوں بھاگتے ہوئے آ رہے ہیں اس پر آتہ جان پھولی ہوئی سانس میں کہنے لگا ربیکا! میری بیٹی میں تیرے لئے ایک بہت بڑی خوش خبری لے کر آیا ہوں۔ آتہ جان کے ان الفاظ پر ربیکا کے چہرے پر کچھ رونق آ گئی تھی۔ پھر وہ پوچھنے لگی عم آتہ جان آپ میرے لئے کیا خوش خبری لے کر آئے ہیں۔ کیا یہ خوش خبری ابری کے حوالے سے ہے اس پر آتہ جان بولا اور کہنے لگا یقیناً" میری بیٹی ایسا ہی ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد آتہ جان ذرا رکا پھر وہ کہنے لگا۔

دیکھ ربیکا میری بیٹی جو خوش خبری میں تم سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ

حصار شہر سے باہر ابراہیم بیگ نے روسی لشکر کو بدترین شکست دی ہے۔ آتہ جان کے یہ الفاظ سن کر ربیکا کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے آئینوں کے عکس میں دھوپ اوڑھ کر سوتی خواہشیں مہک کر اٹھ کھڑی ہوئی ہوں یا اداسیوں کی زرد ریت کے اندر تبسموں کے آئینے اور بے رنگ خیالات میں ستارہ و گلاب رقص کر اٹھے ہوں۔ اس کی آنکھوں میں ایسی کیفیت طاری ہو گئی تھی گویا دھوپ، آندھی اور بارش میں طلسمی جزیروں، اجالوں کے اشجار اور خوابوں کے اجالوں کا رقص شروع ہو گیا ہو۔ اس کے بدن کی صندلی مہک آہٹوں، رنگوں اور زندگی کی گداز جان شمع کی صورت اختیار کر گئی تھی۔ اس کے چہرے کی مہتابی اس کے شعلہ بدن کی بے باکی جنگل کے سفر میں روشنی کے ستارے اور بے حجاب خیالوں کی خوشنما رنگت کی طرح کھل اٹھی تھی جبکہ اس کے ادھ کھلی کلیوں جیسے گلابی ہونٹوں پر دور دور تک روشنی رنگ اور مہک کی قوس و قزح پھوٹ نکلی تھی۔ تھوڑی دیر تک شاید وہ اس خوشخبری سے لطف اندوز ہوتی رہی پھر وہ آتہ جان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھنے لگی۔

عم آتہ جان ابری کی اس فتح سے متعلق تم مجھے ذرا تفصیل کے ساتھ بتاؤ اس کے ساتھ ہی آتہ جان پھر بولا اور کہنے لگا دیکھ میری بیٹی ابھی ابھی مسکن میں ایک مخبر داخل ہوا ہے اور اس نے مسکن کے پاسبان عبدالحفیظ پروانچی کو یہ خوش کن خبر سنائی ہے اس مخبر کا کہنا تھا کہ اپنے مسکن سے نکل کر ابراہیم بیگ نے اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کر لیا تھا پھر وہ حصار شہر سے باہر روسی لشکر پر چار مختلف سمتوں سے حملہ آور ہوا اور پھر پورے لشکر کو اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اس مخبر کا کہنا تھا کہ اس فتح کے نتیجے میں بے شمار مال و دولت کے علاوہ اسلحہ اور ہتھیاروں کے ڈھیر بھی ابری کے ہاتھ لگے ہیں۔ وہ مخبر کہہ رہا تھا کہ ابراہیم بیگ نے اس فتح کے بعد چند دن تک حصار شہر میں قیام کیا وہاں اس نے حصار شہر کے جوانوں کو عسکری تربیت دینے کے ساتھ ساتھ انہیں اسلحہ اور

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہتھیاروں سے لیس کیا اسی دوران کچھ باشکری، تاتاری، یوکرینی اور دوسرے لوگ بھی ابراہیم بیگ کے لشکر میں شامل ہو گئے اور وہ قاصد کہہ رہا تھا کہ حصار شہر پر قبضہ کرنے اور روسی لشکر کو تباہ و برباد کرنے کے بعد اب ابراہیم بیگ بائیسوان شہر کی طرف اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کر گیا ہے۔ اس لئے کہ ابراہیم بیگ کے مخبروں نے اطلاع دی تھی کہ بائیسوان شہر کے باہر بھی ایک روسی لشکر پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ اب ابراہیم بیگ اسی روسی لشکر پر حملہ آور ہو گا۔ یہاں تک کہنے کے بعد آتہ جان جب تھوڑی دیر کے لئے رکا تو ریکا بولی اور آتہ جان سے پوچھنے لگی۔

آتہ جان کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ یہ بائیسوان شہر یہاں سے یا حصار شہر سے کس طرف واقع ہے اس پر آتہ جان بولا اور ریکا کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھ ریکا بیٹی جہاں تک بائیسوان شہر کا تعلق ہے تو فوجی نقطہ نظر سے یہ شہر بڑی اہمیت کا حامل ہے اس کی بہت سی خصوصیات ہیں۔ پہلی یہ کہ جو ترمذ سے ریلوے لائن آتی ہے وہ اس شہر پر آ کر ختم ہو جاتی ہے۔ اس شہر میں چھوٹی سی ایک روسی چھاؤنی بھی ہے۔ پھر مزید یہ کہ سلطنت بخارا کے وسطی حصہ میں واقع ہونے کی وجہ سے اس شہر کی بڑی اہمیت ہے اس شہر سے کئی شاہراہیں مختلف شہروں کو جاتی ہیں۔ پہلی شاہراہ بائیسوان شہر سے سبز شہر سے ہوتی ہوئی سمرقند کی طرف جاتی ہے۔ دوسری شاہراہ بائیسوان سے نکل کر گزر اور قرشی سے ہوتی ہوئی بخارا کی طرف جاتی ہے۔ جبکہ تیسری شاہراہ بائیسوان سے نکل کر شیر آباد سے ہوتی ہوئی ترمذ اور پھر دریائے آمو کو عبور کرنے کے بعد افغانستان کے شہر بلخ کی طرف چلی جاتی ہے۔ چوتھی شاہراہ بائیسوان سے شورچی سے ہوتی ہوئی حصار اور پھر دوشنبہ کی طرف آتی ہے۔ جبکہ اسی شہر سے نکل کر پانچویں شاہراہ دریائے سرخاب، دریائے کافرنگان اور دریائے وحش کو عبور کرنے کے بعد کولاب بلجوان اور دروازہ شہر کی طرف چلی جاتی ہے۔

دیکھ ریکا میری بیٹی اگر ابراہیم بیگ بائیسوان شہر کو روسیوں سے آزاد کرا لیتا ہے تو جہاں اس کی یہ بہت بڑی کامیابی ہو گی وہاں یہ روسی قوت پر بھی ایک انتہائی موثر ضرب ہو گی اس لئے کہ اگر ابراہیم بیگ بائیسوان پر قبضہ کر لیتا ہے تو سلطنت بخارا میں اس وقت روسیوں کی سب سے بڑی چھاؤنی جو ترمذ شہر میں ہے اس کو بھی خطرہ لاحق ہو جائے گا اور روسی وہاں بھی چین اور اطمینان سے قیام نہیں کر سکیں گے۔ ریکا میری بیٹی میں ابراہیم بیگ کو بچپن سے جانتا ہوں میری ہی گود میں وہ پلا بڑھا ہے۔ جہاں وہ ایک صاحب عزم اور پختہ ارادہ کا جواب ہے وہاں وہ سلطنت بخارا میں ایک انفرادی حیثیت بھی رکھتا ہے وہ یوں میری بیٹی کہ کسی کو آج تک یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہ دریائے آمو کو تیر کر عبور کر سکے لیکن یہ اعزاز صرف ابراہیم بیگ کو ہی حاصل ہے کہ ابراہیم بیگ کئی بار ترمذ شہر کے آس پاس اور اس کے دائیں بائیں سے دریائے آمو کو تیر کر عبور کر چکا ہے۔ ایسا عزم اور ایسا ارادہ رکھنے والا جوان خداوند نے چاہا تو میری بیٹی بائیسوان کو ضرور فتح کر کے رہے گا۔ میری بیٹی مجھے امید ہے کہ بائیسوان شہر پر قبضہ کرنے کے بعد ابراہیم بیگ اپنے لشکر کے ساتھ عنقریب اپنے مسکن میں لوٹے گا اور پھر ہم اس کا شاندار اور یادگار انداز میں استقبال کریں گے۔

آتہ جان کے ان خیالات سے ریکا ایسی خوش ایسی سرشار ہوئی کہ وہ نظموں کے نئے پن غزلوں کے چلن فکر جمیل، خوش کن تخیل کی شہزادیوں اور دور اڑانوں کی خواہش رکھنے والی شہرت حسن نگاری کی طرح پر کشش ہو گئی تھی اس کے حسین چہرے اس کی گہری جھیل سی آنکھوں میں خوشیاں یوں ناچ اٹھیں تھیں جیسے بے جان ساعتوں کی آگ میں دوشیزگی کی رنگت کے تبسم بھڑک اٹھے ہوں۔ اس کے جسم و جان کے شعور میں ریشمی اجالوں کا حسن، شہنائیوں کا الھڑپن، اپنا خمار دکھانے لگا تھا وہ ایسی شاداں ایسی مطمئن ہو گئی تھی جیسے تنہائی زدہ صحرا میں کرنوں کے آبشار اچانک نمودار ہو کر ماحول کو ہر چیز کو خوش کن کر گئے ہوں۔ آتہ جان کی باتوں سے ریکا کی حالت بھی اس وقت کچھ ایسی ہی ہو رہی تھی اور یہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سب کچھ ابراہیم بیگ کی کامیابیوں کی وجہ سے تھا۔ ابراہیم بیگ جسے وہ شروع میں یقیناً ناپسند کرتی تھی اب وہی ابراہیم بیگ اس کے لئے اس کی جان اس کی روح اس کے دل سے بھی زیادہ قیمتی اثاثہ بن کر رہ گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک ریکا بیچاری ایسے ہی خوش کن خیالات میں غرق رہی پھر وہ معمول کے مطابق گھر کے کام کاج میں لگ گئی تھی۔

سورج شام کے ہاتھوں میں شفق کے انگارے دیتا ہوا غروب ہو گیا تھا۔ ستارے بیدار ہو گئے تھے۔ بساط کہکشاں کھلنے لگی تھی۔ کارگاہ زیست کی ہر ہنگامہ آرائی اوس کے پیکر میں ہونے لگی تھی۔ کائنات کی ہر شے کا سہاگ رات کے پروقار سناٹوں سے الجھ گیا تھا۔ انسانیت کے خیابانوں میں اولوہی تجلی سے مرغوب جذبوں کے نزول کی طرح رات لمحہ لمحہ تاریک اور گہری ہوتی چلی گئی تھی۔

ایسے میں ابراہیم بیگ اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد بائیسوان شہر سے شیر آباد جانے والی شاہراہ پر پڑاؤ کئے ہوئے روسی لشکر پر تین اطراف سے افق افق کی دھجیاں بکھیرتے طوفان' جان لیوا لمحوں' ہزاروں سلگتی ساعتوں اور اک نشیلی غضبناکی و وحشت کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔ روسی ایسا سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ابراہیم بیگ دوشنبہ شہر سے اٹھ کر بائسوان شہر میں ان پر حملہ آور بھی ہو سکتا ہے انھوں نے شاید ابراہیم بیگ کے ہاتھوں حصار شہر سے باہر تباہ و برباد ہونے والے اپنے لشکر سے بھی عبرت او... ...ن نہ پکڑا تھا۔ وہ مطمئن اور مگن تھے اس لئے کہ ان کے خیال کے مطابق سلطنت بخارا کے اندر کوئی ایسی قوت نہ تھی جو متحد اور منظم ہو کر با...ان شہر پر باہر ان پر حملہ آور ہو سکتی۔ لہٰذا جب ابراہیم بیگ نے ایسا کیا تو ابراہیم بیگ کے اس اچانک حملے سے ان میں خوف کی کپکپی اور چیخوں کا ایک کہرام برپا ہو کر رہ گیا تھا۔

ابراہیم بیگ کے اس سہ طرفہ حملہ کے سامنے روسیوں نے سنبھلنے اور منظم ہونے کی انتہائی کوشش کی لیکن ابراہیم بیگ اور اس کے ساتھیوں نے انھیں ایسا

کرنے کی مہلت ہی نہ دی۔ لمحوں کے اندر ابراہیم بیگ اور ان کے ساتھیوں نے روسیوں کی بھوک کی لپک کو فرار اور ان کے بدن کی کمانوں اور نظر کے تیروں کو کند کر کے رکھ دیا تھا۔ جب تک روسی سنبھل کر ہتھیار اٹھاتے جارحیت پر اترتے یا اپنا دفاع کرتے اس وقت تک ابراہیم بیگ نے ان پر وارد ہو کر ان کی حالت بکھرے مرقد ٹمٹماتے دیوں ہزیمت کی سیاہی اور فناگاہ عالم میں موت کے لمس جیسی بنا کر رکھ دی تھی۔

بائیسوان شہر سے باہر روسی لشکر کو بد ترین شکست دینے کے بعد ابراہیم بیگ کے حوصلے بلند ہو گئے تھے۔ یہاں سے اسے اسلحہ و خوراک اور بارود کے بہت بڑے ذخائر بھی ہاتھ لگے تھے۔ یہاں سے وہ چاہتا تو سیدھا دریائے آمو کا رخ کر کے ترمذ کی طرف جا سکتا تھا لیکن ترمذ چونکہ ان دنوں روسیوں کی سب سے بڑی چھاؤنی تھی اور یہاں بڑی تعداد میں روسی مسلح جوان ہر وقت رہتے تھے۔ لہٰذا ابراہیم بیگ نے بائیسوان شہر سے باہر روسی لشکر کا خاتمہ کرنے کے بعد ترمذ شہر کا رخ نہیں کیا بلکہ دریائے سرخاب' دریائے کافرنگان دریائے وحش کو عبور کرنے کے بعد ان روسیوں کا رخ کیا جو چھوٹے بڑے گروہوں کی صورت میں یسماچی تحریک کے مجاہدوں کے خلاف برسرپیکار تھے۔ اس طرح ابراہیم بیگ کولاب' خولند' بلجوان' دروازہ شہروں کے آس پاس جس قدر روسی بسماچی تحریک کے مجاہدوں سے برسرپیکار ہے۔ ان کے پیچھے پڑ گیا تھا۔

بائیسوان سے کولاب پھر کولاب سے خولند وہاں سے بلجوان اور پھر وہاں سے دروازہ شہر تک ابراہیم بیگ رات کے جلتے پہروں کی آگ' اجل کی بیڑیوں' وسعتوں کے آسمان پر اڑتے طیور' صدیوں کے لمحات اور بجلی کے برستے کوندوں کی طرح چھا گیا تھا۔ جس طرح سورج طلوع ہونے کے بعد اوس کی زندگی کا ایک ایک موتی خشک ہو کر رہ جاتا ہے۔ ایسے ہی ابراہیم بیگ نے بھی جگہ جگہ روسیوں کو اپنی مجروح و بس بس انا کا ماتم کرنے کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ جہاں کہیں بھی وہ حملہ آور ہوا وہاں اس نے روسیوں کو مٹیالے ہیولوں کتبہ لحد اور جیون کی زہریلی چتا میں ڈبو کر رکھ دیا تھا۔ یوں دوشنبہ شہر سے نکل کر حصار پھر وہاں سے بائیسوان اور پھر وہاں سے مشرق کی

طرف طویل چکر کاٹتے ہوئے کولاب، خولند، بلجوان اور دروازہ شہروں تک جگہ جگہ پھیلے ہوئے روسی لشکروں کا خاتمہ کرنے کے بعد ایک طرح سے ابراہیم بیگ نے مشرقی بخارا میں اپنی پوزیشن مضبوط اور مستحکم کرلی تھی۔ اس قدر کارہائے نمایاں انجام دینے کے بعد ابراہیم بیگ ایک روز شام سے تھوڑی ہی دیر پہلے اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مسکن میں داخل ہوا تھا۔ اہل مسکن کو شاید پہلے ہی ابراہیم بیگ کی واپسی کی اطلاع ہو چکی تھی لہٰذا درہ کے ذریعے سے جونہی ابراہیم بیگ اپنے لشکر کے ساتھ مسکن میں داخل ہوا ایک دم لشکر کے اندر ان گنت ساز بج اٹھے اور چاروں طرف سے وہی آتہ جان کا لکھا ہوا رزمیہ نغمہ گونج اٹھا تھا لگتا تھا مسکن میں رہنے والا ہر فرد اور ہر ذی حیات ہم آہنگ ہو کر وہ گیت گانے لگا تھا چاروں طرف پھیلی وادیوں اور کوہستانوں کے اندر بس ایک ہی آواز ابھر کر سنائی دے رہی تھی۔

جب تک دھرتی اپنی ہم پہ تنگ رہے گی
تب تک جبر کے دھارو تم سے جنگ رہے گی

کافی دیر تک مسکن کے اندر یہ نغمہ گونجتا رہا۔ یہاں تک کہ ابراہیم بیگ اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھ کے اپنی رہائش گاہ کے نزدیک آ گیا تھا۔ جب وہ اپنے گھوڑے سے اترا تب ساز بجنے بند ہو گئے۔ لوگوں نے نغمہ گانا بھی بند کر دیا تھا۔ پھر ایک طرف سے آتہ جان بھاگتا ہوا نمودار ہوا۔ اس کے پیچھے پیچھے ریکا بھی بیچاری بھاگتی ہوئی ابراہیم بیگ کی طرف آ رہی تھی۔ آتہ جان نے آتے ہی ابراہیم بیگ کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ اتنی دیر تک ابراہیم بیگ اپنے گھوڑے سے اتر چکا تھا ریکا جونہی نزدیک آئی۔ اپنے چہرے پر ان گنت مسکراہٹیں بکھیرتے ہوئے وہ اپنے جسم کی پوری شیرینی میں ابراہیم بیگ کو مخاطب کرکے کہنے لگی۔ میں آپ کو آپ کی اس قدر کامیابیوں پر لاکھوں نہیں کروڑوں بار مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ ریکا کے ان الفاظ پر ابراہیم بیگ کے چہرے پر گہری مسکراہٹیں اور خوشیاں بکھر گئی تھیں۔ پھر وہ ریکا کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔ ریکا تم کیسی ہو؟ جواب میں ریکا ایک پاؤں پر ابراہیم بیگ کے سامنے چاروں طرف گھوم گئی پھر وہ خوشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگی۔

دیکھ لیں جیسا آپ چھوڑ کر گئے تھے میں تو ویسی ہی خوش و خرم ہوں۔ مجھے آپ کی آمد کی اطلاع مل گئی تھی میں نے آپ کے لئے پانی گرم کر رکھا ہے۔ آسمان پر بادل چھائے ہیں ہو سکتا ہے برفباری کا سلسلہ بھی شروع ہو جائے۔ آپ میرے ساتھ آئیں پہلے گرم پانی سے غسل کریں پھر آرام کریں۔ ابراہیم بیگ نے فورا اپنے ساتھیوں کو آرام کرنے کا مشورہ دیا۔ پھر وہ کسی معصوم بچے کی طرح چپ چاپ ریکا کے ساتھ ہولیا تھا۔ جبکہ آتہ جان بھی ابراہیم بیگ کے گھوڑے کو پکڑے پکڑے ان دونوں کے پیچھے پیچھے حویلی کی طرف جا رہا تھا۔

ایک سوار اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا افغانستان کے قلعہ فتوح کے صدر دروازہ کے قریب آن رکا تھا۔ آسمان پر بادل خوب گہرے چھائے ہوئے تھے۔ ہلکی ہلکی برفباری بھی جاری تھی۔ سورج شاید غروب ہو رہا تھا اسلئے کہ فضا کہ اندر تاریکیاں اپنا سامان اور بسیرا کرتی جا رہی تھیں وہ سوار قلعہ فتوح کے صدر دروازہ کے قریب اپنے گھوڑے سے اتر گیا پھر قلعہ کے پہریدار کے نزدیک آ کے وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ قلعہ کے محافظوں میں سے ایک اس کی طرف بڑھا اور اس سے پوچھنے لگا۔

تم کون ہو اور کس سلسلہ میں تم اس قلعہ کی طرف آئے ہو اس پر وہ آنے والا اپنے لباس اور اپنے عمامے کے اوپر سے برف جھاڑتا ہوا بولا اور کہنے لگا۔ میں امیر بخارا سعید عالم خان سے ملنا چاہتا ہوں۔ اس پر قلعہ کا محافظ چونکا اور پوچھا لیکن کیوں تم ان سے کیوں ملنا چاہتے ہوں۔ کہاں سے آئے ہو اور تمہاری ملاقات کا کیا مقصد ہے۔ اس پر وہ آنے والا پھر بولا اور کہنے لگا دیکھ میرے بھائی میں اس وقت برفباری میں ایک لمبی مسافت طے کر کے آ رہا ہوں۔ مجھے امیر ابراہیم بیگ نے امیر بخارا کی طرف روانہ کیا ہے اور ابراہیم بیگ کی طرف سے میرے پاس امیر بخارا کے لئے ایک انتہائی اہم اور خوش کن پیغام ہے۔ تم امیر بخارا کو میرے آنے کی اطلاع کروں۔ مجھے امید ہے کہ وہ مجھے فی الفور ملاقات کا وقت دے دیں گے اس پر اس محافظ نے مزید کچھ نہ کہا اور وہ اپنے ساتھیوں سے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کچھ کہتا ہوا قلعہ کے اندر چلا گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ محافظ باہر آیا اور اس نووارد کو مخاطب کر کے کہنے لگا تم اندر آؤ امیر بخارا سعید عالم خان نے تمہیں طلب کیا ہے اس پر وہ نووارد اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے جب قلعہ میں داخل ہونے لگا تو ایک دوسرے محافظ نے بھاگ کر اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور اس سے کہنے لگا تم مطمئن ہو کر میرے ساتھی کے ساتھ جاؤ۔ اپنا گھوڑا میرے حوالے کر دو میں اس کی خوراک کا انتظام کرتا ہوں۔ اس نووارد نے چپ چاپ اپنے گھوڑے کی باگ اس مسلح جوان کو پکڑا دی اور پھر اس کے دوسرے ساتھی کے ساتھ وہ قلعہ میں داخل ہو گیا تھا۔ وہ مسلح جوان ابراہیم بیگ کے قاصد کو صدر دروازہ کے قریب ہی ایک کمرے میں لے کر داخل ہوا اس کمرہ میں پہلے ہی امیر بخارا سعید عالم خان بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ انکے کچھ مسلح محافظ بھی تھے۔ جونہی وہ قاصد کمرے میں داخل ہوا سعید عالم خان نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا استقبال کیا۔ بڑی نرمی اور بڑی شفقت میں آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کیا۔ پھر خالی نشست کی طرف اشارہ کر کے اسے بیٹھنے کو کہا۔ جب وہ قاصد بیٹھ گیا تب امیر بخارا سعید عالم خان بولے اور ابراہیم بیگ کے قاصد کو مخاطب کرتے ہوئے انھوں نے پوچھا۔

کہو تم میرے لئے ابری کی طرف سے کیا پیغام لے کر آئے ہو اس پر وہ قاصد خوش کن لہجہ میں بولا اور کہنے لگا یا امیر میں آپ کے لئے اچھی خبر لے کر آیا ہوں۔ یا امیر ابراہیم دوشنبہ شہر سے باہر اپنے مسکن میں اپنی پوزیشن کو مستحکم کرنے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ نکلے تھے۔ پہلے وہ حصار شہر کی طرف بڑھے۔ حصار شہر سے باہر روسی لشکر کا مکمل طور پر صفایا کرنے کے بعد انھوں نے حصار شہر پر قبضہ کر لیا۔ چند ہفتے تک انھوں نے حصار شہر میں قیام کئے رکھا اور وہاں کچھ جوانوں کو انھوں نے عسکری تربیت دے کر شہر کی حفاظت پر معمور کیا اور جو اسلحہ اور ہتھیار انھوں نے روسی لشکر سے لئے تھے وہ انھوں نے ان جوانوں کے

حوالے کر دیئے اس کے بعد یا امیر ابراہیم بیگ نے مزید پیش قدمی کی۔

حصار شہر سے ابراہیم بیگ دریائے سرخاب کے کنارے کنارے جنوب کی طرف بڑھا پھر وہ اچانک اس شاہراہ کی طرف بڑھا جو بابئوان سے شیر آباد کی طرف جاتی ہے۔ یہاں بھی ایک روسی لشکر پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ رات کی تاریکی میں ابراہیم بیگ اس لشکر پر بھی حملہ آور ہوا اور اسے بھی تباہ و برباد کر کے بابئوان پر ابراہیم بیگ نے قبضہ کر لیا۔ یا امیر اس کے بعد ابراہیم بیگ نے شرقی بخارا میں ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ بابئوان شہر پر قبضہ کرنے کے بعد ابراہیم بیگ نے اپنے لشکر کے ساتھ دریائے سرخاب' دریائے کافرنگان' دریائے وحش کو عبور کیا اور پھر یکے بعد دیگرے کولاب' خولند' بلجوان اور دروازہ شہروں کے آس پاس جس قدر روسی لشکر پھیلے ہوئے تھے اور جو بسماچی تحریک کے مجاہدوں کے خلاف نبرد آزما تھے ان سب کا خاتمہ کر کے رکھ دیا ہے۔

یا امیر ابراہیم بیگ کی ان فتوحات سے سلطنت بخارا قطعی طور پر اب دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ہے۔ غربی بخارا پر روسیوں کا قبضہ ہے جبکہ سلطنت کے شرقی حصہ پر اس وقت امیر ابراہیم بیگ پوری طرح قابض اور غالب ہیں۔ یا امیر یہی وہ خبر یہی وہ پیغام ہے جو میں آپ تک پہنچانے کے لئے آیا ہوں۔ ابراہیم بیگ کے اس قاصد سے یہ ساری خبریں سن کر امیر بخارا سعید عالم خان کے چہرے پر اطمینان اور خوشیاں ہی خوشیاں بکھر گئی تھیں۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر وہ کچھ سوچتے رہے پھر وہ جذبات سے مغلوب اور خوشی میں ڈوبی ہوئی آواز میں خود ابراہیم بیگ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

"ابری میرے بیٹے! میرے فرزند میں جانتا ہوں تو اپنے وطن اپنی سرزمین کے لئے ایک ایسا جذبہ ہے جو شوق و طلب اور راحت و عافیت کو بھی سکون و اطمینان عطا کرتا ہو میرے بیٹے میں جانتا ہوں تو اپنے دین کے لئے وہ فریفتگی ہے جسے کوئی مادی قوت اور نہ ہی عمر کی رفتار زائل کر سکتی ہے۔ تو وہ فرزند ہے جو قربان گاہ کی ہلاکت خیزی میں خوشگوار اور لطافت آمیز ماحول بن کر نمودار ہو سکتا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہے۔ ابری میرے بیٹے میرے فرزند تو رات کی تاریک سرگوشیوں میں یقیناً میرے لئے شوق و امید کی آگ کا ایک الاؤ ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد امیر بخارا تھوڑی دیر کے لئے رکے۔ ان کی گردن جھک گئی تھی پھر وہ عجیب سے جذبے میں ابراہیم بیگ کو مخاطب کرتے ہوئے دوبارہ کہہ رہے تھے۔

ابراہیم میرے فرزند! میرے بیٹے! تو راہ گم کردہ مسافروں کے لئے روشنی اور راہبری کا پیغام ہے۔ تو وہ بیٹا ہے تو وہ فرزند ہے جو اپنے لواحقین کی آنکھوں میں زندگی کی شعاعیں ہونٹوں پر مسکراہٹ اور درشتی اور بے مہری کی منہ زور آندھیوں میں زندگی کی علامت بن کر نمودار ہو سکتا ہے۔ ابری میرے بیٹے کاش تیرے اور میرے درمیان یہ جان گداز دوری نہ ہوتی۔ میرے بیٹے میرے فرزند اس جان لیوا تنہائی میں میں تیرے لئے دعا کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ ابری میرے بیٹے یہ کیسی مجبوری کیسی بے بسی ہے کاش اب تک عالم اسلام زندگی کی فنا اور زمین کو انسان سے نجات دینے والے روسیوں کے خلاف متحد ہو چکا ہوتا۔ یہاں تک کہنے کے بعد امیر بخارا خاموش ہو گئے تھے وہ مزید کچھ نہ کہہ سکتے تھے اس لئے کہ ان کی آنکھوں کے اندر دکھ اور بے بسی کی نمی اُمڈ آئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہے۔ اپنی آنکھیں انھوں نے خشک کیں پھر وہ ابراہیم بیگ کے قاصد کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

"تم آج کی رات اسی قلعہ میں رک کر آرام کرو کل تم ابراہیم بیگ کی طرف روانہ ہونا اور میری طرف سے اس کے نام پیغام لے کر جانا اس کے ساتھ ہی امیر بخارا سعید عالم خان اس محافظ کی طرف متوجہ ہوئے جو اس قاصد کو ساتھ لے کر آیا تھا۔ اور پھر اسے مخاطب کر کے وہ کہنے لگے۔ ابراہیم بیگ کے قاصد کو آرام اور اس کے کھانے اور رہائش کا عمدہ انتظام کرو اور کل اس کے کوچ سے پہلے اسے میرے پاس لے کر آؤ۔ اس کے ساتھ ہی وہ محافظ ابراہیم بیگ کے قاصد کو اپنے ساتھ لے گیا تھا جبکہ امیر بخارا بھی اس کمرے سے نکل کر اپنی رہائش گاہ کے سکونتی حصہ کی طرف چلے گئے تھے۔

دوسرے روز امیر بخارا سعید عالم خان نے ابراہیم بیگ کے قاصد کو رخصت کیا تھا۔ افغانستان سے ابراہیم بیگ کے لئے بہت سے تحفے تحائف بھیجنے کے ساتھ ساتھ امیر بخارا نے ابراہیم بیگ کو خطاب' فرمان شاہی اور ایک قیمتی خلعت سے بھی نوازا تھا۔ ساتھ ہی ایک تاریخی خط بھی لکھ کر اس قاصد کے ہاتھ بھیجا تھا جس میں ابراہیم بیگ کی کارگزاریوں پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے اسے شاباش دی گئی تھی اور یہ توقع اور امید رکھی گئی تھی کہ آئندہ بھی وہ اسی طرح روسیوں کے خلاف اپنے جذبہ جہاد کو جاری رکھے گا۔

سردی اپنے عروج پر آگئی تھی۔ شام گہری ہو کر رات میں ڈھل گئی تھی۔ ابراہیم بیگ کے مسکن میں عشاء کی اذانیں ہو رہی تھیں۔ ہلکی ہلکی برفباری جاری تھی۔ چاروں طرف کیا کوہستان کی چوٹیاں اور کیا وادیاں برف کی سفید چادر میں لپٹ گئی تھیں۔ ایسے میں ابراہیم بیگ آتہ جان اور ریکا رات کے کھانے سے فارغ ہوئے ہی تھی کہ مکان کے دروازہ پر اس برفباری میں زور دار دستک ہوئی تھی۔ آتہ جان اپنی جگہ سے اٹھا اور ابراہیم بیگ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ میں دیکھتا ہوں دستک دینے والا کون ہے اس کے ساتھ ہی آتہ جان دیوان خانے سے باہر نکل گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد آتہ جان لوٹا اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابری بیٹے دروازہ پر اس وقت دولت مند بے' عبد الحفیظ پروانچی ایشان قند اور سعید بیگ پروانچی کھڑے ہیں وہ چاروں کسی نہایت اہم مسئلہ پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر ابراہیم بیگ فوراً" حرکت میں آیا اور ریکا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا ریکا تم برتن سمیٹو اور اپنے کمرے میں چلی جاؤ۔ ریکا نے جلدی جلدی برتن سمیٹے اور اٹھا کر وہاں سے چلی گئی تھی۔ پھر ابراہیم بیگ نے آتہ جان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا آتہ جان تم ان چاروں کو بلا کر مرے پاس لاؤ وہ ضرور

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کس اہم ضرورت ہی کی وجہ سے میرے پاس آئے ہوں گے اس پر آتہ جان باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد آتہ جان ان چاروں کو لے کر دیوان خانے میں داخل ہوا۔ ابراہیم بیگ نے ان چاروں کو اپنے سامنے بیٹھنے کے لئے کہا۔ نشست پر بیٹھتے ہی دولت مند بے بولا اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یا امیر ہمارے جاسوس ایک انتہائی اہم خبر لے کر آئے ہیں ہم نے جو حصار' بائیسوان اور دوسرے شہروں کو روسی تسلط سے نجات دی ہے اس کی خبریں ماسکو بھی پہنچ چکی ہیں۔ لہٰذا کیمونسٹ حکمرانوں نے تاشقند میں مقیم اپنے جنرل فریلنزے کو حکم دیا ہے کہ مشرقی بخارا پر حملہ آور ہو کر باغی مسلمانوں کا قلع قمع کر دیا جائے اس حکم کے جواب میں یا امیر جنرل فریلنزے تاشقند سے روانہ ہو کر مشرقی بخارا کے شہروں پر وارد ہوگا آپ کو یاد ہوگا کہ یہ وہی جنرل فریلنزے ہے جس نے سلطنت بخارا کو اس کی آزادی سے محروم کیا تھا۔ ہمارے جو جاسوس یہ خبر لے کر آئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ چند روز تک جنرل فریلنزے تاشقند سے ایک خاص ٹرین کے ذریعے روانہ ہوگا۔ اپنے بہت بڑے لشکر کے ساتھ جنرل فریلنزے تاشقند سے ایک خاص ٹرین کے ذریعے سمرقند تک آئے گا سمرقند سے جنرل فریلنزے کے لشکر کو ایک فوجی کاروان کی صورت میں سبز شہر تک پیش قدمی کرنے کا حکم ملا ہے۔ سبز شہر سے یہ پھر ٹرین میں سوار ہوں گے سبز شہر میں جنرل فریلنزے اپنے لشکر کو مختلف حصوں میں تقسیم کرے گا۔ ایک حصہ سبز شہر ہی سے حصار اور دوشنبہ شہر کی طرف کوچ کرے گا دوسرا حصہ ریل کے ذریعے قریشی جائے گا اور قریشی شہر سے گزر اور شورچی شہروں پر قابض ہونے کی کوشش کرے گا۔ تیسرا لشکر اس سے بھی آگے بڑھتے ہوئے ترمذ کے ریلوے اسٹیشن پر جا اترے گا وہاں سے یہ شیر آباد اور بائیسوان شہروں پر قبضہ کرنے کے بعد مشرقی شہروں پر مسلمانوں کے خلاف یلغار کریگا۔ یا امیر بس یہی خبر ہے جو ہم آپ کے پاس لے کر آئے ہیں یہاں تک کہنے کے بعد دولت مند بے خاموش ہو گیا جواب میں ابراہیم بیگ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر وہ بولا اور کہنے لگا۔

سنو دولت مند بے اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دیدو ہم ابھی اور اسی وقت یہاں سے کوچ کریں گے ہماری منزل سبز شہر ہوگی۔ سبز شہر کے شمال میں ہم اس شاہراہ کے دونوں کناروں پر گھات لگا کر بیٹھ جائیں گے جو سمرقند کی طرف سے آتی ہے ہماری خوش قسمتی ہے کہ سمرقند اور سبز شہر کے درمیان فاصلے کو جنرل فریلنزے ایک فوجی کاروان کی صورت میں طے کرے گا اس لئے کہ سمرقند اور سبز شہر آپس میں ریلوے لائن کے ذریعہ ملے ہوئے نہیں ہیں بس اسی سے ہم فائدہ اٹھائیں گے۔ رات کی تاریکی میں روسیوں کے فوجی کاروان پر ایسے زور دار حملے کریں گے کہ وہ ہماری طرف پیش قدمی کرنے کی ساری تدبیریں فراموش کر کے واپس جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اب تم لوگ وقت ضائع نہ کرو اٹھو اور اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دو پہلے کی طرح عبدالحفیظ بیگ پروانچی مسکن کی حفاظت کے لئے یہاں رہے گا جبکہ ہم چاروں لشکر کے ساتھ روانہ ہوں گے۔ ابراہیم بیگ کا یہ حکم پا کر دولت مند بے' عبدالحفیظ پروانچی' ایشان قند اور سعید بیگ پروانچی ابراہیم بیگ کے دیوان خانے سے نکل گئے تھے۔۔

جونہی وہ چاروں دیوان خانے سے نکلے ریکا بڑی تیزی سے دیوان خانے میں داخل ہوئی اسے دیکھ کے ابراہیم بیگ کہنے لگا ریکا میں ابھی اور اسی وقت اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کر رہا ہوں اس پر ریکا اپنی اداسیوں اپنی افسردگیوں کو اپنی مصنوعی مسکراہٹ میں ڈبوتی ہوئی کہنے لگی۔ یا امیر میں دروازے کے قریب کھڑی ہو کر آپ اور آپ کے ساتھیوں کی ساری گفتگو سن چکی ہوں۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں خدا وند سے میری التجا ہے کہ جس معرکہ جس منزل کی طرف بھی آپ جائیں خدا وند آپ کو کامیابی اور فوزمندی عطا کرے۔ آپ میرے ساتھ آئیں میں آپ کی تیاری مکمل کرواتی ہوں۔ ابراہیم بیگ اپنی جگہ سے اٹھا اور چپ چاپ ریکا کے ساتھ ہو لیا۔ ریکا کے ساتھ مل کر ابراہیم بیگ اپنی کوچ کی تیاری کرنے لگا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد رات کی تاریکی اور برفباری میں وہ اپنے لشکر کو لے کر مسکن سے کوچ کر گیا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آدھی رات کے قریب ابراہیم بیگ اپنے لشکر کے ساتھ قراتاغ شہر سے سبز شہر کی طرف جانے والی شاہراہ پر سبز شہر سے ابھی دس میل دور ہی تھا کہ اس کے مخبروں نے اسے اطلاع دی کہ روسی لشکر خلاف توقع زیادہ تیز رفتاری سے سفر کرتے ہوئے سبز شہر سے قریب پہنچ چکا ہے ان مخبروں نے یہ بھی اطلاع دی کہ کچھ روسی دستے سبز شہر کے ریلوے اسٹیشن پر پہنچ کر ویگنوں کے اندر اپنا سامان لادنے لگے ہیں۔ جبکہ روسی کاروان کا بڑا حصہ ابھی سبز شہر سے دس سے بارہ میل دور تک پھیلا ہوا ہے اور سبز شہر کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان مخبروں نے یہ بھی اطلاع دی کہ بخارا سے جدیدیوں کی حکومت کا بھی ایک لشکر قرشی شہر سے ہوتا ہوا سبز شہر کی طرف بڑھ رہا ہے اور وہ روسی لشکر کے ساتھ مل کر ابراہیم بیگ کے خلاف کاروائی کرے گا۔ ابراہیم بیگ کے مخبروں نے یہ بھی اطلاع دی تھی کہ روسی جنرل فرنیزے اس لشکر میں خود شامل نہیں ہے اور اس کے نائبین لشکر کی کمانداری کر رہے ہیں۔

یہ خبریں ملنے کے بعد ابراہیم بیگ نے اپنے لشکر کو روک لیا تھا۔ لشکر کے رک جانے پر دولت مند بے' سعید بیگ پروانچی اور ایشان قند بھی ابراہیم بیگ کے قریب آگئے ابراہیم بیگ نے کچھ سوچا پھر وہ اپنے تینوں ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو میرے رفیقو! میرے بھائیو! جس طرح ہمارے مخبروں نے اطلاع دی ہے اس کے مطابق سمرقند سے سبز شہر کی طرف آنے والے روسی لشکر کی تعداد بہت بڑی اور زیادہ ہے اور پھر یہ کہ جدیدیوں کا ایک لشکر بھی بخارا سے روانہ ہو چکا ہے اور وہ قرشی کے راستے سبز شہر میں روسیوں سے آملے گا۔ اور ان سب کا مطمع نظر یہ ہے کہ ہم پر حملہ آور ہو کر ہم سے حصار اور دوشنبہ شہر چھین کر ہمیں ہماری سرزمینوں سے محروم کر دیں میرے ساتھیو! میرے بھائیو! میں نے اس

روسی فوجی کاروان سے نپٹنے کے لئے ایک لائحہ عمل تیار کیا ہے۔ اگر تم اس سے اتفاق کرو تو درست اور اگر تمہیں اس سلسلے میں کوئی اعتراض ہو تو بلا جھجک بولتے ہوئے میری تصحیح کر دینا تاکہ ہم درست انداز میں روسیوں پر حملہ آور ہو کر اچھے نتائج حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکیں۔

سنو میرے ساتھیو! لشکر کو حسب معمول چار حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ایک حصہ میرے پاس۔ دوسرا دولتمند بے کے پاس تیسرا سعید بیگ پروانچی اور چوتھا ایشان قند کے پاس میں خود سبز شہر کے ریلوے اسٹیشن پر دھاوا بولوں گا جو روسی وہاں پہنچ چکے ہیں انہیں ٹھکانے لگاؤں گا اور روسی کاروان کی نقل و حرکت کے لئے جو ویگنیں تیار کی گئی ہیں انہیں آگ لگانے کی کوشش کروں گا دولت مند بے تم اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ سبز شہر سے سمرقند کی طرف جانے والی شاہراہ سے ذرا ہٹ کر آگے بڑھنا اور روسی لشکر کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہونا جبکہ سعید بیگ پروانچی اور ایشان قند اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ سبز شہر کی طرف آنے والے روسی فوجی کاروان پر ان کے وسطی حصے کے قریب دائیں بائیں سے ضرب لگانے کی کوشش کریں گے۔ اس طرح امید ہے کہ اس روسی لشکر کے لئے مختلف محاذ کھولنے کے بعد ہم انہیں ضرور پسپا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ میرے ساتھیو! میرے بھائیو! میری اس تجویز میں اگر تم لوگ کوئی ردو بدل کرنا چاہتے ہو تو بلا جھجک کہو۔

رات کی تاریکی اور گرتی برف میں دولت مند بے' سعید بیگ پروانچی اور ایشان قند نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا نگاہوں میں کوئی فیصلہ کیا پھر دولتمند بے بولا اور کہنے لگا یا امیر ہم آپ کے لائحہ عمل سے پوری طرح متفق ہیں اور مجھے امید ہے کہ اس طرح ہم روسیوں کی پیش قدمی کو روکنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ پر یا امیر یہ تو کہیے کہ بخارا کی جدیدی حکومت کا جو لشکر قرشی کے راستے سبز شہر کی طرف بڑھ رہا ہے اس کا کیا بنے گا۔ اس پر ابراہیم بیگ مسکراتے ہوئے بولا اور کہنے لگا۔ دولت مند بے میرے بھائی اگر ہم اس روسی لشکر کو پسپا

اور مغلوب کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو بخارا کی طرف سے آنے والا لشکر ہمارے لئے بے ضرر ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اس لشکر کو ہم نے تباہ و برباد کر ڈالا تو وہ لشکر ہم پر حملہ آور ہونے کے بجائے اول تو واپس بخارا چلا جائے گا اور اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو سبز شہر آکر زخمی روسیوں کو دیکھ بھال کرنے کے بعد ضرور بخارا واپس چلا جائے گا اس طرح وہ لشکر ہمارے لئے اک طرح سے بے ضرر ہو کر رہ جائے گا۔ میرے بھائیو آؤ اب اپنے اپنے ہدف کی طرف کوچ کریں اور صبح نمودار ہونے سے پہلے پہلے اپنے مقصد کے حصول کی کامیابیوں کے دروازے کھولنے کی کوشش کریں۔ دولت مند بے' سعید بیگ پروانچی اور ایشان قند نے ابراہیم بیگ کے اس فیصلے سے اتفاق کیا پھر چاروں اپنے اپنے حصے کے لشکر کو لے کر مختلف سمتوں کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

رات کی گہری تاریکی اور ٹھٹھرے پن میں روسی فوجی کاروان پر حملہ کی ابتداء دولت مند بے نے کی تھی۔ سمرقند شہر کی طرف سے سبز شہر کی طرف جانے والی شاہراہ چونکہ چھوٹے بڑے ٹیلوں اور پہاڑی سلسلے میں سے ہو کر گزرتی تھی لہٰذا روسیوں کے مقابلے میں ابراہیم بیگ کے لشکر کو حملہ آور ہونے میں بہت سی سہولتیں میسر ہو گئیں تھیں اس لئے کہ ٹیلوں' چٹانوں اور پتھروں کی اوٹ لیتے ہوئے دولت مند بے نے اپنے لشکر کے ساتھ روسیوں کی پشت کی طرف سے منہ روز آندھی' موسلادھار بارش' بسیط صحرا کے بگولوں' کرنوں کی قوت اور پیہم اذیت کی طرح حملہ کر دیا تھا روسی شاید اس قدر دور دراز علاقوں میں ابراہیم بیگ کے حملوں کی توقعات نہیں رکھتے تھے۔ لہٰذا جونہی ان کی پشت کی طرف سے دولت مند بے اپنے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوا تو روسی لشکری کچھ اس طرح بکھرنے لگے جیسے خوابوں کے بے انت سلسلے میں ویران تموج نے اداسیاں اور افسردگیاں کھڑی کر دی ہوں۔ روسی فوجی کاروان شاہراہ پر سفر کر رہا تھا۔ جبکہ دولت مند بے کو یہ فائدہ اور فوقیت حاصل تھی کہ وہ روسی لشکر کی پشت پر رہ کر ٹیلوں' چٹانوں' اور پتھروں کے آڑ لیتے ہوئے اپنے لشکریوں کو روسیوں پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دے رہا تھا۔ لہٰذا اس حملے میں روسیوں کا بے شمار نقصان ہوا جبکہ دولت مند بے کا نقصان نہ ہونے کے برابر تھا۔

دولت مند بے کے اس حملے سے روسی یہ سمجھے کہ شاید ابراہیم بیگ نے رات کی یکی میں ان پر شب خون مارنے کی کوشش کی ہے لہٰذا ان کا فوجی کاروان ان کے کمانداروں اور جرنلوں کے کہنے پر شاہراہ پر رک گیا تھا پھر وہ اپنی پشت کی طرف لپکا۔ تاکہ شب خون مارنے والوں سے نپٹا جا سکے۔ عین اس موقع پر وسطی حصے میں کے قریب سعید بیگ پروانچی اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ زہریلی ہواؤں کی مار' صداؤں کی فوج رواں دواں کی طرح حملہ آور ہو کر روسی لشکر کی تعداد بڑی تیزی سے کم کرنے لگا تھا۔ گہری رات کی سردی میں جو ناوک کی طرح جسم میں پیوست ہوئی جا رہی تھی سعید بیگ پروانچی سوختہ جان لمحوں اور چپ کی راکھ میں سرطان زدہ طوفان کی طرح روسیوں پر حملہ آور ہو کر انہیں موت کے لاوے اور آگ کے دامن میں لپیٹتا چلا گیا تھا۔ سعید بیگ پروانچی کے وسطی حصہ پر حملہ آور ہونے سے روسیوں کی بوکھلاہٹ میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔

روسی ابھی ایک پریشان کن حالت اور افراتفری کے عالم ہی میں تھے کہ دوسری طرف سے ایشان قند بھی اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ موت و زیست کے دھندلکے' نگاہوں میں اڈتے سراب' خلا کے بیکراں لمحوں اور مقدر کے جزیروں میں کرب و مہتر کے نزول کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے لاانتہا پیاس کی طرح روسی لشکر پر چھاتا چلا گیا تھا۔ اب وہ روسی لشکر جو سمرقند سے سبز شہر کی طرف آنے والی شاہراہ پر دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ وہ دولت مند بے سعید بیگ پروانچی' ایشان قند کے سہ طرف حملوں میں الجھ کر رہ گیا تھا روسیوں کا بے شمار نقصان ہوا تھا اس لئے کہ وہ شاہراہ پر سفر کر رہے تھے اور ان کے پاس گھات لینے اور آڑ کی کوئی چیز نہ تھی جسے استعمال کرتے ہوئے وہ مجاہدوں کی گولیوں سے بچتے

جبکہ ان کی پشت ور دائیں بائیں کی طرف سے دولت مند بے' سعید بیگ پروانچی اور ایشان قند کے لشکریوں نے چٹانوں اور پتھروں کی اوٹ میں بیٹھ کر ان کو اپنی گولیوں کا نشانہ بناتے ہوئے بڑی تیزی سے ان کی تعداد کم کرنا شروع کر دی تھی۔

دولت مند بے' سعید بیگ پروانچی اور ایشان قند کے حملہ آور ہونے کی نہیں اور اطلاع سبز شہر میں پہنچنے والی والے روسی لشکریوں کو بھی مل گئی تھی یہ لشکری ہزاروں کی تعداد میں تھے اور بڑی تیزی سے یہ سبز شہر کے ریلوے اسٹیشن پر پہنچنے والا فوجی سازو سامان بڑی تیزی کے ساتھ ریلوے ویگنوں میں رکھتے چلے جا رہے تھے۔ حملہ کی اطلاع ملنے پر یہ فوجی اور لشکری بھی افراتفری کا شکار ہو گئے اور اپنے ہتھیار سنبھال کر ادھر ادھر بھاگنے لگے تھے شاید وہ اپنے آپ کو مسلح کرنے کی فکر میں تھے کہ کہیں ان پر کوئی حملہ آور نہ ہو جائے لیکن عین اسی افراتفری اور بھگدڑ کے عالم میں ابراہیم بیگ نے اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ ان پر حملہ کر دیا تھا۔

ابراہیم بیگ سبز شہر کے ریلوے اسٹیشن پر روسیوں پر ایک کرب بے کراں' موت کے صحرا میں زندگی کے روپ میں گھستی دھوپ اور ذرے ذرے کے سینے اور فضاؤں کی نس نس میں اترتے سوگ و سوز کی طرح روسیوں پر حملہ آور ہوا تھا۔ روسی جو ریلوے اسٹیشن پر ادھر ادھر بھاگتے ہوئے اپنے آپ کو مسلح کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ابراہیم بیگ کے اس اچانک حملہ کی تاب نہ لا سکے اور ابراہیم بیگ نے ان کی اس حالت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کی حالت تعصب کے پھیلتے اندھیروں اور تشدد کے خون رنگ صحرا جیسی بنا کر رکھ دی تھی۔ سبز شہر کے ریلوے اسٹیشن پر جس قدر روسی ویگنوں پر سامنے لادنے کے کام میں مصروف تھے۔ ابراہیم بیگ نے ان سب کا خاتمہ کر دیا تھا اور پھر رات کی تاریکی میں اس نے اسٹیشن اور اس کے بعد دور تک کھڑے ریلوے ویگنوں کو آگ لگا دی تھی۔

آدھی رات کے بعد سے فجر کے آثار نمودار ہونے تک یہ جنگ جاری رہی جس کے نتیجہ میں ابراہیم بیگ اور اس کے ساتھیوں نے روسی فوجی کاروان کی حالت گھروں کی ویرانیوں' بے نوا لمحات کی لہروں' بے وفا ساعتوں کے تابوت جیسی کر کے رکھ دی تھی۔ سبز شہر کے ریلوے اسٹیشن سے لے کر دس بارہ میل دور سمر قند کی طرف جانے والی شاہراہ پر شکست و ریخت کی روح فرساصورت دیکھی جا سکتی تھی جہاں شاہراہ پر روس کے فوجی کاروان کی حالت خانہ بدوشوں کے بکھرے ٹھکانوں جیسی بنا کر رکھ دی گئی تھی۔ اس جنگ میں اکثر روسی مارے گئے بہت کم روسی سپاہی اپنے جرنلوں اور کمانداروں کے ساتھ بچ جانیں بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہو سکے تھے۔ صبح طلوع ہونے کے بعد ابراہیم بیگ نے اسلحہ اور گولہ بارود کے علاوہ روسی لشکر سے اپنی ضرورت کی ہر شے سمیٹی پھر وہ جس طرح آندھی اور طوفان کی طرح حملہ آور ہونے کے لئے آیا تھا۔ اسی تیزی اور تندی کے ساتھ واپس اپنے مسکن کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

آدھی رات کے بعد سے فجر کے آثار نمودار ہونے تک یہ جنگ جاری رہی ں کے نتیجہ میں ابراہیم بیگ اور اس کے ساتھیوں نے روسی فوجی کاروان کی الت گھروں کی ویرانیوں' بے نوا لمحات کی لہروں' بے وفا ساعتوں کے تابوت جیسی رکے رکھ دی تھی۔ سبز شہر کے ریلوے اسٹیشن سے لے کر دس بارہ میل دور سمر ند کی طرف جانے والی شاہراہ پر شکست و ریخت کی روح فرساصورت دیکھی جا لتی تھی جہاں شاہراہ پر روس کے فوجی کاروان کی حالت خانہ بدوشوں کے بکھرے ھکانوں جیسی بنا کر رکھ دی گئی تھی۔ اس جنگ میں اکثر روسی مارے گئے بہت کم وسی سپاہی اپنے جرنلوں اور کمانداروں کے ساتھ اپنی جانیں بچا کر بھاگنے میں امیاب ہو سکے تھے۔ صبح طلوع ہونے کے بعد ابراہیم بیگ نے اسلحہ اور گولہ رود کے علاوہ روسی لشکر سے اپنی ضرورت کی ہر شے سمیٹی پھر وہ جس طرح ندھی اور طوفان کی طرح حملہ آور ہونے کے لئے آیا تھا۔ اسی تیزی اور تندی کے ساتھ واپس اپنے مسکن کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شام سے کچھ دیر پہلے ابراہیم بیگ اپنے لشکر کے ساتھ ایک فاتح کی حیثیت سے اپنے مسکن میں داخل ہوا تھا۔ اہل مسکن کو روسیوں کے مقابلہ میں پہلے ہی اسکی فتح مندی اور کامیابی کی خبریں مل چکی تھیں لہٰذا جونہی وہ اپنے لشکر کے ساتھ درہ کے راستے مسکن میں داخل ہوا پورا لشکر آتہ جان کے اسی نغمہ سے گونج اٹھا تھا۔

جب تک دھرتی اپنی ہم پہ تنگ رہے گی
تب تک جبر کے دھارو تم سے جنگ رہے گی۔

ابراہیم بیگ اپنے لشکر کے ساتھ جب مسکن کے وسطی حصہ میں آکر رکا تو ایک طرف سے ابراہیم بیگ کے بعد مسکن کی نگہبانی کرنے والا عبدالحفیظ بیگ پروانچی اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا ابراہیم بیگ کے قریب آیا۔ اپنے گھوڑے سے وہ اترا۔ آگے بڑھ کو اس نے ابراہیم بیگ کیساتھ مصافحہ کیا اور بڑی ارادتمندی سے ابراہیم بیگ کے دونوں ہاتھ چومتے ہوئے عبدالحفیظ بیگ کہنے لگا۔ یاامیر میں آپکو روسیوں کے مقابلے میں اس فتح پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ یاامیر قسم خداوند کریم کی آپ اس قابل ہیں کہ عبدالحفیظ بیگ پروانچی آپکے پاؤں جوتوں سمیت چومے۔ اسلئے کہ آپ نے اپنی ملت اپنی سرزمین اور اپنی قوم کیلئے بہترین خدمات سرانجام دی ہیں۔ عبدالحفیظ بیگ پروانچی ابراہیم بیگ کے پاؤں کی طرف جھکنا چاہتا تھا کہ ابراہیم بیگ نے اسے کندھوں سے پکڑ کر سیدھا کیا۔ اور بڑے پیار بڑی شفقت میں کہنے لگا۔ عبدالحفیظ تم عمر میں مجھ سے کافی بڑے ہو۔ تم میرے بزرگ ہو۔ میں جو کچھ کررہا ہوں کسی پر احسان نہیں کررہا۔ یہ میرے فرائض میں شامل ہے اور یہ فرائض مجھے امیر بخارا سعید عالم خان نے سونپ رکھے ہیں۔ اگر میں ایسا نہیں کرتا تو عبدالحفیظ بیگ سمجھو کہ میں اپنے فرائض میں کوتاہی کا مرتکب ہوتا ہوں۔ ابراہیم بیگ جب خاموش ہوا تو عبدالحفیظ بیگ پروانچی تھوڑی دیر خاموش رہا پھر وہ دوبارہ بولا اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

یا امیر! امیر بخارا کیطرف سے ملا عبدالقہار افغانستان سے یہاں پہنچا ہوا ہے۔ اسکے پاس آپکے نام امیر بخارا سعید عالم خان کا کوئی پیغام بھی ہے اس پر ابراہیم بیگ نے چونک کر عبدالحفیظ بیگ پروانچی کی طرف دیکھا پھر پوچھنے لگا۔ ملا عبدالقہار اس وقت کہاں ہے۔ وہ سلطنت بخارا کیلئے بے پناہ قربانی دینے والوں میں سے اہم ترین حیثیت رکھتا ہے۔ اسے مسکن میں بڑی عزت بڑے احترام کے ساتھ رکھنا چاہئے تھا۔ اس پر عبدالحفیظ بیگ پروانچی مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ یاامیر میں ملا عبدالقہار کو پرانا جاننے والا ہوں آپ یوں سمجھئے کہ وہ میرے بہترین دوستوں میں سے ہے۔ میں نے اسے اپنے ہی یہاں ٹھہرا رکھا ہے۔ یاامیر آپ ذرا دائیں بائیں دیکھئے۔ ملا عبدالقہار آپکے استقبال کیلئے یہاں موجود ہیں۔ اس پر ابراہیم بیگ نے چونک کر اپنے چاروں طرف دیکھا پھر ایک شخص پر اس کی نگاہ جم کر رہ گئی تھی۔ وہ شخص چالیس کے سن کے قریب ہوگا۔ اپنا ہاتھ سلام کے انداز میں اس نے اپنے ماتھے پر رکھا ہوا تھا۔ اور اسکی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ ابراہیم بیگ اسے دیکھ کر چونک سا پڑا وہی ملا عبدالقہار تھا۔ بھاگ کر ابراہیم بیگ آگے بڑھا اور والہانہ انداز میں اس نے ملا عبدالقہار کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا۔ ماتھے سے اسکا ہاتھ ابراہیم بیگ نے ہٹایا پھر بڑی دردمندی اور ہمدردی میں پوچھا۔ عبدالقہار میرے بھائی میرے دوست میں تمہیں اپنے اس مسکن میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ پر یہ تو کہو تم روکیوں رہے ہو۔ اس پر ملا عبدالقہار ڈوبی ڈوبی سی آواز نکال کر بولا اور کہنے لگا۔

یا امیر! قسم خداوند کی یہ آنسو خوشی کے آنسو ہیں۔ آپ کے مسکن میں آنے کے بعد جب میں نے عبدالحفیظ بیگ پروانچی سے روسیوں کے خلاف آپکی کامیابیوں کے متعلق سنا اور پھر جس والہانہ انداز میں ایک فاتح کی حیثیت سے اس مسکن کے اندر آپکا استقبال کیا گیا امیر اسے دیکھ کر میں بے حد خوش ہوا ہوں۔ یہ میرے بہنے والے آنسو میری اس خوشی کے باعث ہیں۔ یا امیر آپکے اس مسکن میں پہنچ کر مجھے احساس ہوا ہے کہ ہم روسیوں کا مقابلہ کرسکتے ہیں جبکہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

انغانستان سے روانہ ہوتے وقت میں مایوس تھا۔ سوچ رہا تھا کہ ہمارا کوئی آگا ہے نہ پیچھا نہ کوئی ہماری پشت پناہی کرنے والا ہے اور نہ ہی ہمیں کوئی جنگ کیلئے ضروری سامان فراہم کرنیوالا ہے۔ پھر کیوں کر ہم روسی یلغار کے سامنے سلطنت بخارا کی حفاظت کیلئے بند باندھ سکیں گے۔ پر اے امیر آپکے مسکن میں آکر اور روسیوں کے خلاف آپکی فتح مندی کی خبریں سنکر مجھے اب یقین ہوگیا ہے کہ ہم روسیوں پر بھاری ضرب لگانے کے قابل ہیں۔ یہاں تک کہنے کے بعد ملا عبدالقہار تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر وہ دوبارہ بولا اور کہنے لگا۔

یا امیر میرے پاس آپکے لئے امیر بخارا کیطرف سے ایک اہم پیغام کے ساتھ ساتھ ایک انتہائی خوش کن خبر بھی ہے۔ اس پر ابراہیم بیگ نے چونک کر پوچھا کیسا پیغام اور کیسی خوش خبری۔ میں ضرور اسے سننا پسند کروں گا پر ملا عبدالقہار پہلے تم میرے ساتھ چلو۔ میرے دیوان خانے میں آرام سے بیٹھ کر پوری روداد سناؤ۔ اس پر ملا عبدالقہار بولا اور اپنے قریب ہی ایک چٹان نما پتھر کیطرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔ یا امیر یہیں بیٹھ جاتے ہیں۔ میں سب کچھ یہیں بیٹھ کر آپکو سناتا ہوں اسکے بعد آپ گھر جاکر آرام کیجئے گا۔ اسلئے کہ گھر میں داخل ہونیکے بعد ہماری نسبت آپکی بیوی کا آپ پر زیادہ حق ہوگا۔ ملا عبدالقہار کی اس گفتگو پر ابراہیم بیگ کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ ملا عبدالقہار کے کہنے پر بیٹھ گیا تھا۔ ابراہیم بیگ کے وہاں بیٹھنے کے بعد ملا عبدالقہار' عبدالحفیظ بیگ پروانچی' دولت مند بے سعید بیگ پروانچی' ایشان قند حسی اسی چٹان پر بیٹھ گئے تھے۔ مسکن کے دوسرے سرکردہ لوگ اور عمائدین بھی انکے ارد گرد بیٹھنا شروع ہوگئے تھے۔ پھر ملا عبدالقہار بولا اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کرکے کہنے لگا

یا امیر جو خبر میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ترکی کا ایک فرزند عظیم انور پاشا ماسکو سے بخارا کا رخ کررہا ہے اور بعض ذرائع سے مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ انور پاشا بخارا سے آپکے مسکن کا رخ کریگا۔ شاید وہ آپکے ساتھ مل

روسیوں کے خلاف جنگ کرنا پسند کرے۔ ملا عبدالقہار کے اس انکشاف پر ابراہیم بیگ نے تھوڑی دیر کے لئے بڑے غور و انہماک سے عبدالقہار کیطرف دیکھا پھر پوچھا۔ ملا عبدالقہار پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ یہ انور پاشا ہے کون اس پر ملا عبدالقہار کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ کہہ رہا تھا۔

"یا امیر! انور پاشا کا تعلق نوجوان ترکوں کے اس گروہ سے ہے جو ترکی میں سیاسی تبدیلی کو لانا چاہتے ہیں اور جدید ٹیکنالوجی کی بنیاد پر ترکی کی مادی تعمیر کے خواہش مند ہیں تاہم دین کا دامن بھی ہاتھ سے چھوڑنا نہیں چاہتے۔ یا امیر یہ گروہ بہت مختصر تھا۔ مصطفےٰ کمال اور اسکے ملحد ساتھیوں کے ساتھ ساتھ پارٹی پالیسی کے معاملات میں اس گروہ کی کشمکش جاری رہتی تھی۔

مصطفےٰ کمال کو انجمن اتحاد و ترقی کے محدود سے حلقہ کے سوا عام ترک بہت کم جانتے تھے۔ اسکے برعکس انور پاشا خاندان خلافت سے قرابت داری اور طرابلس وغیرہ کی جنگوں میں اپنی جانبازانہ قیادت کی بناء پر ترکی ہی میں مصروف نہیں بلکہ عالم اسلام میں بھی اسے نگاہ قدرو احترام سے دیکھا جاتا ہے۔ اسلئے کہ انور پاشا عثمانی خلیفہ کا داماد ہے۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

یا امیر انور پاشا کا اخلاق و کردار کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ یہ شخص نہایت وجیہ ، بیباک، بہادر اور جاذب شخصیت کا مالک ہے۔ مصطفےٰ کمال اسے اپنے عزائم مشعومہ اور اقتدار کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتا تھا۔ ترکی کی پہلی جنگ عظیم میں شکست ہوئی اور مصطفےٰ کمال برسراقتدار آیا۔ تو انور پاشا اور اسکے ساتھیوں کو ملک سے بھاگنا پڑا۔ ترکی سے وہ روس پہنچا۔ وہاں اس نے بالشویکوں اور کیمونسٹوں کے انقلاب کے حق میں بیانات دیئے۔ انور پاشا نے روس پہنچنے کے بعد جو طرز عمل اختیار کیا اسکے بارے میں دو نقطہ نظر ہیں۔

پہلا تو یہ کہ ایسا کر کے وہ مصطفےٰ کمال کے مقابلہ میں کیمونسٹوں کا تعاون حاصل کرنا چاہتا ہے۔ لیکن جلد ہی روسی راہنماؤں سے وہ مایوس ہوگیا۔ چنانچہ ہماری بسماچی تحریک میں وہ شامل ہونے کے لئے بخارا کا رخ کر رہا ہے۔ دوسرا نظریہ یہ ہے چونکہ انور پاشا بعض کیمونسٹ لیڈروں سے ذاتی طور پر متعارف تھا انہی میں راڈک بھی ہے۔ جس سے اس کی ملاقات برلن میں ہوئی تھی۔ اسی کے ذریعہ انور پاشا کو ماسکو بلایا گیا۔ جہاں اسے شیشے میں اتار کر خود لینن نے ایک زبردست منصوبہ کے تحت وسط ایشیاء کی طرف بھیجا ہے۔ تاکہ وہ ہمارے اور سوویت روس کے درمیان مصالحت کرادے۔ اور یہ کہ بسماچی تحریک کے سارے مجاہدوں کو روس کے ساتھ متحد کرے اور انہیں ایک جنگجو انقلابی فوج میں بدل ڈالے پھر افغانستان کے راستے ہندوستان پر حملہ آور ہو کر روسی عزائم کی تکمیل کرے۔

یہاں تک کہنے کے بعد ملا عبدالقہار تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر وہ دوبارہ بولا اور کہنے لگا یا امیر انور پاشا کی آمد سے متعلق ابھی یہ سب تخمینے ہیں۔ وہ کس مقصد کے تحت برلن گیا تھا۔ کس وجہ سے وہ برلن سے بخارا کا رخ کر رہا ہے اور اس کے بعد کن وجوہات کی بناء پر اور کس مدعا کے تحت وہ بخارا سے ہمارے مسکن کی طرف آنا چاہتا ہے۔ یا امیر یہ ساری باتیں تو انور پاشا کی آمد کے بعد ہی معلوم ہوسکتی ہیں۔ بہرحال یہ سب کچھ جاننے کے لئے ہمیں انور پاشا کی آمد کا انتظار کرنا ہوگا۔ مجموعی طور پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ انور پاشا ملت مسلمہ کے لئے ہمدردی اور دردمندی رکھنے والا ایک انتہائی پرخلوص شخص ہے یہاں تک کہنے کے بعد ملا عبدالقہار جب خاموش ہوا تو ابراہیم بیگ بولا اور اسے مخاطب کر کے اس نے پوچھا۔ ملا عبدالقہار تمہارا شکریہ کہ تم نے انور پاشا کے بارے میں اس قدر تفصیل سے مجھے بتایا۔ ملا عبدالقہار تم یہ بھی بتا رہے تھے کہ تم امیر بخارا سعید عالم خان کی طرف سے کوئی پیغام بھی لیکر آئے ہو۔ کیا وہ پیغام تمہارے پاس تحریری ہے اس پر ملا عبدالقہار بولا اور کہنے لگا۔ یا امیر میرے پاس امیر بخارا کی طرف سے کوئی تحریری پیغام تو نہیں انہوں نے زبانی آپکے نام مجھے پیغام دیا تھا اور کہا تھا کہ ابراہیم بیگ سے کہنا کہ ملا عبدالقہار کو بھی بسماچی تحریک میں شامل کرے تاکہ وہ بھی ملک و ملت کی خدمت کرسکے۔ ملا عبدالقہار کے اس انکشاف پر ابراہیم بیگ تھوڑی دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا پھر اس نے بڑے غور سے ملا عبدالقہار کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

ملا عبدالقہار تم امیر بخارا کا پیغام نہ بھی لائے ہوتے تب بھی تم ہمارے لئے بڑے صاحب تکریم ہو۔ کہو اس بسماچی تحریک میں تم کس حیثیت سے شامل ہونا چاہتے ہو۔ اس پر ملا عبدالقہار بولا اور کہنے لگا۔ یا امیر مجھے کسی حیثیت کسی اعلیٰ عہدے کی آرزو نہیں ہے میں تو صرف بسماچی تحریک میں شامل ہو کر اپنی سر زمین اپنے وطن اور اپنی ملت کی خدمت کرنا چاہتا ہوں اسکے لئے خواہ آپ مجھے

ایک عام مجاہد اور سپاہی کی حیثیت سے ہی شامل کر لیں۔ بخدا اس پر بھی میں بسماچی تحریک میں شامل ہو کر اپنے آپ پر فخر محسوس کرونگا۔ یہاں تک کہنے کے بعد ملا عبدالقہار جب خاموش ہوا تو ابراہیم بیگ نے پھر پوچھا۔

ملا عبدالقہار تم کہاں اور کس جگہ رہ کر بہتر خدمات سرانجام دے سکتے ہو۔ اگر تم یہاں میرے پاس رہنا چاہتے ہو تو یہ مسکن حاضر ہے۔ ہر کام تمہاری مرضی اور خواہش کے مطابق ہو گا۔ ملا عبدالقہار فوراً ابراہیم بیگ کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگا۔ یا امیر اس مسکن میں رہ کر میں کیا کرونگا۔ اس مسکن کو صرف اور صرف ابراہیم بیگ کی ضرورت ہے اور جہاں تک میرے ذاتی خیال کا تعلق ہے۔ ابراہیم بیگ سے بڑھکر کوئی بہتر انداز میں اس مسکن کو چلا ہی نہیں سکتا۔ یا امیر میری آپ سے صرف یہ گذارش ہے کہ آپ مجھے اعظم خواجہ اور عبدالجبار کے نام کوئی خط لکھ دیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان دونوں مجاہدوں کیساتھ شامل ہو کر روسیوں کے خلاف برسرپیکار ہو جاؤں۔ اعظم خواجہ اور عبدالجبار ان دنوں بخارا کے نواحی کوہستانی سلسلوں میں کمیونسٹوں کے خلاف گوریلا جنگ شروع کیے ہوئے ہیں۔ میں انکے مسکن کو بھی اچھی طرح جانتا ہوں۔ اور یہ کہ اعظم خواجہ اور عبدالجبار دونوں ہی میرے پرانے جاننے والے بھی ہیں۔ ویسے تو میں عام حالت میں بھی اعظم خواجہ اور عبدالجبار کے ساتھ انکی کوششوں میں شامل ہو سکتا ہوں لیکن یا امیر اگر مجھے آپکی طرف سے کوئی خط مل جائے تو اس طرح میرے لئے فخر کی بات ہوگی۔ اور میرا ذہن اور میرا ضمیر اس بات پر متفق ہو گا کہ میں باقاعدہ طور پر بسماچی تحریک میں شامل ہوں۔ اس پر ابراہیم بیگ بولا اور کہنے لگا۔

ملا عبدالقہار میں تمہیں ضرور اعظم خواجہ اور عبدالجبار کے نام خط لکھ دیتا ہوں وہ دونوں بڑے اچھے مجاہد اور سالار ہیں اور تمہارا بہترین انداز میں استقبال کریں گے بلکہ تمہاری آمد سے پہلے میں اپنا ایک قاصد بھی انکی طرف روانہ کر دیتا ہوں جو تمہاری آمد سے پہلے ہی اعظم خواجہ اور عبدالجبار کو تمہارے آنے کی اطلاع

کردیگا۔ اس طرح اعظم خواجہ اور عبدالجبار بہتر انداز میں تمہاری پیشوائی کر سکیں گے۔ ابراہیم بیگ تھوڑی دیر رکا پھر وہ دوبارہ بولا اور کہنے لگا۔ عبدالقہار تم میرے ساتھ میرے ہاں چلو وہاں میں سکون سے بیٹھ کر تمہیں اعظم خواجہ اور عبدالجبار کے نام خط لکھ دیتا ہوں۔ اور ہاں یہ تو کہو تم کب تک اعظم خواجہ اور عبدالجبار کیطرف روانہ ہونا پسند کرو گے۔ جواب میں ملا عبدالقہار کہنے لگا۔

یا امیر! جہاں تک یہاں سے میری روانگی کا تعلق ہے تو میں گذشتہ کئی دنوں سے یہاں قیام کیے ہوئے ہوں۔ اور میں آج ہی یہاں سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہونا پسند کرونگا۔ افغانستان سے کچھ میرے ساتھی بھی میرے ساتھ یہاں آ کر قیام کیے ہوئے ہیں۔ یا امیر! جہاں تک آپکے ہاں جا کر خط لکھنے کا تعلق ہے تو اس سے متعلق میں گذارش کروں کہ خط لکھنے کا سارا سامان یہاں موجود ہے اگر آپ زحمت کریں تو اس چٹان پر بیٹھے ہی بیٹھے آپ مجھے خط لکھ کر دے سکتے ہیں اور اسکے بعد یہیں سے مجھے الوداع کہہ سکتے ہیں تاکہ میں وقت ضائع کیے بغیر اعظم خواجہ اور عبدالجبار کیطرف کوچ کر سکوں۔

جواب میں ابراہیم بیگ نے عجیب سے انداز سے ملا عبدالقہار کیطرف دیکھا تھا عین اس موقع پر ملا عبدالقہار کے اشارے پر اسکے ایک ساتھی نے کچھ کاغذ اور قلم دوات ابراہیم بیگ کے قریب رکھ دیئے تھے۔ ابراہیم بیگ نے بے بسی کے سے انداز میں ایک بار عبدالقہار کیطرف دیکھا پھر اس نے عبدالقہار کیلئے اعظم خواجہ اور عبدالجبار کے نام خط لکھ دیا تھا وہ خط بالا عبدالقہار نے لیا اسے پڑھا۔ تہہ کر کے اپنے لباس میں رکھا پھر وہ ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یا امیر! آپ کا بے حد شکریہ کہ آپ نے میری خاطر اس قدر زحمت اٹھائی۔ کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں ابھی اور اسی وقت یہاں سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ کوچ کروں۔ اس پر ابراہیم بیگ بولا اور کہنے لگا۔ ملا عبدالقہار میرے بھائی میرے رفیق تم کچھ ضرورت سے زیادہ ہی جلدی کر رہے ہو۔ تم نے

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مجھے نہ ہی اپنی خاطرمدارت اور میزبانی کا موقع فراہم کیا ہے میرے یہاں آتے ہی تم کوچ کرنے کے لئے کمربستہ ہو رہے ہو۔ اس پر ملا عبدالقہار مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ یا امیر! میں بہت جلد اپنی منزل پر پہنچ کر اعظم خواجہ اور عبدالجبار کے ساتھ اپنے کام کی ابتداء کر دینا چاہتا ہوں۔ بخدا جب سے افغانستان میں آپ کی فتوحات اور روسیوں کے خلاف پے در پے آپ کی کامیابیوں کی خبریں پہنچتی رہی ہیں۔ میرا دل چاہتا تھا کہ میں اڑ کر افغانستان سے اپنی سرزمین میں داخل ہوں اور کمیونسٹوں اور بالشویکوں کے خلاف برسرپیکار ہو جاؤں بس اسی جذبے کے تحت میں فی الفور یہاں سے روانہ ہو کر یا امیر اپنی عملی زندگی کی ابتداء کر دینا چاہتا ہوں۔ یا امیر اب آپ مجھے یہاں سے کوچ کرنے کی اجازت دیں۔ اس موقع پر میں آپ سے یہ بھی گذارش کروں گا کہ آپ کو میرے متعلق اعظم خواجہ اور عبدالجبار کو مطلع کرنے کے لئے کسی قاصد کو بھیجنے کی بھی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ میں ان دونوں کے نہ صرف مسکن سے واقف اور آگاہ ہوں بلکہ وہ دونوں میرے خوب اچھے جاننے بلکہ میرے بہترین دوستوں میں سے ہیں۔ جواب میں ابراہیم بیگ کچھ کہہ نہ سکا۔ اپنی جگہ سے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ملا عبدالقہر کو گلے لگا کر وہ ملا پھروہ کہنے لگا۔ ملا عبدالقہار میرے بھائی میرے دوست اگر تمہارے یہی ارادے ہیں تو میں تمہیں الوداع کہتا ہوں۔ ملا عبدالقہار بھی بڑے پرجوش انداز میں ابراہیم بیگ سے گلا ملا تھا۔ اس کے بعد ملا عبدالقہار اپنے ساتھیوں کے ساتھ ابراہیم بیگ کے مسکن سے کوچ کر گیا تھا۔

ملا عبدالقہار کے کوچ کرنے کے بعد ابراہیم بیگ نے اپنے لشکریوں کو آرام کرنے کا مشورہ دیا پھروہ بھی اپنے مکان کی طرف بڑھا۔ مکان کے عین سامنے آتہ جان اور ریکا نے اس کا بے پناہ استقبال کیا۔ آتہ جان نے اس کے گھوڑے کی باگ پکڑلی تھی جبکہ ریکا ابراہیم بیگ کا ہاتھ پکڑ کر مکان کے اندر لے گئی تھی۔

تقریباً ایک ہفتہ بعد ملا عبدالقہار اپنے ساتھیوں کے ساتھ بخارا کے نواح میں

کوہستانی سلسلہ کے اندر اعظم خواجہ اور عبدالجبار کے ساتھ جاملا تھا اور ان کے ساتھ مل کر اس نے روسیوں کے خلاف عبدالجبار اور اعظم خواجہ کی سرگرمیوں کو پہلے کی نسبت کہیں زیادہ تیز اور سرگرم کر کے رکھ دیا تھا۔

انور پاشا اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ بخارا شہر میں داخل ہوا بخارا میں جدیدیوں کی کٹھ پتلی حکومت نے انور پاشا کا روسیوں کے کہنے پر بہترین استقبال کیا اور اسے بخارا کے شاہی محل میں قیام کرنے کے لئے سب سے اچھی جگہ مہیا کی روسی حکمران انور پاشا سے یہ امید لگائے ہوئے تھے کہ وہ بخارا میں داخل ہونے کے بعد مشرقی بخارا کی طرف جائے گا۔ اور وہاں سماجی تحریک کے راہبروں اور عمائدین کو روسیوں کے حق میں ہموار کرنے کی کوشش کرے گا اس لئے روسی حکومت نے بخارا کی جدیدی حکومت کو نہ صرف یہ کہ انور پاشا (1) کا بہترین استقبال کرنے کا حکم دیا بلکہ اس کی بہترین مہمان نوازی اور آؤ بھگت کرنے کے بھی احکامات جدیدی حکومت کو مل چکے تھے۔

بہرحال انور پاشا ماسکو سے بخارا پہنچا تو یہاں حالات کا بھیانک چہرہ بے نقاب دیکھا۔ گو بخارا میں جدیدیوں کی حکومت نے انور پاشا کا بہترین استقبال کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ایک مثالی سلوک کیا تھا۔ لیکن انور پاشا کو یہ احساس ضرور ہوا کہ بخارا جو مسلمانوں کا دینی و تہذیبی مرکز تھا۔ الحاد کے چنگل میں گرفتار تھا۔ دینی زندگی کا قلع قمع کیا جا چکا تھا اور ترکستانی معاشرہ سے اسلام کی تہذیب و روایات کو کھرچا جا رہا تھا۔ اقتصادی لحاظ سے بھی بخارا کی صورتحال ناگفتہ بہ

---

(1) انور پاشا کی پیدائش 27 نومبر 1881ء کو استنبول میں ہوئی۔ ان کے والد احمد بیگ ایک معمولی سرکاری ملازم تھے۔ 1902ء میں مکتبہ حربیہ ترکیہ سے فارغ ہو کر مقدونیہ کی تیسری فوج میں بھرتی ہوئے۔ یہاں وہ جوانان ترک کی تحریک سے متاثر ہو کر ان سے وابستہ ہوئے اور جلد ہی انکا شمار انجمن مسلمہ قائدین میں ہونے لگا۔

1913ء میں دولت عثمانیہ کے وزیر دفاع مقرر ہوئے۔ 1914ء ۔ ان کی شادی سلطان عبدالحمید کی بیٹی شہزادی امینہ سلطانہ سے ہوئی۔ جنگ عظیم اول میں شکست ۔ سے ترکی نے

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھی - جن سادہ لوح مسلمانوں نے سوشلسٹ انقلاب سے خوش آئند توقعات وابستہ کرلیں تھیں اور کیمونسٹوں کے ذریعہ ترکستان کی آزادی کا خواب دیکھنے لگے تھے۔ ان کی بھی آنکھیں کھل چکی تھیں۔ بخارا میں قیام کے دوران انور پاشا نے انھی لوگوں کے ساتھ رابطہ قائم کرنا شروع کر دیا تھا۔ جواب نہ صرف کیمونسٹوں بلکہ جدیدیوں کے بھی نظریات سے نالاں اور بیزار ہو چکے تھے۔

بخارا میں قیام کے دوران انور پاشا نے اندازہ لگایا کہ جدیدیوں نے حکومت بخارا پر قبضہ کرتے ہی مساجد اور مدرسوں کو چائے خانوں' قیام گاہوں اور سرائے کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا تھا۔ کیمونسٹوں نے روسی مردوں اور عورتوں کو لا کر ان میں بسایا تھا جہاں وہ ہر قسم کی ناشائستہ حرکات کرتے' شراب نوشی' جواء حرام کاری اور سور کا پالنا ان روسیوں کا پیشہ تھا۔ اس کے علاوہ ایک روز انور پاشا مسجد بازار عطاری پہنچے اور وہاں روسی مزدوروں کو بود و باش کرتے اور سور پالتے دیکھا تو غیرت و حمیت کے جوش میں آ کر بلند آواز سے نعرہ (1) تکبیر مارا اور وہاں جمع ہونے والے مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

صلح نامہ پر دستخط کیے 1909 میں اتاترک حکومت نے انور پاشا کو سزائے موت سنائی تو انہوں نے جرمنی میں پناہ لی۔ وہاں سے اس خیال سے ماسکو سفر کیا کہ کیمونسٹ حکمران بھی نظریاتی لحاظ سے انگریزوں کے مخالف مانے جاتے تھے۔

وہاں ان کی ملاقات کئی کیمونسٹ راہنماؤں سے ہوئی مگر انہیں بہت جلد احساس ہو گیا کہ ماسکو کے حکمران ترکی کے اسلامی تشخص میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔ غالباً" اس کی وجہ یہ تھی کہ لینن ٹراٹسکی اور اسٹالن انور پاشا کو ذاتی طور پر 1914ء کے آرمینیوں کے قتل عام اور جرمن کے ساتھ قریبی تعلقات کی بناء پر پسند نہیں کرتے تھے۔ ابھی انور پاشا کے کیمونسٹ لیڈروں کے ساتھ مذاکرات جاری تھے کہ روسی کیمونسٹ حکومت نے مصطفے کمال کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کر لیا۔ اس لیے وہ روس کی طرف سے ہر قسم کی مدد سے مایوس ہو گئے تاہم روسی حکمرانوں انور پاشا کو اپنے مقصد اور مطلب کے لئے استعمال کرنا چاہتے تھے۔ اور انہیں یہ ترغیب دی کہ وہ مشرق جا کر سلطنت بخارا میں سماجی تحریک کو روسی حکمرانوں کے حق میں ہموار کرنے کی کوشش کریں۔

(1) انور پاشا کی اس جذباتی کیفیت کے دو شخص چشم دید گواہ ہیں ایک محمد جو رہ بھائی اور دوسرا قاضی محمد صدیق المعروف بامرزاخان۔ اول الذکر مدینہ منورہ گئے اور چند سال وہاں رہ کر فوت ہوئے - موخر الذکر 1925ء میں پشاور آئے یہیں بود و باش اختیار کی اور پشاور ہی میں انتقال کر گئے۔

"مسلمانوں کو ایسی جمہوریت کی ضرورت نہیں جس میں ان کی مساجد اور مدرسوں کی بے حرمتی ہو۔ ایسی ذلت کی زندگی سے موت" بہتر ہے۔

بخارا میں کیمونسٹوں اور جدیدیوں کے مسلمانوں اور مسجدوں کے ساتھ رویہ سے تنگ آ کر انور پاشا نے ابراہیم بیگ کے پاس جا کر پناہ لینے کا ارادہ کیا۔ اور پھر ایک روز اچانک انہوں نے بخارا سے مشرق کی طرف کوچ کر لیا۔ بخارا میں قیا کے دوران وہ لوگ جو جدیدیوں اور کیمونسٹوں سے بیزار ہو گئے تھے۔ وہ بھی انور پاشا کے ساتھ ہو لئے تھے ان میں زیادہ نمایاں جدیدیوں کے وزیر جنگ عبدالحمید آفندی اور وزیر داخلہ علی رضا بیگ بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ اور بہت سے لوگ بھی جو کیمونسٹوں اور جدیدیوں کے مظالم سے نالاں (1) تھے۔ انور پاشا کے ساتھ ہو لئے تھے۔

بہرحال انور پاشا اپنے ہم خیال لوگوں کے ساتھ 7 نومبر 1921ء کی شام کو بخارا سے قرشی شہر کی طرف روانہ ہوئے قرشی میں قیام کر کے اس نے چند روز آرام کیا اس کے بعد وہ قرشی سے پھر کوچ کر گیا اور بازار پہنچا جو شہر دوشنبہ کے قریب واقع ہے۔ یہاں قیام کر کے اس نے اپنے کچھ آدمی ابراہیم بیگ کی طرف روانہ کئے اور اس سے پناہ کا طلب گار ہوا۔ جواب میں ابراہیم بیگ نے انور پاشا اور اس کے ساتھیوں کے لئے دوشنبہ شہر میں رہائش کا بہترین انتظام کیا اور ساتھ ہی اس نے تیز رفتار قاصد افغانستان میں امیر بخارا کی طرف روانہ کئے اور انور پاشا سے متعلق ان سے راہبری اور ہدایات طلب کیں۔ چند ہی روز بعد یہ قاصد واپس آئے۔ ان قاصدوں کے ذریعہ سے امیر بخارا کی طرف سے ابراہیم بیگ کو یہ پیغام ملا کہ انور پاشا ایک صاحب حیثیت اور ذی عزت ترک ہے اور اس کا تعلق ترکی کے شاہی خاندان سے ہے۔ لہٰذا اس کا نہ صرف بہترین استقبال کیا جائے بلکہ اگر وہ سماجی تحریک میں شامل ہو کر کیمونسٹوں کے خلاف نبرد آزما ہونا چاہے تو اسے بڑی عزت اور احترام کے ساتھ تحریک میں شامل کیا جائے اور اس

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے ذمہ ایسے کام لگائے جائیں جو اس کے شایانِ شان ہوں۔ اس کے علاوہ سعید عالم خان کی طرف سے ابراہیم بیگ کو ایک خط بھی موصول ہوا جس میں امیر بخارا نے ابراہیم بیگ کے نام لکھا تھا۔

"آپ مکمل طور پر یقین دہانی کر لیں اگر آنے والا یہ شخص واقعی انور پاشا ہے اور سلطان عبدالحمید کا داماد ہے تو اس کے ساتھ کما حقہ عزت اور احترام سے پیش آئیں بعدہ اس سے دریافت کیا جائے کہ اس کا کیا ارادہ ہے اگر وہ ہمارے عساکرو مجاہدین اسلام کے ساتھ مل کر ہمارے دشمن روس کیونسٹوں اور بخارا کی جدیدی حکومت کے خلاف لڑنا چاہتا ہے تو اسے اس کے مرتبہ کے مطابق محاذ جنگ پر بھیجا جائے اور اگر وہ دشمن سے لڑنے کے لئے تیار نہ ہو تو پھر اسے باعزت طور پر سرزمین مشرقی بخارا سے گذار کر افغانستان کی سرحد کے اندر لا کر چھوڑ دیا جائے۔"

امیر بخارا کی طرف سے یہ احکامات ملنے کے بعد ابراہیم بیگ نے اپنے دست راست دولتمند بے کو انور پاشا کی طرف، دوشنبہ شہر کی طرف بھجوایا۔ اور اس کے ارادہ اور عندیہ جاننے کی کوشش کی۔ دولتمند بے نے انور پاشا[1] سے گفتگو کی جس پر

---

[1] ماسکو سے نکلنے کے بعد انور پاشا نے 1920ء میں باتو شہر میں تیسری انٹرنیشنل عوامی مشرقی کانگریس میں شرکت کی۔ جس کا مقصد عالم اسلام کو مغربی سامراج جیت کے خلاف اشتراکیوں کے شانہ بشانہ صف آرا کرنا تھا وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ انور پاشا نے کن مقاصد کے پیش نظر اس کانفرنس میں شرکت کی البتہ اس کانفرنس کے ختم ہوتے ہی وہ اکتوبر 1921ء کو باطوم سے براستہ اشک آباد اور مرو بخارا آئے۔

یاش بخارا کی کٹھ پتلی حکومت نئی نئی قائم ہوئی تھی۔ پارس خواجہ جدیدی مملکت کے صدر اور فیض اللہ خواجہ وزیراعظم تھے جبکہ انور پاشا کی بخارا میں آمد سے پہلے ہی ملا عبدالقہار نے اعظم خواجہ عبدالجبار کے ساتھ مل کر بخارا کی جدیدی حکومت کے خلاف اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں تھیں۔

انور پاشا نے مجاہدوں کے ساتھ مل کر روسی کیونسٹوں اور بخارا کی حکومت جدیدی کے خلاف جہاد کرنے کی رضا مندی ظاہر کی۔ انور پاشا کا جواب سن کر دولتمند بے بڑا خوش ہوا اور ایک قاصد کے ذریعہ انور پاشاکے ارادہ کی خبر اس نے ابراہیم بیگ کو مسکن میں کر دی جواب میں دولتمند بے کو ابراہیم بیگ کا حکم ملا کہ انور پاشا کو اس کے ساتھیوں سمیت مسکن کی طرف لایا جائے اور یہ کہ مسکن کے دہانہ پر ابراہیم بیگ بہ نفس نفیس انور پاشا اور اس کے ساتھیوں کا استقبال کرے گا لہٰذا ایک بہت بڑے جلوس کی صورت میں دولتمند بے اور اس کے ساتھی انور پاشا اور اس کے ساتھ آنے والے لوگوں کو دوشنبہ شہر سے لے کر مسکن[2] کی طرف روانہ ہوئے تھے۔

ایک جلوس کی صورت میں دولتمند بے انور پاشا اور اس کے ساتھیوں کو لے کر جب مسکن کے درہ پر آیا تو اس نے دیکھا مسکن کے درہ پر ابراہیم بیگ' عبدالحفیظ بیگ پروانچی' ایشان قند' سعید بیگ پروانچی اور نیا آنے والا تاتاری سردار قونان بے ایک بہت بڑی جمعیت کے ساتھ ان کے استقبال کے لئے کھڑے تھے۔ دولتمند بے انور پاشا کو لے کر جب ان کے قریب آئے تو دور ہی سے دولتمند بے نے انور پاشا کو مخاطب کر کے کہا بیدی وہ سامنے جو سب سے دراز قد جوان کھڑا ہے جس نے اپنے سفید لباس پر سفید عمامہ پہن رکھا ہے اور جس کے کندھے پر بندوق لٹک رہی ہے۔ یہی ابراہیم بیگ ہے۔ یہی ان علاقوں کی آزادی اور حفاظت کی آخری امید ہے۔ دوسری طرف شاید ابراہیم بیگ نے بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ

---

[2] انور پاشا کی روانگی کے چند ہی روز بعد بخارا کا جدیدی صدر عثمان خواجہ بھی اپنے چھ سو 600 آدمیوں سمیت بخارا سے نکل کر ابراہیم بیگ کی طرف روانہ ہوا تھا اور وہ راستے ہی میں انور پاشا اور اس کے ساتھیوں سے جا ملا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دولتمند بے کے پہلو بہ پہلو اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آنے والا انور پاشا ہی ہے لہٰذا وہ آگے بڑھا ابراہیم بیگ کو پیدل آگے بڑھتے دیکھ کر انور پاشا اپنے گھوڑے سے اتر گیا تھا۔ پھر وہ بھاگ کر آگے بڑھا اس کی یہ کیفیت دیکھتے ہوئے ابراہیم بیگ بھی بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ پھر ابراہیم بیگ نے آگے بڑھ کر انور پاشا کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اور کہنے لگا۔ انور پاشا میرے بھائی میرے عزیز اپنے اس مسکن میں میں تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ جواب میں انور پاشا پہلے خوب قوت کے ساتھ ابراہیم بیگ کے ساتھ بغل گیر ہوا پھر اس کی پیشانی چومی اس کے بعد علیحدہ ہوتے ہوئے کہنے لگا۔

ابراہیم بیگ ان علاقوں ان سرزمینوں میں تم وہ ہستی ہو جسے ایک نظر دیکھ لینا بھی میں اپنی ذات کے لئے ایک بہت بڑی سعادت خیال کرتا ہوں۔ ابراہیم بیگ اب تک جو مختلف محاذوں پر تم نے روسی افواج کی درگت بنائی ہے قسم خداوند کی وہ بڑی ہی قابل تعریف ہے تمہارے متعلق خبریں سن سن کر جی چاہتا تھا پر لگ جائیں اور اڑ کر تمہارے پاس آؤں اور تمہاری تحریک میں شامل ہوں اور تمہارے شانہ بشانہ ان روسی کتوں کے خلاف جنگ کروں۔ ابراہیم بیگ پہلے میں ان روس کمینسٹوں کو اتنا برا نہیں خیال کرتا تھا لیکن بخارا آ کر ان روسیوں اور جدیدیوں کے ہاتھوں جو میں نے اسلامی روایات اور مسجدوں کی حالت دیکھی ہے اس سے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ یہ کیمونسٹ اور سوشلسٹ دنیا کی بدترین اور غلیظ ترین مخلوق ہیں۔ یہاں تک کہنے کے بعد انور پاشا تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر وہ اپنے بائیں طرف، عبدالحمید آفندی، علی رضا بیگ، عثمان خواجہ کی طرف اشارہ

کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ابراہیم بیگ میرے بھائی کیا تم ان لوگوں کو جانتے ہو اس پر ابراہیم بیگ کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ کہنے لگا انور پاشا میرے بھائی میں ان تینوں کو خوب اچھی طرح جانتا ہوں ان میں سے ایک تو بخارا کی جدیدی حکومت کا صدر عثمان خواجہ ہے دوسرا وزیر جنگ عبدالحمید آفندی اور تیسرا وزیر داخلہ رضا بیگ ہے۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ لوگ کس غرض اور مقصد کے تحت آپ کے ساتھ یہاں تک آئے ہیں اس پر انور پاشا جو اب میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ عثمان خواجہ حرکت میں آیا۔ آگے بڑھ کر اس نے ابراہیم بیگ کے پاؤں پکڑ لئے۔ پھر کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

امیر ابراہیم بیگ آپ ہم سے کم عمر ہونے کے باوجود ہمارے لئے بڑے محترم اور صاحب تکریم ہیں۔ امیر ابراہیم آپ یوں سمجھئے کہ شیطان نے ہمیں گمراہ کر دیا تھا جو ہم کیمونسٹوں اور سوشلسٹوں کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ لیکن کیمونسٹوں کے اندر رہتے ہوئے ہم نے جب ان کے ارادوں کو بھانپا تو ہم خلوص نیت کے ساتھ اس جدیدیت اور کیمونزم سے تائب ہو گئے۔ امیر ابراہیم بیگ ہم سوشلزم اور کیمونزم پر لعنت بھیجتے ہیں جنہوں نے ہمیں ہماری اپنی مذہبی روایات سے محروم کر کے رکھ دیا ہے۔ امیر ابراہیم بیگ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم ہی لوگ بخارا کو اس کی آزادی سے محروم کرنے والے ہیں۔ لیکن ہم اپنی گزشتہ کوتاہیوں اور غلطیوں کی آپ سے معافی مانگتے ہیں اور آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ ہمیں اپنی تحریک میں شامل کریں تاکہ ہم اپنی ماضی کی غلطیوں اور کوتاہیوں کا کفارہ ادا کر سکیں۔ اور یہ کفارہ اسی طرح ادا ہو سکتا ہے کہ ہم آپ کے شانہ بشانہ اور آپ کے ماتحت رہ کر روسیوں کے خلاف جنگ کریں اور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے اپنی قوم کی آزادی کے لئے ایک نئے باب کی ابتداء کریں۔

یہاں تک کہنے کے بعد جب عثمان خواجہ خاموش ہوا تو عبدالحمید آفندی اور

علی رضا بیگ بھی قریب آ کھڑے ہوئے اور ہاتھ باندھ کر ابراہیم بیگ سے اپنے ماضی کے رویہ کی معافی مانگنے لگے تھے۔ اس پر ابراہیم بیگ نے آگے بڑھ کر باری باری ان تینوں کو گلے لگایا پھر وہ انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا میرے بھائیو اگر تم واقعی سچے دل سے جدیدیت اور کیمونزم سے تائب ہو گئے ہو تو میں تمہیں اپنے مسکن میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا کہ اگر تم کسی خاص مقصد کے تحت انور پاشا کے ساتھ شامل ہو گئے ہو اور اگر کسی بھی موقع پر تم نے ہماری سماجی تحریک کو دھوکا دینے کی کوشش کی تو یاد رکھنا میرے سرفروش میرے ساتھی اور مجاہد تم میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ چاہے تم یہاں سے بھاگ کر بخارا ہی کیوں نہ چلے جاؤ۔ اس بار جواب میں عبدالحمید آفندی بولا اور کہنے لگا۔

امیر ابراہیم بیگ آپ ہماری طرف سے مطمئن رہے۔ ہم اپنی جانیں اپنی ہتھیلی پر رکھ کر مسکن کی طرف آئے ہیں ہمارا خدا گواہ ہے کہ ہمارے دلوں میں کوئی میل نہیں اور ہم سچے دل سے تائب ہو کر آپ کی طرف آئے ہیں یا امیر ہمارے فیصلے جلد بازی پر مشتمل تھے۔ دراصل ہم نے بڑی تیزی اور جلدی میں کیمونزم اور سوشلزم کو اپنا لیا تھا۔ ورنہ وہ دستور اس قابل ہی نہیں ہے کہ اسے انسانی زندگی میں رائج کیا جا سکے۔ بہرحال ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے ہیں اور آپ سے التماس کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے گروہ میں شامل کیجئے تاکہ ہم آپ کے ایک ادنیٰ سپاہی کی حیثیت سے ان غلیظ اور گمراہ کیمونسٹوں کے خلاف آزادی کی جنگ لڑ سکیں اس پر ابراہیم بیگ بولا اور کہنے لگا۔

اگر یہ بات ہے تو تم آج اور اسی وقت سے اپنے آپ کو سماجی تحریک کے کارکن سمجھو۔ یاد رکھو روس کے کیمونسٹ ساری دنیا کے مسلمانوں کے بد ترین دشمن ہیں۔ میں نے کچھ جدیدیوں کو یہ کہتے بھی سنا ہے کہ انہوں نے کیمونسٹوں کے ساتھ اس لئے تعلقات استوار کئے ہیں کہ ان کی مدد سے وہ افغانستان کے

ذریعہ سے ہندوستان میں داخل ہوں اور ہندوستانی مسلمان بھائیوں کو انگریزوں کے تسلط سے نجات دیں۔ میں ایسے لوگوں پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ روسی انگریزوں سے بھی زیادہ غلیظ اور بد ترین انسان ہیں۔ انگریز پھر موقع بہ موقع انسانیت کی قدر کرنے والے ہیں لیکن یہ روسی اس قسم کی مخلوق ہیں جن کے اندر انسانیت کا مادہ ہی نہیں ہے ان روسیوں کی مثال اس خونخوار اور بھوکے برفانی ریچھ جیسی ہے جو اپنا مطلب نکالنے کی خاطر اپنا پیٹ بھرنے کی خاطر اپنے پرائے کی تمیز کو بالکل فراموش کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم بیگ جب خاموش ہوا تو باشکیری سردار قونان بے اس کے نزدیک آیا اور اس کے کان میں بڑی راز داری سے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

یا امیر جو شخص اس وقت بالکل انور پاشا کے پیچھے کھڑا ہے آپ جانتے ہیں وہ کون ہے اس پر ابراہیم بیگ بڑے تعجب سے قونان بے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا نہیں میں نہیں جانتا وہ کون ہے اس پر قونان بے پھر بڑی راز داری سے کہنے لگا۔ امیر ابراہیم بیگ وہ باشکیریوں اور تاتاریوں کا سردار طوغان ہے جو کسی زمانے میں کٹر کیمونسٹ اور جدیدی تھا لیکن بعد میں تائب ہو کر فرغانہ چلا گیا تھا اور شرمندگی کے باعث آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا تھا۔ اب یہ انور پاشا کے ساتھ آیا ہے اس امید پر کہ شاید آپ اسے معاف کر کے اپنے لشکر میں شامل کر لیں۔ قونان بے کے اس انکشاف پر ابراہیم بیگ کے ہونٹوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر ہاتھ کے اشارے سے ابراہیم بیگ نے طوغان کو اپنی طرف بلایا۔ طوغان شرمندہ شرمندہ سا گردن جھکا کر آگے بڑھا۔ ابراہیم بیگ بھی آگے بڑھا طوغان کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر وہ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ باشکیریوں اور تاتاریوں کے سردار طوغان میں تمہیں بھی اپنے مسکن میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ مجھے بڑی خوشی اور مسرت ہوئی ہے کہ بڑے بڑے جدیدی راہنما کیمونزم سے تائب ہو کر اپنی اصلیت کی طرف لوٹ آئے ہیں۔ میرے محترم اور

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

معزز بھائیو آؤ میرے ساتھ مسکن میں داخل ہو۔ تاکہ میں تم لوگوں کی رہائش کا بندوبست کروں۔ اس کے ساتھ ہی سب لوگ ابراہیم بیگ کے ساتھ ہو لئے تھے۔

مسکن میں داخل ہونے کے بعد ابراہیم بیگ نے شام سے پہلے پہلے انور پاشا عبدالحمید آفندی' علی رضا بیگ' عثمان خواجہ' طوغان اور ان کے ہمراہ آنے والے سب ساتھیوں کی رہائش کا بندوبست کر دیا تھا۔ O

انہی دنوں ایک انقلاب بھی رونما ہوا اس لئے کہ کئی روسی لشکر بخارا کی جدیدی حکومت کے لشکر کے ساتھ مل کر حرکت میں آئے اور مشرقی بخارا کے شہروں پر حملہ آور ہوئے۔ سب سے پہلے انہوں نے حملہ آور ہو کر بائیسو ان شہر پر قبضہ کر لیا پھر آگے بڑھتے ہوئے حصار شہر اور دوشنبہ شہر کے نواح میں چھوٹے چھوٹے قصبوں پر قابض ہو گئے۔ حصار شہر پر بھی حملہ آور ہوئے لیکن حصار شہر کے اندر جو ابراہیم بیگ نے تربیت یافتہ لشکر کھڑا کیا تھا اس نے روسیوں کو حصار شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔ یہی روسی لشکر گرد و نواح کے علاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد مشرق کی طرف بڑھ گیا اور بلجوان شہر کے علاوہ کئی دوسرے مشرقی شہروں پر بھی انہوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ اس طرح ابراہیم بیگ کے لئے ایک مرتبہ پھر نئے سرے سے کئی محاذ جنگ کھل گئے تھے۔

ان علاقوں اور مختلف محاذوں سے انور پاشا کو روشناس کرانے کے لئے پہلے اسے چھوٹی چھوٹی مہموں پر روانہ لیا کیا ان مہموں میں دولتمند بے انور پاشا کے نائب کی حیثیت سے کام کرتا رہا۔ ان معرکوں اور مہموں میں انور پاشا خوب کامیاب رہا حصار شہر' دوشنبہ اور بائیسوان شہر کے اردگرد اور اطراف میں روسیوں نے جو چھوٹے چھوٹے قصبوں پر پھر قبضہ کر لیا تھا۔ ان سب سے انور پاشا نے روسیوں کو مار مار کر بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اسی دوران روسی ترکستان جمہوریہ کا صدر یعقوب جان اور عوامی عدالت کا ایک با اثر رکن ملا صدر الدین بھی کمیونسٹوں اور روسیوں کو چھوڑ کر انور پاشا کے لشکر میں آشامل ہوئے تھے وہ

اپنے ساتھ اپنے کچھ ساتھی بھی لے کر آئے تھے۔ انور پاشا کی آمد سے سماجی تحریک میں ایک نیا جوش ایک نیا ولولہ پیدا ہوا۔ روسیوں کے خلاف چھوٹے موٹے مختلف معرکوں اور محاذوں کے دوران جہاں انور پاشا نے بہترین جوش اور جذبہ کا اظہار کیا وہاں اس نے مسلمان مجاہدوں کو نئے نعرے بھی دیئے اس نے کیمونسٹوں کے نعرے "دنیا بھر کے مزدورو ایک ہو جاؤ" کے مقابلہ میں "دنیا بھر کے مسلمانوں ایک ہو جاؤ" کا نعرہ دیا۔

انور پاشا اپنے فوجی خطابات اور جدوجہد کا مقصد وسط ایشیا کی عظیم اسلامی سلطنت کا قیام بتاتا تھا۔ جو لشکر ابراہیم بیگ کی طرف سے اس کے سپرد کیا گیا تھا۔ جب وہ اس لشکر کے لئے احکام جاری کرتا تو مسلمان افواج کے کماندار خلیفتہ المسلمین کے داماد اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب کی حیثیت سے کرتا تھا۔ ابتدائی حملوں میں روسیوں کے خلاف خاطر خواہ کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد انور پاشا نے مئی 1922ء کو ماسکو کو الٹی میٹم بھیجا اور مطالبہ کیا کہ روسی مسلمانوں کے علاقے خیوہ' بخارا اور ترکستان کو خالی اور سیاسی قیدیوں کو رہا کر دیں۔ طاقت کے نشے میں بدمست سامراجی اپنی محکوم قوموں کے اس قسم کے مطالبات کب خاطر میں لاتے ہیں۔ جو سوشلسٹ درخوا اعتناء سمجھتے۔ تاہم جو لشکر انور پاشا کے سپرد کیا گیا تھا۔ اس سے انور پاشا مختلف علاقوں پر حملہ آور ہو کر روسی کیمونسٹوں اور بخارا کے جدیدیوں سے کئی شہر اور قصبے چھینتا چلا گیا تھا۔

ان ساری کارروائیوں کے دوران انور پاشا کا رابطہ امیر بخارا سعید عالم خان سے بھی رہا۔ انور پاشا ایک تجربہ کار سپہ سالار ہی نہ تھا۔ سیاسی بصیرت بھی رکھتا تھا وہ خوب جانتا تھا کہ وسط ایشیا میں اس کی اپنی کوئی قانونی حیثیت نہیں کم از کم بخارا کی حد تک قانونی حکمران امیر بخارا تھا اور بین الاقوامی طاقتیں قانونی حکمران ہی کو تسلیم کر سکتی تھیں۔ چنانچہ اس نے امیر بخارا کو بلا کر اس کی حکومت کا اعلان کرنے اور اس حکومت کو بین الاقوامی طاقتوں سے منوانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

انور پاشا کی روسیوں کے خلاف ان مختلف مہموں سے پہلے ہی ابراہیم بیگ نے سارے بسماچی سرداروں اور لیڈروں کی طرف اپنے قاصد روانہ کر دیئے تھے اور انہیں حکم جاری کیا تھا کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں روسیوں کے خلاف اپنی سرگرمیاں اپنے عروج پر لے آئیں تاکہ روسی اور بخارا کی جدیدی حکومت کی عسکری طاقت بٹی رہے اور وہ اپنی پوری فوجی طاقت کو انور پاشا کے خلاف استعمال نہ کر سکیں اس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا۔ جگہ جگہ بسماچی تحریک کے مجاہد روسی اور بخارا کی جدیدی حکومت کے علاقوں پر حملہ آور ہونے لگے۔ جس کی وجہ سے روسی کیمونسٹوں اور جدیدیوں کی فوجی قوت بٹ گئی اور وہ انور پاشا کے خلاف کوئی خاطر خواہ اور کوئی بڑا قدم نہ کر سکے جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انور پاشا نے بڑے شہروں خصوصیت کے ساتھ دوشنبہ' حصار' بائیسوان' قرشی اور سبز کے اطراف میں کافی اور بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ اب ان کے سامنے بلجوان شہر کا محاذ تھا۔ بلجوان ایک بہت بڑا شہر تھا۔ جس پر روسیوں نے پھر قبضہ کر لیا تھا حالانکہ اس سے پہلے ابراہیم بیگ نے اس شہر سے ایک بار روسیوں کو مار بھگایا تھا۔ مختلف شہروں اور قصبوں میں کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد انور پاشا نے ابراہیم بیگ کے ساتھ مشورہ کیا جس کے بعد انور پاشا ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ بلجوان پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ ہوا اس حملے میں دولتمند بے ایک نائب کی حیثیت سے اس کے ہمراہ تھا۔ سوشلزم اور جدیدیت سے تائب ہونے والے اکثر راہنما بھی اس لشکر میں شامل تھے۔ ○

دوسری طرف ملا عبدالقہار بھی ابراہیم بیگ کے مسکن سے نکلنے کے بعد اعظم خواجہ اور عبدالجبار کے ساتھ جا ملا تھا۔ جنہوں نے بخارا کے نواح میں کوہستانی سلسلہ کو اپنی آماجگاہ بنا کر روسیوں پر حملہ آور ہونے کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ ملا عبدالقہار چھاپہ مار جنگ کا بہترین ماہر تھا۔ اعظم خواجہ اور عبدالجبار کے پاس پہنچنے کے بعد اس نے ان کے ماتحت کام کرنے والے لشکریوں اور مجاہدین کو نئے

سرے سے منظم کیا ان کی بہترین تربیت کا کام کیا تو اعظم خواجہ اور عبدالجبار کی زیر نگرانی چھاپہ مار جنگ جاری تھی لیکن ملا عبدالقہار کے آنے کے بعد اس جنگ میں مزید شدت پیدا ہو گئی تھی دوسری طرف بخارا کے مسلمانوں کو جب خبر ہوئی کہ ملا عبدالقہار بھی اعظم خواجہ اور عبدالجبار کے ساتھ آن ملا ہے تو ملا عبدالقہار کے حمایتی گروہ درگروہ آ کر ان سے ملنے لگے۔ اس طرح ملا عبدالقہار کے ساتھیوں کی تعداد پچیس ہزار 25000 تک پہنچ گئی تھی۔

ملا عبدالقہار نے سب سے پہلے عمردان شہر پر حملہ کیا یہ روسیوں کا بڑا مرکز اور ان کی ایک چھاؤنی خیال کیا جاتا تھا۔ یہ جنگ جس میں کافی کشت و خون ہوا ایک ماہ تک جاری رہی۔ اس ایک ماہ تک جاری رہنے والی جنگ کے نتیجہ میں ملا عبدالقہار اور ان کے ساتھی۔ اعظم خواجہ اور عبدالجبار کو کامیابی اور کامرانی نصیب ہوئی۔ اس جنگ میں روسیوں کو بدترین شکست ہوئی جس کے نتیجہ میں ملا عبدالقہار اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھ 2000 بندوقیں پانچ لاکھ کارتوس' دس مشین گنیں اور تین آرمڈ کاریں بھی لگیں۔ عمردان شہر میں روسیوں کو شکست دینے کے بعد مجاہدین کے حوصلے اور بڑھ گئے۔ لہٰذا عمردان کی جنگ کے بعد مجاہدین نے دشمن کو کئی اور محاذوں پر بھی بدترین شکست دی۔

عمردان شہر کو روسیوں سے چھیننے اور اس پر قبضہ کرنے کے بعد ملا عبدالقہار نے نور آتا شہر پر حملہ کیا یہ بھی روسی فوجوں کا ایک بڑا گڑھ تسلیم کیا جاتا تھا۔ ملا عبدالقہار نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس خونخواری جاں فروشی سے حملہ کیا کہ اس نے نور آتا میں جس قدر روسی تھے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا اور نور آتا شہر پر اس نے قبضہ کر لیا۔ جب ملا عبدالقہار اپنے مجاہدین کے ساتھ نور آتا شہر میں داخل ہوا تو وہاں کے سربر آوردہ عمائدین اور اہل شہر نے ان کا گرم جوشی سے استقبال کیا۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد ملا عبدالقہار نے کیمونسٹوں کی گرفتاری کا حکم دیا۔ اسلحہ کے ذخائر کو اپنے قبضہ میں لیا اور لوگوں سے امیر بخارا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی بیعت لے کر خطبے میں امیر بخارا کا نام پڑھا۔ آزادی کی خوشی میں لوگوں نے یوم نجات کا جشن منایا جو تاریخ میں نجات نور آتا کے نام سے مشہور ہے۔

نور آتا پر قبضہ کرنے کے بعد کسی اور شہر کا رخ کرنے اور اس پر حملہ آور ہونے سے پہلے ملا عبدالقہار ایک بار پھر اپنی عسکری قوت میں اضافہ کرنے لگا تھا اور ساتھ ہی ساتھ ان نئے مجاہدین کی تربیت کا کام بھی کرتا جا رہا تھا۔ جو ان کے ساتھ شامل ہونے کے لئے مختلف شہروں سے آ رہے تھے۔ ایک روز نور آتا شہر میں ملا عبدالقہار' اعظم خواجہ اور عبدالجبار شہر کے دروازہ کے قریب بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے کہ مراد پیکندی ان کے پاس آ نمودار ہوا۔ مراد پیکندی قریب آیا اور ان تینوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ میرے ذی عزت صاحبو اگر میں غلطی پر نہیں تو تم تینوں ملا عبدالقہار' اعظم خواجہ اور عبدالجبار ہو۔ میرا نام مراد پیکندی ہے شاید میرا نام کہیں سے تم نے سن رکھا ہو۔ اس پر ملا عبدالقہار بولا اور کہنے لگا مراد پیکندی میرے بھائی میرے عزیز تم ہمارے لئے اجنبی نہیں ہو اس کے ساتھ ہی ملا عبدالقہار آنے بڑھا اور مراد پیکندی کو گلے لگا کر ملا۔ اس کے بعد اعظم خواجہ اور عبدالجبار بھی مراد پیکندی سے گلے ملے اس کے بعد ملا عبدالقہار بولا اور مراد پیکندی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سن مراد پیکندی میں کچھ ہفتے تک افغانستان میں امیر بخارا سعید عالم خان کے ساتھ رہا ہوں گفتگو کے دوران امیر بخارا اکثر ابراہیم بیگ کے ساتھ ساتھ تمہارا بھی ذکر اچھے الفاظ میں کیا کرتے تھے اور یہ بھی کہا کرتے تھے کہ تم ابراہیم کو بڑی اچھی اور کار آمد خبریں جدیدیوں کے خلاف فراہم کرتے رہے ہو۔ اس پر مراد پیکندی بولا اور کہنے لگا۔ میرے عزیز صاحبو بس ایسی ہی ایک خبر میں تم تینوں کے لئے بھی لے کر آیا ہوں۔ دیکھو میرے صاحبو چالیس ویگنوں پر مشتمل ایک مال گاڑی جو اسلحہ اور بارود سے بھری ہوئی ہے کاگان ریلوے اسٹیشن کی طرف آ رہی ہے یہ اسلحہ جس میں مہلک ہتھیار بھی ہیں ماسکو سے تاشقند آیا اور اب

تاشقند سے سلطنت بخارا کے ریلوے اسٹیشن کاگان پر اترے گا۔ اس چالیس بڑے بڑے ویگنوں پر مشتمل مال گاڑی کے ساتھ 500 روسی کیمونسٹ فوجی حفاظت کے طور پر بھی آ رہے ہیں جو اس گاڑی سے اسلحہ اتارنے اور کاگان کی چھاؤنی کے مختلف گوداموں میں لے جانے کا انتظام کریں گے یہ سارا اسلحہ مسلمان مجاہدین کے خلاف مختلف جنگوں میں استعمال ہو گا۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سنو میرے صاحبو! اسلحہ اور گولے بارود سے بھری ہوئی اس گاڑی کے آنے کی اطلاع امیر ابراہیم بیگ کو بھی ان کے مسکن میں مل چکی ہے یہ اطلاع انہیں ان کے مخبروں نے دی تھی جو بڑی جانفشانی کے ساتھ اپنا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ یہ خبر ملنے کے بعد امیر ابراہیم بیگ نے میری طرف اپنا ایک قاصد بھجوایا اور مجھے انہوں نے حکم دیا ہے کہ کسی نہ کسی طرح اسلحہ سے بھری ہوئی اس روسی گاڑی کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کرو۔ اس کے ساتھ ہی امیر ابراہیم نے یہ پیغام بھی بھجوایا تھا کہ اس گاڑی کے پہنچنے کے ساتھ ہی مختلف محاذوں پر حملہ کر دیا جائے تاکہ روسی مختلف محاذوں پہ بٹ کر اپنی قوت کو تقسیم کرنے پر مجبور ہوں اور اس گاڑی کو تباہ و برباد کرنا ہمارے لئے آسان تر ہو جائے۔

میرے صاحبو امیر ابراہیم بیگ نے یہ پیغام بھجوایا ہے کو جونہی اسلحہ سے بھری ہوئی یہ گاڑی بخارا کے نواحی ریلوے اسٹیشن کاگان پر پہنچے گی اسی وقت انور پاشا بلجوان شہر پر حملہ آور ہو گا جسے فتح کر کے روسیوں نے وہاں اپنی ایک چھاؤنی قائم کر کے سپاہیوں کی ایک بہت بڑی جمعیت مستقل طور پر رکھ لی ہے انور پاشا کے علاوہ خود ابراہیم بیگ بھی ایک لشکر کے ساتھ نکلیں گے اور وہ بائیسواں شہر کے علاوہ بائیسوان اور قرشی کے درمیان پڑنے والے علاقوں کو اپنا نشانہ اور ہدف بنائیں گے۔ میرے صاحبو تم تینوں کے لئے امیر ابراہیم بیگ کا یہ حکم ہے کہ جونہی اسلحہ سے بھری ہوئی یہ گاڑی کاگان ریلوے اسٹیشن پر پہنچے تم لوگ اپنے لشکر کے ساتھ نور آتہ شہر سے نکل کر بخارا پر حملہ آور ہو جاؤ۔ اس طرح چاروں طرف

جنگ کے شعلے بھڑکانے کے بعد ہم روسیوں اور جدیدیوں کی عسکری قوت کو کمزور کر کے اپنے لئے فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔ میرے بھائیو میرے عزیزو۔ جہاں تک روسیوں کی طرف سے آنے والی اسلحہ سے بھری مال گاڑی کا تعلق ہے تو اس کو میں خود تباہ کروں گا اور ایسا تباہ کروں گا کہ روسیوں کو پھر آئندہ کبھی اس طرح اسلحہ سے بھری ہوئی گاڑی بخارا کی طرف لانے کی ہمت اور جرات نہ ہو گی۔ یہاں تک کہنے کے بعد مراد پیکندی تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

سنو میرے صاحبو! جو کام امیر ابراہیم بیگ نے میرے ذمہ لگایا تھا وہ میں پورا کر چکا ہوں اب میں جاتا ہوں مجھے اجازت دیجئے۔ اس پر ملا عبدالقہار اپنی جگہ سے اٹھا اور کہنے لگا یہ کیونکہ ممکن ہے کہ میری قوم کا ایک محسن ہمارے پاس آئے اور ہماری میزبانی سے مستفید ہوئے بغیر ہی چلا جائے اس پر مراد پیکندی بولا اور کہنے لگا۔ ملا عبدالقہار میرے عزیز بھائی میرا یہاں زیادہ دیر قیام کرنا خطرے سے خالی نہیں۔ اگر کسی نے مجھے تمہاری تمہارے ساتھ کھڑا دیکھ لیا تو جدیدیوں کو اطلاع کرے گا کہ میں تم لوگوں کے ساتھ ساز باز کرتا ہوں۔ تم میری مہمانداری کے متعلق فکر مند نہ ہو اگر ہم مختلف محاذوں پر روسیوں کو شکست دینے کے ساتھ ساتھ تاشقند کی طرف سے اسلحہ سے بھری ہوئی گاڑی کو تباہ و برباد کرنے میں کامیاب ہو گئے تو میرے لئے یہی سب سے بڑی مہمانداری ہو گی اس کے ساتھ ہی مراد پیکندی وہاں سے چلا گیا تھا۔ ○

چالیس ویگنوں پر مشتمل اسلحہ سے بھری ہوئی مال گاڑی جب تاشقند سے کاگان ریلوے اسٹیشن پر پہنچی تو مراد پیکندی حرکت میں آیا۔ اس گاڑی پر ویسے حملہ آور ہونا بڑا مشکل تھا اس لئے ایک تو اس گاڑی کے اندر پانچ سو مسلح روسی تھے۔ دوسرے اس گاڑی کے ریلوے اسٹیشن پر کھڑے ہونے کے ساتھ ہی اس کے اردگرد سخت پہرا لگا دیا گیا تھا۔ چونکہ اس گاڑی کو تباہ کرنے کی ذمہ داری مراد

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پیکندی نے اپنے ذمہ لی تھی لہٰذا وہ عجیب طرح سے حرکت میں آیا۔

مراد پیکندی جعلی کاغذات تیار کر کے کیمونسٹ روسی افواج کے کمانڈر مقیم کاگان سے جا کر ملا اور اسلحہ اور بارود کو محفوظ و متعین ذخیرہ گاہ تک پہنچانے کے لئے بطور معاون و نگران شامل ہو گیا۔ اسلحہ کی منتقلی کا کام شروع ہونے ہی والا تھا کہ مراد پیکندی نے دوپہر تین بجے بارود کے ایک ڈبے میں آگ لگا دی۔

اس سے ایک ہولناک دھماکہ ہوا جس سے آس پاس کے مکانات تباہ ہو گئے اور پورے علاقہ میں قیامت خیز آگ لگ گئی جیسے جیسے گاڑی میں آگ پھیلتی گئی دھماکوں کا سلسلہ تیز تر ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ اسلحہ کا مکمل ذخیرہ مع ریل گاڑی' ریلوے اسٹیشن اور قریب کے فوجی گودام تباہ و برباد ہو کر رہ گئے پانچ سو روسی پہریدار جو اس گاڑی کے اندر موجود تھے وہ بھی اس اسٹیشن میں مال گاڑی کے آس پاس ہزاروں روسی اہلکار صفحہ ہستی سے مٹ کر رہ گئے تھے۔ مراد پیکندی خود بھی اس حادثے کی نذر ہوا اور یہ شاندار کارنامہ سرانجام دے کر اس نے جام شہادت[لہ] نوش کیا۔

دوسری طرف اس مال گاڑی کے کاگان ریلوے اسٹیشن پر پہنچتے ہی ملا عبدالقہار' اعظم خواجہ اور عبدالجبار نے بخارا کے نواح میں جدیدی فوج پر حملہ کر دیا۔ سرپل مہر قاسم جان کے مقام پر جدیدی اور کیمونسٹوں کی فوج سے اعظم خواجہ' عبدالجبار

اور ملا عبدالقہار کے مجاہدوں کی ہولناک جنگ ہوئی اس جنگ میں کیمونسٹوں اور جدیدیوں کو بدترین شکست ہوئی۔ قریب تھا کہ بخارا ملا عبدالقہار اعظم خواجہ اور عبدالجبار کے ہاتھوں فتح ہو جاتا لیکن روسی کیمونسٹوں نے اپنی روایتی سازش

لہ اسلحہ اور گولہ بارود سے بھری ہوئی روسی مال گاڑی کو تباہ کرنے کی مراد پیکندی کی اس قربانی کو بخارا کے مسلمان قیامت تک فراموش نہ کر سکیں گے روسی مال گاڑی کو تباہ و برباد کر کے اس نے ثابت کر دیا تھا کہ مسلمان جب بیدار ہونے پر آئیں تو ناممکن کو بھی ممکن بنا کر رکھ دیتے ہیں۔

غداری اور کمینگی سے کام لیا اور مسلمانوں کی فتح کو انہوں نے شکست میں بدل دیا۔

وہ اس طرح کہ سرپل مہر قاسم جان کی جنگ میں شکست کے بعد ملا عبدالقہار

جدیدیوں اور روسی فوجوں کو سنبھلنے کا موقع نہ دیا پے در پے اور لگاتار ان پر جان لیوا حملے کرتے رہے آخر وہ دن بھی آ گیا جب مجاہدین نے بخارا پر پوری قوت اور شدت سے حملہ کیا۔ ملا عبدالقہار اور اس کے ساتھی لڑتے لڑتے بخارا جا پہنچے وہاں روسیوں اور جدیدی لشکر سے دو دن اور دو راتوں تک شدید ترین لڑائی ہوتی رہی آخر ملا عبدالقہار نے ایک بار پھر دشمن کو شکست دے کر پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔

ان پے در پے شکستوں سے جدیدیوں اور روسیوں کے حوصلے پست ہوتے چلے گئے تھے۔ وہ ملا عبدالقہار کے مقابلہ میں زیادہ بڑے لشکر کا انتظام بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے کہ ملا عبدالقہار کے ساتھ ہی ساتھ انور پاشا نے بلجوان پر اور ابراہیم بیگ نے بائیسوان شہروں پر حملہ کر دیا تھا اور ان کا مقابلہ کرنے کے لئے روسیوں کو اپنی مختلف چھاؤنیوں سے لشکر اکٹھے کر کے ان کا مقابلہ کرنا پڑ رہا تھا۔

ان حالات سے ملا عبدالقہار نے پورا پورا فائدہ اٹھایا انہوں نے بخارا شہر سے باہر روسیوں اور جدیدیوں کے مشترکہ لشکر پر حملوں کا سلسلہ جاری رکھا اور انہیں دم نہیں لینے دیا یہاں تک کہ ملا عبدالقہار اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے بالکل بخارا شہر کے قریب پہنچ گئے۔ اگر جنگ جاری رہتی تو دوسرے مرحلہ میں ملا عبدالقہار اپنے ساتھیوں کے ساتھ بخارا شہر میں داخل ہو جاتے لیکن اس دوران میں حکومت جدیدیہ بخارا نے مصالحت اور مذاکرات کی پیش کی ملا عبدالقہار نے الصلح خیر پر عمل کرتے ہوئے اس پیش کش کو قبول کیا اور عبدالجبار کی سرکردگی اور سربراہی میں تین مجاہدین کا وفد حکومت جدیدیہ کے پاس گفت و شنید

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے لئے روانہ کیا۔ تین چار روز تک باہم یہ گفتگو جاری رہی اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ چنانچہ آخری دن وفد کے سارے ارکان کو جدیدیوں نے گرفتار کر کے مسجد پائندہ کی دیوار کے ساتھ کھڑا کر کے گولی مار دی تھی۔

عبدالجبار اور اس کے تین ساتھیوں کی شہادت کی خبر سن کر مجاہدین غم و غصہ سے بے تاب ہو کر رہ گئے تھے چنانچہ ملا عبدالقہار نے شہر بخارا پر ایک زور دار حملہ کیا چند دن کی سخت لڑائی کے بعد ملا عبدالقہار اور اس کے ساتھی بخارا شہر کے چھ دروازوں پر قابض ہو گئے تھے۔ دوسری طرف جدیدیوں نے جب دیکھا کہ ملا عبدالقہار پے در پے حملے کر کے انہیں اپنے سامنے بے بس اور مجبور کرتا چلا جا رہا ہے اور یہ کہ اس نے شہر کے بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا ہے تو وہ بوکھلا کر رہ گئے اور افراتفری میں جدیدیوں نے شہر خالی کر دیا۔ اس سے ملا عبدالقہار نے پورا پورا فائدہ اٹھایا ایک زوردار حملہ اس نے کیا۔ اور بخارا کو فتح کر کے اس پر قابض ہو گیا تھا۔

دوسری طرف جدیدی اپنی قوت کو بخارا شہر سے باہر ریلوے اسٹیشن کاگان پر مجتمع کرنے لگے تھے۔ کاگان ایک بڑی روسی چھاؤنی تھی۔ جہاں سے جدیدیوں کو کمک اور رسد بھی مل گئی تھی اور کاگان کو اپنا مرکز بنا کر جدیدیوں نے ملا عبدالقہار سے جنگ جاری رکھی تھی۔ دوسری طرف ملا عبدالقہار پایہ تخت بخارا پر قبضہ کرنے کے بعد چند دن شہر میں رہا پھر وہ باہر نکل آیا اس لئے کہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ جدیدی حکومت کو تاشقند سے کمک ملنے والی ہے اس موقع پر ملا عبدالقہار اگر سارے حالات کی اطلاع ابراہیم بیگ کو کر دیتا تو شاید ابراہیم بیگ خود بخارا چلا آتا اور ملا عبدالقہار کے ساتھ مل کر بخارا پر ہمیشہ کے لئے قبضہ کر لیتا یا ملا عبدالقہار کے لئے رسد اور کمک ہی فراہم کرتا۔ لیکن ملا عبدالقہار نے ایسا نہیں کیا۔

وہ جانتا تھا کہ ابراہیم بیگ ان دنوں بائیسوان شہر میں روسیوں کے خلاف

برسرپیکار تھا۔ جبکہ انور پاشا بلجوان شہر میں روسیوں کے ساتھ الجھ چکا تھا۔ لہٰذا ملا عبدالقہار نے ابراہیم بیگ سے کوئی رسد اور کمک طلب نہیں کی۔ شاید اس کا یہ خیال تھا کہ وہ بخارا میں روسی قوت کو توڑ دے۔ دوسری طرف ابراہیم بیگ بائیسوان میں اور انور پاشا اگر بلجوان میں روسی قوت کو توڑ دیں تو سلطنت بخارا سے روسیوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن دوسری طرف روسی بھی چوکنے تھے۔ تاشقند سے ایک بہت بڑی کمک رسد کے سامان کے ساتھ جدیدیوں کو مل گئی اور انہوں نے ملا عبدالقہار کے لشکر پر اپنے حملے تیز اور سخت کر دیئے۔

ملا عبدالقہار کو جب خبر ہوئی کہ تاشقند سے جدیدیوں کو کمک مل گئی ہے تو بخارا سے تھوڑے ہی فاصلے پر انہوں نے بہاؤ الدین نقشبندی کے مقام پر آ کر اپنے عساکر کی مورچہ بندی کی جدیدی حکومت کو امداد ملتے ہی ان کی افواج نے مجاہدین پر زوردار حملہ کیا۔ دو رات تک جنگ جاری رہی لیکن مجاہدین نے اس حملے کو مکمل طور پر پسپا کر دیا اور ان کے ہاتھ دشمن کے اسلحہ اور گولہ بارود کا بھاری ذخیرہ بھی آیا۔ ملا عبدالقہار کی ان فتوحات کی اطلاع افغانستان میں امیر بخارا سعید عالم خان اور بائیسوان شہر میں ابراہیم بیگ کو بھی ہو گئی تھی اور دونوں نے اپنے اپنے قاصد بھیج کر ان فتوحات پر ملا عبدالقہار کی تعریف اور توصیف کی تھی۔

ملا عبدالقہار کی سرکردگی اور سربراہی میں مجاہدین کے بخارا پر پے در پے حملے اور بخارا پر قبضہ کر لینے کی وجہ سے اور بہت سے جدیدیوں اور کمیونسٹوں کے مارے جانے کے باعث روسی حکمرانوں کے قصر میں ایک زلزلہ برپا ہو گیا تھا۔ چنانچہ لینن کے حکم سے روسی افواج کے جنرلوں اور اعلیٰ افسروں کی ایک مجلس مشاورت تاشقند میں طلب کی گئی۔ اس مجلس مشاورت میں بخارا کی جدیدی حکومت کے سرکردہ لوگوں نے بھی شرکت کی۔ اس مجلس مشاورت میں اہم فیصلے کئے گئے ان فیصلوں کے مطابق بھاری فوج کمک آرمڈ کاریں نئے اور آزمودہ کار جنرلوں کی قیادت میں بڑے بڑے لشکر بخارا شہر اور نور آتا شہر روانہ کئے گئے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نئی فوجی امداد کے پہنچتے ہی کیمونسٹ فوج نے نور آتا اور بخارا شہر دونوں پر ایک ساتھ حملہ کیا۔ یہ فیصلہ کن جنگ جو پچیس دن تک جاری رہی تاریخ میں جنگ بہاؤالدین کے نام سے مشہور ہوئی۔ روسیوں اور جدیدیوں کو تاشقند کیطرف سے لگاتار کمک اور رسد کے علاوہ گولا و بارود فراہم ہورہا تھا۔ دوسری طرف ملا عبدالقہار بیچارہ اس خیال سے ابراہیم بیگ سے مدد نہیں طلب کررہا تھا کہ کہیں اسکے ایسا کرنے سے خود ابراہیم بیگ کا محاذ ہی کمزور نہ ہوجائے۔ جسکے نتیجہ میں اس جنگ میں ملاعبدالقہار کے پاس اسلحہ کی کمی محسوس ہونے لگی۔ جسکی وجہ سے مجاہدین نے بھاری جانی و مالی نقصان اٹھایا۔ ایک اندازہ کے مطابق پچیس دن کی اس جنگ میں نو ہزار مجاہدین شہید ہوئے۔ ان شہید ہونے والوں میں ملاعبدالقہار کے دوسگے بھائی بھی شامل تھے۔ اسکے علاوہ ملاعبدالقہار کے چند قریبی ساتھیوں نے جام شہادت نوش کیا۔ ان شہداء میں اعظم خواجہ بھی شامل تھے۔ جنکا سر ایک سنگین پر رکھ کر ایک ہزار گرفتار اور زخمی مجاہدین کیساتھ ایک جلوس کی شکل میں بخارا کے گلی کوچوں اور بازاروں میں کیمونسٹوں نے پھرایا تھا۔

اس شکست کے باوجود مجاہدین نے ملاعبدالقہار کی سرکردگی میں ہمت نہ ہاری ہتھیار نہیں ڈالے بلکہ عبدالقہار کی راہنمائی میں نور آتا اور اسکے ملحقہ علاقے میں روسیوں کے خلاف بہادری اور جرات مندی سے لڑے۔ آخر اسلحہ کی کمی اور حد سے زیادہ کشت و خون اور ناساعد حالات سے عبدالقہار مجبوراً نور آتا سے قزاق اور کرغز کے پہاڑوں کی طرف پسپا ہوئے۔ کیمونسٹوں نے انکا تعاقب جاری رکھا۔ یہاں تک کہ بخارا کا یہ فرزند عظیم اور ایک بے مثل مجاہد کرغز کے کوہستانی سلسلوں میں روسیوں کے خلاف اپنی آزادی کی جنگ لڑتا ہوا جام شہادت نوش کرگیا۔

دوسری طرف انورپاشا اور دولتمند بے اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ بلجوان کیطرف بڑی تیزی سے بڑھے تھے۔ بلجوان کو گو ماضی میں ابراہیم بیگ نے فتح

کرلیا تھا لیکن اچانک تاشقند سے ایک بڑا روسی لشکر شمال کی سمت سے ایک بڑا چکر کاٹتے ہوئے بلجوان شہر پر حملہ آور ہوا تھا اور بلجوان شہر پر قبضہ کرلیا تھا۔ بلجوان شہر میں روس کی ایک بہت بڑی چھاؤنی تھی جسے روسیوں نے ایک بار پھر آباد کرلیا تھا۔ بلجوان میں مقیم روسی لشکر اور اسکے جنرل کو جب خبر ہوئی کہ انور پاشا اور دولتمند بے ایک لشکر لیکر بلجوان شہر پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑی تیزی سے پیش قدمی کررہے ہیں تو روسیوں نے بلجوان شہر میں مقیم اپنے لشکر کو کئی حصوں میں تقسیم کیا۔ اور اسے جگہ جگہ مغرب کیطرف سے بلجوان کیطرف آنے والی شاہراہ پر انور پاشا کا مقابلہ کرنے کیلئے کھڑا کردیا تھا۔ روسیوں کی یہ اسکیم تھی کہ جگہ جگہ بڑے بڑے لشکر مقیم کردیئے جائیں اور اگر انور پاشا ایک لشکر کو شکست دیکر آگے بڑھتا ہے تو کم از کم دوسرا لشکر انور پاشا کی راہ روکنے میں کامیاب ہوجائے۔ روسیوں کے لڑنے کی اس انداز کی یہ ساری خبریں انور پاشا کو بھی ابراہیم بیگ کے مخبر برابر فراہم کرتے جارہے تھے۔

روسیوں سے پہلا ٹکراؤ انور پاشا کا بلجوان شہر سے پندرہ میل باہر ہوا یہ ایک بہت بڑا لشکر تھا جسے انور پاشا کی راہ روکنے کیلئے مقرر کیا گیا تھا۔ اور روسی لشکر کی تعداد انور پاشا کے لشکر سے بھی زیادہ تھی۔ لیکن انور پاشا ملت اور اسلام کا درد رکھنے والا ایک مجاہد تھا۔ تعداد کی کمی بیشی کی پرواہ کیے بغیروہ اس روسی لشکر پر جوان جسموں کی تمازت، حسن کی سج دھج اور صحن میں سرگوشیوں کیطرح اترتے پرندوں کیطرح حملہ آور ہوا تھا۔ برف سے ڈھکی کوہستانوں کی قرمزی چوٹیوں سے گھری ان وادیوں میں روسیوں اور انور پاشا کے لشکر کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی اس جنگ میں انور پاشا اور ابراہیم بیگ کے تربیت یافتہ مجاہدوں نے کمال صبرواستقامت کا ثبوت دیا۔ انور پاشا نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کردیا تھا۔ ایک حصہ اپنے پاس رکھا دوسرا اس نے دولتمند بے کی سرکردگی میں دے دیا تھا۔ اور دونوں دو مختلف سمتوں سے کوہستانی سلسلوں سے گھری ان

وادیوں میں روسیوں پر اس طرح حملہ آور ہوئے کہ انہوں نے مل کر روسیوں کی حالت روح کی بے سمت راہوں اور کھنڈر جیسے محل کی دہلیز جیسی بنا کر رکھ دی تھی۔

روسیوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح حملہ آور ہو کر انور پاشا اور دولتمند بے کو پسپا کردیں لیکن وہ ایسا نہ کرسکے جبکہ دوسری طرف انور پاشا اور دولتمند بے وقت کی دھن میں لحظہ لحظہ خنک ہوتی شام کیطرح روسیوں پر چھاتے چلے گئے تھے۔ نئے موسموں کی بشارت اور قطرہ قطرہ اپنی تنہائی کا زہر پیتی بے انت لہروں کیطرح انور پاشا اور دولتمند بے روسیوں پر غالب آتے گئے تھے۔ بلجوان میں مقیم روسیوں کو جب خبر ہوئی کہ روسی لشکر انور پاشا اور دولتمند بے کی راہ روکنے میں ناکام ہوا ہے تو انہوں نے اپنے اس لشکر کی مدد کے لئے ایک اور لشکر روانہ کردیا۔ اتنی دیر تک انور پاشا اور دولتمند بے پہلے لشکر کو پوری طرح شکست دے کر پسپا کرچکے تھے۔ جب دوسرا لشکر انکی راہ روکنے کیلئے انکے سامنے آیا تو اس پر بھی انور پاشا اور دولتمند بے پر ہیبت دھمک بادوباراں کی روانی اور روزوشب کے بے کراں سلسلے کیطرح حملہ آور ہوا اور اس دوسرے لشکر کو بھی انور پاشا اور دولتمند بے نے بدترین شکست دیکر پسپا ہونے پر مجبور کردیا تھا۔

بلجوان میں مقیم روسی جنرل کو خبر ہوئی کہ انور پاشا اور دولتمند بے نے دوسرے لشکر کو بھی شکست دی ہے تو وہ فکر مند ہوا تیز رفتار قاصد اس نے تاشقند بھجوائے اور انور پاشا اور دولتمند بے کا مقابلہ کرنے کیلئے اس نے فی الفور کمک فراہم کرنے کی التجا کی۔ جسکے جواب میں تاشقند سے ایک بڑا لشکر بلجوان پہنچ گیا۔ اس لشکر میں شامل فوجیوں کے پاس بہترین آتشی ہتھیاروں کے علاوہ آرمڈ کاریں توپیں اور جدید مشین گنیں بھی شامل تھیں۔ اس نئے لشکر کے تاشقند سے آنے کی وجہ سے بلجوان میں مقیم روسی جنرل ہوشیار ہوگیا تھا۔ اپنے پورے لشکر کو اس نے جمع کیا اور بلجوان شہر سے باہر نکل کر وہ انور پاشا اور دولتمند بے پر حملہ آور ہوا۔ بلجوان شہر سے باہر کئی روز تک انور پاشا اور دولتمند بے اور روسیوں کے درمیان ہولناک اور خونریز جنگ ہوتی رہی۔ روسیوں کو برابر رسد اور کمک فراہم ہورہی تھی۔ اگر انکا ایک سپاہی مرتا تو اس کی جگہ دو لا کر کھڑے کردئے جاتے۔ جبکہ انور پاشا اور دولتمند بے کا معاملہ دوسرا تھا۔ روسیوں کے مقابلے میں انکے لشکر کی تعداد کم ہوتی چلی گئی تھی۔ اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے انور پاشا اور دولتمند بے نے جنگ بند کردی اور کوہستانی سلسلوں کے اندر ہی اندر چکر کاٹتے ہوئے وہ کولاب شہر کیطرف چلے گئے تھے۔

کولاب شہر پہنچ کر انور پاشا اور دولتمند بے نے تیز رفتار قاصد ابراہیم بیگ کی طرف بائیوان شہر کیطرف روانہ کیے اور اس سے کمک طلب کی ابراہیم فوراً حرکت میں آیا اس نے انور پاشا اور دولتمند بے کو اپنے لشکر کا ایک حصہ کاٹ کر فی الفور کمک فراہم کی اس کمک کا کمانڈر اس نے ایشان قند کو بنا کر بھیجا ساتھ ہی ساتھ اس نے تیز رفتار قاصد روانہ کئے اور اس علاقے میں روسیوں کے خلاف گوریلا جنگ کی ابتداء کرنے والے سماچی تحریک کے دوسرے راہنماؤں کو یہ پیغام پہنچایا کہ وہ فی الفور انور پاشا اور دولتمند بے کی مدد کو پہنچ جائیں۔ اس طرح چند ہی روز میں انور پاشا اور دولتمند بے کو ابراہیم بیگ اور دوسرے سماچی تحریک کے راہنماؤں اور مجاہدوں کیطرف سے تازہ دم دستے فراہم ہوگئے تھے۔ ان تازہ دم دستوں کے پہنچنے کے بعد انور پاشا اور دولتمند بے کچھ دن تک کولاب شہر ہی میں قیام کرکے انکی تربیت کاکام انجام دیتے رہے اسکے بعد انہوں نے پھر کولاب شہر سے کوچ کیا۔ اور بڑی تیزی سے بلجوان شہر پر حملہ آور ہونے کے لئے انہوں نے پیش قدمی شروع کردی تھی۔

دوسری طرف روسی جنرل مقیم بلجوان کو بھی انور پاشا اور دولتمند بے کے اپنی طرف پیش قدمی کرنے کی خبریں مل چکی تھیں۔ روسی جنرل بھی اپنے لشکر کیساتھ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بلجوان شہر سے نکلا اور کئی میل باہر آکر اس نے اپنے لشکر کیساتھ پڑاؤ کرلیا تاکہ انور پاشا اور دولتمند بے کی راہ روکے اور انہیں بلجوان کیطرف نہ بڑھنے دے۔ انور پاشا اور دولتمند بے کو بھی روسیوں کی ان ساری تیاریوں کی خبر ہوگئی تھیں۔ لہٰذا وہ بھی کوہستانی سلسلوں کے محفوظ راستوں سے ہوتے ہوئے روسی لشکر کے قریب جاپہنچے تھے۔ بلجوان شہر سے باہر کوہستانی سلسلوں کے اندر گھمسان کا رن پڑا دونوں لشکر ایک دوسرے پر سیاہ کارگولوں میں تیز نوکیلی روشنی کی کرنوں اور جلتے بجھتے لمحوں کے خاموش الاؤ کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ چاروں طرف جنگ کا ایک شور اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

یخ بستہ شام میں جسم بگولے بننے لگے تھے معجزوں کی توقع میں انور پاشا اور دولتمند بے کے ساتھی مجہول کی طرف روسیوں کے خمیر میں حزن و ملال بھرتے جارہے تھے چاروں طرف ایک جہد للبقا کا سلسلہ جاری تھا شام کے ٹوٹتے ستاروں کی طرح بڑے بڑے سجیلے جوان اپنی چھاتیوں میں گولیاں کھاتے ہوئے زمین پر گرنے لگے تھے۔ ٹہنی ٹہنی تک پھول پھول تک پات پات سے کلی کلی تک خوف و ہراس پھیل گیا تھا۔

روسیوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ انور پاشا اور دولتمند بے کے لشکر کو کسی نہ کسی طرح پسپا کرکے انکا تعاقب کریں اور ہمیشہ کیلئے انکا خاتمہ کردیں انکے لئے ایسا ممکن نہیں ہورہا تھا۔ اسلئے کہ چاروں طرف پھیلی اس موت کی لاانتہاء پیاس میں انور پاشا اور دولتمند بے کے مجاہد روسیوں پر اس طرح بے باکانہ اور سرفروشانہ حملہ آور ہورہے تھے جس طرح کرنوں کی کوئی انی اندھیروں کی کوکھ کے اندر گھس جاتی ہے۔ جبکہ انکے مقابلے میں روسی موت سے بچنے کیلئے ادھرادھر ہٹتے چلے جارہے تھے انور پاشا اور دولتمند بے کے مجاہدوں کے سامنے ایک ہی مقصد تھا اور وہ یہ کہ انہیں اپنے وطن کو آزاد کرانا ہے۔ اور اپنی سرزمین کو روسیوں کے چنگل سے نجات دینی ہے جبکہ میدان جنگ میں لڑتے روسیوں

کے سامنے صرف اپنی جانوں کو محفوظ کرنے کا مقصد تھا۔ لہٰذا جلد ہی انور پاشا اور دولتمند بے کے مجاہد روسیوں پر بے مہابانہ حملہ آور ہوتے ہوئے انکی حالت روتی رت کے رنجگے اور آنسو بہاتی غمزدہ شاخوں جیسی کرنے لگے تھے۔

پھر آہستہ آہستہ روسی لشکر کے اندر پسپائی اور شکست و ریخت کے آثار نمودار ہونا شروع ہوگئے یہ آثار دیکھتے ہی انور پاشا اور دولتمند بے نے اپنے لشکریوں کو للکارا اور تیزی سے حملہ آور ہونے کی ترغیب دی جسکے جواب میں مسلمان مجاہد طوفان کے شب رنگ لمحوں اور بے نام عنبرانیت کی ساعتوں ' سلگتے سموں کی دھول ' اجالوں کو ڈھونڈتی پرچھائیوں اور نگاہوں کے جلتے الاؤ کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے بڑی تیزی سے روسیوں پر چھانے لگے تھے پھر ایسا بھی سماں آیا کہ روسی اپنا اسلحہ اور گولہ بارود چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے انور پاشا اور دولتمند بے نے بڑی جرات مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انکا تعاقب کیا جبکہ روسی جنرل کی سرکردگی میں اپنی جانیں بچاتے ہوئے بلجوان سے تاشقند جانے والی شاہراہ کے کوہستانی سلسلوں میں روپوش ہوگئے تھے۔ انور پاشا اور دولتمند بے اپنے لشکر کے ساتھ فاتح کی حیثیت سے بلجوان شہر میں داخل ہوئے اور اسطرح بلجوان شہر کو انہوں نے روسیوں سے نجات دلا کر شہر پر قبضہ کرلیا تھا۔

تاشقند شہر میں روسی جرنیل فریزے کو جب یہ خبر ہوئی کہ بلجوان نہ صرف روسیوں کے ہاتھوں سے چھن گیا ہے بلکہ جس قدر روسی بلجوان شہر کی حفاظت پر مامور تھے وہ قتل کردیئے گئے ہیں اور مجاہدین نے بلجوان شہر کو پھر آزاد کرالیا ہے تو وہ بڑا سیخ پا اور غضبناک ہوا۔ بلجوان شہر پر قبضہ کرنے کیلئے اس نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا ساتھ ہی تیز رفتار قاصد اس نے بخارا شہر کی طرف روانہ کئے اور جدیدیوں کی حکومت کو تاکید کی کہ وہ بلجوان شہر پر قبضہ کرنے کیلئے ایک لشکر تیار کریں پھر بخارا کی جدیدی حکومت کے ساتھ جنرل فریزے نے تاریخ مقرر کی جس تاریخ کو جدیدی لشکر نے ثمرقند پہنچنا تھا۔ اسکے ساتھ ہی جنرل فریزے نے ایک لشکر

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اپنی طرف سے روانہ کیا جو خونخوار روسیوں پر مشتمل تھا یہ وہ روسی تھے جو سرخ افواج میں کارہائے نمایاں انجام دے چکے تھے یوں بخارا کی جدیدی حکومت سے معاملہ طے کرنے کے بعد جنرل فریزے کی طرف سے ایک بہت بڑا روسی لشکر تاشقند سے ثمرقند پہنچا اسکے ساتھ ہی جدیدی حکومت کا ایک لشکر بخارا سے روانہ ہوا اور یہ لشکر غردوان 'کرمینا 'خطرچی اور ضیاء الدین شہر سے ہوتا ہوا ثمرقند شہر پہنچ گیا اسطرح ثمرقند شہر میں دونوں لشکر مل گئے پھر یہ دونوں لشکر متحد ہو کر ایک روسی جرنیل کی سرکردگی میں آگے بڑھے۔

بلجوان کی طرف سے اس متحدہ لشکر نے عجیب وغریب راستہ اختیار کیا صحیح راستہ تو یہی تھا کہ یہ لوگ ثمرقند سے سبز شہر کی طرف آتے وہاں سے شورچی اور حصار کی طرف سے ہوتے ہوئے فولنگ شہر کے راستے بلجوان کی طرف جاتے لیکن اس راستے میں روسیوں اور جدیدیوں کیلئے سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ اس راستے میں بائیسوان شہر کے اطراف واکناف میں ابراہیم بیگ اپنے لشکر کے ساتھ جدیدیوں اور روسیوں کے لشکر کے خلاف برسر پیکار تھا لہٰذا انہیں خدشہ تھا کہ اگر اس راستے سے پیش قدمی کرتے ہوئے بلجوان کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تو ہو سکتا ہے کہ ابراہیم بیگ انہیں اپنے ساتھ الجھا لے اور انہیں شب خون مار مار کر پسپائی اور واپسی اختیار کرنے پر مجبور کر دے لہٰذا روسیوں اور جدیدیوں کے اس لشکر نے دو شنبہ شہر کے کافی شمال میں رہتے ہوئے پیش قدمی کی اور ایک لمبا چکر کاٹنے کے بعد دو شنبہ شہر کے شمال ہی شمال سے گذرنے کے بعد وہ بلجوان شہر پہنچ گئے تھے یہ پیش قدمی یہ سفر اس قدر رازداری کے ساتھ شروع کیا گیا تھا کہ کسی کو کانوں کان اس لشکر کی روانگی کا علم تک نہ ہوا بلجوان میں انور پاشا اور دولت بندبے بھی اس روسی لشکر کی روانگی سے بے خبر رہے دوسری طرف ابراہیم بیگ بیچارہ تو بائیسوان شہر کے اطراف میں روسیوں کے ساتھ بری طرح الجھا ہوا تھا لہٰذا اسے بھی اس روسی لشکر کی پیش قدمی کی خبر نہ ہوئی تاہم قاصدوں کے

ذریعے ابراہیم بیگ کو خبر بل گئی تھی کہ بلجوان شہر پر انور پاشا اور دولت مندبے نے قبضہ کر لیا ہے۔ انور پاشا اور دولت مندبے کی اس کارگزاری پر ابراہیم بیگ بید خوش ہوا اس فتح پر اس نے انور پاشا اور دولت مندبے کو مبارکباد دی اور بلجوان کی حفاظت کیلئے اور اسکے دفاعی استحکامات کو مضبوط کرنے کیلئے ابراہیم بیگ نے اپنی طرف سے ایک اور لشکر انور پاشا اور دولت مندبے کی مدد کیلئے بھجوایا اس لشکر کا کماندار ابراہیم بیگ نے اپنے دست راست اور ساتھی ایشان قند کو بنا کر بھیجا تھا۔

بلجوان شہر ہاتھ سے نکل جانے کی وجہ سے روسیوں کو بڑا صدمہ اور دکھ ہوا تھا۔ ماسکو سے بھی لینن نے جنرل فریزے کو سخت احکامات روانہ کئے تھے اور یہ حکم بھی دیا تھا کہ فی الفور بلجوان پر دوبارہ قبضہ کر کے ان سرزمینوں میں روسیوں کی عزت و عظمت کو بحال کیا جائے۔ روسی بیکراں وقت کے تسلسل میں تاریخ کی جبیں لہو لہو اور ہر کڑی خونفشاں کر کے اپنی خواہشوں کی آمریت کی تسکین کے عادی تھے وہ عجیب لمحوں کے سلسلے میں روحوں کو زخم زخم اور تصور کے جزیروں سے نکل کر خواہشوں کی کالی دیویوں کی طرح اپنے ہر دشمن کو تلخ حقائق کے سمندر میں ڈبو دینے کے خوگر تھے لہٰذا لینن کی طرف سے احکامات ملنے کے بعد جنرل فریزے نے ایک اور لشکر بلجوان شہر کی طرف بھجوایا جو پہلے سے روانہ متحدہ لشکر کے ساتھ آملا تھا تاکہ بلجوان شہر میں قابض انور پاشا دولت مندبے اور ان کے ساتھیوں کو ہلاک کر کے دھواں دھواں افق میں سبز پتیوں پر آگ برسائی جائے اور ضمیر کی کالک سے ہزاروں چہروں کو سیاہ کر دیا جائے یہ متحدہ لشکر شمال ہی شمال میں بلجوان کے نواح تک سفر کرتا رہا یہاں اس نے ایک عجیب و غریب طریقہ استعمال کیا اور وہ یہ کہ سارے لشکر نے مقامی لباس پہن لئے یعنی انہوں نے بھیس بدل کر مسلمانوں کی طرح سر پر پگڑیاں اور عبائیں پہن لی تھیں اور ان کے اس طریقہ کار کی کسی کو خبر تک نہ ہوئی تھی کہ روسی بلجوان شہر پر حملہ آور

ہونے کے لئے پہنچ گئے ہیں۔

چند ہی روز بعد عید الاضحیٰ تھی اور اسی عید الاضحیٰ سے روسیوں اور جدیدیوں نے فائدہ اٹھانے کا ارادہ کیا انہوں نے آپس میں مل کر یہ طے کیا کو جونہی بلجوان کے شہری اور انور پاشا اور دولت مندبے کا لشکر عید کی نماز کے لئے کھڑا ہو گا وہ حملہ آور ہو جائیں گے اور ہر کسی کو نیست و نابود کرتے ہوئے بلجوان پر قبضہ کر لیں گے پھر یوں ہوا کہ عید کے روز جس وقت بلجوان کے شہری اور انور پاشا اور دولت مندبے کے لشکری شہر سے باہر کھلے میدان میں نماز عید کے لئے کھڑے ہوئے روسیوں اور جدیدیوں کے متحدہ لشکر نے حملہ کر دیا عید کی نماز ابراہیم کے بیگ کے دست راست ایشان قند کی امامت میں پڑھی جا رہی تھی ابھی نماز کی دوسری رکعت میں تھے کہ اچانک روسی اور جدیدی افواج نے چاروں طرف سے حملہ کر دیا ایشان قند نے جو امامت کے فرائض انجام دے رہے تھے جلدی سے نماز ختم کر کے سلام پھیرا دعا اور خطبے کا انتظار کئے بغیر مجاہدین اپنی اپنی جگہوں سے اٹھے انور پاشا اور دولت مندبے مجاہدین کے ساتھ عید گاہ کے اندر مورچہ بند ہو کر جوابی کارروائی کرنے لگے مجاہدین اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہوئے عید گاہ پر چاروں طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ میں اپنا دفاع کرنے لگے تھے۔

لیکن اب دیر ہو چکی تھی۔ روسی اور جدیدی چاروں طرف سے جس میدان میں نماز ادا کی جا رہی تھی اُمڈ آئے تھے بلجوان کے شہری اور مجاہدین کیونکہ نماز ادا کر رہے تھے لہٰذا انہیں اپنے آپ کو مسلح کرنے میں وقت لگا تھا اور اسی وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے روسیوں اور جدیدیوں نے اپنے لئے فوائد حاصل کر لئے تھے۔

گو روسی اور جدیدی چاروں طرف سے گولیاں برساتے ہوئے مسلمانوں کا قتل عام کرتے جا رہے تھے اس کے باوجود انور پاشا دولت مند بے اور ایشان قند بڑے عجیب و غریب انداز میں حرکت میں آئے بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ

انہوں نے اپنے آپ کو مسلح کر کے حملہ آوروں کی راہ روکی ان کے ماتحت لڑنے والے مجاہدین نے اپنی روح کی پوری توانائی میں رات دن کے بے قرار گرداب' گردش تقدیر اور جنم جنم کے پیاسے ماضی کے سایوں کی طرح روسیوں پر جوابی حملہ کر کے ان کی راہ روکنے کی کوشش کی تھی ایک ایک مجاہد طوفانوں کو پتوار بنا کر دہر کے کردار کے اندر اپنا اپنا فرض ادا کرنے لگا تھا لیکن اب دیر ہو چکی تھی چاروں طرف سے روسی پوری طرح مجاہدین کو گھیر کر ان کا قتل عام کر چکے تھے پھر ایسا ہوا کہ وہ میدان جس کے اندر تھوڑی دیر قبل تک عید کی نماز ادا کی جا رہی تھی وہاں ویران آنکھوں اور پریشان چہروں پر کرب کے مضامین اور داستانوں کی سیاہیاں پھیلنے لگی تھیں' جہل و ضلالت کے پروردہ روسی صید حالات اور وقت کے بدترین آشوب کی طرح بدقسمتی کی نحوست بن کر مجاہدین پر چھانے لگے تھے پھر انسانیت کے چہرے پر شیطنت غالب آنے لگی وقت کی ساعتوں پر ضمیر کا بوجھ فکر کی دیمک اور ظلمت زندان بڑھنے لگی درشتی اور بے مہری کے عادی روسی اور جدیدی کالی گاڑھی موت کی دلدل کی طرح چاروں طرف پھیلنے بکھرنے لگے تھے انور پاشا دولت مند بے اور ایشان قند کی سرکردگی میں مجاہدین نے بڑی جوانمردی اور بڑی بے جگری سے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے روسیوں کی راہ روکنے کی کوشش کی پھر مزید یہ کہ یہ جنگ صبح سے لے کر آدھی رات تک جاری رہی روسی اور جدیدی ایک ایک مجاہد کو چن چن کر قتل کرتے رہے۔ بے شمار مجاہدین شہید ہوئے ان شہیدوں میں انور پاشا دولت مندبے اور ایشان قند بھی شامل تھے مجاہدین کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ روسی کہیں انور پاشا دولت مندبے اور ایشان قند کی لاشوں کی بے حرمتی نہ کریں لہٰذا جنگ کے دوران ہی مجاہدین نے سرکردہ شہداء کی لاشیں گھوڑوں پر ڈال کر ایک جگہ دفن کر دیں اور اس جگہ کو انہوں نے مخفی رکھا تھا یوں جس وقت عالم اسلام میں سنت ابراہیمی کی پیروی کرتے ہوئے مسلمان جانوروں کی قربانی ادا کر رہے تھے انور پاشا دولت مند بے

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایشان قند نے اپنی سرزمینوں کی حفاظت کے لئے اور روسی بھیڑیوں کی راہ روکنے کے لئے اپنے مجاہدین کے ساتھ اپنی جانوں کی قربانی پیش کر دی تھی۔

ابراہیم بیگ بائیسوان شہر کے گرد و نواح میں روسیوں اور جدیدیوں کے خلاف برسرپیکار تھا اسی حالت میں اسے پہلے بخارا کے نواح میں ملا عبدالقہار اعظم خواجہ اور عبدالجبار کے شہید ہونے اور بخارا کے نواح میں سماجی تحریک کے خاتمے کی خبر ملی اس کے بعد اسے بلجوان شہر کی طرف سے انور پاشا دولت مند بے اور ایشان قند کے شہید ہو جانے کی خبریں بھی ملی تھیں اور یہ روح فرسا خبر بھی اس تک پہنچ گئی تھی کہ بلجوان شہر پر روسیوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ ان دو خبروں کے علاوہ میدان جنگ میں ابراہیم بیگ کو ایک تیسری خبر بھی ملی اور وہ یہ تھی کہ بخارا کے نواح میں عبدالقہار اعظم خواجہ اور عبدالجبار کے مارے جانے اور سماجی تحریک کے خاتمے اور بلجوان میں انور پاشا دولت مند بے اور ایشان قند کے اپنے مجاہدین کے ساتھ شہید ہو جانے کی وجہ سے تاتاری سردار طوغان اور سابق جدیدی رہنما عثمان خواجہ جو جدیدیوں سے منحرف ہو کر ابراہیم بیگ کے پاس چلے آئے تھے وہ بد دل ہو گئے لہٰذا ابراہیم بیگ کے مسکن سے نکل کر تاتاری سردار طوغان اپنے سرکردہ ساتھیوں کے ساتھ ترکی کی طرف چلا گیا جبکہ عثمان خواجہ اپنے چند دوستوں کو لے کر دریائے آمو عبور کرنے کے بعد پہلے افغانستان میں داخل ہوا پھر وہاں سے نکل کر وہ پشاور پہنچا اور وہیں آباد ہو کر رہ گیا تھا۔

یہ ساری خبریں گو ابراہیم بیگ کے لئے بڑی روح فرسا بڑی جان لیوا اور دل شکستگی کا باعث تھیں لیکن ابراہیم بیگ نے ہمت نہیں ہاری ان ساری خبروں کے ملنے کے بعد ابراہیم بیگ نے اپنے دست راست سعید بیگ پروانچی اور تاتاری سردار قونان بے کو اپنے خیمے میں طلب کیا اس وقت ابراہیم بیگ بائیسوان شہر کے اطراف میں کئی معرکے سر کرنے کے بعد روسیوں کی قوت کو توڑ چکا تھا اور اب وہ بائیسوان شہر پر آخری ضرب لگانے کے لئے شہر سے چند میل دور اپنے

لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ ابراہیم بیگ کے طلب کرنے پر سعید بیگ پروانچی اور قانان بے دونوں ایک ساتھ اس کے خیمے میں داخل ہوئے ہاتھ کے اشارے سے ابراہیم بیگ نے دونوں کو اپنے سامنے بیٹھنے کے لئے کہا جب وہ دونوں بیٹھ گئے تب ابراہیم بیگ غمزدہ سے لہجے اور ٹوٹتی بکھرتی سی آواز میں ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے بھائیو! میرے ساتھیو! تم دونوں جانتے ہو کہ بخارا کے نواح میں ملا عبدالقہار اعظم خواجہ اور عبدالجبار کو ختم کیا جا چکا ہے سماجی تحریک بخارا کے نواح میں دم توڑ چکی ہے تمہیں یہ بھی خبر مل چکی ہو گی کہ بلجوان شہر کے باہر انور پاشا دولت مند بے اور ایشان قند اپنے ساتھیوں کے ساتھ روسیوں کے سامنے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر چکے ہیں اور بلجوان شہر پر روسی قابض ہو چکے ہیں تم یقیناً یہ بھی جان چکے ہو گے کہ تاتاری سردار طوغان اپنے سرکردہ ساتھیوں کے ساتھ ترکی کی طرف روانہ ہو چکا ہے جبکہ سابق جدیدی رہنما عثمان خواجہ اپنے چند سرکردہ لوگوں کے ساتھ پشاور کی طرف کوچ کر چکا ہے ان حالات میں میرے دوستو میرے بھائیوں میں نے تم دونوں کو اس لئے طلب کیا ہے کہ اگر تم میرا ساتھ دیتے ہوئے بوجھ محسوس کرتے ہو تو میں تمہیں زبردستی اپنے ساتھ ملا کر نہیں رکھوں گا اگر تم سمجھتے ہو کہ یہاں تمہیں اور تمہارے اہل خانہ کو جانوں کا خطرہ ہے تو طوغان اور عثمان خواجہ کی طرح تم بھی اپنے اہل خانہ کو لے کر کسی محفوظ جگہ جا سکتے ہو بخدا میں تم میں سے کسی کی راہ نہیں روکوں گا کسی کو زبردستی اپنے ساتھ ملا کر نہیں رکھوں گا یہاں تک کہتے کہتے ابراہیم بیگ رک سا گیا اس کی آواز لگتا تھا ڈوب گئی ہو اور وہ بڑی مشکل سے اپنے لہجے کے تاثر کو قائم رکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد ابراہیم بیگ پھر بولا اور کہنے لگا میرے دونوں بھائیو! میرے رفیقو جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں تو یہیں رہوں گا۔ میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جانتا ہوں انور پاشا دولت مند ہے اور ایشان قند کی شہادت نے بہت سے لوگوں کو مایوس کر دیا ہے کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو ہماری اس تحریک سے دلبرداشتہ ہو چکے ہوں گے لیکن حالات کچھ بھی ہوں میں اپنی اپنی سر زمینوں میں رہ کر روسیوں کے خلاف اپنے وطن کی آزادی کی جدوجہد کو جاری رکھوں گا۔

سنو میرے ساتھیو یہ روسی مسلم ریاستی کے بکھراؤ میں کسی نئی تشکیل کسی نئی فکری پرواز کو ہرگز برداشت کرنے والے نہیں ہیں یہ چاہتے ہیں کہ ہم لوگ تنکا تنکا بن کر بہہ جائیں صداقت سے عاری وھم و گمان کے مارے یہ روسی ہمارے رشتوں کی پیاس ختم کر کے ہمیں گم اندھیاروں میں دھکے کھانے پر مجبور کرنا چاہتے ہیں۔

یہ روسی ہمارے ذہن کے تالاب میں کتنے ہی پتھر پھینک کر اضطراب و بے چینی پیدا کریں ہمارے افکار میں کیسے ہی طوفان کھڑے کرنے کی کوشش کریں میں اپنی پوری تندہی سے ان کے خلاف برسرپیکار رہوں گا سنو میرے بھائیوں یہ روسی ہماری سانس کو دھواں دھواں' فضائے عالم کے ذرے ذرے کو لہو لہو ہمارے بدن کے ہر حصے پر جراحتوں کے نقوش سجانا چاہتے ہیں پر انہیں شاید علم نہیں ہے کہ یہ دنیا دائمی اور مستقل نہیں ہے کوئی بھی ابد تک باقی نہیں رہے گا ایک نہ ایک روز موت سے بغل گیر ہونا ہی ہے جب ایسا ہے تو پھر کیوں نہ احسن طریقے سے موت کو گلے لگایا جائے۔

میرے ساتھیوں میرے بھائیو میرا یہ فیصلہ ہے کہ کوئی میرا ساتھ دے نہ دے میں اپنے لہو کی چھینٹوں سے روسیوں کا دامن داغدار کرتا رہوں گا۔ وقت کے تیز رو مسافر کی طرح روسیوں کے ظلم کی تشہیر کو اپنی زیست کا عنوان بنائے رکھوں گا اپنی سرزمین کی بستیوں میں زندگی کے جمود اور شہروں کی دلکش گلیوں میں غلامی کے غم کو توڑوں گا۔

میں ابراہیم بیگ روسیوں کے مقابلے میں اس وقت تک سینہ سپر رہوں گا

جب تک میں چوب نمناک کی طرح سنگ نہیں جاتا جب تک میرے لہو کی حرارت بھاپ نہیں بن جاتی جب تک میرے بدن کی ساری ہڈیاں چٹخ نہیں جاتیں اور جب تک میرے سینے میں عزائم و ارادے مرگ کا شکار نہیں ہو جاتے اس وقت تک میں روسیوں کے خلاف ہر سمت سے دام بچھائے رکھوں گا ہر طرف ان کے لئے عذاب آندھیاں کھڑی کروں گا۔ گو ایسا کرنے کے لئے مجھے قیامت کے سفر سے گذرنا ہو گا اپنے بدن کو خون آلود کرنا ہو گا صدیوں کی مسافت کی خراشیں برداشت کرنا ہوں گی آنکھوں میں بے رحم حوادث کے نقوش سجانا ہوں گے لیکن میرے بھائیو اپنے کھیتوں کی تمنا اپنے مکانوں کی طلب اپنے شہروں کی ضرورت اپنی بستیوں کی مانگ اور اپنے مذہب کی عظمت کا پاسبان بن کر میں امن و محبت اور آزادی کے متلاشی کی طرح اپنے کام کو جاری رکھوں گا۔

سنو میرے دونوں بھائیو جب تک میرے جسم میں خون کا آخری قطرہ باقی ہے اس وقت تک میں اپنی ان سرزمینوں میں غلامی سے نجات کے خواہش مند ہر گھر کے طاق میں آزادی کی شمعیں روشن کرتا رہوں گا پرہول غلامی کی رات میں درد کی لکیروں اور زنگ آلود الفاظ جیسے اس غلامانہ ماحول میں میں آزادی کی خوشبو کا سفر جاری رکھوں گا جب تک میرے لبوں کا نطق باقی ہے میں لوگوں کو آزادی کی تازہ معنویت سے آگاہ اور باخبر کرتا رہوں گا بس یہی میری زندگی کا مدعا اور یہی میری زیست کا مقصد ہے میرے بھائیوں میں نے تم دونوں سے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا اب تم دونوں لشکر میں شامل سب جوانوں سے جا کر کہہ دو کہ ابراہیم بیگ ان سرزمینوں کی آزادی کی خاطر اپنے جسم کے خون کا آخری قطرہ تک بہانے کا عزم کئے ہوئے ہے جو اس عزم میں میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں میں انہیں اپنے جسم کا ایک حصہ سمجھ کر خوش آمدید کہوں گا اور جو حالات کی اس پر آشوبی سے تنگ آ کر کسی اور سرزمین کی طرف نکل جانا چاہتے ہیں میرے بھائیو میں ان سے ناراض اور خفا نہیں ہوں گا بلکہ انہیں اپنے بچھڑنے والے بھائیوں

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی طرح الوداع کہوں گا یہاں تک کہنے کے بعد جب ابراہیم بیگ خاموش ہو گیا تو سعید بیگ پروانچی اور قونان بے نے تھوڑی دیر تک بڑے غور اور معنی خیز انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر دونوں نے شاید آنکھوں ہی آنکھوں میں کوئی فیصلہ کیا اس کے بعد سعید بیگ پروانچی بولا اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

یا امیر آپ ہمارے لئے آزادی کی صبح کا ستارہ ذہنوں میں تصورات کی دھنک سوچوں میں حقائق کا اتار اور بے درد گزار گاھوں میں سر مقتل جلتے چراغ کی طرح ہیں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جو بھی آپ کو چھوڑ کر جائے گا وہ آپ کی صورت کو ترسے گا آپ کے قرب کو روئے گا۔ یا امیر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہمارے مسکن یا لشکر سے کوئی بھی آپ کا ساتھ چھوڑ کر افغانستان یا کسی بھی سرزمین کی طرف جانا پسند نہیں کرے گا۔ لوگ اپنی زندگی اپنی موت کو آپ کے ساتھ وابستہ کر چکے ہیں اور اپنی زیست کی آخری گھڑیوں تک آپ ہی کے ساتھ رہنا پسند کریں گے۔

یا امیر اگر آپ ان سرزمینوں میں نہیں رہیں گے تو یہاں آزادی کی آہٹ نہ ہو گی خود داری کا کوئی کھٹکا نہ اٹھے گا آپ ان سرزمینوں کے مسلمانوں کے لئے اشکوں کے دیوں جیسی غلامی اور درد جراحت میں آزادی اور مرہم کی طلب ہیں یا امیر خون آلود خواہشوں اور زمین کی نفتنوں ننگ و ناموس سے عاری فضاؤں کے اندر ہماری لئے آپ تقدیس نظر جہانگیر جذبہ اور خوشبو کا ایک سفر ہیں۔

ہم لوگ زوال و انحطاط کے کھنڈرات اور پر آشوب دور میں ہرگز آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے آپ کے ساتھ مل کر اپنی اجڑی قوم کو آباد کریں گے۔ لوگوں کو غلامی کی کڑی قید سے نجات دیں گے روسیوں کے ہاتھوں تیرہ و تارہ ہو جانے والی فضاؤں اور دماغوں کو ضیاء بخشیں گے۔ آپ کی رہنمائی میں یا امیر ہم غلامی کی زنجیروں پر ضرب لگائیں گے وہم و گمان کے پردے ہٹائیں گے طاغوت

کے ہر دام کو برباد کرنے کے لئے آپ کی رہنمائی میں چار سو پھیلی جبر کی تعزیروں میں آوازوں کی گھٹن میں ماؤں کی گود سا سکون نرم ملائم جذبے کھڑے کر کے رکھ دیں گے۔

یا امیر ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم روسیوں کے سامنے بکھرے خواب ادھورے لمحے ٹوٹتی ساعتیں سمٹتی خواہشیں اور اڑتی گرد کے جذبے ثابت نہیں ہوں گے بلکہ ہم آپ کی ہمراہی میں ان پر چمکتے سورج، شعور ولا شعور کی جنگ اور عملی وجدان کی طرح نزول کریں گے اور ان سے ان کے ہر جبر کا انتقام لے کر رہیں گے یہاں تک کہنے کے بعد جب سعید بیگ پروانچی خاموش ہوا تو ابراہیم بیگ کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ بولا اور کہنے لگا۔

سعید بیگ پروانچی میں تمہارے خیالات تمہارے جذبوں کی قدر کرتا ہوں لیکن ضروری نہیں کہ جن جذبات جن احساسات کا اظہار تم کر رہے ہو سب لشکریوں کے جذبات اور احساسات بھی ایسے ہی ہوں ابراہیم بیگ یہیں تک ہی کہنے پایا تھا کہ اس بار قونان بے بولا اور بڑی ارادتمندی سے وہ ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یا امیر اب تو مجھے بھی لشکر میں کام کرتے ہوئے کئی ماہ گزر چکے ہیں اور میں ہر لشکری کے رویئے کا خوب مطالعہ کر چکا ہوں میں آپ کو وثوق اور یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ حالات کچھ ہی کیوں نہ ہوں کوئی بھی لشکری آپ کا ساتھ چھوڑ کر کسی بھی سمت جانا پسند نہیں کرے گا اگر ایسا ہے تو آپ ابھی اٹھ کر اپنے خیمے سے باہر نکلے اور اپنے لشکریوں سے پوچھے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہر لشکری اپنی موت کے آخری لمحے تک آپ کا ساتھ دینے کا عہد کرے گا۔

اس پر ابراہیم بیگ فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا پھر وہ سعید بیگ پروانچی اور قونان بے کو مخاطب کر کے کہنے لگا میرے ساتھیو اپنے لشکریوں کو جمع کرو اس سلسلے میں میں ان کا بھی عندیہ لینا پسند کروں گا۔ میں کسی بھی لشکری کو جبر اور زور

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی بناء پر اپنے ساتھ رکھنے کی کوشش نہیں کروں گا جو لشکری رضاکارانہ طور پر میرے ساتھ رہ کر کام کرنا پسند کریں گے وہی میرا سرمایہ اور روسیوں کے خلاف وہی میری ضرب بن کر میرے ساتھ رہیں گے اس کے بعد ابراہیم بیگ اپنے خیمے سے نکلا سعید بیگ پروانچی اور قونان بے بھی اس کے ساتھ ساتھ تھے پھر سعید بیگ پروانچی اور قونان بے بھاگ بھاگ کر لشکریوں کو ایک جگہ جمع ہونے کے لئے کہہ رہے تھے جب سارا لشکر ایک جگہ جمع ہو گیا تب قونان بے نے ابراہیم بیگ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

یا امیر آپ دیکھتے ہیں کہ ب سے لشکری ایک جگہ جمع ہیں آپ ان سے رائے لے کر ان کا عندیہ معلوم کر سکتے ہیں اس پر ابراہیم بیگ نے سعید بیگ پروانچی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا سعید بیگ پروانچی تم ہی انہیں مخاطب کر کے ان کی رائے لو۔ اگر میں ان سے مخاطب ہوں گا تو ہو سکتا ہے کہ میرے ساتھ عقیدت کی وجہ سے مرعوب ہو کر یہ میرے حق میں فیصلہ دیں اگر تم ان سے مخاطب ہو کر انہیں اظہار رائے کے لئے کہو گے تو میرے خیال میں یہ درست فیصلہ کرنے میں کامیاب ہوں گے اس پر سعید بیگ پروانچی نے ایک بار تیز نگاہوں سے ابراہیم بیگ کی طرف دیکھا پھر وہ بلند آواز میں پورے لشکر کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

میرے بھائیو میرے ساتھیو! امیر ابراہیم بیگ کا خیال ہے کہ انور پاشا دولت مند بے ایشان قند ملا عبدالقہار اعظم خواجہ اور عبدالجبار کی موت کے بعد شاید کچھ مجاہد دلبرداشتہ ہو کر ان سرزمینوں سے نکلنے کے لئے امیر کا ساتھ چھوڑنا چاہیں گے میرے بھائیو تم میں سے جو کوئی امیر کا ساتھ چھوڑ کر کسی اور سرزمین کی طرف جانا چاہے وہ اپنا ہاتھ کھڑا کرے اسے آزادی اور اس کی خواہش کے مطابق جانے کی اجازت دے دی جائے گی اور ایسے کسی بھی لشکری کی راہ روک کر اسے جبر کے ساتھ اپنے ساتھ رکھنے کی کوشش نہیں کی جائے گی۔

سعید بیگ پروانچی ابھی یہیں تک کہنے پایا تھا کہ لشکر کے اندر ایک شور ایک واویلا اٹھ کھڑا ہوا لشکر میں شامل جوان طرح طرح کی آوازیں نکال کر ابراہیم بیگ کا ساتھ دینے کا عہد کر رہے تھے وائیں طرف سے کچھ منچلے اور زندہ دل نوجوان اٹھ کر اور اپنے سروں سے عمامے اتار کر انہیں فضاؤں میں لہراتے ہوئے ابراہیم بیگ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ بھی کہہ رہے تھے یا امیر اگر آپ کو ہماری سر فروشی ہمارے خلوص پر کوئی شک ہو تو آپ ہم سے موت پر بیعت لے سکتے ہیں آپ دیکھیں گے کہ آپ کا ساتھ دیتے ہوئے اور آپ کی رہبری اور رہنمائی میں ہم کیسے روسیوں کے خلاف لڑتے ہوئے موت سے بغل گیر ہوتے ہیں۔

اپنے لشکریوں کا یہ ردعمل دیکھتے ہوئے ابراہیم بیگ کے لبوں پر گہری مسکراہٹ اور آنکھوں میں آنسو تھے خوشی او رتشکر کے آنسو۔ لشکریوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اب بھی ابراہیم بیگ کے حق میں نعرے لگا رہا تھا لوگ ابراہیم بیگ کی رہبری اور رہنمائی میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے جذبوں کا بھی اظہار کر رہے تھے اس موقع پر سعید بیگ پروانچی نے مڑ کر ابراہیم بیگ کی طرف دیکھا پھر وہ گہرے سکون میں ابراہیم بیگ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

یا امیر آپ نے اپنے لشکریوں کے جذبے اور ایثار کو دیکھا ان میں سے کوئی بھی آپ کا ساتھ چھوڑنے کا ارادہ نہیں رکھتا یا امیر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں حالات کیسے ہی بد سے بدترین کیوں نہ ہوں آپ کا کوئی بھی ساتھی آپ کا ساتھ چھوڑ کر کسی اور سرزمین کی طرف جانا پسند نہیں کرے گا یا امیر میں یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ آپ کا ہر لشکری اپنے جسم کے خون کے ہر قطرے اور اپنی سانس کی ہر ساعت کو آپ کے نام وقف کر چکا ہے اپنے دلوں میں وہ آپ کے لئے ایسی محبت ایسی چاہت اور ارادت مندی رکھتے ہیں کہ اگر آپ انہیں موت کی وادی میں بھی دھکیلنے کا حکم دیں تو قسم خداوند کی یہ ایسے مجاہد ہیں کہ آنکھیں بند کر کے آپ کی خوشی اور خوشنودی کی خاطر موت سے بغلگیر ہو جانا بھی پسند

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کریں گے۔

سعید بیگ پروانچی کی اس گفتگو کے جواب میں ابراہیم بیگ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ شمال مغرب کی سمت سے ایک گھڑ سوار اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا لشکر گاہ میں داخل ہوا پھر وہ تیزی کے ساتھ اس سمت بڑھا جہاں ابراہیم بیگ‘ سعید پروانچی اور قونان بے کھڑے تھے اسے دیکھتے ہی ابراہیم بیگ کچھ پریشان ہو گیا تھا۔ اس لئے کہ آنے والا وہ گھڑ سوار ابراہیم بیگ کے مخبروں اور طلایہ گردستوں کا ایک فرد تھا۔ جب وہ گھڑ سوار قریب آ کر نیچے اترا تو ابراہیم بیگ اس کی طرف بڑھا سعید بیگ پروانچی اور قونان بے بھی ابراہیم بیگ کے پیچھے پیچھے آنے والے قاصد اور مخبر کی طرف بڑھے تھے اس مخبر کے نزدیک جا کر ابراہیم بیگ نے بڑی فکر مندی میں اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا لگتا ہے تم مسکن کی طرف سے آ رہے ہو کیا وہاں کوئی غیر معمولی یا پریشان کن حادثہ یا واقعہ تو پیش نہیں آیا اس پر آنے والا وہ قاصد مزید ابراہیم بیگ کے قریب ہوا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا یا امیر مسکن میں ہر طرح کی خیریت ہے مجھے عبدالحفیظ پروانچی نے آپ کی طرف روانہ کیا ہے وہ آپ کو سلام کہتے تھے۔ یا امیر آپ کے لئے میں یہ خوشخبری لایا ہوں کہ آپ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے بس یہی وہ خبر ہے جو آپ کو بتانے کے لئے عبدالحفیظ بیگ پروانچی نے مجھے مسکن سے آپ کی طرف روانہ کیا ہے سعید بیگ پروانچی اور قونان بے نے فوراً ابراہیم کو مبارک باد دی۔

اپنے ہاں بیٹے کی پیدائش پر ابراہیم بیگ کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ اور آنکھوں میں خوش کن چمک پیدا ہوئی تھی تھوڑی دیر تک وہ اسی کیفیت میں رہا پھر وہ مسکن کی طرف سے آنے والے قاصد کو مخاطب کر کے کہنے لگا واپس جا کر عبدالحفیظ پروانچی کو میرا سلام کہنا اور اس کا شکریہ ادا کرنا کہ اس نے مجھے یہ خبر سنانے کے لئے تمہیں میری طرف روانہ کیا اس کے بعد ابراہیم بیگ نے انعام کے طور پر اس قاصد کو کچھ رقم دی اور قاصد کو واپس جانے کی اجازت دے دی تھی اس واقعہ کے دو دن بعد تک ابراہیم بیگ روسیوں پر حملہ آور ہونے کی تیاریاں کرتا رہا پھر تیسرے روز وہ بائیسوان شہر پر ضرب لگانے کے لئے پیش قدمی کر چکا تھا۔

○

بائیسوان شہر سے باہر ابراہیم بیگ روسی لشکر پر سات سمندروں کی گہرائی سے اٹھنے والے سچائی کے عکس کی طرح حملہ آور ہوا تھا اس کے حملہ آور ہونے کے انداز میں عجیب سی احساساتی اور جبلی جرات ضدلی و جدانی و جمالیاتی شجاعت منطقی و عقلی مہارت شامل تھی وہ آوازوں کی گھن گرج پروقار غصے اور دست جلال میں چھپی ہوئی قہرمانی کی طرح بائیسوان پر قابض روسی لشکر پر حملہ آور ہوا تھا اس کے لشکری بھی اپنی ذاتی اغراض و مقاصد کو فراموش کرتے ہوئے اپنے سروں پر کفن باندھ کر روسیوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔

ایشیا کی ان گمنام وادیوں‘ ندی نالوں کی تپلی گذر گاہوں اور بن والے کوہستانوں کے دامنوں کے اندر روسی اور ابراہیم بیگ کے لشکری قدرت کی سی باقاعدگی اور غارت گروں کی خروج کی طرح ایک دوسرے پر حملہ آور ہونا شروع ہو گئے تھے ہر کوئی دوسرے کو لپیٹ جانے والے ڈھیرے کی طرح اپنے سامنے زیر اور مغلوب کر لینا چاہتا تھا جوں جوں جنگ طول پکڑنے لگی ابراہیم بیگ نے جنگ کا دامن وسیع کرنا شروع کر دیا اس نے سعید بیگ پروانچی اور قونان بے کو دائیں بائیں پھیلا کر روسیوں پر سہ طرفہ حملہ کر کے ان کی پریشانیوں میں اضافہ کرتے ہوئے ان کے لشکری نظام کو درہم برہم کر کے دکھ دیا تھا یہ جنگ صبح سے لے کر سہ پہر تک جاری رہی یہاں تک کہ شام سے تھوڑی دیر پہلے ابراہیم بیگ روسیوں پر مکمل طور پر غالب رہا ایک ایک روسی لشکری کو چن کو قتل کر دیا گیا اور جو اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہوئے وہ ترمذ شہر کی طرف بھاگ گئے تھے جب کہ ابراہیم بیگ اپنے لشکر کے ساتھ ایک فاتح کی حیثیت سے بائیسوان شہر میں داخل ہوا تھا۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بائیسوان شہر پر قابض ہونے کے بعد ابراہیم بیگ چند یوم تک اس شہر کا نظم و نسق درست کرتا رہا اس کے لشکر کی تعداد کیونکہ کچھ اس قدر زیادہ نہ تھی لہٰذا وہ بائیسوان شہر میں کوئی مستقل لشکر مقرر نہ کر سکا تھا تاہم بائیسوان شہر میں چند ہفتے قیام کے دوران اس نے بائیسوان شہر کے نوجوانوں کو فوجی تربیت سے آراستہ ضرور کر دیا تھا۔ بائیسوان شہر کو فتح کرنے اور اس میں چند ہفتوں تک قیام کرنے کے بعد ابراہیم بیگ اپنے لشکر کے ساتھ شہر سے نکلا اور اطراف و اکناف میں جہاں کہیں بھی چھوٹے چھوٹے روسی دستے مقرر تھے ان میں سے اکثر کا اس نے خاتمہ کر دیا اور بعض ابراہیم بیگ کا نام ہی سن کر جنوب میں سب سے بڑی روسی چھاؤنی ترمذ کی طرف بھاگ گئے تھے۔ ابراہیم بیگ جونہی بائیسوان شہر سے نکلا روسی ایک بار پھر اپنی قوت کو مجتمع کرتے ہوئے بائیسوان شہر پر حملہ آور ہوئے اور اس پر قبضہ کر لیا ابراہیم بیگ کو جب شہر کے چھن جانے کی خبر ہوئی تو پھر وہ پلٹا اور بائیسوان پر حملہ آور ہوا اور بائیسوان پر اس نے دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اس طرح ابراہیم بیگ شہر پر قبضہ کرنے کے بعد جب باہر نکلتا تو روسی اس پر پھر قابض ہو جاتے تھے اس طرح چوبیس بار ہوا۔ جب بھی ابراہیم بیگ شہر کو فتح کرنے کے بعد شہر سے نکلتا روسی اس پر فوراً قابض ہو جاتے روسیوں کو یہ فوقیت تھی کہ جنوب میں ان کی بہت بڑی چھاؤنی ترمذ پڑتی تھی۔ جہاں سے نکل کر روسی ابراہیم بیگ کی غیر موجودگی میں فوراً بائیسوان شہر پر قابض ہو جاتے تھے ابراہیم بیگ کے لئے دشواری یہ تھی کہ اس کا مسکن وہاں سے کافی دور اور فاصلے پر تھا اور وہاں سے بروقت رسد اور کمک کا سامان حاصل نہیں کر سکتا تھا۔

ابراہیم بیگ جب پچیسویں بار بائیسوان شہر پر قابض ہوا تو یہاں اس نے شہر سے باہر نصب اپنے خیمے میں اپنے معتمد خاص سعید بیگ پروانچی اور قونان بے کو طلب کیا۔ وہ دونوں خیمے میں داخل ہوئے تو ابراہیم بیگ نے ان دونوں کو اپنے سامنے بیٹھنے کو کہا۔ جب وہ دونوں بیٹھ گئے تب ابراہیم بیگ ان دونوں کو مخاطب

کرتے ہوئے کہنے لگا۔

میرے ساتھیو! میرے بھائیو! میرے رفیقو! تم دونوں جانتے ہو کہ یہ پچیسویں بار ہے کہ ہم بائیسوان شہر میں ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے ہیں اور مجھے خدشہ ہے کہ جونہی ہم شہر سے نکلے روسی ایک بار پھر اس شہر پر قابض ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ جنوب میں ان کی جو چھاؤنی ہے وہاں سے نکل کر وہ بڑی آسانی سے بائیسوان شہر پر قابض ہو جاتے ہیں میرے بھائیو میں نے یہ سوچا ہے کہ جب تک ہم جنوب میں روسیوں کی چھاؤنی ترمذ کو نیست و نابود نہیں کرتے اس وقت تک نہ ہی ان علاقوں میں روسی یلغار کو روکا جا سکتا ہے اور نہ ہی بائیسوان شہر کو مستقل طور پر روسیوں کے قبضہ سے نجات دلائی جا سکتی ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ ہم بائیسوان سے نکل کر ترمذ شہر کا رخ کریں اور ترمذ کو بھی روسیوں سے نجات دلائیں۔ اسی طرح ہم ان علاقوں کے اندر روسی تسلط کو کمزور کر سکتے ہیں۔ یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم بیگ جب خاموش ہوا تو قونان بے بولا اور کہنے لگا۔

یا امیر! آپ کو ہم دونوں سے پوچھنے کی کچھ ضرورت ہی نہیں ہے اس لئے کہ آپ کی ہر تجویز آپ کا ہر ارادہ ہم دونوں کے لئے حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ ہم بھیانک سرزمینوں کے شدید موسم اور فطرت کے تجسس کی طرف روسیوں کی چھاؤنی ترمذ پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ روسیوں کی چھاؤنی ترمذ کو تاریک نیم صحرائی سرزمینوں کی طرح روندیں گے اور وہاں روسیوں کی فتنہ انگیزی ریا کاری اور درشت گوئی کو کاٹ کے رکھ دیں گے۔ یا امیر! میں اور سعید بیگ پروانچی آپ سے عہد کرتے ہیں کہ ان کوہستانوں کی نیل گوں چوٹیاں' چاندی کی زنجیر سی ندیاں' ریگستانی ویرانے' سردی کی طویل راتیں دیکھیں گی کہ کیسے اور کس طرح ہم طبعی ترنگ میں خوف انگیز سواروں' ہیجان خیز طوفانوں کی نوائے سماوی اور عدم کی سرگوشیوں کی طرف حملہ آور ہو کر روسیوں کے سارے عزائم اور ان کی ساری مردانگی کو زندگی کی زہر آلود ساعتوں تلخی حیات اور غم و اندوہ کے ساگر میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تبدیل کر کے رکھ دیتے ہیں۔

یا امیر! جب کبھی بھی آپ ہمارے سامنے اپنی کوئی تجویز پیش کرتے ہیں تو ہمیں شرمندگی کا احساس ہوتا ہے۔ آپکے ساتھ جو ہماری عقیدت اور ارادتمندی ہے اس کے تحت آپ صرف ہمیں حکم دینے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ یا امیر اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ترمذ چھاؤنی کا خاتمہ ہی ان علاقوں کے اندر امن و سکون کی ضمانت کا باعث بن سکتا ہے تو پھر آپ دیکھیں گے آپکےشانہ بشانہ جنگ کرتے ہوئے ہم ترمذ کو ریت کے گھروندے میں تبدیل کر کے رکھ دیں گے۔ یا امیر! آپ ترمذ کی طرف کوچ کا حکم دیجئے۔ خداوند اس معاملہ میں ضرور ہمیں اپنی حمایت اور نصرت سے ہمکنار کرے گا۔

ابراہیم بیگ قونان بے کا جواب سنکر بے حد خوش ہوا پھر وہ ایک طرح کے اطمینان اور سکون میں کہنے لگا۔ قونان بے تمہاری گفتگو اور تمہاری باتوں میں ایسا خلوص اور ایسی جانثاری ہے جس کی کوئی قیمت نہیں لگائی جاسکتی میں تم دونوں کا بے حد ممنون ہوں کہ تم یوں ارادتمندی کے ساتھ میرا ساتھ دینے کا عہد کئے ہوئے ہو۔ سنو میرے دونوں صاحبو اٹھو اور لشکریوں کو کوچ کا حکم دو۔ ہم ابھی اور اسی وقت ترمز شہر کی طرف کوچ کریں گے۔ ابراہیم بیگ کا یہ فیصلہ سننے کے بعد سعید بیگ پروانچی اور قونان بے خاموشی سے اٹھ کر ابراہیم بیگ کے خیمے سے نکل گئے تھے۔

اپنے لشکر کے ساتھ ابراہیم بیگ نے جب بائیسوان شہر سے نکل کر جنوب کی طرف کوچ کیا تو آسمان پر بادل چھا گئے پھر تیز برف باری شروع ہو گئی تھی۔ سردی اپنا عروج پکڑ گئی تھی۔ چاروں طرف بحر تنہائی کے جزیروں جیسی خاموشی امید کی چٹانوں جیسی چپ اور سراپا تشنہ ندیوں جیسا سکوت طاری ہو گیا تھا۔ لگتا تھا ہر چیز کا خمار حیات قلوب کے نہاں خانوں میں کھو کر رہ گیا ہو۔ اور جذبات کی خاموشی اور دل کی نغمگی کے درمیان رزم گاہ عناصر زنگ آلود کہنہ

تصورات اور عہد ماضی کے قصے حائل ہو کر رہ گئے ہوں۔

برفباری کی ٹھٹھرتی اور نکھرتی صبح کے وقت ابراہیم بیگ اپنے لشکر کے ساتھ شیرآباد شہر کے قریب آیا۔ یہاں چھوٹی سی ایک روسی چھاؤنی تھی جو شیرآباد شہر اور ریلوے اسٹیشن کی حفاظت پر متعین تھی۔ اس شہر اور چھاؤنی کے قریب ابراہیم بیگ اپنے لشکر کے ساتھ پراسرار داستانوں' تاریخ انسانی کے اوراق پر اندھی اور خوفناک قوت کی طرح نمودار ہوا اور قدرت کی غضبناک انگڑائی اور موجزن قوت عمل کی طرح وہ سب سے پہلے روسی چھاؤنی پر حملہ آور ہوا تھا۔ روسی زیادہ دیر ابراہیم اور اس کے لشکریوں کا مقابلہ نہ کرسکے جبکہ ابراہیم بیگ نے لمحوں کے اندر ان کی بوالہوسی اور اسرار ہستی کے عرفان میں عظمت کو فنا کردینے والے جذبے بھر کر رکھ دیئے تھے۔ شیرآباد شہر کے آس پاس اور اس کے نواح میں جنگ زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکی تھی اس لئے کہ ابراہیم بیگ نے جلد ہی روسی چھاؤنی کا صفایا کردیا اور شیرآباد شہر پر اس نے قبضہ کرلیا تھا۔ شیرآباد شہر سے نکل کر جو ریلوے لائن سیدھی جنوب میں دریائے آمو کی طرف جاتی تھی ابراہیم بیگ نے اس ریلوے لائن کے دونوں طرف اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیدیا تھا۔

○

شیرآباد شہر کو فتح کرنے کے دوسرے روز جبکہ برفباری جاری تھی اور ابراہیم بیگ جنوب کی طرف جانے والی ریلوے لائن کے ساتھ پڑاؤ کے اندر نصب اپنے خیمے میں جلتی ہوئی آگ کے پاس سعید بیگ پروانچی اور قونان بے کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک لشکری اندر آیا اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کرکے وہ کہنے لگا۔ یا امیر قرشی شہر کی طرف سے اپنے طلایہ گردستوں کا ایک رکن ابھی ابھی لشکر گاہ میں شامل ہوا ہے وہ فورا" آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ شاید وہ روسی نقل و حرکت سے متعلق آپکو کوئی اہم خبر فراہم کرنا چاہتا ہے اس پر ابراہیم بیگ نے آتش دان کے سامنے پھیلائے ہوئے اپنے ہاتھ سمیٹ لئے اور فورا" اس لشکری کو چونک کر

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مخاطب کرتے ہوئے پوچھا اگر یہ بات ہے تو اس طلایہ گر کو باہر کیوں روکا گیا ہے اسے فوراً" میرے پاس لاؤ تاکہ میں جانوں وہ کس نوع کی خبر لیکر آیا ہے۔ ابراہیم بیگ کا یہ جواب سنکر وہ لشکری فوراً" باہر نکل گیا تھوڑی ہی دیر بعد ابراہیم بیگ کا وہ طلایہ گر اندر آیا اسے دیکھتے ہی ابراہیم بیگ نے اسے آتش دان کے قریب ایک خالی نشست پر بیٹھنے کو کہا جب وہ بیٹھ گیا تب ابراہیم بیگ نے اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

میرے عزیز کہو تم کیا خبر لیکر آئے ہو۔ اس پر وہ طلایہ گر بولا اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ یا امیر! روسیوں کو یہ اطلاع مل گئی تھی کہ آپ نے بائیسوان شہر کو فتح کرنے کے بعد جنوب کی طرف پیش قدمی شروع کردی ہے۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ بار بار بائیسوان شہر کو فتح کرنے اور ہاتھ سے نکل جانے کے کھیل کو ترک کر کے اب آپ جنوبی شہروں شیر آباد اور ترمذ کی طرف بڑھیں گے لہٰذا ترمذ کی حفاظت کے لئے انہوں نے ایک قدم اٹھایا ہے۔ وہ اس طرح کہ بخارا کے ریلوے اسٹیشن کاگان سے ایک بہت بڑی گاڑی جس میں میرے اندازے کے مطابق 50 سے 60 کے قریب ویگنیں ہوں گی روسی فوجیوں کے علاوہ بے شمار اسلحہ اور بارود کو لیکر ترمذ کی طرف آنے کے لئے روانہ ہو چکی ہیں۔ یہ ٹرین کاگان سے ہوتی ہوئی قرشی سے کرکی اور پھر ترمذ کا رخ کریگی۔ میرے کچھ ساتھی اس گاڑی کے ساتھ ساتھ سفر کرتے چلے آرہے ہیں جس وقت میں اس گاڑی کو ترک کر کے آپ کی طرف روانہ ہوا تھا اس وقت یہ گاڑی کاگان اور قرشی شہروں کے درمیان سفر کر رہی تھی۔ جس رفتار سے یہ سفر کر رہی تھی اس سے میں اندازہ لگا سکتا ہوں کہ ابھی تک یہ ٹرین قرشی شہر سے نکل کر کرکی شہر کی طرف روانہ ہو چکی ہوئی۔ یا امیر اسلحہ اور گولہ بارود اور روسیوں سے بھری ہوئی یہ گاڑی اگر ترمذ شہر پہنچ گئی تو ترمذ میں روسی چھاؤنیوں کو بے حد تقویت ملے گی اور آپ کے لئے ترمذ شہر فتح کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو کر رہ جائیگا۔ یہاں

تک کہنے کے بعد وہ طلایا گر جب خاموش ہوا تو ابراہیم بیگ کے چہرے پر ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ اس اپنے طلایہ گر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو میرے عزیز تمہاری بڑی مہربانی تمہارا از حد شکریہ کہ تم نے مجھے یہ اہم خبر پہنچائی۔ ترمذ شہر میں روسی فوجی چھاؤنی کو تقویت اور قوت تو اس وقت ملے گی جب یہ گاڑی ترمذ شہر تک پہنچ سکے گی۔ میں راستے ہی میں اس گاڑی میں سوار روسیوں کا صفایا کر کے اس گاڑی کے اندر جس قدر گولہ بارود اور اسلحہ ہے اس پر قبضہ کرلوں گا۔ تم یہیں رکو میں ابھی تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ کروں گا اور اس کوچ کے دوران اس گاڑی تک تم میری راہنمائی کروگے۔ یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم بیگ، سعید بیگ، پروانچی اور قونان بے کی طرف متوجہ ہوا پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

سنو میرے بھائیوں! میرے رفیقو! حسب معمول لشکر تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا تم دونوں اپنے اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ یہیں قیام کئے رکھو گے جبکہ میں اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ آنیوالی رات کی تاریکی اور برفباری میں اس طلایا گر کی راہنمائی میں کوچ کروں گا اور اس گاڑی پر حملہ آور ہونے کی کوشش کروں گا جس میں ترمذ میں روسی چھاؤنی کے لئے کمک اور گولہ بارو پہنچنے والا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس گاڑی میں جس قدر روسی سوار ہیں ان کا قلع قمع کرنے کے بعد میں ان کے سارے اسلحہ و بارود پر قبضہ کر لوں گا اگر میں ایسا کرنے میں کامیاب ہو گیا تو ہماری قوت میں خاطر خواہ اضافہ ہو جائے گا۔ اس گاڑی کے سارے مال و اسباب پر قبضہ کرنے کے بعد میں یہیں تم دونوں سے آملوں گا یہیں سے پھر ہم ترمذ پر حملہ آور ہونے کیلئے جنوب کی طرف پیش قدمی شروع کردیں گے۔ سعید بیگ پروانچی اور قونان بے نے ابراہیم بیگ کی اس تجویز سے اتفاق کیا اور اسی روز جب شام گہری ہوگئی تو اس طلایہ گر کی راہنمائی میں ابراہیم بیگ اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ پڑاؤ سے کوچ کر گیا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دوپہر کے قریب ابراہیم بیگ کرکی شہر سے 10 میل کے فاصلہ پر ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں کرکی سے ترمذ کی طرف جانے والی ریلوے لائن کے ساتھ جگہ جگہ سرکنڈے اور نرسل کے بڑے بڑے جھنڈ تھے۔ وہاں ابراہیم بیگ نے اپنے لشکر کو رک جانے کا اشارہ کیا تھوڑی دیر تک وہ ماحول کا بغور جائزہ لیتا رہا پھر لشکر کو اس نے وہاں پڑاؤ کرنے کا حکم دیدیا تھا۔ آن کی آن میں لشکری گھوڑوں سے اتر پڑے۔ کھانے پینے اسلحہ و بارود کے علاوہ دوسرا سامان خچروں سے اتارا جانے لگا۔ پھر ابراہیم بیگ کے کہنے پر لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ آدھا لشکر ریلوے لائن کے ایک طرف اور آدھا دوسری طرف پھیلا دیا گیا تھا۔ جہاں جہاں نرسل اور سرکنڈوں کے جھنڈ تھے ان کی آڑ میں گہرے گڑھے کھود کر ان کے اوپر نرسل کے چھت ڈال دیئے تھے۔ تاکہ ان گڑھوں کے اندر بیٹھنے والے لشکر برفباری سے محفوظ رہ سکیں اس کے بعد پڑاؤ کی ہر چیز کو ریلوے لائن سے ذرا دور کر کے نرسل کے چند بڑے بڑے جھنڈ کے پیچھے چھپا دیا گیا تھا۔ ہر لشکری کو اس گڑھے سے آگاہ کر دیا گیا تھا جہاں بیٹھ کر اس نے کارروائی کرنی تھی اور ہر گڑھے کے اندر ضرورت کے مطابق گولیاں بھی مہیا کردی گئیں تھیں۔

یہ سارے انتظامات کرنے کے بعد ابراہیم بیگ پھر حرکت میں آیا اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ اس نے ریلوے لائن کی چند پٹڑیاں اکھاڑ کر رکھ دیں اور جہاں سے ریلوے لائن اکھاڑی گئی تھی وہاں لکڑی کے بڑے بڑے ڈھیر جمع کر کے انہیں آگ لگا دی گئی تھی اس کے بعد ابراہیم بیگ اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھات میں بیٹھ گیا تھا تاہم کچھ جوان ریلوے لائن کے قریب ہی بٹھا دیئے گئے تھے تاکہ وہ آگ کے جلتے ہوئے الاؤ میں لکڑیاں ڈال ڈال کر اسے روشن رکھیں اس طرح وقت تیزی سے گزرنے لگا تھا۔

اکھڑی ہوئی ریلوے لائن کے قریب آگ کے الاؤ اپنے پورے شباب میں جل رہے تھے۔ چاروں طرف اجاڑ ویران خانقاہوں اورخواب آلودہ فضاؤں کا سا

سماں تھا۔ ہرشے بھولی بسری تہذیب کی روحوں کی طرح خاموش اور بے برگ و بار ننگے کھڑے درختوں کی طرح چپ تھیں۔ فضاؤں میں پرندوں کی چہکار اس بات کا پتہ دینے لگی تھی کہ رات اپنا سیاہ آنچل پھیلانے لگی ہے۔ زندگی کی پراسرار تاریکیوں میں ہرشے کی خالی ویران آنکھوں میں موت کا تبسم اور روح کی آخری چمک رقص کرنے لگی تھی۔

ایسے میں آگ کے الاؤ کے پاس بیٹھ کر اس میں لکڑیاں ڈالنے والے سارے جوان چونک سے پڑے اس لئے کہ انہوں نے دیکھا کرکی شہر کی طرف سے ریل کا سیاہ رنگ کا بھیانک انجن لگاتار سیٹیاں بجاتا ہوا قریب سے قریب تر آتا چلا جارہا تھا۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے ابراہیم بیگ نے بلند آواز میں ان جوانوں کو اپنے اپنے گڑھے میں چلے جانے کا حکم دیدیا جو آگ کے الاؤ کو روشن رکھے ہوئے تھے۔ ابراہیم بیگ کا یہ حکم پاتے ہی وہ جوان برف سے ڈھکے ہوئے زمین کے سینے پر رینگتے ہوئے اپنے اپنے مورچے میں چلے گئے تھے۔ اب فضاؤں میں چاروں طرف پرندوں کی چہکار کے علاوہ ہر طرح کی خاموشی تھی۔ سورج شاید غروب ہونے کے قریب تھا اس لئے کہ مغرب کی طرف آسمان کے حاشیے شفق کے مدہم رنگ میں ڈوبنے لگے تھے۔ جبکہ فضاؤں کے اندر کچھ کچھ تاریکیاں پھیلنے لگی تھیں۔ ایسے میں سیاہ رنگ کا وہ انجن دھواں اڑاتا وسل دیتا ہوا۔ آگ کے الاؤ کے قریب پہنچ گیا تھا۔ پھر اسکی رفتار دھیمی ہونے لگی یہاں تک کہ پچاس ساٹھ ویگنوں پر مشتمل وہ ٹرین اس جگہ آکر رک گئی جہاں ریل کی پٹڑی اکھاڑ دی گئی تھی اور آگ کے بڑے الاؤ روشن تھے۔

گاڑی کے رک جانے کے بعد انجن کا ڈرائیور اور فائر مین دونوں نیچے اترے تھوڑی دیر تک انہوں نے آگ کے جلتے ہوئے الاؤ اور اکھڑی ہوئی پٹڑی کا جائزہ لیا ہوگا کہ اتنی دیر تک مختلف ویگنوں سے مسلح روسی بھی نیچے اترنے لگے تھے شاید گاڑی کا رک جانا ان کے لئے پریشانی کا باعث بن گیا تھا۔ ابراہیم بیگ رونما

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

ہونے والے ان حالات کا جائزہ بڑی گہری نگاہ سے لیتا جارہا تھا اس نے دیکھا کہ گاڑی کی اگلی بیس ویگنوں کے اندر سے مسلح روسی اتر اتر کر گاڑی کے اگلے حصہ میں جمع ہونے لگے تھے اس سے ابراہیم بیگ نے یہ اندازہ لگایا کہ گاڑی کی اگلی بیس ویگنوں کے اندر مسلح روسی سوار ہیں جبکہ پچھلی ویگنیں جن کی تعداد پینتیس چالیس کے قریب ہوگی ان کے اندر اسلحہ اور گولہ بارود بھرا ہوا تھا' یہ جائزہ لیتے ہوئے ابراہیم بیگ کے چہرے پر بڑے پرسکون سے جذبے رقص کر گئے تھے۔

تھوڑی دیر تک وہ مزید اپنی گھات میں بیٹھ کر انتظار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ویگنوں سے سارے مسلح روسی اتر کر ریلوے لائن کے دونوں طرف اس جگہ آ رکے تھے جہاں پٹڑی اکھاڑ کر آگ کے الاؤ روشن کردیئے گئے تھے۔

پھر ایسا ہوا کہ اجڑے کنوؤں جیسی اس خاموشی اور اجاڑ ویرانوں جیسی اس چپ میں جہنمی شراروں' منہ زور آندھیوں اور انگاروں کے طلسم زاروں کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس لئے کہ ریلوے لائن کی دائیں طرف سے ابراہیم بیگ نے روسیوں پر گولیوں کی بوچھاڑ کرنے کا حکم دیدیا تھا۔ آن کی آن میں سیسے کی ان گنت گرم گرم گولیاں وہاں کھڑے روسیوں کے جسموں میں پیوست ہونے لگیں تھیں۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے انجن کا ڈرائیور اور فائرمین دونوں ہی انجن کے نیچے گھس کر لیٹ گئے تھے اور انہوں نے انجن کے پہیوں کی آڑ لیکر اپنی جانیں بچالیں تھیں۔ جبکہ دوسرے روسیوں نے اندازہ لگایا کہ گولیوں کی بوچھاڑ دائیں طرف سے آئی تھی لہذا وہ بھاگ بھاگ کر ریلوے لائن کے بائیں طرف پناہ لینے لگے تھے۔ اور پھر زمین پر لیٹ کر اور اپنے ہتھیار چلاتے ہوئے جواب میں وہ بھی اس طرح گولیاں برسانے لگے تھے جس طرف سے ان پر گولیاں برسائی جارہی تھیں۔

لیکن یہ سماں یہ صورتحال زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی اور روسیوں کے لئے ایک اور بدبختی کی ابتدا ہوگئی اور وہ اس طرح کہ ابراہیم بیگ نے بلند آواز میں چلاتے ہوئے ریلوے لائن کے بائیں طرف اپنے لشکر کے حصہ کو بھی حملہ آور ہونے کا حکم دیدیا تھا۔ اور ابراہیم بیگ کی اس پکار پر اس کا وہ لشکر جو ریلوے لائن کے بائیں طرف مورچوں کے اندر گھات لگائے بیٹھا تھا۔ وہ بھی برفانی سانسوں' ہوا کی آہوں اور روحانی تشنگی کی طرح حرکت میں آیا اور انہوں نے بھی ریلوے لائن کے بائیں طرف لیٹے روسیوں پر گولیوں کی بوچھاڑ کردی تھی اب روسیوں کے لئے دو طرفہ ایک مصیبت اور کرب اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ نہ ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھ اپنی ویگنوں میں دوبارہ سوار ہو کر اپنی جانیں بچاسکتے تھے اور نہ ہی دائیں بائیں ہو کر نئی پوزیشن لے سکتے تھے اس لئے کہ اب تو ان کے سامنے اور پشت دونوں ہی سمت سے گولیوں کی بارش ہونے لگی تھی ایسے میں وہ زمین پر لیٹ کر صرف اپنا دفاع کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

وقت کے لمحے بڑی تیزی سے گزرنے لگے تھے۔ موت و اجل کی آغوش میں شام ڈیرے ڈالنے لگی تھی۔ زندگی کے چشموں کے شہد میں موت کا زہر گھلنے لگا تھا۔ روسی اب ابراہیم بیگ کے دو طرفہ حملوں میں گھرتے چلے جارہے تھے۔ دوسری طرف ابراہیم بیگ اور اس کے مجاہد اپنے بازوؤں کی قوت انگلیوں کی صناعی ولولوں کی بے باکی سے تنہائیوں کی گہری پیاس' چپ کے گہرے اندھیرے میں روسیوں کے لئے کرب کی سسکیاں ' مرگ کی چیخ و پکار ' میں اضافہ کرتے چلے جارہے تھے۔

تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد ابراہیم بیگ پھر چلا چلا کر اپنے ساتھیوں کو مورچوں سے نکل کر اور رینگ رینگ کر آگے بڑھ کر حملہ آور ہونے کا حکم دے رہا تھا۔ ابراہیم بیگ کا یہ حکم سنتے ہی اس کے ساتھی اس کے مجاہد سانپ کی طرح رینگتے ہوئے اپنے اپنے مورچہ سے نکلے اور پھر زمین پر رینگتے ہوئے حملہ آور ہونے کے ساتھ ساتھ آگے بھی بڑھنے لگے تھے اب چاروں طرف گونجدار بے انت آوازیں قہرمانی کے پیکر آتشیں کی طرح گونجنے لگیں ہیں۔ کوندے لپکاتی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

موت بے کراں بھنوروں کا رقص پیش کر رہی تھی۔ کالی گاڑھی چپ کی دلدل خاموشی کے گہرے ویرانوں کے خوابوں میں آتشیں حروف کا ایک طوفان اور شور اٹھ کھڑا ہوا تھا' روح کی سرگوشیاں پامال حسرتوں میں تبدیل ہونے لگیں تھیں سعادت کے زمزموں کی شیفتگی وہموں کے رقص اور زندگی کے شبستان آتش سیال کی طغیانی میں ڈوبنے لگے تھے۔ شام کے زندان جیسے ان ویرانوں میں ہنگامہ شور و شر' جوشِ زن وحشتوں' صرصر کی کروٹوں اور بگولوں کے خروش کا ایک طوفان سا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

روسیوں نے جب دیکھا کہ ان پر دو طرفہ حملہ ہو گیا ہے اور یہ کہ اگر وہ زیادہ دیر اپنی اپنی جگہوں پر لیٹ کر اپنا اپنا دفاع کرتے رہے تو ان کی موت یقینی ہو کر رہ جائے گی۔ تو اپنے اس انجام سے بچنے کے لئے کچھ روسی ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ دونوں طرف رینگتے ہوئے آگے بڑھے اور انہوں نے ریلوے کے ویگنوں میں سوار ہونے کی کوشش کی لیکن ابراہیم بیگ اور اس کے ساتھی ان پر کڑی اور گہری نگاہ رکھے ہوئے تھے جونہی روسیوں نے ایسا کرنے کی کوشش کی دونوں طرف سے ان پر گولیوں کی ایسی بوچھاڑ ماری گئی کہ کسی بھی روسی کو اپنی جان بچا کر ریلوے ویگن میں داخل ہونے کا موقع نہ مل سکا تھا اور جس کسی نے بھی ریلوے ویگن میں داخل ہونے کی کوشش کی گولیوں نے اسے موت کے اندھے کنوئیں میں پھینک کر رکھ دیا تھا۔

روسیوں کی حالت اب لمحہ بہ لمحہ ابتر ہوتی چلی جارہی تھی اس لئے کہ ابراہیم بیگ کے ساتھی آہستہ آہستہ دونوں طرف سے رینگتے ہوئے ان سے قریب سے قریب تر ہوتے چلے جارہے تھے۔ روسی چونکہ ریلوے لائن کے دونوں طرف کسی قدر بلندی پر لیٹے ہوئے تھے جبکہ ابراہیم بیگ کے ساتھی نشیب میں رینگتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ لہٰذا ان کے لئے روسیوں کا نشانہ لینا بڑا آسان اور سہل تھا دوسری طرف روسی چونکہ بلندی پر تھے جونہی وہ نشانہ لیکر ابراہیم بیگ کے

ساتھیوں کو اپنا ہدف بنانا چاہتے اس وقت تک سامنے یا پیچھے کی طرف سے کوئی گولی گونجتی ہوئی آتی اور ان کے جسم کو چاٹتی ہوئی نکل جاتی اس طرح روسی ابراہیم بیگ کے ساتھیوں کو نقصان پہنچانے میں یکسر ناکام رہے تھے۔

روسیوں نے جب دیکھا کہ ان پر حملہ آور ہونے والے دونوں طرف سے طوفان کی طرح سمٹتے ہوئے ان کے قریب آکر ان کا مکمل طور پر گھیراؤ کر چکے ہیں تو وہ آپس میں صلح مشورہ کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اپنے ہتھیار انہوں نے پھینک دیئے شاید اپنی جانیں بچانے کے لئے انہوں نے یہ آخری حربہ استعمال کیا تھا۔ لیکن ابراہیم بیگ ان روسیوں کو معاف کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ جونہی روسی اپنی جگہ سے اٹھے دائیں بائیں دونوں طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ آئی اور انہیں موت کی گہری نیند سلا کر چلی گئی تھی۔ ابراہیم بیگ کے ساتھیوں نے جب دیکھا کہ روسیوں کا صفایا ہو گیا ہے تو وہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے اور دونوں طرف سے بھاگتے ہوئے ریلوے لائن کے قریب جمع ہو گئے تھے۔ ابراہیم بیگ بھی انجن کے قریب آیا اس نے دیکھا کہ انجن کا ڈرائیور اور فائرمین ابھی تک انجن کے آہنی پہیوں کی آڑ لئے سہمے اور کانپتے ہوئے لیٹے تھے۔ ابراہیم بیگ نے انہیں اشارے کے ذریعہ سے باہر آنے کو کہا۔ ڈرائیور اور فائرمین دونوں کی کانپتے لرزتے ابراہیم بیگ کے سامنے آن کھڑے ہوئے۔ ابراہیم بیگ نے ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اگر تم دونوں میرے ساتھیوں کی مدد سے اکھڑی ہوئی پٹڑی درست کر کے مجھے اور میرے ساتھیوں کو ترمذ شہر کے ریلوے اسٹیشن تک پہنچانے کا پکا اور سچا عہد کرو تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میرے ساتھی تم دونوں کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اور اگر اس معاملہ میں تم دونوں نے دھوکہ دہی یا غداری سے کام لینے کی کوشش کی تو یاد رکھو تمہارے ان مرنے والے ساتھیوں کی طرح ہم تمہارے جسموں کو بھی گرم گولیوں سے ادھیڑ کر رکھ دیں گے اس پر انجن

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کا ڈرائیور فوراً" بولا اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اگر آپ ہم دونوں کو جان بخشی کا وعدہ دیتے ہیں تو ہم دونوں آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم ریل کی پٹڑی کو آپ کے ساتھیوں کی مدد سے درست کر کے آپ سب کو ترمذ کے ریلوے اسٹیشن پر ضرور پہنچائیں گے۔ لیکن کیا آپ یہ زحمت نہیں کریں گے کہ ہمیں بتائیں آپ لوگ کون ہیں اور کیوں اس گاڑی پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ اس پر ابراہیم بیگ بولا اور کہنے لگا۔ دیکھو ہم سب کا تعلق سماجی تحریک سے ہے۔ اس تحریک کا نام تم نے سن رکھا ہوگا اور اس تحریک کا واحد مقصد یہی ہے۔ کہ اپنی سرزمینوں کو روسی تسلط اور ان کے قبضہ سے نجات دلائی جائے۔ اب تم دونوں میرے ساتھیوں کے ساتھ مل کر ریل کی اکھڑی ہوئی پٹڑی کو ٹھیک کرنا شروع کرو۔ ابراہیم بیگ کا یہ حکم پاتے ہی ڈرائیور اور فائرمین حرکت میں آئے اور ابراہیم بیگ کی مدد سے وہ ریلوے کی اکھڑی ہوئی پٹڑیوں کو درست کرنے لگے تھے۔ اتنی دیر تک ابراہیم بیگ نے اپنے چند قاصد شیر آباد شہر میں سعید بیگ پروانچی اور قونان بے کی طرف روانہ کئے اور انہیں حکم دیا کہ وہ فوراً" شیر آباد سے ترمذ شہر کی طرف کوچ کر کے ترمذ شہر پر حملہ آور ہو جائیں اور انہیں یہ بھی آگاہ کیا کہ اس نے روسی گاڑی پر قبضہ کرلیا ہے۔ اس گاڑی کے ذریعہ وہ ترمذ پہنچے گا اور جس وقت وہ روسیوں کے ساتھ برسرپیکار ہوں گے وہ روسیوں کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو کر ان کے سارے عزائم خاک میں ملا کر ان کے مقدر میں شکست کے ستون کھڑے کرتا چلا جائے گا۔

ابراہیم بیگ کا حکم ملتے ہی سعید بیگ پروانچی اور قونان بے اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آئے۔ شیر آباد شہر سے انہوں نے کوچ کیا اور ترمذ شہر کی طرف پیش قدمی شروع کی دوسری طرف ترمذ شہر میں روسی لشکر کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ ابراہیم بیگ اپنے لشکر کے ساتھ ترمذ شہر پر حملہ آور ہونے کے لئے کوچ کر چکا ہے تاہم روسیوں کو ابھی تک یہ خبر نہ تھی کہ ابراہیم بیگ نے اس گاڑی پر حملہ آور

ہو کر قبضہ کرلیا ہے جو کاگان سے ان کے لئے رسد اور کمک کا سامان لیکر آرہی تھی۔ روسی مطمئن تھے انہیں خیال تھا کہ وہ حملہ آور ابراہیم بیگ اور اس کے ساتھیوں کی راہ روک کھڑے ہوں گے اتنی دیر تک کاگان سے آنے والی کمک بھی ان سے آن ملے گی انہیں مزید اسلحہ اور گولہ بارود بھی مل جائے گا۔ جس کی وجہ سے وہ حملہ آور مسلمانوں کو مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

سعید بیگ پروانچی اور قونان بے نے شیر آباد اور ترمذ شہر کے درمیان فاصلوں کو بڑی تیزی سے طے کیا اور پھر وہ ترمذ شہر کے نواح میں روسی فوجی چھاؤنی پر حملہ آور ہو گئے تھے۔ سعید بیگ پروانچی اور قونان بے کو امید تھی کہ یہ جنگ طول پکڑ جائے گی لہٰذا روسی چھاؤنی کے قریب ہی انہوں نے گڑھے اور مورچے کھود کر اپنے ساتھیوں کو ان میں بٹھا کر جنگ کی ابتدا کردی تھی۔ ان مورچوں کے علاوہ ترمذ کی چھاؤنی کے نواح میں جو بڑے بڑے ٹیلے اور چٹانیں تھیں انہیں بھی استعمال کیا گیا تھا۔ ان کی اوٹ میں باربرداری کے جانوروں سواری کے گھوڑوں' گولہ بارود اور خوراک کے ذخیرہ کو محفوظ کردیا گیا تھا' دوسری طرف روسی بھی اپنے مورچوں میں بیٹھ کر اپنا دفاع کرنے لگے تھے۔ روسی اس جنگ کو طول دینے پر اڈے رہے تھے انہیں یقین تھا کہ اگر اس جنگ کو طول دیا جائے تو اس کے دو فوائد ہوں گے اول یہ کہ کاگان سے آنے والی گاڑی ان کے لئے رسد اور کمک کا سامان لیکر آجائے گی دوسرے یہ کہ جنگ کے طول سے حملہ آور مسلمان تنگ آکر واپس جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ لیکن حالات اور قدرت ان کے ان دونوں اندیشوں کے خلاف حرکت میں آچکی تھی۔

ریلوے لائن کی پٹڑی کو درست کرنے کے بعد ابراہیم بیگ اپنے سارے لشکر کے ساتھ ریلوے کے ویگنوں میں بیٹھ گیا۔ خود ابراہیم بیگ اپنے چار ساتھیوں کے ساتھ انجن میں سوار ہوا تھا اور انجن کے ڈرائیور اور فائرمین پہ نگاہ رکھتے ہوئے اس نے گاڑی کو ترمذ شہر کی طرف لے جانے کا حکم دیا تھا۔ ڈرائیور اور

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فائرمین دونوں ابراہیم بیگ کا حکم مانتے ہوئے گاڑی کو بڑی تیزی سے ترمذ شہر کی طرف لے جانے لگے تھے۔ گاڑی جب ترمذ شہر کے ریلوے اسٹیشن پر آکر رکی تو ابراہیم بیگ نے ڈرائیور اور فائرمین کو اس وقت تک وہاں روکے رکھا جب تک اس کے ساتھیوں نے ویگنوں میں لدا ہوا سارا اسلحہ اور گولہ بارود اسٹیشن پر اتار نہیں لیا۔ دوسری طرف ترمذ شہر کی چھاؤنی کے کمانداروں کو بھی علم ہو گیا تھا کہ ان کے لئے رسد اور کمک لانے والی گاڑی ترمذ شہر کے ریلوے اسٹیشن پر پہنچ چکی ہے لہٰذا خچروں اور گاڑیوں کی صورت میں چھاؤنی کے اندر جس قدر باربرداری کا سامان تھا وہ انہوں نے اسٹیشن کی طرف روانہ کردیا تاکہ آنے والے روسیوں اور اسلحہ بارود کو آسانی سے چھاؤنی میں منتقل کیا جاسکے۔

باربرداری کے اس سارے سامان کے ساتھ جس قدر روسی آئے تھے ان پر حملہ آور ہو کر ابراہیم بیگ نے ان کا خاتمہ کردیا باربرداری کے اس سارے سامان کو استعمال کرتے ہوئے ابراہیم بیگ گاڑی کے اندر اپنے اپنے سارے لشکریوں اور گولہ بارود' خوراک اور اسلحہ کو ترمذ شہر کی چھاؤنی کے جنوب میں لے گیا۔ روسی یہی سمجھتے رہے کہ ان کے لئے رسد اور کمک کا سامان پہنچ رہا ہے جبکہ دوسری طرف ابراہیم بیگ نے چھاؤنی کے جنوب میں مورچے بنا کر اپنے ساتھیوں کو گھات میں بٹھایا اسلحہ اور گولہ بارود بھی اس نے محفوظ جگہوں پر رکھ کر ان پر پہرہ لگا دیا اس کے بعد اس نے جنوبی سمت سے روسیوں پر حملہ کردیا تھا۔

ترمذ شہر کی چھاؤنی کے روسی جو اس جنگ کو طول دینے کا عہد کئے ہوئے تھے۔ وہ اس دوطرفہ حملہ سے حیران اور پریشان ہو کر رہ گئے اور جب روسیوں کو یہ علم ہوا کہ راستے ہی میں مسلمانوں نے ان کی آنے والی گاڑی پر قبضہ کر کے سارا اسلحہ اور گولہ بارود اپنے قبضہ میں لے لیا ہے تو ان کی ہوا اکھڑ کر رہ گئی۔ ان کے حوصلے پست اور ولولے برف کی طرح منجمد ہو کر رہ گئے تھے۔ برفباری اب بھی جاری تھی اور اس کے اندر حملہ آور ہونے اور نقل و حرکت میں روسیوں کو

خاصی دشواری پیش آرہی تھی اس لئے کہ مسلمان ان پر دو طرف سے حملہ آور ہو رہے تھے اور اس دو طرفہ حملے میں روسیوں کی ساری امیدوں پر پانی پھیر کر رکھ دیا تھا۔

شمال کی طرف سے حملہ آور ہونے والے سعید بیگ پروانچی اور قونان بے کو بھی خبر ہوگئی تھی کہ ابراہیم بیگ جنوب کی طرف سے روسیوں کی فوجی چھاؤنی پر حملہ آور ہوچکا ہے۔ اس خبر اس اطلاع سے انکے حوصلے ایسے بلند اور توانا ہوئے کہ اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ وہ شمال کی طرف سے آرزؤں کی شورش ' ولولوں کے جنون ' بدترین قسمت کے سائے اور آلام کی گرد کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے روسیوں کو زیست کے تلخ حقائق اور سلگتی تنہائیوں میں ڈبوتے چلے گئے تھے وہ روسی جو اپنی ٹھوکر سے زمانے کی بساط الٹ دینے کے دعوے کرتے تھے اور شریانوں کی آخری بوند تک جنگ کرنے کا عہد کئے ہوئے تھے وہ مجاہدین کے ان تند ٹکراؤ کے سامنے ان بھیڑ بکریوں کی طرح اپنی جانیں بچانے کی خاطر اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے جنکے اندر بھوکے بھیڑیے گھس آئے ہوں۔

دوسری طرف ابراہیم بیگ نے بھی روسیوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا وہ ایک صدائے مستانہ میں تکبیریں بلند کرتا ہوا اپنے ساتھیوں کا حوصلہ بڑھا رہا تھا۔ جواب میں اسکے ساتھی اسکی تکبیروں کا جواب دیتے ہوئے ایک عجیب سے رقص کے انداز میں اپنی جان اپنی روح ہتھیلی پر رکھ کر روسیوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے آگے بڑھنا شروع ہوگئے تھے لگتا تھا ابراہیم بیگ کی پکار کے جواب میں انکی روح آہن اور صدا شعلے بن کر رہ گئے ہوں اور وہ چڑھتی ہوئی ندیوں کی طرح روسی چھاؤنی کے اندر گھس کر روسیوں کا صفایہ کرنے لگے تھے۔

روسی جو اپنی ترمذ کی فوجی چھاؤنی کی حفاظت کی خاطر جنگ کو طول دینے پر تلے ہوئے تھے یکسر ناکام رہے تھے اسلئے کہ شمال کی طرف سے سعید بیگ پروانچی اور قونان بے اور جنوب کی کیطرف سے ابراہیم بیگ نے انکے ارادوں اور عزائم

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں: www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی ساری ہی بساط الٹ کر رکھ دی تھی پھر جلد ہی روسیوں کو احساس ہو گیا کہ اگر جنگ مزید جاری رہی تو مجاہدین شمال اور جنوب کی طرف سے ان پر یلغار کرتے ہوئے انکا قتل عام شروع کردیں گے۔ لہٰذا وہ چھاؤنی کے مشرقی اور مغربی حصوں کی طرف پھیلتے ہوئے اپنی جانیں بچانے کی خاطر بھاگنے لگے تھے ابراہیم بیگ سعید بیگ پروانچی اور قونان بے بھی روسیوں کے ان عزائم کو محسوس کر چکے تھے لہٰذا وہ گولیاں چلاتے ہوئے انکے تعاقب میں لگ گئے تھے۔ اس افراتفری اور بھاگ دوڑ میں بہت کم روسیوں کو اپنی جانیں بچانے کا موقع ملا اکثر کو ابراہیم بیگ کے سپاہیوں کی گولیوں نے چاٹ مارا تھا ترمذ کی چھاؤنی میں جگہ جگہ روسیوں کی لاشیں پڑی تھیں اور ترمذ کی چھاؤنی ہیکل کے کھنڈرات ' سنسان جنگل اور اجاڑ ویرانوں کا سماں پیش کررہی تھی۔ ابراہیم بیگ سعید بیگ پروانچی اور قونان بے نے اپنے آتش نفس جذبوں سے ترمذ کی چھاؤنی میں روسیوں کا مکمل طور پر خاتمہ کرکے رکھ دیا تھا۔

ترمذ کی فتح ابراہیم بیگ کا ایک شاندار کارنامہ ہے جو ہمیشہ تاریخ میں سنہری حروف میں لکھا جاتا رہے گا جب تک وسط ایشیاء کے مسلمان زندہ اور سلامت ہیں وہ ابراہیم بیگ کی ولولہ انگیز قیادت اور اپنی زمین کیلئے اسکی قربانیوں کو کبھی بھی فراموش نہیں کرسکیں گے ترمذ کی چھاؤنی پر قبضہ کرنے کے بعد ابراہیم بیگ شہر میں داخل ہوا۔ یہاں بھی اس نے حسب معمول چند ماہ تک قیام کیا اس قیام کے دوران اس نے ترمذ شہر کے نوجوانوں کو فوجی تربیت سے آراستہ کیا پھر اس نے انکے مختلف دستے بناکر ترمذ کی چھاؤنی میں متعین کردیئے تھے۔ یہ سارے انتظامات کرنے کے بعد ابراہیم بیگ کئی ماہ تک اپنے مسکن سے باہر اور دور رہنے کے بعد واپس اپنے لشکر کے ساتھ مسکن کا رخ کررہا تھا۔

مسکن میں شاید ابراہیم بیگ کے پہنچنے کی اطلاع پہلے ہی پہنچ چکی تھی اسلئے کہ

ابراہیم بیگ درے کے راستے جونہی اپنے مسکن میں داخل ہوا مسکن کے کیا مرد کیا عورتیں کیا بوڑھے کیا بچے مسکن کے چھوٹے چھوٹے کوہستانی سلسلوں چٹانوں اور ٹیلوں پر کھڑے ہوکر ابراہیم بیگ اور لشکریوں کا استقبال کرنے لگے تھے۔ آتہ جان کا لکھا ہوا وہ رزمیہ نغمہ انہیں کچھ اسطرح ازبر ہوگیا تھا کہ مسکن کے سب ہی لوگ مختلف سازوں کی لے پر یک زبان ہوکر ابراہیم بیگ کے استقبال میں وہ گیت گانے لگے تھے۔

ابراہیم بیگ مسکن میں آگے بڑھتا رہا مسکن میں رہنے والے مرد عورتیں بوڑھے بچے سب مل کر اسکے استقبال میں گاتے رہے۔

جب تک دھرتی اپنی ہم پہ تنگ رہے گی
تب تک جبر کے دھارو تم سے جنگ رہے گی
ظالم رشیا والو وحشت کے زنگارو
جب تک ظلم رہیگا جنگ ہی جنگ رہے گی
جب تک دھرتی اپنی ہم پہ تنگ رہے گی
تب تک جبر کے دھارو تم سے جنگ رہے گی

ابراہیم بیگ اپنے لشکر کے آگے آگے مسکن میں آگے بڑھتا رہا اسکے چہرے پر لوگوں کے یک زباں ہوکر وہ رزمیہ گیت گانے سے ہلکی ہلکی مسکراہٹ کھیل رہی تھی اسکے دائیں جانب سعید بیگ پروانچی اور بائیں جانب قونان بے بھی مسکراتے ہوئے انداز میں آگے بڑھ رہے تھے کبھی وہ استقبال کرنے والوں کی طرف دیکھتے اور کبھی اپنے امیر ابراہیم بیگ کی طرف دیکھتے اور جب وہ ابراہیم بیگ کے چہرے پر خوش کن اور ہلکی ہلکی مسکراہٹ پاتے تو ان کے چہروں پر پہلے سے کہیں زیادہ اطمینان اور سکون رقص کرنے لگ جاتا تھا۔

سورج اب دور مغرب میں غروب ہوگیا تھا فضاؤں کے اندر تاریکیاں اپنے قدم جمانے لگیں تھیں پرندے انجانی اور نا آشنا سی آوازیں نکالتے ہوئے اپنے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اپنے مسکنوں اور آشیانوں کو لوٹ رہے تھے ابراہیم بیگ اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھتا رہا یہاں تک کہ ایک جگہ اس نے اپنے لشکر کو رک جانے کا حکم دے دیا تھا اسلئے کہ سامنے اب عبدالحفیظ بیگ پروانچی مسکن کے دوسرے سرکردہ لوگوں کے ساتھ استقبال کیلئے کھڑا تھا۔ عبدالحفیظ بیگ پروانچی کو دیکھتے ہوئے ابراہیم بیگ اپنے گھوڑے سے اترنے ہی لگا تھا کہ عبدالحفیظ بیگ پروانچی بھاگ کر آگے بڑھا ابراہیم بیگ کا رکاب پر جما پاؤں اس نے جوتے سمیت چوم لیا پھر وہ کسی قدر گہرے تشکر اور ممنونیت میں ڈوبی ہوئی آواز میں ابراہیم بیگ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ یا امیر قسم خداوند کی آپ اس قابل ہیں کہ آپ ہمیشہ یوں ہی فوز مند اور کامیاب اپنے مسکن میں داخل ہوں اور عبدالحفیظ بیگ پروانچی یوں ہی آپ کے پاؤں کے جوتوں کو بوسہ دیکر آپ کا استقبال کرتا رہے یا امیر آپ اپنی سرزمین اور اپنے ساتھیوں کیلئے اودی فضاؤں میں لہلہاتی شفق ' خاموش نگاہوں میں تکلم کا طوفان ' پردہ فطرت پر فوزمندی کی سنہری بوچھاڑ اور بے حسی کی راہوں میں امرت پھوار نورس آواز اور ایک مترنم خواب ہیں۔

یا امیر مسکن کا ہر فرد بے چینی سے آپکا انتظار کرتا رہا ہے اسلئے کہ آپ جگہ جگہ اپنے دشمنوں کیلئے موجوں کا تھپیڑا ' شعلہ سامان نعرہ ' سرکشوں کی سرکشی اور دھکتے دل کی جلن ثابت ہوئے ہیں۔ یا امیر ارض و فلک کے اقتدار کی بھوک رکھنے والے روسیوں کی بلندی و پستی کو کیا خوب آپ نے اپنے سامنے زیر نگیں کیا ہے۔ یا امیر میں آپ سعید بیگ پروانچی اور قونان بے کی جرائت مندی اور دلیری کو سلام کرتا ہوں کہ آپ لوگوں نے روسیوں کے طلسم رنگ و بو کو کم نگاہی کے فریب اور ان ظالموں کی ستم کشی کو شام زندان کے درد میں تبدیل کرکے رکھا۔ یہاں تک کہنے کے بعد جب عبدالحفیظ بیگ پروانچی خاموش ہوا تو ابراہیم بیگ بولا اور کہنے لگا۔

عبدالحفیظ بیگ جس طرح میں سعید بیگ پروانچی اور قونان بے دشمنوں کے

خلاف جنگ کرتے ہوئے اپنے فرض کی ادائیگی کی تکمیل کرتے ہیں میرے دوست میرے بھائی ایسے ہی تم اور تمہارے ساتھی بھی اپنے مسکن کی حفاظت کرتے ہوئے ویسے ہی فرض کی ادائیگی کا سامان کرتے ہو تم ہم تینوں سے قابل ستائش ہو کہ ہماری غیر موجودگی میں تم دشمنوں کو مسکن کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرات تک کرنے نہیں دیتے عبدالحفیظ بیگ پروانچی اگر تم ہم تینوں کے ممنون اور مشکور ہو تو ہم تینوں اور ہمارے سب لشکری تمہارے مشکور ہیں کہ ہماری غیر موجودگی میں تم مسکن کی کیا خوب دیکھ بھال اور حفاظت کرتے ہو عبدالحفیظ بیگ پروانچی تمہیں میرے پاؤں کو بوسہ دینے کی ضرورت نہیں ہے ایسا کرکے تم میری دل شکنی کا باعث بنتے ہو ان سرزمینوں کی حفاظت اور ان سرزمینوں کے لئے جاں نثاری میں تم ہمارے ساتھ برابر کے شریک ہو یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم بیگ تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر دوبارہ بولا اور کہنے لگا۔

عبدالحفیظ روسیوں کے ساتھ جنگوں میں ہمیں بہت کچھ حاصل ہوا ہے اپنے لشکریوں کے اندر میں نے اس قدر نقدی اور دوسری اشیاء بانٹی ہیں جو ان لشکریوں کے اہل خانہ کیلئے کم از کم دو سال تک کی گھریلو ضروریات پوری ہوسکتی ہیں اسکے علاوہ لشکر کے خچروں پر لدا ہوا خوراک اور دوسرے سامان کے علاوہ ڈھیروں نقدی بھی ہے یہ ساری چیزیں اپنے قبضے میں کرو اور مسکن کے لوگوں میں برابر تقسیم کردو تاکہ انہیں ضروریات زندگی کی طرف سے کسی قدر اطمینان اور تسکین ہو۔

ابراہیم بیگ کہتے کہتے رک گیا اسلئے کہ سامنے کی طرف سے تیزی کے ساتھ پھیلتی ہوئی تاریکی میں آتہ جان بھاگتا ہوا آیا تھا آتے ہی اس نے ابراہیم بیگ کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی ابراہیم بیگ کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔ ابری بیٹے میں تمہیں دو طرح کی مبارکباد دیتا ہوں پہلی روسیوں کے خلاف بہترین کامیابیاں حاصل کرنے پر اور دوسرے تمہارے ہاں بیٹے کی پیدائش پر دیکھ ابری بیٹے تمہاری غیر موجودگی میں میں نے تمہارے باپ کے نام پر تمہارے بیٹے کا نام

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

بارک اللہ رکھ دیا ہے مجھے امید ہے کہ میرے ایسا کرنے پر تم برا نہیں مانو گے اس پر ابراہیم بیگ فوراً گھوڑے سے کود گیا آگے بڑھکر اس نے آتہ جان کو گلے سے لگالیا پھر وہ بڑی ممنونیت سے کہنے لگا۔

آتہ جان تم جانتے ہو کہ آج تک میں نے تمہارے کسی بھی فعل تمہاری کسی بھی بات کا برا نہیں مانا تم نے جو میرے بیٹے کا نام بارک رکھا ہے تو قسم خداوند کی تمہارے ایسا کرنے سے مجھے دلی سکون اور اطمینان ملا ہے۔ اگر میں یہاں ہوتا تو میں خود بھی اپنے بیٹے کا یہی نام رکھتا۔ ابراہیم بیگ کی اس گفتگو سے آتہ جان کے چہرے پر خوش کن مسکراہٹ پھیل گئی تھی پھر وہ ابراہیم بیگ کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔ ابری بیٹے تم گھر چلو ریکا بڑی بے چینی اور بڑی بے تابی سے تمہارا انتظار کر رہی ہو گی میں تمہارے گھوڑے کو خود لے آوں گا۔ آتہ جان کے ان الفاظ پر ابراہیم بیگ کے چہرے پر گہری مسکراہٹ کھل گئی تھی پھر اس نے اپنے پہلو میں کھڑے سعید بیگ پروانچی اور قونان بے کو مخاطب کرکے کہا میرے دونوں ساتھیو میرے بھائیو لشکریوں کو حکم دے دو کہ اپنے اپنے گھر جا کر آرام کریں تم دونوں بھائی بھی جا کر آرام کرو باقی سارے انتظامات عبدالحفیظ بیگ پروانچی خود ہی سنبھال لے گا اسکے ساتھ ہی سعید بیگ پروانچی اور قونان بے حرکت میں آئے اور اپنے لشکریوں کو اپنے اپنے گھروں کی طرف جانے کا حکم دے رہے تھے جبکہ ابراہیم بیگ اپنے گھوڑے کو آتہ جان کے حوالے کرنے کے بعد بڑی تیزی سے اپنے مکان کا رخ کر رہا تھا۔

فضاؤں میں اب گہری تاریکی پھیل گئی تھی مسکن کے اطراف میں پھیلی کوہستانی سلسلوں کے اوپر بنی چوکیوں پر پہرہ دینے والوں نے آگ کے الاؤ روشن کر دیئے تھے اسلئے کہ شام ہوتے ہی سردی اپنے عروج کی طرف جوش مارنے لگی تھی۔ ابراہیم بیگ جونہی اپنے مکان میں داخل ہوا اس نے دیکھا صحن کے اندر دو مشعلیں روشن تھیں جنھوں نے پورے صحن کو روشن کر رکھا تھا اور صحن کے وسط میں ریکا کھڑی شاید اسکا انتظار کر رہی تھی۔

ابراہیم بیگ نے دیکھا کہ رات کے وقت دونوں مشعلوں کی روشنی میں ریکا ایک بچے کی ماں بننے کے باوجود شفق کو چیرتی صبح سرگیں، چشم سحر جیسی خوبصورت مسکراہٹوں کے کاروان، برق حسن کے مہکتے شعلے جیسی پر کشش، ناشنیدہ نغمہ حیات اور موجہ نگہت کی طرح حسین اور تاروں کے گیت کی لے اور چشم مخمور جیسی تابندہ ہنگام وصال سرکتے لباس اور نور کی موجوں میں گھلتی شفق کی طرح خوش کن دکھائی دے رہی تھی۔

نیلگوں کپڑوں میں اسکے بدن کی جوت ریکا کو برق نظر، رنگین سحر کی لہلہاہٹ، حسن کا نغمہ بنائے ہوئے تھی۔ اسکی نگاہوں کی کھنک اور چمکتی نگہ دار آنکھوں کے گرم بستر میں وصل کی انمٹ خواہشیں اور پریم بھری برساتیں اپنا رنگ دکھا رہی تھیں اسکے قوس قزح ہونٹوں پر رنگوں کے دائروں کی گرفت اور حسن تکلم کا ایک پسندیدہ رقص تھا اسکے چہرے پر محبت کی پرستاری کے اندر جذبوں کا بھٹکاؤ بہاروں کی سرمستیاں چاہتوں کی شوق انگیزیاں، نشاط افزا جوانی کی خواہشیں اور حسن کا سجیلا پن جوش مار رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے ہو کر بڑے شوق سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے پھر ریکا اپنے جذبات سے مغلوب ہو کر بھاگ کر آگے بڑھی اور ابراہیم بیگ سے بری طرح لپٹ گئی تھی۔

اسی موقع پر ابراہیم بیگ نے بڑی چاہت بڑے پیار کے ساتھ ریکا کے کان میں سرگوشی کی ریکا ریکا میں تمھیں بیٹے کی پیدائش پر مبارکباد دیتا ہوں۔ ریکا ابراہیم بیگ سے علیحدہ ہوئی اور ابراہیم بیگ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے اس نے کہا ایسی ہی مبارکباد میں آپ کو بھی پیش کرتی ہوں اور میں آپ کو مسکن میں فتح مند لوٹنے پر بھی مبارکباد دیتی ہوں پھر ریکا نے ابراہیم بیگ کا ہاتھ تھام لیا اور اسی کمرے میں ابراہیم بیگ کو لے گئی جس کے اندر ایک پالنے میں انکا بیٹا

بارک اللہ گہری نیند سویا ہوا تھا ابراہیم بیگ نے جھک کر اپنے بیٹے کے گالوں اور پیشانی پر گہرے بوسے دیئے جبکہ ریکا اسکے قریب کھڑی اسے بڑے شوق سے دیکھتے ہوئے مسکرائے جا رہی تھی۔

جب ابراہیم بیگ سیدھا کھڑا ہوا تو ریکا پھر آگے بڑھی ابراہیم بیگ کے دونوں ہاتھ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں میں لئے اور چاہت آمیز مسکراہٹ میں وہ ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

مسکن میں آپ کی آمد کی اطلاع بہت پہلے سے ہو چکی ہے میں نے آپکے لئے پانی گرم کر رکھا ہے آپ راستے کی طویل سفر کے باعث یقیناً تھکاوٹ محسوس کر رہے ہوں گے پہلے گرم پانی سے غسل کریں پھر دونوں اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں اسکے بعد آپ آرام کیجئے گا ابراہیم بیگ جواب میں کچھ نہ کہہ پایا ریکا اس کا ہاتھ تھامے ہی تھامے اسے طہارت خانے کی طرف لے گئی۔ ابراہیم بیگ نے بڑے خوش کن انداز میں گرم پانی سے غسل کیا پھر دونوں میاں بیوی بڑے خوشگوار انداز میں اکٹھے بیٹھے رات کا کھانا کھا رہے تھے۔

گو بلجوان شہر میں انور پاشا دولت مند بے ایشان قند کی موت کے علاوہ ایک بڑے لشکر کو موت کے گھاٹ اتارنے پر روسی مطمئن اور خوش تھے اور پھر بخارا شہر کے کوہستانی سلسلے میں سماجی تحریک کے سرگرم رکن ملا عبدالقہار اعظم خواجہ اور ملا عبدالجبار کے خاتمے پر بھی وہ سکون محسوس کر رہے تھے اسکے علاوہ سلطنت بخارا کے اندر جگہ جگہ جو سماجی تحریک کی جدوجہد شروع تھی اس پر قابو پاتے ہوئے روسی بڑے خوش اور ستاداں تھے لیکن جب ماسکو میں یہ خبریں پہنچیں کہ ابراہیم بیگ نے نہ صرف یہ کہ روسیوں سے حصار شہر چھینا ہے اور بائیسوان شہر میں اس نے ان گنت روسیوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے اور یہ کہ کرکی کے قریب روسی گاڑی پر قبضہ کرنے اور ان گنت روسیوں کو ہلاکت میں ڈالنے کے بعد اس نے ترمذ کی روسی چھاؤنی کو بھی خون میں ڈبو کر اس پر قبضہ کر لیا تو ماسکو کے قصر حکومت میں ایک طرح کا زلزلہ اور ایک طرح کی خوف انگیز ہلچل برپا ہو گئی تھی یہ صورتحال دیکھتے ہوئے روسی حکمران بڑے فکر مند ہوئے انھیں اندیشہ ہو گیا تھا کہ اگر حالات ایسے ہی رہے تو ابراہیم بیگ روسیوں کے خلاف مزید کامیابیاں حاصل کریگا اور اسکی مزید کامیابیاں بخارا کی جدیدی حکومت کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں گی اور اگر بخارا میں جدیدیوں کی حکومت ختم ہو گئی تو دوسری مسلم ریاستوں کے اندر بھی روسیوں کو اپنا بوریا بستر سمیٹنا پڑیگا لہٰذا لینن نے بڑی سختی سے اپنے جرنیلوں کو حکم دیا کہ ابراہیم بیگ کا خاتمہ کرنے کیلئے ہر حربہ اور ہر دھوکہ دہی سے کام لیا جائے چنانچہ لینن نے روسیوں کے بہترین جرنیل فریزے کو مقرر کیا اور چند اور جرنیل بھی فریزے کے ماتحت کر دیئے گئے اور انھیں یہ کام سونپا گیا کہ وہ ہر صورت میں ابراہیم بیگ کا خاتمہ کریں تاکہ روسیوں کے خلاف سلطنت بخارا کے اندر رونما ہونیوالی مسلح جدوجہد کا خاتمہ کیا جا سکے۔

روسی جرنیل فریزے اپنے ماتحت جرنیلوں کے ساتھ ابراہیم بیگ کے خلاف حرکت میں آیا۔ فریزے کے پاس بے شمار وسائل تھے جبکہ اسکے مقابلے میں ابراہیم بیگ صرف اللہ کے آسرے پر دشمن کا مقابلہ کرتا چلا آ رہا تھا۔ اس سے پہلے جو افغانستان کی طرف سے امیر بخارا اسے اسلحہ اور گولہ بارود بھیجتے رہے تھے وہ بھی آنا بند ہو گیا تھا جنرل فریزے نے مختلف لشکر ترتیب دیتے ہوئے مختلف شہروں پر حملے کرنے شروع کئے لیکن ابراہیم بیگ تے کمال دلیری اور جراتمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے روسی حملوں سے ترمذ بائیسوان حصار دو شنبہ اور کولا شہروں کو محفوظ رکھا روسی کئی بار ان شہروں پر امڈے کہ ان پر قبضہ کر لیں لیکن ابراہیم بیگ نے ہر بار روسیوں کی ان کوششوں کو ناکام بنا کے رکھ دیا۔

لینن نے جب دیکھا کہ ابراہیم بیگ کی طرف سے روسی افواج کی سخت مزاحمت کی جا رہی ہے اور یہ کہ سرخ افواج ابراہیم بیگ کے مقابلے میں مکمل

طور پر ناکام رہی ہیں تو اس نے ہر صورت میں ابراہیم بیگ کے مسکن کو نیست و نابود کرتے ہوئے سلطنت بخارا کے تمام شہروں پر قبضہ کرنے کا حکم دے دیا تھا یہ جنگ لگاتار دو سال تک جاری رہی اس دوران ابراہیم بیگ کے ہاں ایک اور بیٹا پیدا ہوا جسکا نام اسے نے اپنے دادا کے نام پر خلیل بیگ رکھا تھا۔ اب دن بدن ابراہیم بیگ کی حالت پتلی اور کمزور ہوتی جا رہی تھی اسلئے کہ اس نے جو خوراک اور اسلحہ کے ذخائر جمع کر رکھے تھے وہ آہستہ آہستہ روسیوں کے خلاف جنگ جاری رکھتے ہوئے ختم ہوتے جا رہے تھے جبکہ اسے باہر کی طرف سے رسد اور کمک نہ مل رہی تھی اور نہ اسے اب کہیں سے امید بھی تھی ابراہیم بیگ کو جو کچھ کرنا تھا اپنے وسائل کے اندر ہی رہ کر کرنا تھا۔

روسیوں کو بھی یہ احساس ہو گیا تھا کہ ابراہیم بیگ کے وسائل محدود ہونے کے ساتھ ساتھ اسکی خوراک اور اسلحہ کے ذخائر ختم ہوتے جا رہے ہیں للندا جنرل فرینزے نے اپنے ماتحت جرنیلوں کے ساتھ مل کر ابراہیم بیگ کے مسکن کے اردگرد چھوٹی بڑی توپیں نصب کر کے اسکے مسکن پر لگاتار گولہ باری شروع کر دی تھی دوسری طرف سے روسی جہازوں کے ذریعے سے ابراہیم بیگ کے مسکن پر لگاتار بمباری کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا تمام دشواریوں کے باوجود ابراہیم بیگ روسویوں کے سامنے مسلسل ایک سال تک لڑتا رہا اور روسیوں کو یہ جرات نہ ہوئی کہ وہ پیش قدمی کرتے ہوئے ابراہیم بیگ کے مسکن میں داخل ہو سکیں۔

ابراہیم بیگ کو جب یہ یقین ہو گیا کہ اب روسیوں کے خلاف اسکا جنگ جاری رکھنا انتہائی مشکل اور دشوار ہوتا جا رہا ہے اور یہ کہ باہر سے کسی بھی سمت سے اسے مدد اور کمک ملنے کی امید نہیں ہے تب اس نے اپنا مسکن چھوڑنے کا ارادہ کر لیا سب سے پہلے اس نے اپنے لشکر کا ایک حصہ اپنے مسکن سے نکالا اسکے بعد مسکن کے سب بوڑھے بچے اور عورتوں کو مسکن سے نکالا گیا اور اسکے بعد لشکر کا باقی حصہ سب سے بعد میں مسکن سے باہر نکالا دوسری طرف روسی

جرنیل فرینزے کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ ابراہیم بیگ اپنے مسکن کے تمام افراد کے ساتھ مسکن سے نکل کر جنوب کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے جنرل فرینزے یہ بھی جانتا تھا کہ مسلمانوں کے پاس اس قدر اسلحہ اور گولہ بارود نہیں کہ وہ زیادہ دیر تک جنگ جاری رکھ سکیں پھر بھی جنرل فرینزے کو یہ ہمت اور جرات نہ ہوئی کہ آگے بڑھکر ابراہیم بیگ کے لشکر کا تعاقب کرے یا ان پر گولہ باری کرے۔

جنرل فرینزے جانتا تھا کہ اگر اس نے ابراہیم بیگ کے ساتھ دوبدو جنگ کرنے کی کوشش کی تو ہو سکتا ہے کہ ابراہیم بیگ اسے جنگ میں پچھاڑ دینے پر عبور حاصل کر لے اور جنرل فرینزے کو یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر کھلے میدانوں میں ابراہیم بیگ نے ایک بار اسے شکست دے دی تو وہ روسیوں ہی کے اسلحہ پر قبضہ کرنے کے بعد روسی فوجوں کو ثمرقند سے تاشقند تک دھکیلتا چلا جائے گا اور پھر ابراہیم بیگ کے سامنے روسیوں کو کسی بھی جگہ پناہ لینے کی جگہ میسر نہ ہو گی بس اسی خدشے اور خطرے کے تحت جنرل فرینزے نے ابراہیم بیگ اور اسکے لشکر کا تعاقب نہ کیا تھا۔

انتہائی بے بسی اور لاچارگی کی حالت میں ابراہیم بیگ اپنے سارے لشکر اور مسکن کے سارے لوگوں کے ساتھ مسکن سے نکل کر خولنگ شہر کی طرف آیا خولنگ سے اس نے کولاب کا رخ کیا پھر آگے بڑھتا ہوا دریائے آمو کے کنارے آیا یہاں اس نے دریائے آمو کو کشتیوں کے اس پل سے پار کیا جو بہت عرصہ پہلے وہاں سماجی تحریک کے مجاہدوں نے وہاں تعمیر کیا تھا اس پل پر سے گزرنے کے بعد ابراہیم بیگ اپنے لشکریوں اور مسکن کے لوگوں کے ساتھ افغانستان کے شہر فیض آباد کا رخ کر رہا تھا۔

فیض آباد کی طرف بڑھتے ہوئے ابراہیم بیگ کی عجیب حالت تھی اپنے وطن اپنی زمین کو چھوڑنے کے دکھ میں وہ اداس اور پریشان تھا اس نے اپنے بڑے بیٹے بارک اللہ کو اپنے پیچھے بٹھا رکھا تھا ریکا دوسرے گھوڑے پر سوار ابراہیم بیگ کے

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں: www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پہلو بہ پہلو چلی جا رہی تھی اور اس نے اپنے چھوٹے بیٹے طلبی بیگ کو اپنی گود میں اپنے سامنے بٹھا رکھا تھا یوں یہ کاروان ابراہیم بیگ کی رہبری اور رہنمائی میں فیض آباد شہر سے باہر خیمہ زن ہو گیا تھا۔

جب پڑاؤ کے خیمے نصب ہو چکے اور پڑاؤ کے وسط میں ابراہیم بیگ کا خیمہ بھی لگایا جا چکا تب کچھ لشکری ابراہیم بیگ آتہ جان ریکا اور بچوں کا کھانا وہاں دے گئے تھے۔ ریکا تھوڑی دیر تک کھانے کی طرف بڑے غور سے دیکھتی رہی پھر وہ ابراہیم بیگ کے قریب آئی بڑی چاہت اور محبت میں وہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگی یا امیر کھانا آیا ہوا ہے ٹھنڈا ہو جائیگا پرانی اور غمزدہ سوچوں کو ترک کر دیجئے کھانا کھائیے اپنے بچوں کو بھی اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلائیں اس پر ابراہیم بیگ اپنی جگہ پر بیٹھا رہا اسکی گردن جھکی ہوئی تھی اور ریکا کی طرف دیکھے بغیر اس نے کہا مجھے بھوک نہیں ہے ریکا تم بچے اور آتہ جان مل کر کھانا کھا لو آتہ جان بھی قریب ہی آگ کے جلتے ہوئے چھوٹے سے الاؤ کے پاس دکھ اور افسردگی میں گردن جھکائے بیٹھا تھا ریکا بیچاری نے باری باری آتہ جان اور ابراہیم بیگ کی طرف دیکھا تھوڑی دیر کے بعد اسکی نگاہیں اپنے دونوں بچوں پر جم کر رہ گئیں پھر وہ ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

یا امیر دکھ اور غم کو اپنی زندگی کا حصہ نہ بنالیں میں جانتی ہوں آپ کو اپنی سرزمین سے نکلنے کا کس قدر دکھ اور قلق ہے یا امیر میں آپ سے یہ کہہ سکتی ہوں کہ بہشت کے ساتھ جہنمی شرارے بھی ہوتے ہیں دلکشی کے ساتھ کراہت نرمی کے ساتھ خباثت اور دکھ کے ساتھ سکھ بھی ہوتا ہے یا امیر فتح کے ساتھ شکست صبح کے ساتھ شام آزادی کے ساتھ غلامی راحت کے ساتھ اذیت تبسم کے ساتھ اشک اور عروج کے ساتھ زوال بھی تعاقب کرتا ہوا نکلتا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد ریکا تھوڑی دیر رکی پھر دوبارہ اسکے شہد میں ڈوبے گلگوں ہونٹ حرکت میں آئے اور وہ ابراہیم بیگ سے کہہ رہی تھی یا امیر کاش

میں اس کے قابل ہوتی کہ حب الوطنی اور اجنبیت کی اس گرد میں آپکو زندگی کا تبسم روح کی چمک، زلیست کی ضمانت ماضی کے سرسبز نقوش فراہم کرتی کاش میں اس قابل ہوتی کہ آپکے ماحول کو کوثر سا لذیذ شہد سا میٹھا بنا کر رکھ دیتی یہاں تک کہتے کہتے ریکا بے چاری کی دکھ اور غم میں آواز ڈوب گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر رات کی راحت انگیز خاموشی میں ریکا کی تیز گونجتی آواز سنائی دی۔

یا امیر آپ اب تک زندگی کے گہرے سمندر میں روسیوں کے خلاف وطن کے وقت کے بطن سے فردا کی تعبیریں نکالتے رہے ہیں۔ یکتائی کی تلاش اور جستجو میں آپ روسیوں کے خلاف سلطنت بخارا کے مشرقی کونوں سے غربی کونوں تک یلغار کرتے رہے ہیں یا امیر شکستہ حالات کے تحت اگر ہمیں بخارا کی سرزمین سے نکلنا پڑا ہے تو آپ جی نہ چھوڑیئے آپ جانتے ہیں کہ آپ کی ذات سے آپ کی بیوی اور دو بچے بھی وابستہ ہیں اگر آپ نے اپنی حالت ایسے ہی بنائے رکھی تو آپ یہ سوچئے آپکے وابستگان پر کیا بیتے گی یا امیر مجھے امید ہے کہ ایک نہ ایک روز اجڑے خشک کنویں پھر آباد ہوں گے بے تاب نغموں کے سناٹوں کو پھر ساز زندگی میسر ہو گا طوفانی لہریں چاندنی راتوں میں پھر حرکت میں آئیں گی۔ شبنم کو پھر صبح کی پہلی کرن عطا ہو گی۔ مجھے امید ہے یا امیر کہ آپ کی ہستی کی خاموشی گھڑیوں میں پھر تلاطم اور انقلاب برپا ہو گا۔ اور جب ایسا ہو گا تو مجھے امید ہے اس روز ہم پھر کامیابی اور فتح مندی کے گیت گاتے ہوئے افغانستان کی سرزمین سے بخارا کی سرزمین میں داخل ہو رہے ہوں گے۔

جواب میں ابراہیم بیگ تھوڑی دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا اس کی آنکھوں میں دکھ کی نمی اس کے چہرے پر غم کے جذبات اس کے ہونٹوں میں ایک ناقابل برداشت کپکپاہٹ تھی تھوڑی دیر تک وہ کسی گہرے فکر و اوہام میں ڈوبا رہا پھر وہ آتہ جان یار بیکار کی طرف دیکھے بغیر گردن جھکائے ہی جھکائے کہنے لگا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہم لوگ خواب اور بیداری کے درمیان ایسی جگہ اٹک کر رہ گئے ہیں جسے نہ آواز نہ آنکھیں عبور کرسکتی ہیں ہم لوگ عمل اور تمنا کے درمیان ایک رازہائے بستہ کی طرح پھنس کر رہ گئے ہیں ہم لوگوں کی زندگی درخت پر ان سبز پتوں کی مانند ہے جو خشک ہونے اور پھر ہواؤں کے تھپیڑے کھانے کے منتظر ہوں کوئی نہیں جو تشنہ روحوں کو سیراب کرنے شکستہ دلوں کو تسکین دے نگاہوں میں اندوہ غم اور تمناؤں کے طوفانوں کو رفع کرے۔

جب ہم اپنے اطراف اور اکناف میں عالم اسلام پر نگاہ دوڑاتے ہیں تو ہر سرزمین کے مسلمان ہمیں اعتقادات سے بھری آوازوں کی طرح خاموش، وفور جذبات جیسے چپ اور عہد ماضی کی طرح بھولے بسرے سے دکھائی دیتے ہیں۔ مسلمان اخوت کے زرین جذبات، صداقت کا درس شعور فراموش کر کے بے کیف و بے منفعت زندگی بسر کر رہے ہیں۔ وہ دن بدن تخریبی قوتوں کی تلخی و تاریکی میں گھرتے جارہے ہیں۔

کاش کوئی ایسی قوت کوئی ایسی طاقت ابھرے جو غفلت کی گہری نیند سوئے مسلمانوں کی روح کو فطرت کی جولان گاہ سے مانوس کرے انہیں اوہام کے بھنور سے نکال کر انہیں یہ آگاہی دے کہ اس سرزمین کے تخریبی عناصر ان کی عظمت کی داستانوں کو خون آلود کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

کاش کوئی ایسا مرد جری کوئی ایسا عنصر اٹھے جو مسلمانوں کے پیاسے نفس اور ان کی روح تشنگی کو ان کے ماضی کی سطوت اور جبروت سے آگاہ کرے۔ کاش غفلت اور سہل نگاری کی گہری نیند سوئے مسلمان اس بات سے آگاہ ہوتے کہ ان کے چاروں طرف خوفناک و سیاہ رات خلش آفرین تاریکی بڑی تیزی سے پھیلتی جارہی ہے اور ان کی زندگیاں دن بدن اس مرجھائے پھول کی طرح ہوتی جارہی ہیں جو بارش سے محروم ہو کر فنا کے گھاٹ اترنے والا ہو کاش غفلت کی گہری نیند سوئے مسلمان اس بات سے آگاہ ہوتے کہ موت کے سائے میں آرام کرنے

والے بدبختی کے پیچھے بھاگنے والے اور تاریک راہوں میں ٹھوکریں کھانے والے اس زمین میں جلد ہی فنا کردیئے جاتے ہیں۔

یہاں تک کہتے کہتے ابراہیم بیگ خاموش ہو گیا تھا کیونکہ اس کی آواز دکھ اور اندوہ میں ڈوب گئی تھی آنسوؤں سے اس کی آنکھیں نمناک ہو گئی تھیں اور اس کے چہرے سے گہرا غم چھلکنے لگا تھا ابراہیم بیگ کی یہ حالت سامنے بیٹھی ریکا کے لئے ناقابل برداشت تھی وہ بے چاری ابراہیم بیگ کی یہ کیفیت دیکھ کر رونے لگی تھی اور اسے روتا دیکھ کر اس کے دونوں بیٹے اٹھ کر اس کے کندھوں سے لپٹ گئے تھے ایسے میں آتہ جان حرکت میں آیا تھوڑی دیر تک وہ آنسو بہاتی آنکھوں سے ریکا دونوں بچوں اور ابراہیم بیگ کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابری میرے بیٹے تم ایک لشکر کے سالار اور بھولے بھٹکے انسانوں کے ایک گروہ کے رہبر و رہنما ہو۔ میرے بیٹے تمہارے غمگین چہرے پر شگفتگی کے آثار، تمہارے لبوں پر غم کی کپکپاہٹ کے بجائے مسکراہٹ تمہاری آنکھوں میں آنسوؤں کی بجائے فوز مندی کی چمک تمہاری جوانی کے سجیلے پن میں پختہ عمری کی قوت اور زندگی کے چشموں کا شہر دیکھنا چاہتے ہیں میرے بیٹے میرے بچے اگر تم ہی ہمت ہار گئے تو تمہارے لشکریوں کا کیا بنے گا ان گنت لوگ جو اپنی سرزمینوں سے نکل کر تمہاری رہبری اور تمہاری رہنمائی میں افغانستان میں داخل ہوئے ہیں ان کا کیا مستقبل ہوگا تمہارے سامنے بیٹھی تمہاری بیوی ریکا، تمہارے دونوں بیٹوں بارک اور خلیل بیگ کا کیا بنے گا۔ میرے بیٹے ہمت نہ ہارو حوصلہ رکھو جہاں زوال ہے وہاں عروج ہے جہاں پستی ہے وہاں رفعت ہے اگر آج ہمارے مقدر میں غم اور اندوہ بھر دیا گیا ہے تو کل ہمارا دامن خوشیوں اور مسرتوں سے بھی لبریز ہو سکتا ہے میرے بیٹے میرے بچے اپنے سامنے رکھے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاؤ پیٹ کا یہ دوزخ ایندھن مانگتا ہے اس کے بغیر تم کیسے اپنی زندگی کو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حرکت میں لا سکو گے ذرا اپنے سامنے بیٹھی روتی ہوئی اپنی بیوی ریکا کی طرف بھی دیکھو اسکی روح اور اسکی سانسوں کی ہر ساعت تمہاری خوشی سے وابستہ ہے۔

یہاں تک کہتے کہتے آتہ جان خاموش ہو گیا اس لئے کہ اس نے دیکھا ابراہیم بیگ نے اپنی جھکی ہوئی گردن سیدھی کی تھی۔ بڑے غور سے اس نے ریکا کی طرف دیکھا ریکا اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے رو رہی تھی آنسو موتیوں کی لڑیوں کی طرح اس کی آنکھوں سے اس کے دامن پر گر رہے تھے اور دونوں بچے اس سے لپٹ کر اسے پیار کر رہے تھے ایسے موقع پر ابراہیم بیگ نے یکسر ہی اپنے آپ کو بدل ڈالا ہاتھ آگے بڑھا کر اس نے ریکا کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے پھر وہ اسے گہری محبت اور چاہت آمیز انداز میں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ریکا ریکا تم کیوں افسردہ ہوتی ہو کیوں روتی ہو میں تمہارے ساتھ ہوں ابھی میں جوان ہوں تمہارے اور تمہارے بچوں کے ہر دکھ ہر غم کو سمیٹنے کی قوت اور ہمت رکھتا ہوں آؤ ملکر کھانا کھائیں مجھے امید ہے کہ ایک نہ ایک روز حالات ضرور ہمارے حق میں پلٹا کھائیں گے۔ خواہ یہ انقلاب ہماری زندگیوں میں نہیں بعد کی آنے والی نسلوں میں رونما ہو لیکن مجھے امید ہے کہ روس کے خلاف آنے والے ہفتوں مہینوں سالوں اور صدیوں میں کوئی نہ کوئی خون آلود انقلاب ضرور رونما ہوگا روسیوں کو خود اپنی سرزمین میں سمٹ کر محصور ہونا پڑے گا ابراہیم بیگ کی اس گفتگو سے ریکا نے فوراً" اپنے آپ کو سنبھال لیا اس نے اپنے آنسو پونچھ لئے ابراہیم بیگ کی گفتگو سے اس کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہو گئی تھی پھر وہ حرکت میں آئی اپنے دونوں بچوں کو اس نے دائیں بائیں بٹھایا۔ پھر سب ملکر پرسکون ماحول میں کھانا کھانے لگے تھے۔

ابراہیم بیگ کے اپنے مسکن سے نکلنے کے بعد روسی اپنی کثیر فوج اور بہتر اسلحے کی بناء پر آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے دوشنبہ' حصار' بلجوان' ترمذ' شیر آباد اور کولاب جیسے اہم شہروں کے علاوہ پورے مشرقی بخارا پر قبضہ کر لیا

تھا ابراہیم بیگ روسیوں کے لئے درد سر بنا ہوا تھا۔ جب وہ مشرقی بخارا سے نکل گیا تو روسیوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اس لئے کہ ماضی میں ابراہیم بیگ ہر روسی جرنیل کو بدترین شکستیں دے کر ان پر غلبہ حاصل کرتا رہا تھا لیکن اسلحے کی کمی اور مناسب خوراک میسر نہ ہونے کی وجہ سے جب ابراہیم بیگ دریائے آمو کو عبور کر کے افغانستان کے شہر فیض آباد کی طرف چلا گیا تو روسیوں نے اطمینان کا سانس لیا اور انہیں امید لگی کہ اب وہ ابراہیم کی طرف سے مزید کسی خطرے سے بے فکر ہو گئے ہیں۔

فیض آباد شہر سے باہر اپنے پڑاؤ میں چکر لگانے کے بعد ایک روز ابراہیم بیگ شام کے قریب جب اپنے خیمے میں داخل ہوا تو اس کے دونوں بیٹے بارک اور خلیل بیگ اسے لپٹ گئے تھے ابراہیم بیگ نے باری باری اپنے دونوں بچوں کو پیار کیا پھر وہ اس جگہ آن بیٹھا جہاں ریکا اور آتہ جان بیٹھے ہوئے تھے ریکا کے پاس بیٹھتے ہوئے ابراہیم بیگ بولا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو ریکا میں پڑاؤ کے سرکردہ لوگوں سے بات کر کے آرہا ہوں فی الحال ہمارا پڑاؤ لشکر اور ہمارے ساتھ آنے والے دیگر لوگ یہیں رہیں گے میں تین سو سرکردہ اشخاص کے ساتھ کابل کا رخ کروں گا وہاں افغانستان کے حکمران امیر امان اللہ خان اور اپنے امیر سعید عالم خان سے ملاقات کروں گا اور مستقبل کا کوئی لائحہ عمل طے کروں گا ابراہیم بیگ ابھی یہیں تک کہنے پایا تھا کہ ریکا بولی اور پوچھنے لگی۔

میرا بچوں اور آتہ جان کا کیا بنے گا ہم تو آپکے بغیر پڑاؤ میں اکیلے نہیں رہیں گے۔ اس پر ابراہیم بولا اور کہنے لگا تم لوگوں کو اکیلا چھوڑ کر کون کابل کی طرف جا رہا ہے۔ تم بچے اور آتہ جان بھی ہمارے ہمراہ ہو گے افغانستان میں قیام کے دوران میں نہ صرف یہ کہ اسلحہ حاصل کرنے کی کوشش کروں گا بلکہ اپنے مجاہدین کو جدید اسلحے کے استعمال سے متعلق مزید تربیت دوں گا اس کے بعد پھر مشرقی

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

بخارا میں داخل ہوں گا۔ سنو ریکا اور آتہ جان جب تک میرے جسم میں خون کا آخری قطرہ ہے اس وقت تک میں روسیوں کے خلاف جہاد کرتا رہوں گا میں ان کے خلاف جنگ کرتے ہوئے انہیں آگاہ کرتا رہوں گا کہ وہ ظالم ہیں غاصب ہیں اوروں کی سرزمین پر زبردستی قبضہ کئے بیٹھے ہیں اگر روسیوں نے ہمیں ہماری سرزمینوں سے نکال کر دربدر کیا ہے تو میں اپنی سانس کی آخری آمدورفت اور اپنی روح کے آخری سفر تک انکے خلاف برسرپیکار رہوں گا اور ہماری سرزمین میں انہوں نے جو غلامی کی کڑی زنجیریں پھیلا رکھی ہیں انہیں کاٹتا رہونگا۔

ابراہیم بیگ جب خاموش ہوا تو ریکا نے بڑے پیار بڑی چاہت اور محبت میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا آپ کب تک اپنے ساتھیوں کے ساتھ کابل کی طرف روانہ ہونگے اسپر ابراہیم بیگ کہنے لگا آج رات اپنے کوچ کی تیاری کئے رکھنا کل صبح ہی صبح ہم یہاں سے کوچ کریں گے ابراہیم بیگ کے اس انکشاف پر ریکا اٹھ کھڑی ہوئی اور اگلے دن کے کوچ کی تیاریاں کرنے لگی اس کام میں آتہ جان بھی اس کی مدد کرنے لگا تھا جبکہ ابراہیم بیگ اپنے دونوں بیٹوں یارک اور خلیل بیگ کو گود میں بٹھا کر پیار کر رہا تھا۔

ابراہیم بیگ نے اپنی بیوی بچوں آتہ جان اور اپنے تقریباً" تین سو سرکردہ ساتھیوں کے ساتھ کابل کی طرف کوچ کیا۔ جب وہ کابل کے شہر کے قریب پہنچا تو کابل کے حکمران امیر امان اللہ خان اور سلطنت بخارا کے سابق امیر سعید عالم خان نے کابل شہر سے باہر نکل کر حکومت کابل کے کئی زعماء کے ساتھ ابراہیم بیگ کا شاندار استقبال کیا ابراہیم بیگ اس استقبال پر حیران اور پریشان ہو رہا تھا اس لئے کہ وہ ایسے کسی استقبال کی امید اور توقع نہیں رکھتا تھا۔ سب سے پہلے امیر سعید عالم خان نے بھاگ کر ابراہیم بیگ کو گلے لگایا بار بار اسکی پیشانی چومی اسکے بعد افغانستان کے امیر امان اللہ خان ابراہیم بیگ کو گلے لگا کر ملے ابراہیم بیگ چپ تھا اس کی گردن بار بار جھکتی جارہی تھی جب امیر امان اللہ خان اس سے مل چکے تو وہ امیر سعید عالم خان کے سامنے گردن جھکا کر کھڑا ہو گیا تھا پھر وہ اپنی مغموم سی آواز میں سعید عالم خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یا امیر مجھے افسوس ہے کہ میں اپنے مسکن کو چھوڑ کر اور اپنے ساتھیوں کو لیکر افغانستان کی حدود میں داخل ہو گیا ہوں ایسا میں نے اپنے دل پر جبر کرکے کیا ہے اسلیئے کہ میرے پاس خوراک کے ذخائر اور اسلحہ گولہ بارود بالکل ختم ہوتا جارہا تھا۔ اگر میں مزید اپنے مسکن میں قیام کرتا تو یہ اپنے ساتھیوں کو جان بوجھ کر موت کے منہ میں دھکیلنے کے مترادف تھا۔ للذا میں انہیں روسی قتل و غارت گری سے بچا کر افغانستان میں داخل ہونے پر مجبور ہوگیا ہوں۔ میں جانتا ہوں میری اس حرکت کو یقیناً" آپ ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

ابراہیم بیگ کی اس گفتگو کے جواب میں امیر سعید عالم خان تھوڑی دیر تک عجیب سی نرمی انوکھی سی شفقت میں ابراہیم بیگ کی طرف دیکھتے رہے اس موقع پر ان کی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی چھلک آئی تھی پھر انہوں نے اپنے آپ کو قدرے سنبھالا اس کے بعد وہ ابراہیم بیگ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

ابراہیم بیگ میرے بیٹے میرے فرزند تمہیں اپنے کئے پر شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں قسم خداوند کی میں تمہارے کسی فعل پر ناخوش نہیں ہوں میں جانتا ہوں تم کن حالات میں اپنے مسکن سے نکل کر افغانستان میں داخل ہوئے ہو اگر تمہاری جگہ میں ہوتا تو شاید یہ اقدام میں تم سے بھی پہلے کر گزرتا۔

سنو ابری میرے بیٹے تمہیں پشیمان اور مغموم ہونے کی ضرورت نہیں ہے تم وہ فرزند ہو جس نے روسی سحر کو کانچ کی مانند توڑا روسیوں کے ذہنوں میں خوف کی دھنک، سوچوں میں حقائق کا اثر بھرا ابری میرے بیٹے تم باعث الزام نہیں ہو تم تو وہ ہستی ہو جو روسیوں کے لئے باعث آلام بنے رہے ہو میں اب بھی تمہاری پیشانی پر لکھی نجات بنی نوع انسان کے لئے محبت کے پیغام کی روشنی کا پیغام پڑھ سکتا ہوں۔

ابری میرے بیٹے میں تمہارا احسان مند ہوں کہ تم نے روسیوں کی فرسودہ علامتوں ان کے زنگ آلود الفاظ کو نیا طرز احساس بخشا انحطاط پذیر قوم کا فرد ہونے کے باوجود تو نے اپنی صوتی خوبیوں تفکرات کی پاکیزگی اپنی جرات مندی اور دلیری سے روسیوں کے غرور کا دیا بجھایا ان کی جبینوں پر کالک ملی ان کی پر فریب صبحوں کو تہہ دام میں رکھا انکے طوفانوں کی زنجیروں کو توڑا۔

ابراہیم میرے بیٹے میرے فرزند جو کچھ تم نے کیا ہے اس پر پریشان اور ملول مت ہو میرے دل میں تمہارے لئے کیا عزت کیا احترام ہے وہ میں ہی جانتا ہوں ابری تم وہ فرزند ہو جس نے بخارا کی سرزمینوں میں شام الم میں نغمات مسرت لحات طرب آگ کے دریاؤں میں خوشبو کا تبسم' رنگوں کی ہنسی لہو کی ندیوں میں چشم تنویر' فروغ حسن نظر بکھیرا ہے۔ ابراہیم بیگ بخارا کی سرزمینوں میں تم یقیناً" پر آشوب فضاؤں میں جرس کی پکار بیگانہ صورتوں میں بہاروں کا پیراہن' سوچوں کی کہر میں اجالوں کا پیامبر شب کے سیاہ مقدرات میں پیکر مہرو وفا ثابت ہوئے ہو پھر میں کیسے اور کیونکر تمہارے کسی فعل تمہارے کسی کام کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھ سکتا ہوں۔

امیر سعید عالم خان کے ان الفاظ سے شاید ابراہیم بیگ کے توہمات جاتے رہے تھے اس کے حوصلوں کو تقویت ہوئی تھی لہٰذا اس نے اپنی جھکی گردن سیدھی کی پھر وہ سعید عالم خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

یا امیر میں نے اپنا پڑاؤ افغانستان کے شہر فیض آباد کے باہر ہی رکھا ہے خود میں اپنے تین سو سرکردہ ساتھیوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا پڑاؤ مستقل طور پر ہی فیض آباد سے باہر رہے بشرطیکہ افغانستان کی حکومت مجھے ایسا کرنے کی اجازت دے۔ خود میں کابل اور اس کے آس پاس اپنے ساتھیوں کے ساتھ قیام کر کے نا صرف یہ کہ مجاہدین کی تعداد میں اضافہ کروں گا بلکہ بھاگ دوڑ کر کے مختلف ذرائع سے اسلحہ اور گولہ بارود بھی جمع کرنے کی کوشش کرونگا اور جب میں ایسا کرنے میں کامیاب ہو گیا تو میں وقفے وقفے سے دریائے آمو کو عبور کر کے مشرقی بخارا میں داخل ہوا کرونگا روسی قوت اور طاقت پر ضرب لگاتا رہونگا۔ مجھے امید ہے کہ اس طرز کی گوریلا جنگ میں میں ایک بار پھر ان سے اپنے شہر واپس لینے اور ان کو پیچھے دھکیلنے میں کامیاب ہو جاؤنگا۔ اس بار سعید عالم خان کے بجائے افغانستان کا حکمران امیر امان اللہ خان بولا اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابراہیم بیگ میرے عزیز تم نے روسیوں کے خلاف مشرقی بخارا میں اپنی قوم اپنی سرزمین کے لئے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں جنہیں اپنے تو اپنے بیگانے اور اجنبی تک فراموش نہیں کرسکتے۔ تم نے فیض آباد شہر سے باہر جو اپنا پڑاؤ قائم کیا ہے۔ میں تمہیں ایسا کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ وہاں تم اپنے ساتھیوں کے لئے ایک مستقل پڑاؤ قائم کرسکتے ہو اور یہ کہ جس قدر تمہارے ساتھی وہاں جمع ہونگے ۔ ہم ان کی خوراک کا بندوبست بھی کرینگے۔ خوراک کی پہلی کھیپ آج ہی تمہارے پڑاؤ کی طرف روانہ کی جائیگی۔ تم اپنے کچھ ساتھیوں کو اس کھیپ کے ساتھ روانہ کردینا اور جہاں تک تمہارے قیام اور اسلحہ و گولہ بارود اور مجاہد جمع کرنے کا تعلق ہے تو میں امان اللہ خان افغانستان کے حکمران کی حیثیت سے تمہارے ساتھ عہد کرتا ہوں کہ میں اس کام میں تمہاری مدد کرونگا۔ گو روسی تمہیں اپنا بدترین دشمن خیال کرتے ہیں اور وہ مجھ پر دباؤ ڈالیں گے کہ میں تم سے تعاون نہ کروں لیکن میں بظاہر روسیوں کو خوش رکھتے ہوئے بھی اندر ہی اندر تمہارے ساتھ پورا تعاون کرتا رہونگا۔

امیر امان اللہ خان کی اس گفتگو کے جواب میں ابراہیم بیگ کے بجائے سعید عالم خان بولا اور کہنے لگا۔ امیر امان اللہ قسم خداوند کی ایسی گفتگو کر کے تم نے میرا جی خوش کر دیا ہے میں اپنے دل میں تم سے ایسی ہی امید لگائے بیٹھا تھا۔ تم نے عین میری امیدوں اور خواہشوں کے مطابق رد عمل کا اظہار کیا ہے۔ اس پر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

امان اللہ پھر بولا اور کہنے لگا۔ سعید عالم خان یہ تم پر احسان نہیں ایک مسلمان کی حیثیت سے ابراہیم بیگ سے تعاون کرنا میرے فرائض میں شامل ہے۔ اب آیئے ابراہیم بیگ اور اس کے ساتھیوں کی ضیافت کا اہتمام کریں۔ اس لئے کہ یہ لوگ طویل سفر کے باعث تھکاوٹ محسوس کر رہے ہونگے۔

افغانستان کے حکمران امیر امان اللہ خان نے ابراہیم بیگ اور اس کے ساتھیوں کے لئے کابل میں قیام کا بندوبست کیا۔ امیر امان اللہ خان نے ابراہیم بیگ اور اسکے ساتھیوں کو تین دن شاہی مہمان رکھا اور ان کی بڑی خاطرو مدارت کرتا رہا۔ بعد میں امیر امان اللہ خان نے ابراہیم بیگ اور اس کے ساتھ آنے والے اس کے تین سو سرکردہ ساتھیوں کو امیر بخارا کے ساتھ قلعہ فتوح میں قیام کرنے کی اجازت دیدی تھی۔

ابراہیم بیگ نے قلعہ فتوح میں امیر بخارا سعید عالم خان کے پاس اپنی بیوی بچوں اور آتہ جان اور دوسرے عمائدین کے ساتھ قیام کیا ہی تھا۔ کہ افغانستان میں ایک انقلاب رونما ہوگیا۔ اور وہ یوں کہ افغانستان میں اچانک ایسے حالات پیدا ہو گئے جن کی وجہ سے امیر امان اللہ خان کو کابل کے تخت سے دستبردار ہونا پڑا اور اس کی جگہ حبیب اللہ بچہ سقہ کے نام سے افغانشان کے سیاہ و سفید کا مالک بن گیا۔ بچہ سقہ کا دور حکومت بے حد مختصر تھا۔ لیکن اس کا تعلق چونکہ تاک قبائل تھا ۔ لہذا اس نے بخارا سے آنے والے مہاجرین کی بہترین آؤ بھگت کی۔ ابراہیم بیگ اور امیر بخارا سعید عالم خان سے بھی اس نے بہترین تعاون کیا اور ابراہیم بیگ کے لئے اس نے مجاہدین اور گولہ بارود جمع کرنے کی از حد تگ و دو کی۔ بچہ سقہ کے دور حکومت کے مختصر عرصہ میں پورے افغانستان میں شورش بدامنی اور لوٹ مار کا دور دورہ رہا۔ بخارا سے آئے ہوئے مہاجرین جو پامیر سے ہرات تک پھیلے ہوئے تھے۔ سخت بے چینی کا شکار ہو گئے تھے۔ انہیں امیر بخارا سعید عالم اور اپنے عمائدین کے بارے میں فکر ہونے لگی۔ چنانچہ صلاح مشورہ

کے بعد پامیر کے مہاجرین نے چند سو جرار ترکمانوں کا ایک مسلح دستہ تشکیل دیا جسے امیر بخارا اور ابراہیم بیگ کی حفاظت کے لئے کابل روانہ کیا۔ راستے میں فیض آباد شہر میں ابراہیم بیگ کے پڑاؤ کے اندر سے تھے۔ تنعوزات تاجک اور ازبک قبائل کے مسلح مجاہد بھی امیر بخارا سعید عالم خان اور ابراہیم بیگ کی حفاظت کے لئے ترکمانوں کے ساتھ مل گئے اور سب مل کر کابل کی طرف روانہ ہوئے۔

ان لوگور کے کابل پہنچتے ہی شہر میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ کابل کے لوگ سمجھنے لگے کہ ترکمان ، تنعوزات، تاجک اور ازبک مجاہدین ملکر کابل پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ لیکن جب ان مجاہدین سے کابل کے حکمرانوں نے گفت و شنید کی تو معلوم ہوا کہ یہ لوگ امیر بخارا سعید عالم خان اور ابراہیم بیگ کے علاوہ اپنے دیگر ساتھیوں اور احوال پرسی کے لئے آئے ہوئے ہیں۔

اس انکشاف پر بچہ سقہ نے ان سب مجاہدین کو حسب دستور تین دن شاہی مہمان رکھا۔ اس دوران ان مجاہدین نے سعید عالم خان اور ابراہیم بیگ سے کئی ملاقاتیں کیں۔ پھر یہ لوگ اپنے اپنے مسکن کی طرف واپس لوٹ گئے تھے۔

بچہ سقہ جس کا تعلق تاجک قبائل سے تھا۔ اس نے روس کے خلاف جہاد جاری رکھنے کے لئے دل کھول کر ابراہیم بیگ کی مدد کی اور اس سے پورا پورا تعاون کیا۔ ابراہیم بیگ کو اس نے مجاہد بھی مہیا کئے اسلحہ اور گولہ بارود بھی جمع کر کے ابراہیم بیگ کے حوالے کیا ۔ پھر بچہ سقہ نے امیر بخارا سعید عالم خان اور ابراہیم بیگ کے ساتھ ملاقات کی اور یہ طے پایا کہ ابراہیم بیگ مجاہدین کو لیکر شمال کی طرف روانہ ہو۔ فیض آباد شہر سے باہر جو اس کا پڑاؤ ہے۔ وہاں مستقل قیام کرے اور وہاں سے نکل کر دریائے آمو کو پار کر کے روسیوں کے خلاف گوریلا جنگ کی ابتدا کرے۔ بچہ سقہ نے دوسرا بڑا کام یہ کیا کہ فیض آباد سے باہر جو مہاجرین کا پڑاؤ تھا اس نے مہاجرین کی رہائش کے لئے پکی اور پختہ قیام گاہیں بنوانا شروع کردی تھیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس فیصلہ کے بعد ابراہیم بیگ اپنی بیوی ریکا اپنے دونوں بچوں خلیل بیگ' بارک اور آنہ جان کے علاوہ اپنے دیگر عمائدین کو لیکر فیض آباد کی طرف روانہ ہوا۔ بچہ سقہ نے جو اس کے لئے اسلحہ و گولہ بارود کے علاوہ جو مجاہد جمع کئے تھے وہ بھی ابراہیم بیگ اپنے ساتھ فیض آباد شہر سے باہر اپنے پڑاؤ کی طرف لے گیا اور وہاں وہ مجاہدین کو مسلح کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی تنظیم نو میں مصروف ہو گیا تھا تاکہ ایک بار پھر روسیوں کے خلاف حرکت میں آسکے۔

لیکن حالات کی بدبختی کہ کابل کی سیاسی فضا ایک بار پھر مکدر اور تبدیل ہو کر رہ گئی افغانستان کے ایک رہنما نادر خان نے بچہ سقہ کو قتل کردیا اور خود امیر افغانستان بن گیا۔ چونکہ سقہ کا تعلق تاجک قبائل سے تھا۔ اور وہ اس تعلق کی بناء پر بخارا کے مہاجرین کو خوب نوازتا رہا تھا اس بناء پر نادر خان نے تاجک اور ازبک قبائل بالخصوص بخارا کے مہاجرین کو بلاوجہ تنگ اور پریشان کرنا شروع کردیا۔ ان کے بہت سے سرداروں کو گرفتار کر کے اس نے ثابت کردیا کہ وہ ابراہیم بیگ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور مجاہدین کی طاقت سے بھی خائف تھا۔ لہٰذا اس نے ابراہیم بیگ کو گرفتار کر کے اس کا خاتمہ کرنے کا تہیہ کرلیا اس مقصد کے لئے نادر خان نے اپنے بھائی شاہ محمود خان کو استعمال کیا۔ شاہ محمود افغانستان کا وزیر حرب بھی تھا۔ نادر خان نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا۔ اس لشکر کو اس نے اپنے بھائی شاہ محمود خان کے حوالے کیا اور حکم دیا کہ ابراہیم بیگ پر حملہ آور ہو اور اسے گرفتار کر کے نادر خان کے سامنے پیش کرے۔

نادر خان کا بھائی شاہ محمود خان ایک بہت بڑا اور بہترین اور جدید اسلحہ سے لیس لشکر لیکر بڑی تیزی سے ابراہیم بیگ کی طرف بڑھا۔ نادر خان کی طرف سے اسے احکام ملے تھے کہ وہ ہر صورت میں ابراہیم بیگ کو زندہ یا مردہ اس کے سامنے پیش کرے۔ ابراہیم بیگ کو بھی نادر شاہ کے ان احکامات کی خبر ہو گئی تھی۔ لہٰذا اس نے شاہ محمود کی قوت کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ اس جنگ کو ابراہیم

بیگ اپنے پڑاؤ سے دور رکھنا چاہتا تھا لہٰذا اپنے مجاہدین کو ترتیب دینے کے بعد شاہ محمود خان کا مقابلہ کرنے کے لئے اس نے جنوب کی طرف پیش قدمی کی۔

فیض آباد شہر کے چند میل جنوب میں دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا نادر خان کا بھائی شاہ محمود خان جنگ کا کوئی خاص تجربہ نہیں رکھتا تھا۔ دوسری طرف ابراہیم بیگ اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ جنگوں ہی میں غرق کر چکا تھا۔ جونہی دونوں لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے ابراہیم بیگ رفیع الشان وحدت فکر میں منزل کی بشارت' نور صبح کی ہدایت کی طرح نادر شاہ اور اس کے بھائی شاہ محمود خان کی گمراہی کے اندھیروں اور جہل ظلمات کے جبر پر صداقت کی قندیل' مسرت کی تنویر' آدمیت کی تقدیر اور کاروان مظلومیت کے امیر کی طرح حملہ آور ہوا گو ابراہیم بیگ کے مقابلہ میں شاہ محمود خان کے لشکر کی تعداد کئی گنا زیادہ تھی لیکن ابراہیم بیگ کا جنگی تجربہ اس کمی کو پورا کرتا جارہا تھا۔ شاہ محمود وہ کام سرانجام نہ دے سکا جس کی توقع اس کا بھائی نادر خان اس سے رکھتا تھا اور ابراہیم نے اس کے باطن کی سرکشی جو روجبر اور جفا و تشدد کو دھو کر رکھ دیا تھا۔ شاہ محمود خان زیادہ دیر تک ابراہیم بیگ کا سامنا نہ کرسکا ابراہیم بیگ نے شاہ محمود خان کو بدترین شکست دی اور شاہ محمود اس شکست کے بعد اپنے بچے کھچے لشکر کو لیکر کابل کی طرف بھاگ گیا تھا۔

ابراہیم بیگ اگر چاہتا تو شکست خوردہ لشکر کا تعاقب کر کے نہ صرف یہ کہ شاہ محمود خان کو قتل کردیتا بلکہ اس کے لشکر کو بھی ٹھکانے لگا دیتا لیکن ابراہیم بیگ نے ایک مسلمان کی حیثیت سے ایسا کرنا پسند نہ کیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں ہی کا خون ہو۔ لہٰذا اس نے شاہ محمود اور اس کے بھاگتے ہوئے لشکریوں کا تعاقب نہیں کیا بلکہ انہیں کابل کی طرف جانے کی اجازت دیدی تھی۔

افغانستان کے لشکر کے خلاف اس فتح مندی سے ابراہیم بیگ افغانستان کی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سرزمین میں انقلاب نو کی علامت' شب کے ماتھے کا مہتاب' جرات لازوال کی حرمت' آرزو' جستجو اور ذوق منزل کا سفیر بنکر نمودار ہوا تھا۔ ابراہیم بیگ کی اس فتح اور شاہ محمود خان کی شکست سے کابل کے حکمرانوں کے قصر لرز کر رہ گئے تھے۔ افغانستان کا حکمران نادر خان شش و پنج میں پڑ گیا تھا اور اسنے کابل سے بھاگ کر کہیں روپوش ہونے کے انتظامات بھی کرلئے تھے۔ اس لئے کہ نادر خان کو خدشہ ہو گیا تھا کہ شاہ محمود کو شکست دینے کے بعد ابراہیم بیگ غضبناکی کی حالت میں اس کا تعاقب کریگا اور افغانستان کے اندر کوئی بھی قوت اور طاقت اسے کابل میں داخل ہونے سے روک نہ سکے گی۔ دوسری طرف ابراہیم بیگ چاہتا تو اپنے لشکر کے ساتھ کابل کی طرف کوچ کر کے کابل پر حملہ آور ہو کر اس پر قبضہ بھی کرسکتا تھا اس طرح شاہ محمود کو شکست دینے کے بعد وہ اپنی طاقت اور قوت کو استعمال کرتے ہوئے افغانستان کا حکمران بھی بن سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا اس شاندار فتح کے بعد کچھ لوگوں نے ابراہیم بیگ کو یہ مشورہ بھی دیا کہ اپنی اس فتح کے نتیجہ میں وہ افغانستان کو تقسیم کردے۔ جنوبی حصہ پر نادر خان کو حکمران رہنے دے اور شمالی حصہ کا حکمران خود بن کر روسیوں کے خلاف اپنی جدوجہد کو مزید تیز کردے۔ یہ مشورہ دینے میں بڑے بڑے عمائدین اور سردار بھی شامل تھے اور ابراہیم بیگ کے لئے ایسا کرنا آسان تر بھی تھا لیکن ابراہیم بیگ نے ایسا مشورہ دینے والوں کو بڑا پیارا جواب دیا ابراہیم بیگ نے کہا۔

چونکہ ہم اس ملک میں مہاجر کی حیثیت سے آئے ہیں لہٰذا اس ملک کے کسی حصہ پر قبضہ کرنا یا اقتدار کی جنگ میں ملوث ہونا شان ہجرت کے خلاف ہے۔ افغانستان پر حکمرانی کی سوچ یا اسے تقسیم کرنے کے بجائے ہمارے لئے بہتر یہی ہے کہ ہم اپنے وطن کی آزادی کے لئے کوششیں کریں۔

گو افغانستان پر قبضہ کرنے یا نہ کرنے کے سلسلہ میں ابراہیم بیگ کے ساتھیوں کے اندر اختلاف رائے تھا لیکن جب ابراہیم بیگ نے اپنا یہ فیصلہ صادر

کیا کہ وہ نہ تو افغانستان پر قبضہ کرے گا اور نہ ہی اس کی تقسیم کریگا تو سارے عمائدین نے بلا چوں و چرا ابراہیم بیگ کے اس فیصلہ کو تسلیم کرلیا تھا۔ دوسری طرف نادر خان کو جب ابراہیم بیگ کے ان عزائم کی خبر ہوئی تو وہ بڑا خوش ہوا اسے اطمینان ہوا کہ ابراہیم بیگ افغانستان پر قبضہ کرنے کے عزائم نہیں رکھتا۔ لہٰذا اس نے ابراہیم بیگ کی مخالفت ترک کردی اور اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔

گو دلی طور پر نادر خان روس کا ہمنوا اور ابراہیم بیگ کا مخالف تھا لیکن اس کے بھائی شاہ محمود کو جو ابراہیم بیگ نے بدترین شکست دی اس سے نادر خان پر ایک طرح سے ابراہیم بیگ کا رعب طاری ہو گیا تھا اور وہ اس کے خلاف حرکت میں آتے ہوئے ہچکچانے اور خوف محسوس کرنے لگا تھا اپنے بھائی کی اس بدترین شکست کے بعد نادر خان نے ابراہیم بیگ کے سلسلہ میں نرم رویہ اختیار کرلیا تھا ابراہیم بیگ نے بھی اس تبدیلی سے پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے روسی مقبوضہ علاقوں پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑی تیزی سے اسلحہ حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے مجاہدوں کو فوجی تربیت بھی دینا شروع کردی تھی یہ سارے کام ابراہیم بیگ فیض آباد سے باہر اپنے مستقل پڑاؤ میں کر رہا تھا اور اس پڑاؤ کے اکثر حصہ کو بچہ سقہ نے پختہ عمارتوں اور گھروں میں تبدیل کر کے رکھ دیا تھا۔

انہی تیاریوں کے دوران ملک و ملت کا درد رکھنے والے ایک شخص ملا شریف نے ابراہیم بیگ سے التماس کی کہ اسے ایک مناسب لشکر مہیا کیا جائے جس کے ساتھ وہ مقبوضہ علاقہ میں گھس کر روسیوں کے خلاف یلغار کریگا۔ ملا شریف کی اس التجا کو ابراہیم بیگ نے قبول کرلیا اور اسے ایک مناسب لشکر مہیا کیا اور سعید بیگ پروانچی کو اس کے ساتھ کردیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ دریائے آمو پار کر کے مقبوضہ علاقوں پر حملہ آور ہوں۔ پروانچی اور ملا شریف نے قلعہ پنچ کر مقام پر دریائے آمو کو عبور کیا۔ یہاں چونکہ دریائے کا پاٹ خوب چوڑا تھا

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

لہٰذا یہاں کشتیوں کا پل بڑی آسانی سے قائم کیا جاسکتا تھا۔ سعید بیگ پروانچی اور ملا شریف یہاں کشتیوں کا پل تعمیر کرنے کے بعد دریائے آمو کو عبور کر گئے اور مقبوضہ علاقوں میں خرم شہر پر حملہ آور ہوئے۔

دوسری طرف روسیوں کو بھی سعید بیگ پروانچی اور ملا شریف کے دریائے آمو کو عبور کر کے حملہ آور ہونے کی اطلاع ہو گئی تھی لہٰذا خرم شہر سے باہر سعید بیگ پروانچی اور ملا شریف نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ بڑی جانفشانی سے روسیوں کا مقابلہ کیا ان گنت روسیوں کو انہوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا لیکن ان کی تعداد چونکہ روسی لشکر کے مقابلہ پر نہ ہونے کے برابر تھی لہٰذا روسیوں نے تین اطراف سے انہیں گھیر کر حملہ کردیا جس کے نتیجہ میں سعید بیگ پروانچی اور ملا شریف کو پسپا ہونا پڑا ان کے ان گنت ساتھی اس جنگ میں مارے گئے خود سعید بیگ پروانچی بھی اس جنگ میں کام آیا۔ جبکہ ملا شریف زخمی ہو کر دریائے آمو کی تیز لہروں کا شکار ہو گیا تھا۔

پہلی مہم کی ناکامی کی وجہ سے مجاہدین میں کچھ دلبرداشتگی سی پیدا ہوئی تھی۔ اسی دوران ابراہیم بیگ کے ساتھی اور دوست دولت مند کے بیٹے نے اپنے آپ کو رضاکارانہ طور پر ابراہیم بیگ کے سامنے پیش کیا اور التجا کی کہ اسے دریائے آمو پار کر کے خرم شہر پر حملہ آور ہونے کی اجازت دی جائے۔ ابراہیم بیگ نے دولت مند کے بیٹے کو ٹالنے کی بہتری کوشش کی لیکن جب دولت مند کے بیٹے کا اصرار حد سے بڑھا تب ابراہیم بیگ نے اسے ایک لشکر مہیا کیا اور دریائے آمو کو پار کر کے خرم شہر پر حملہ آور ہونے کی اجازت دیدی۔ چونکہ دولتمند بے کے بیٹے کو جنگ کا کوئی خاص تجربہ نہیں تھا لہٰذا ابراہیم بیگ نے قونان بے کو اس کے ساتھ کردیا تھا تاکہ قونان بے اپنے تجربہ سے کام لیتے ہوئے جنگ میں دولتمند بے کے بیٹے کی مدد کرتا رہے۔

جس طرح سعید بیگ پروانچی اور ملا شریف نے قلعہ پنج کے مقام سے

دریائے آمو کو عبور کر کے خرم شہر پر حملہ کیا تھا۔ ویسے ہی قونان بے اور دولتمند بے کے بیٹے نے اپنے لشکر کے ساتھ قلعہ پنج سے دریائے آمو کو عبور کیا اور بڑی تیزی سے دونوں اپنے لشکر کو لیکر خرم شہر کی طرف بڑھے تھے۔ روسیوں کو ان کی آمد کی اطلاع ہو گئی تھی لہٰذا ایک روسی لشکر خرم شہر سے باہر ہی قونان بے اور دولتمند بے کے بیٹے کی راہ روک کھڑا ہوا تھا۔ لہٰذا یہ دونوں کماندار اپنے لشکر کے ساتھ جلتے صحراؤں میں اڈتے اندھیروں کے خرابوں کی طرح روسی لشکر کے اندر گھستے چلے گئے تھے روسی یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ ان کے مقابلہ میں آنے والا مسلمانوں کا دوسرا لشکر بھی چونکہ تعداد میں ان سے کم ہے لہٰذا وہ بہت جلد اس کا بھی خاتمہ کر کے رکھ دیں گے لیکن اپنے تیز اور جان لیوا حملوں کے باعث قونان بے اور دولتمند بے کا بیٹا اپنے لشکریوں کے ساتھ روسیوں کی ذات کی اندھی گھپاؤں میں دن کی روشنی کے سفیر اور سلگتی ریت کے صحرا ثابت ہوئے تھے۔

دوستی، آشتی، روشنی، انسانیت، صلح، اُمن، محبت اور اخلاق سے محروم روسیوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ مجاہدین کو خرم شہر سے پسپا کرنے میں کامیاب ہو جائیں لیکن انہیں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہوئی تھی اس لئے کہ مجاہدین ایک لگن، ایک تڑپ، ایک شعلہ حسن احساس کی طرح کمال خود شناسی و خود آگاہی اور ذوق جمال و جلال کے ساتھ روسیوں کی سنہری حقیقتوں کی زنجیریں اور رسمی مسرتوں کے کتبے کاٹتے اور گراتے چلے گئے تھے۔ مجاہدین نے اپنی بے باکی اور جرات مندی سے روسیوں کی نگاہوں میں صدیوں کی ان کہی داستانیں اور اجنبی کرب کے سلسلے بھر دیئے تھے۔ جس طرح وقت کی آنکھوں میں کاجل پھیلتا ہے ایسے ہی مجاہدین نے روسیوں کے اندر جہنم کی مجبور تنہائیوں کے سلگتے سلسلے اور یادوں کے خرابے پھیلانے شروع کردیئے تھے۔

روسی جرنیلوں اور کمانداروں نے کئی بار مجاہدین کے بڑھتے ہوئے قدموں کو

روکنے کی کوشش کی لیکن انہیں ناکامی ہوئی ناچار روسی لشکر خرم شہر کی طرف پسپا ہونے لگا تھا۔ قریب تھا کہ قونان بے اور دولتمند بے کے بیٹے کی کمانداری میں لڑنے والے مجاہدین تاریخ کی بہترین کامیابی سے ہمکنار ہوتے اور سارے روسی لشکر کا قلع قمع کر کے خرم شہر پر قابض ہو جاتے بدقسمتی سے ایک اور روسی لشکر جو آس پاس ہی کہیں گھات میں بیٹھا ہوا تھا اپنی گھات سے نکل کر مجاہدین کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو گیا یہ حملہ مسلم مجاہدین کے لئے جان لیوا ثابت ہوا اس حملہ کے باعث ان گنت مجاہدین جنگ میں کام آئے پشت کی طرف سے حملہ ہونے کی وجہ سے سامنے طرف سے بھی روسیوں نے اپنے قدم جما کر زوردار حملے شروع کردیئے تھے۔ اس دو طرفہ حملہ سے مجاہدین کا لشکر پس کر رہ گیا۔ قونان بے اور دولتمند بے کا بیٹا اس جنگ میں شہید ہوئے۔ بہت سے مجاہدین بھی اس جنگ میں کام آئے۔ تاہم کچھ مجاہدین اپنی جانیں بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہوئے اور وہ دریائے آمو کے کنارے کنارے کوہستانی سلسلے میں روپوش ہو کر رہ گئے تھے۔

ان دو لشکروں کو باری باری شکست دینے کے بعد روسی حکمران اور ان کے جرنیل بے حد خوش اور مطمئن تھے۔ روسی جرنیلوں اور ان کے حکمرانوں کو یہ امید ہو چلی تھی کہ پے درپے اپنے دو لشکروں کی ناکامی کے بعد ابراہیم بیگ اب مقبوضہ علاقوں میں داخل ہو کر روسیوں سے ٹکرانے کی کوشش نہیں کرے گا لیکن دوسری طرف اپنے ان دو لشکروں کے خاتمے نے ابراہیم بیگ کے عزائم اور اس کے ولولوں میں اور زیادہ اضافہ کردیا تھا وہ اپنے ان لشکروں کی تباہی کا انتقام لینے کے لئے پر تولنے لگا تھا دوسری طرف افغانستان کا حکمران نادر خان بھی ابراہیم بیگ کے ان دو لشکروں کی تباہی پر خوش تھا اور مطمئن تھا۔ اس لئے کہ اس نے اپنی زندگی کا مقصد اور مدعا روسیوں کی خوشنودی کو بنا لیا تھا اور وہ ہر صورت میں روسیوں کے مقابلے میں ابراہیم بیگ کو بے بس اور شکست خوردہ دیکھنا چاہتا تھا۔

نادر خان کی یہ آرزو تھی کہ ابراہیم بیگ دن بدن بے بس اور کمزور ہوتا چلا جائے تاکہ افغانستان کی سرزمین میں نادر خان کو اس سے کوئی خطرہ اور خدشہ نہ رہے۔

اپنے دو لشکروں کی تباہی اور بربادی نے ابراہیم بیگ کو روسیوں کے خلاف اور زیادہ انتقامی بنا کر رکھ دیا تھا بڑی برق رفتاری سے اس نے اپنی تیاری کی ایک مناسب لشکر جمع کیا اور فیض آباد میں اپنے مستقل پڑاؤ سے اس نے کوچ کیا۔ دریائے آمو کو اس نے وہیں سے عبور کیا جہاں اس سے پہلے دو لشکر عبور کرتے رہے تھے پھر وہ بڑی برق رفتاری سے خرم شہر کی طرف بڑھا تھا تاہم ابراہیم بیگ نے بڑی احتیاط سے کام لیا۔ دریائے آمو کو عبور کرنے کے ساتھ ہی اس نے اپنے لشکر کا ایک بڑا حصہ اپنے آپ سے علیحدہ کر کے کوہستانی سلسلوں کے اندر چھوڑ دیا تھا اور اسے حکم دیا تھا کہ وہ کوہستانی سلسلوں کی آڑ ہی آڑ میں اس کے ساتھ ساتھ خرم شہر کی طرف بڑھتا رہے خود ابراہیم بیگ لشکر کے دوسرے حصے کے ساتھ بڑی تندی اور برق رفتاری سے خرم شہر کی طرف بڑھا تھا۔

دوسری طرف روسیوں کے جرنیل فریزے کو بھی ابراہیم بیگ کے خرم شہر کی طرف پیش قدمی کرنے کی اطلاع ہو گئی تھی لہٰذا روسی جرنیل فریزے نے جگہ جگہ سے روسی لشکروں کو جمع کیا اور ابراہیم بیگ کے لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے وہ خرم شہر سے باہر ابراہیم بیگ کی راہ روک کھڑا ہوا۔

ابراہیم بیگ پہلے ہی اپنے نقصان کی وجہ سے انتقامی ہو رہا تھا جونہی روسی لشکر اسے دکھائی دیا وہ اس پر اس طرح حملہ آور ہوا جیسے شب کی آنکھوں سے گرتے ستاروں میں کوئی تباہی چاند بن کر چمک جاتی ہے یا الفاظ کے آئینوں میں کوئی پیکر صدق و وفا رقص کناں ہو جاتی ہے دونوں طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ ہونے لگی تھی ابراہیم بیگ اپنے ساتھیوں کے ساتھ زمین پر سانپ کی طرح لیٹتے ہوئے بڑی تیزی کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے لمحہ بہ لمحہ روسیوں کے قریب سے قریب تر ہونے لگا تھا۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

روسی چونکہ تعداد میں زیادہ تھے لہٰذا جرنیل فریزے نے اپنے ایک لشکر کو حکم دیا کہ وہ مسلمان مجاہدین کے ساتھ گتھم گتھا ہو کر جنگ کرے اس جنگ میں روسی خنجروں اور سنگینوں سے کام لیتے ہوئے مسلمان مجاہدین پر ٹوٹ پڑے تھے لیکن ابراہیم بیگ نے اپنا کمال کر دکھایا ایک مقدس کرن کی طرح وہ حملہ آور ہوا تھا روسیوں کے فکر و احساس کے زاویوں کو یکسر بدلتے ہوئے ان کے قلب و نظر میں درد کی تحریریں اور کرب کی تفسیریں بھرنا شروع کردیں تھیں ابراہیم بیگ نے روسیوں کی سوچوں میں زہر گھول کر اور دل میں کدورت بھر کر ان کے سارے تلاطم ولولے اور ہیجان ارمان خاک بنا کر رکھ دیئے تھے۔

دوسری طرف ابرہیم رخ عروس وطن کو روشن و منور کرنے کا ارادہ کئے ہوئے تھا۔ پھر ایسا وقت بھی آیا کہ ابراہیم بیگ کے جان لیوا حملوں کے سامنے روسی جرنیل کو پسپا ہونا پڑا جبکہ ابراہیم بیگ ساحل پر شام کو چیختی پاگل ہواؤ اور ایسی دیمک کی طرح جرنیل فریزے اور اس کے لشکر کے پیچھے پڑ گیا تھا جو بدن سے روح تک کو چاٹ جاتی ہے۔ ابراہیم بیگ کے ان تیز حملوں اور خوف ناک تعاقب نے جرنیل فریزے اور ساتھیوں کی حالت بھیگے دھندلکے، سہمے سہمے سکوت بے کراں ٹھہرے سنسان سناٹوں میں خاموشی کی جھیل میں گرتے پتھروں وقت کے سمندر اور موت کی چکی میں پستے ذروں کی طرح ہوتی جا رہی تھی شکست کے احساس ندامت میں روسی جرنیل اور اس کے لشکری اپنے آپ کو اپنی سرشت و جبلت کے زندان میں پابندی کے محتاج اصولوں کی طرح محسوس کر رہے تھے جبکہ دوسری طرف ابراہیم بیگ قانون فطرت کے خادم کی طرح ہر شے کو اپنے ارادوں میں مقید کرتا ہوا لمحہ بہ لمحہ روسیوں پر احساس ندامت کی تھکن اور تمناؤں کے زرد پتوں کی کیفیت طاری کرتا چلا جا رہا تھا۔

روسی جرنیل فریزے نے ابراہیم بیگ کے ساتھ وہی قاعدہ اور کلیہ استعمال کیا جو اس سے پہلے وہ ابراہیم بیگ کے دو لشکروں کے ساتھ استعمال کر چکا تھا۔

اسے پہلے کی طرح اپنا ایک لشکر گھات میں بٹھا رکھا تھا تاکہ اگر ابراہیم بیگ کے مقابلے میں اسے پسپا ہونا پڑے تو گھات میں بیٹھا ہوا لشکر ایک دم نکل کر ابراہیم بیگ کی پشت پر حملہ آور ہوا اور ابراہیم بیگ کی فتح کو شکست میں تبدیل کر کے رکھ دے۔

گھات میں بیٹھے ہوئے روسی لشکر نے جب دیکھا کہ ابراہیم بیگ انتہائی خوفناک انداز میں حملہ آور ہوتے ہوئے ان کے جرنیل فریزے کو پسپا کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ اگر ابراہیم بیگ نے زیادہ دیر تک ان کے لشکر کا تعاقب کیا تو ابراہیم بیگ سارے روسی لشکر کو ادھیڑ کر رکھ دے گا لہٰذا گھات میں بیٹھا ہوا یہ روسی لشکر نکلا اور ابراہیم بیگ کی پشت سے حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھا لیکن یہ روسیوں کی بھول اور غلطی تھی۔ جونہی یہ روسی لشکر ابراہیم بیگ کی پشت کی طرف آیا اس لشکر کی پشت کی طرف سے ابراہیم بیگ کا وہ لشکر نمودار ہوا جو کوہستانی سلسلوں میں گھات لگاتا ہوا خرم شہر کی طرف بڑھا تھا اور اچانک حملہ آور ہو کر ابراہیم بیگ کے اس لشکر نے پشت کی طرف سے نمودار ہونے والے روسی لشکر پر حملہ آور ہو کر اس کا مکمل طور پر صفایا کر کے رکھ دیا تھا۔

روسی جرنیل فریزے کو جب خبر ہوئی کہ جو لشکر ابراہیم بیگ کی پشت پر حملہ آور ہونے کے لئے اس گھات میں بٹھا رکھا تھا اسے کوہستانی سلسلے سے اچانک نمودار ہونے والے مجاہدین نے ختم کر کے رکھ دیا ہے تو جرنیل فریزے کی ہوا نکل گئی اس پر ابراہیم بیگ کا ایسا خوف اور اس کی ایسی دہشت طاری ہوئی کہ وہ میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا وہ خرم شہر کی طرف بھی نہیں گیا۔ بلکہ بڑی تیزی سے اپنے پیچھے کھچے لشکر کے ساتھ کولاب شہر کی طرف بھاگ گیا۔ ابراہیم بیگ فاتحانہ انداز میں خرم شہر کی طرف بڑھا اور شہر پر سے قبضہ کر لیا۔

خرم شہر میں قیام کے دوران ابراہیم بیگ کے طلابیہ گردستوں کے کچھ ارکان

نے اطلاع کی کہ روسی جرنیل فریزے نے کولاب شہر میں جا کر پناہ لی ہے اور وہ لشکر تیار کرنے میں مصروف ہو گیا ہے تاکہ ابراہیم بیگ کا مقابلہ کیا جا سکے ابراہیم بیگ طوفانی انداز میں خرم شہر سے نکلا اور کولاب شہر کی طرف بڑھا کولاب کے باہر کھلے میدانوں میں ایک بار پھر جرنیل فریزے اور ابراہیم بیگ کے درمیان جنگ ہوئی اس جنگ میں بھی جرنیل فریزے کو ابراہیم بیگ نے بدترین شکست دی اور جنرل فریزے اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھیوں کے ساتھ اپنی جانیں بچانے کے لئے کوہستانی سلسلوں میں گھس گیا تھا۔

روسی حکمرانوں کو جب خبر ہوئی کہ ابراہیم بیگ دریائے آمو کو پار کرنے کے بعد ان کے جرنیلوں اور لشکروں کے پے در پے شکست دیتا جا رہا ہے تو انہوں نے افغانستان کے حکمران نادر خان پر دباؤ ڈالنا شروع کیا اسی دباؤ کے تحت نادر خان نے پامیر سے لیکر فیض آباد تک پھیلے ہوئے بخارا کے مہاجرین کو تنگ کرنا شروع کر دیا کولاب میں جرنیل فریزے کو شکست دینے کے بعد ابراہیم بیگ چاہتا تھا کہ فریزے کا تعاقب کرے اور روسی لشکر کا مکمل طور پر صفایا کر دے کہ کولاب شہر میں اس کے کچھ جاسوس پہنچے جنہوں نے اسے اطلاع کی کہ افغانستان میں بخارا کے مجاہدین کو افغانستان کا حکمران تنگ کرنے لگا ہے یہ خبر سنتے ہی ابراہیم بیگ اپنے لشکر کے ساتھ پلٹا کولاب سے خرم شہر آیا خرم شہر سے آگے بڑھتے ہوئے اس نے دریائے آمو کو عبور کیا اور افغانستان کی سر زمین میں داخل ہوا تاکہ افغان حکمرانوں کے ساتھ مجاہدین کے مسائل کو طے کرنے کے بعد ایک بار پھر روسیوں سے نبرد آزما ہو۔

افغانستان کے حکمران طبقے اور قبائلی سرداروں میں ابھی ایسے بہت سے اسلام پسند لوگ تھے جو روس کے ہاتھوں مسلم ریاستوں کی محکومی اور غلامی کو اپنا دکھ اور درد سمجھتے تھے۔ ایسے عناصر دل و جان سے ابراہیم بیگ کو پسند کرتے تھے اور روس کے مقابلے میں اس کی کامیابی اور کامرانی کے خواہاں تھے ایسے ہی قبائل کے سرداروں اور حکومت کے عمائدین کے ساتھ مل کر ابراہیم بیگ نے افغان حکمرانوں اور بخارا کے مجاہدین کے درمیان اٹھنے والے مسائل اور اختلافات کو حل کیا ابراہیم بیگ کے اس اقدام سے پامیر سے لے کر فیض آباد تک پھیلے ہوئے بخارا کے مہاجرین ایک طرح سے سکون اور اطمینان محسوس کرنے لگے تھے۔ یہ سارے معاملات طے کرنے کے بعد ابراہیم بیگ فیض آباد شہر سے باہر مہاجرین کے اس پڑاؤ میں داخل ہوا جس میں اس کے بیوی بچے بھی رہائش پذیر تھے۔

ابراہیم بیگ جب اپنے چند سرکردہ ساتھیوں کے ساتھ فیض آباد کے نواحی پڑاؤ میں داخل ہوا تو پڑاؤ کے لوگوں نے ابراہیم بیگ کا شاندار استقبال کیا لوگ بھاگ بھاگ کر اس کے گرد جمع ہو رہے تھے اور دریائے آمو کے اس پار روسیوں کے خلاف اس کی حالیہ کامیابیوں پر اسے دلی مبارکباد پیش کر رہے تھے پڑاؤ کے لوگوں سے ملتا ہوا ابراہیم بیگ جب اپنی رہائش گاہ کے سامنے آیا تو اس نے دیکھا رہائش گاہ کے سامنے آتہ جان' ربیکا اور دونوں بچے بارک اللہ اور خلیل بیگ کھڑے تھے ابراہیم بیگ کو دیکھتے ہی بارک اور خلیل بھاگے اور بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ایک ساتھ ابراہیم بیگ سے لپٹ گئے تھے ابراہیم بیگ نے دونوں بچوں کو اپنے ساتھ خوب لپٹا کر پیار کیا پھر وہ دونوں بچوں کو اٹھائے آتہ جان اور ربیکا کے قریب آیا۔ اس موقع پر ربیکا بولی اور ابراہیم بیگ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

اس سے پہلے ہمارے دو لشکر روسیوں کے ہاتھوں سخت نقصان اٹھا چکے تھے لیکن آپ نے حالیہ جنگوں میں روسیوں کے خلاف شاندار کامیابیاں حاصل کرتے ہوئے ان پر ثابت کر دیا ہے کہ ہم بخارا کے رہنے والے ابھی تک زندہ اور بیدار ہیں۔ میں آپ کو دریائے آمو کے اس پار روسیوں کے خلاف آپ کی حالیہ کامیابیوں پر مبارکباد پیش کرتی ہوں ربیکا جب خاموش ہوئی تو ایسی ہی مبارکباد آتہ

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

جان نے بھی ابراہیم بیگ کو دی۔ ابراہیم بیگ مسکراتے ہوئے باری باری خوش کن انداز میں آتہ جان اور ریکا کی طرف دیکھ رہا تھا پھر ریکا اس کا ہاتھ پکڑ کر مکان کے اندر لے گئی تھی۔

فیض آباد میں پڑاؤ کے قیام کے دوران پڑاؤ کے چند سرکردہ سردار ابراہیم بیگ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ اس بار جب وہ روسیوں کے خلاف دریائے آمو کے اس پار جنگ کرنے کے لئے روانہ ہو تو پڑاؤ کے لوگوں کا ایک حصہ بھی اپنے ساتھ لیتا چلا جائے اور انہیں ایک پڑاؤ کی صورت میں دریائے آمو کے اس پار آباد کر دے تاکہ وہ بوقت ضرورت ابراہیم بیگ اور اس کے ساتھیوں کے کام آسکیں اور جنگ کی اطلاعات بروقت پامیر سے لے کر فیض آباد تک پھیلے ہوئے بخارائی مہاجرین کو پہنچا سکیں کافی بحث و تمحیص کے بعد پڑاؤ کے سرداروں کی تجویز کو ابراہیم بیگ نے قبول کر لیا دوسرے روز ابراہیم بیگ اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہوا جاتے ہوئے وہ پڑاؤ کے ایک حصے کے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ لے گیا تھا ان لوگوں میں آتہ جان ریکا اور دونوں بچے بھی شامل تھے۔

حسب معمول قلعہ کے مقام سے کشتیوں کے پل کے ذریعے ابراہیم بیگ نے دریائے آمو کو عبور کیا اور پڑاؤ کے جو لوگ اس کے ساتھ گئے تھے انہیں اس نے خرم شہر سے باہر ایک پڑاؤ کی صورت میں آباد کر دیا۔ ابراہیم بیگ کی غیر موجودگی میں روسی کولاب شہر پر قبضہ کر چکے تھے لیکن انہیں خرم شہر کی طرف آنے کی جرات نہ ہوئی تھی اس لئے کہ انہیں یہ خبر مل گئی تھی کہ ابراہیم بیگ دریائے آمو کو عبور کر کے خرم شہر کا رخ کر رہا ہے لہٰذا روسیوں نے خرم شہر کی طرف پیش قدمی ترک کر دی تھی۔

خرم شہر میں اپنے لشکر کی ترتیب و تنظیم درست کرنے کے بعد ابراہیم بیگ کولاب شہر کی طرف بڑھا۔ کولاب شہر میں اس وقت روسی جرنیل فریزے اپنے

لشکر کے ساتھ قیام کئے ہوئے تھا۔ رات کی تاریکی میں کولاب شہر سے باہر ابراہیم بیگ روسی جرنیل فریزے اور اس کے لشکر پر فضا کی اداہٹ' مرگ کی لہلاہٹ' لرزوں کی لپلپاہٹ' زہریلے سانپوں کی سرسراہٹ' ہواؤں کی سنسناہٹ اور سیال کوندوں کی تلملاہٹ کی طرح حملہ آور ہوا۔ صبح ہونے سے پہلے ہی پہلے ابراہیم بیگ نے جرنیل فریزے کو بدترین شکست دی۔ ابراہیم بیگ سے شکت کھانے کے بعد روسی جرنیل اپنے لشکر کے ساتھ فرانگین شہر کی طرف بھاگا تھا۔

اپنی ذات میں منفرد اور یکتا ابراہیم بیگ نے جرنیل فریزے کو اس بار دم نہیں لینے دیا فریزے کے پیچھے پیچھے وہ بھی فرانگین شہر کی طرف روانہ ہوا ابھی فریزے فرانگین پہنچا ہی تھا کہ ابراہیم بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ کر اس پر حملہ آور ہو گیا جرنیل فریزے نے اپنے لشکر کو سنبھالتے ہوئے ابراہیم کا مقابلہ کیا اور ابراہیم کو پسپا کرنے کی کوشش کی لیکن ابراہیم بیگ پر تو جنون سوار ہو چکا تھا وہ روسیوں کی پستی کی پہنائی میں بلندی کی رفعت بن کر نمودار ہو گیا تھا ان کی رگ رگ میں چنگاریاں' اضطراب کی برق' درد کی تڑپ' دکھے دل کی جلن اور وحشتیں اس نے بھر دیں تھیں اس دوران روسی حکمرانوں کی طرف سے جرنیل فریزے کی مدد کے لئے ایک بہت بڑا لشکر مومن آباد شہر پہنچ گیا اور جاسوسوں نے جرنیل فریزے کو اطلاع دی کہ وہ فرانگین سے پسپا ہو کر مومن آباد پہنچ جائے تاکہ نیا آنے والا لشکر بھی اس کے ساتھ مل کر ابراہیم بیگ کے خلاف حرکت میں آ سکے یہ اطلاع ملتے ہی جرنیل فریزے کے حواس کچھ ٹھکانے ہوئے اور وہ اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ فرانگین سے مومن آباد شہر کی طرف بھاگ گیا تھا۔ یہاں دونوں لشکروں نے مل کر ابراہیم بیگ کا مقابلہ کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔

روسی متحدہ لشکر کے خلاف بھی ابراہیم بیگ نے آنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی فرانگین شہر سے باہر جرنیل فریزے کو بدترین شکست دینے کے بعد اس نے صرف ایک روز فرانگین شہر میں قیام کیا [illegible] سے مومن

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

آباد شہر کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں بھی ابراہیم بیگ نے کمال مہارت اور جنگی مہارت کا مظاہرہ کیا شہر سے باہر وہ شام ہجراں کی جلن' دبے پاؤں کی آہٹ' درد پنہاں کے کرب' چوٹ کھائی مسکراہٹ کی طرح دشمن پر حملہ آور ہوا اور روسیوں کے لئے اس نے فسانہ در فسانہ' اضطراب جاوداں اور داستاں درداستاں بھیانک آندھیاں کھڑی کر دیں تھیں۔ مومن آباد شہر پر اس نے قبضہ کر لیا اس دوران ایک اور روسی لشکر دروازہ شہر میں جمع ہوا ابراہیم بیگ سے شکست کھانے والے جرنیل مومن آباد سے بھاگ کر دروازہ شہر کی طرف چلے گئے تاکہ اس نئے لشکر کے ساتھ مل کر ابراہیم بیگ کی یلغار کا سدباب کیا جائے۔

ابراہیم بیگ کے لشکر کی تعداد کچھ اس قدر کم تھی کہ ان فتح ہونے والے شہروں میں سے کسی ایک میں بھی اس نے اپنے لشکر کا حصہ حفاظت کی خاطر متعین نہیں کیا صرف کولاب شہر میں اس نے اپنے لشکر کا ایک حصہ متعین کیا تھا تاکہ کسی روسی لشکر کو خرم شہر کی طرف نہ بڑھنے دیا جائے۔

مومن آباد میں دشمن کو شکست دینے کے بعد ابراہیم بیگ آندھی اور طوفان کی طرح دروازہ شہر کی طرف بڑھا یہاں بھی ابراہیم بیگ نقش گر صورت جمیل اور خالق حرف اول کے کسی ادنیٰ خادم کی طرح روسیوں کے ظلم و جہالت کے جبر میں داخل ہو کر اجالوں کے صحیفے رقم کرتا رہا اس جنگ میں بھی وہ روسیوں پر نغمہ حیات کے پہلے سر مشروب حیات کے پہلے گھونٹ زندگی اور روح کی شادمانی کی طرح روسیوں پر غالب رہ کر ان کی روحوں کو علیل اور جسموں کو سقیم کر گیا۔

دروازہ شہر کے نواح میں روسیوں اور ابراہیم بیگ کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی اس جنگ میں بھی ابراہیم بیگ نے کمال مہارت کا مظاہرہ کیا اور یہاں بھی اس نے روسیوں کو بدترین شکست دی اب روسی یہ خیال کرنے لگے تھے کہ ابراہیم بیگ پر ایسا جنون طاری ہو گیا ہے کہ وہ کہیں بھی ان کے قدم جمنے نہیں دے گا۔

ادھر ماسکو کے حکمران ابراہیم بیگ کی ان پے در پے کامیابیوں کی وجہ سے بے حد فکر' مند ہوئے اور انہوں نے یکے بعد دیگرے کئی جرنیلوں کو بہترین لشکر دے کر مشرقی بخارا کی طرف روانہ کیا تاکہ ابراہیم بیگ کے حملوں اور اس کی قوت کو کمزور سے کمزور تر کیا جا سکے دوسری طرف ابراہیم بیگ دروازہ شہر میں دشمن کو شکست دینے کے بعد دوشنبہ شہر کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا دوشنبہ شہر سے دور ایک بڑے روسی لشکر سے ابراہیم بیگ کی راہ روکی۔ لیکن ابراہیم بیگ نے اس لشکر کو کچل کر رکھ دیا یہاں تک کہ وہ فتح مندی کے پرچم لہراتا ہوا دوشنبہ پہنچا لمحوں کے اندر اس نے دوشنبہ شہر کے اندر جو روسی محافظ تھے ان کا خاتمہ کر کے دوشنبہ شہر پر قبضہ کر لیا اس کے بعد وہ دوشنبہ شہر سے نکل کر اپنے مسکن کی طرف بڑھا مسکن میں جو روسی آباد ہو گئے تھے۔ ابراہیم بیگ کی آمد کا سن کر وہ ایسے بھاگے کہ جاتے ہوئے اپنے ہتھیار بھی مسکن ہی میں پھینک گئے ابراہیم بیگ اپنے مسکن میں داخل ہوا اور روسی ہتھیاروں پر اس نے قبضہ کر لیا اسی دوران ابراہیم بیگ کے جاسوسوں نے اسے خبر دی کہ ماسکو کی طرف سے جو نئے لشکر مشرقی بخارا کی طرف بڑھے ہیں وہ کولاب شہر سے باہر جمع ہو کر کولاب شہر کا محاصرہ کرنے کے در پے ہیں۔ ابراہیم بیگ یہ خبر سن کر بڑا فکر مند ہوا اس لئے کہ کولاب شہر میں اس نے اپنا ایک چھوٹا سا لشکر متعین کیا تھا اور نئے روسی لشکر کے آنے کی وجہ سے اس دستے کی سلامتی خطرے میں پڑ گئی تھی۔ دوسری فکر مندی ابراہیم کو یہ بھی تھی کہ اگر دشمن کولاب شہر پر قابض ہو گیا تو وہ بڑی آسانی اور تیزی کے ساتھ خرم شہر کی طرف بڑھے گا جہاں اس نے اپنا پڑاؤ قائم کر رکھا تھا ان خدشات کے بعد ابراہیم بیگ اپنے مسکن سے نکل کر بڑی برق رفتاری سے کولاب شہر کی طرف بڑھا تھا۔

ابراہیم بیگ کی کولاب شہر میں آمد سے پہلے ہی نئے آنے والے روسی لشکریوں نے ابراہیم بیگ کے لئے ایک جال اور پھندا تیار کر لیا تھا جونہی ابراہیم بیگ اپنے لشکر کے ساتھ کولاب شہر کے نواح میں پہنچا نئے روسی لشکروں نے

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

چاروں طرف سے ابراہیم بیگ کو گھیر لیا ابراہیم بیگ بڑی سرفروشی اور جانفشانی کے ساتھ ان نئے آنے والے لشکروں سے لڑا لیکن یہاں ابراہیم کی کوئی پیش نہ گئی اس لئے کہ روسی لشکروں نے اسے چاروں طرف سے گھیر کر اس کے لشکر پر گولیوں اور توپ کے گولوں کی بوچھاڑ کر دی تھی۔ اس جنگ میں ابراہیم کے ان گنت ساتھی مارے گئے خود ابراہیم بیگ کے بارہ گولیاں لگیں اور اس کے جسم سے اتنا خون نکل گیا جس سے وہ بے ہوش ہو گیا اسی حالت میں روسی فوج نے ابراہیم بیگ کو گرفتار کر لیا روسی پہلے ابراہیم بیگ کو دوشنبہ لائے وہاں سے اسے اور اس کے چھ ساتھیوں کو بذریعہ ہوائی جہاز تاشقند لے جایا گیا اور وہاں ابراہیم بیگ اور اس کے چھ ساتھیوں کو گولی مار کر شہید کر دیا گیا تھا۔

خرم شہر کے نواح میں ابراہیم بیگ کے پڑاؤ کے لوگوں کو جب ابراہیم بیگ کی گرفتاری کا علم ہوا تو انہوں نے اپنا پڑاؤ اٹھا لیا۔ اور دریائے آمو کو عبور کر کے افغانستان میں داخل ہونے کے لئے کوچ کر گئے۔ ابراہیم بیگ کی گرفتاری کا سن کر آتہ جان ریکا اور دونوں بچوں کی بری حالت تھی وہ بیچارے بری طرح آہ فغاں کرتے ہوئے افغانستان کی طرف جانے والے کاروان کے ساتھ ہو لئے تھے۔

جس وقت یہ کاروان دریائے آمو کا پل عبور کر رہا تھا۔ اس وقت ایک سوار اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا اس کاروان میں داخل ہوا اور اس نے آتہ جان اور ریکا کو یہ خبر سنائی کہ روسیوں نے ابراہیم کو تاشقند لے جا کر گولی مار دی ہے۔ یہ خبر سن کر آتہ جان اور ریکا دونوں بیچارے دھاڑیں مار مار کر رونے لگے تھے۔ ان کی طرف دیکھتے ہوئے دونوں بچے بھی رو رہے تھے۔ کاروان اپنی دھن میں آتہ جان کا رزمیہ گیت گاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

جب تک دھرتی اپنی ہم پہ تنگ رہے گی
تب تک جبر کے دھارو تم سے جنگ رہے گی
ظالم رشیا والو! وحشت کے زنگارو

جب تک ظلم رہے گا جنگ ہی جنگ رہے گی
جب تک دھرتی اپنی ہم پہ تنگ رہے گی
تب تک جبر کے دھارو تم سے جنگ رہے گی۔

کاروان یہ رزمیہ گیت گاتا ہوا ابراہیم بیگ کی موت سے بے خبر پل پر سے گذرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ دریائے آمو کی لہریں دریا کے اندر پتھروں اور چٹانوں سے ٹکراتی ہوئی بری طرح شور کر رہی تھیں۔ ایسے میں آتہ جان، ریکا، بارک اور خلیل بیگ کے رونے کی آوازیں اور ان کی سسکیاں اور ہچکیاں کاروان کے گیت اور دریائے آمو کی لہروں کے شور میں دب کر رہ گئی تھیں۔ کاروان دریائے آمو کو عبور کرنے کے بعد فیض آباد شہر سے باہر اپنے مستقل پڑاؤ کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

اسلم راہی ایم اے
18A گلستان رفیع ملیر۔ 15۔ کراچی

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com